قال رسول الله ﷺ: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ
(صحيح البخاري ١٦/١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣/١ رقم: ١٠٣٧)

کتاب النوازل

منتخب فتاویٰ

مولانا مفتی محمد سلمان منصورپوری
نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

ترتیب وتحقیق
مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

دارالاشاعت
اردو بازار ۰ ایم اے جناح روڈ ۰ کراچی پاکستان

Marfat.com

قال رسول اللہ ﷺ: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ
(صحيح البخاري ١٦/١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣/١ رقم: ١٠٣٧)

كتابُ النّوازل

جلد سابع
بقیہ کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج

منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی محمد سلمان منصورپوری
نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

ترتیب وتحقیق: مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

دارُالاشاعت
اُردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان

Marfat.com

الحمدللہ پاکستان میں حضرت مرتب مدظلہم کی اجازت سے طبع شدہ

تنبیہ: یہ کتاب مرتب کی اجازت کے بغیر ہرگز شائع نہ کی جائے۔

297.35
ک 894 ص
143898

۱۴۳۸۹۸
جلد ۷

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جون ۲۰۱۶ء
صفحات : 640 جلد (7)

﴿........ ملنے کے پتے ....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم اردو بازار کراچی
ادارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی و (مال روڈ) لاہور و اردو بازار کراچی
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسائل کی پوچھ تاچھ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ:

فَسْئَلُوْٓا أَھْلَ الذِّکْرِ إِنْ کُنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ ○

[الأنبیاء: ۷]

ترجمہ: پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ.

(سنن أبي داؤد ۱/ ۴۹ رقم: ۳۳۶، سنن ابن ماجۃ ۱/ ۴۳ قم: ۵۷۲)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ (معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔

Marfat.com

اجمالی فہرست

بقیہ کتاب الزکوٰۃ

☐ اجتماعی طور پر زکوٰۃ وصول کرنا ---------- ۳۱-۴۳
☐ مصارفِ زکوٰۃ ---------- ۴۴-۱۲۴
☐ زکوٰۃ کی رقم قرض میں دینا ---------- ۱۲۵-۱۳۸
☐ مدارس و مکاتب میں زکوٰۃ ---------- ۱۳۹-۱۶۴
☐ تملیک اور حیلۂ تملیک ---------- ۱۶۵-۱۸۶
☐ فقراء کو زکوٰۃ دینا اور تنخواہ و تعمیر وغیرہ میں زکوٰۃ صرف کرنا ---------- ۱۸۷-۲۱۸
☐ پیداوار پر زکوٰۃ اور عشر و خراج ---------- ۲۱۹-۲۴۰
☐ صدقۃ الفطر کے مسائل ---------- ۲۴۱-۲۵۵
☐ عام صدقہ کے مسائل ---------- ۲۵۶-۲۶۶

کتاب الحج

☐ مسائل حج ---------- ۲۶۸-۲۹۰
☐ حج کے شرائط وجوب ---------- ۲۹۱-۳۳۲
☐ میقات کے مسائل ---------- ۳۳۳-۳۴۶
☐ احرام کے مسائل ---------- ۳۴۷-۳۶۴

Marfat.com

□ جنایاتِ احرام ---------- ۳۸۱-۳۶۶
□ طواف سے متعلق مسائل ---------- ۴۰۷-۳۸۳
□ جنایاتِ طواف ---------- ۴۲۰-۴۰۸
□ تلبیہ سے متعلق مسائل ---------- ۴۳۵-۴۲۶
□ حلق سے متعلق مسائل ---------- ۴۴۳-۴۳۶
□ سعی سے متعلق مسائل ---------- ۴۴۸-۴۴۴
□ رمی سے متعلق مسائل ---------- ۴۷۵-۴۴۹
□ منیٰ سے متعلق مسائل ---------- ۵۲۱-۴۷۶
□ مزدلفہ سے متعلق مسائل ---------- ۵۳۴-۵۲۶
□ عرفات سے متعلق مسائل ---------- ۵۴۵-۵۳۵
□ حج کی قربانی کے مسائل ---------- ۵۵۹-۵۴۶
□ حج بدل کے مسائل ---------- ۶۱۰-۵۶۰
□ عورتوں کے حج سے متعلق مسائل ---------- ۶۳۴-۶۱۱
□ عمرہ سے متعلق مسائل ---------- ۶۳۶-۶۳۵
□ مدینہ منورہ ---------- ۶۴۰-۶۳۸

Marfat.com

تفصیلی فہرست

بقیہ کتاب الزکوٰۃ

اجتماعی طور پر زکوٰۃ وصول کرنا ۳۱

○ اجتماعی طور پر زکوٰۃ جمع کرنے کا حکم ---------- ۳۱
○ اجتماعی زکوٰۃ وصولی کے لئے علاقائی یا ملکی سطح پر تنظیم بنانا؟ ---------- ۳۳
○ قرضہ جات کی ادئیگی کے لئے ادارہ کا زکوٰۃ وصول کرنا؟ ---------- ۳۵
○ زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے کمیٹی بنانا اور مستحقین پر خرچ کرنا؟ ---------- ۳۶
○ چرم قربانی اور زکوٰۃ کی وصول یابی کے لئے مسلم تنظیم قائم کرنا ---------- ۳۷
○ مسلم کمیٹی کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۳۹
○ اِدارہ کا زکوٰۃ وصول کر کے ناداروں کی مدد کرنا اور دواخانہ وغیرہ بنانا ---------- ۴۰
○ بیت المال میں زکوٰۃ جمع کر کے درج ذیل مصارف میں خرچ کرنا ---------- ۴۱
○ بیت المال میں زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے اپنی صواب دید پر خرچ کرنا؟ ---------- ۴۳

مصارفِ زکوٰۃ ۴۴

○ فقیر اور مسکین کی تعریف ---------- ۴۴
○ مصارفِ زکوٰۃ ---------- ۴۵
○ کیا مصارف ثمانیہ میں سے ہر مصرف میں زکوٰۃ دینا ضروری ہے؟ ---------- ۴۶
○ زکوٰۃ کا بہترین مصرف شریعت نے کیا بتایا ہے؟ ---------- ۴۶

Marfat.com

○ زکوٰۃ اور چرم قربانی کا صحیح مصرف کیا ہے؟---------------------۴۷
○ نابالغ بچہ پر زکوٰۃ صرف کرنا؟---------------------۴۸
○ نابالغ بچہ پر زکوٰۃ صرف کرنا؟---------------------۴۹
○ ایک سال میں کتنی زکوٰۃ لینے کا حق دار ہے؟---------------------۵۰
○ رشتہ دار، پڑوسی اور اہل محلہ میں زکوٰۃ کا صحیح حق دار کون ہیں؟---------------------۵۱
○ کتنی غربت والے غریب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟---------------------۵۲
○ جس کے گھر میں فاقہ ہوتا ہو اس کو زکوٰۃ دینا---------------------۵۴
○ غریب مزدور شخص کو زکوٰۃ دینا---------------------۵۵
○ غریب بے دین اور فاسق کو زکوٰۃ دینا؟---------------------۵۵
○ یتیم بچوں کی کفالت میں زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا؟---------------------۵۶
○ غریب آدمی کو علاج کے لئے زکوٰۃ کی رقم دینا؟---------------------۵۸
○ غریب کو مکان بنانے کے لئے زکوٰۃ کی رقم دینا؟---------------------۶۰
○ زکوٰۃ کے پیسہ سے غریب کے لئے مکان بنا کر دینا؟---------------------۶۱
○ زکوٰۃ کی رقم سے غریبوں کے لئے مکانات کی تعمیر---------------------۶۲
○ زکوٰۃ کے پیسہ سے زمین خرید کر مکان بنا کر فقیر کو مالک بنانا---------------------۶۴
○ غریب بھائی کا رہائشی مکان زکوٰۃ کی رقم سے تعمیر کرانا؟---------------------۶۵
○ غریب رشتہ دار کو مکان خریدنے کیلئے ۷۵ ہزار روپیہ زکوٰۃ دینا؟---------------------۶۶
○ یتیم بچی کی شادی کے لئے زکوٰۃ کی رقم دینا؟---------------------۶۷
○ نادار غریب کا بچیوں کی شادی کے لئے زکوٰۃ سے قرض لینا؟---------------------۶۸
○ مال دار بھائی بہن کا غریب بہن کی شادی میں زکوٰۃ کی رقم لگانا؟---------------------۷۰
○ غریب آدمی کا لڑکے کی جیل سے رہائی کرانے کے لئے سود اور زکوٰۃ لینا؟---------------------۷۱
○ بھیک مانگنے والے کو زکوٰۃ دینا---------------------۷۲

Marfat.com

○ فقیر کو دی ہوئی اشیاء میں زکوٰۃ کی نیت کرنا؟ ---------- ۷۳
○ رمضان المبارک میں جب سائلوں کی کثرت ہو تو زکوٰۃ کس کو دیں؟ ---------- ۷۴
○ بغیر تحقیق کے غیر مستحق کو دی گئی زکوٰۃ کا حکم ---------- ۷۵
○ غیر مستحق کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی ---------- ۷۶
○ آدمی زکوٰۃ لینے کا شرعاً حق دار کب نہیں رہتا؟ ---------- ۷۶
○ صاحبِ نصاب کا بچی کی شادی کے لئے زکوٰۃ لینا ---------- ۷۷
○ منکرات والی شادی رچانے کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینا؟ ---------- ۷۸
○ شادی کیلئے بقدر نصاب روپیہ جمع ہونے کے بعد زکوٰۃ کی رقم وصول کرنا؟ ---------- ۸۰
○ جو شخص بقدر نصاب سونے چاندی کا مالک ہو اُس کا یومیہ خرچ کے لئے زکوٰۃ لینا؟ ---------- ۸۱
○ جو شخص ضرورتِ اصلیہ سے زائد نصاب کا مالک نہ ہو، اسے زکوٰۃ دینا ---------- ۸۲
○ جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو، اسے زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۸۳
○ جس شخص کی آمدنی اس کے لئے ناکافی ہو اس کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۸۴
○ ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے مالک کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۸۵
○ جس کے پاس چھ لاکھ روپے کا ذاتی مکان ہو اس کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۸۶
○ جس کا رہائشی مکان اس کے لئے ناکافی ہو اس کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۸۸
○ سفرِ حج پر جانے والی عورت کو سامان خریدنے کے لئے زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۸۸
○ تبلیغی اجتماعات میں زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا ---------- ۸۹
○ زکوٰۃ کی رقم اسٹیشنری اور مہمانوں پر خرچ کرنا؟ ---------- ۹۰
○ زکوٰۃ کی رقم سے افطاری اور سحری کرانا؟ ---------- ۹۱
○ زکوٰۃ کی رقم سے تحفہ بھیجنا؟ ---------- ۹۲
○ زکوٰۃ کی رقم سے دفاعی سامان خریدنا؟ ---------- ۹۳
○ زکوٰۃ کی رقم سے قبرستان کے لئے موٹر پمپ خریدنا ---------- ۹۴

Marfat.com

○ زکوٰۃ کی رقم سے دارالافتاء کو کتابیں مہیا کرنا ---------- ٩٥
○ زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں، تسبیحات اور مسنون دعائیں خرید کر تقسیم کرنا؟ ---------- ٩٥
○ خدمت کے عوض میں زکوٰۃ دینا؟ ---------- ٩٧
○ زکوٰۃ کی رقم رشوت میں استعمال کرنا؟ ---------- ٩٨
○ رشتہ داروں میں سے کس کس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ ---------- ٩٨
○ مال دار شخص کا اپنے طالب علم بیٹے کو زکوٰۃ اور چرم قربانی کی رقم دینا؟ ---------- ٩٩
○ مال دار بیوی کا غریب شوہر یا اس کی اولاد کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ١٠٠
○ زکوٰۃ کا پیسہ بہن، بھائی، بیوی، شوہر وغیرہ کو دینا؟ ---------- ١٠١
○ ہمشیرہ کو زکوٰۃ دینا ---------- ١٠٢
○ غریب بہن کو قرض کے عنوان سے بنیت زکوٰۃ رقم دینا ---------- ١٠٣
○ غریب بھائیوں کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ١٠٤
○ چچا، ماموں، خالہ وغیرہ کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ١٠٥
○ غریب ساس کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ١٠٦
○ خاص اپنی برادری کے لوگوں کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ١٠٧
○ برادری کی زکوٰۃ برادری ہی پر خرچ کرنا؟ ---------- ١٠٨
○ زکوٰۃ کی رقم سے اولاد کو تعلیم دینا؟ ---------- ١٠٩
○ ڈاکٹری پڑھنے والی بچی پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا؟ ---------- ١١٠
○ زکوٰۃ سے بچی کی فیس ادا کرنا؟ ---------- ١١١
○ تعمیر، تنخواہ اور غریب بچوں کی فیس میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا؟ ---------- ١١٣
○ زکوٰۃ کی رقم سے غریب لڑکے کا کتابیں خریدنا؟ ---------- ١١٤
○ زکوٰۃ کی رقم سے شاگرد کے کپڑے بنانا؟ ---------- ١١٥

Marfat.com

○ سیّدہ فقیرہ کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۱۵

○ جس کی بیوی سید ہو اس کے بچوں کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۱۷

○ سید برادری سے تعلق رکھنے والے طالبِ علم کا زکوٰۃ لینا؟ ---------- ۱۱۸

○ کیا مجبوری اور لاچاری میں سادات کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے؟ ---------- ۱۱۹

○ کیا مدارس میں طلبہ کو دیا جانے والا وظیفہ طلبہ سادات کو لینا درست ہے؟ ---------- ۱۲۰

○ اشاعتِ اسلام کی غرض سے غیر مسلموں میں زکوٰۃ تقسیم کرنا؟ ---------- ۱۲۱

○ غیر مسلم غریب کو صدقہ دینا ---------- ۱۲۱

○ ہندو یا شیعہ غریب کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۲۳

زکوٰۃ کی رقم قرض میں دینا ۱۲۵

○ زکوٰۃ کی رقم بطور قرض دینا؟ ---------- ۱۲۵

○ صاحبِ نصاب کا زکوٰۃ کی رقم سے قرض مانگنا ---------- ۱۲۶

○ ضرورت مند کو زکوٰۃ کی رقم قرضِ حسنہ کہہ کر دینا؟ ---------- ۱۲۷

○ قرض دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا اور واپسی پر دوسرے کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۲۸

○ ملازم پر قرض کی رقم کو زکوٰۃ کی نیت سے چھوڑنا؟ ---------- ۱۲۹

○ تاجر مقروض کو زکوٰۃ دینا ---------- ۱۳۰

○ بینک کے مقروض کو زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۳۲

○ مقروض صاحبِ جائیداد کا زکوٰۃ لینا؟ ---------- ۱۳۳

○ زکوٰۃ کی رقم سے میت کا قرض ادا کرنا؟ ---------- ۱۳۴

○ مجبور اور لاچار شخص کا زکوٰۃ لے کر قرض ادا کرنا؟ ---------- ۱۳۵

○ مقروض کو یک مشت نصاب سے زائد رقم دینا؟ ---------- ۱۳۶

○ مستحق زکوٰۃ کو کاروبار کے لئے نصاب سے زائد رقم دینا؟ ---------- ۱۳۷

Marfat.com

مدارس ومکاتب میں زکوٰۃ

۱۳۹
○ مدرسہ میں زکوٰۃ دینا افضل ہے یا ضرورت مند کو؟ ---------- ۱۳۹
○ مستحق مدارس میں زکوٰۃ دینے کا دوگنا اجر ملتا ہے ---------- ۱۴۰
○ قریبی علاقائی مدرسہ کو چھوڑ کر دور کے مدارس میں زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۴۱
○ جن مدارس میں نادار غریب طلبہ ہوں وہاں زکوٰۃ کی رقم اور غلہ دینا جائز ہے؟ ---------- ۱۴۲
○ جس مدرسہ میں مستحقِ زکوٰۃ طلبہ نہ ہوں اس میں زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۴۳
○ جن مدارس میں صرف مقامی طلبہ پڑھتے ہوں اُن میں زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۴۴
○ جس مدرسہ میں طلبہ کے قیام وطعام کا نظم نہ ہو اُس میں زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۴۵
○ جس مدرسہ میں بیرونی طلبہ نہ پڑھتے ہوں اس میں زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۴۵
○ گاؤں کے چھوٹے مدرسہ میں زکوٰۃ اور چرم قربانی کا پیسہ خرچ کرنا؟ ---------- ۱۴۶
○ مدرسہ کے نابالغ سمجھدار بچوں پر زکوٰۃ خرچ کرنا؟ ---------- ۱۴۷
○ ایڈیڈ مدارس میں زکوٰۃ اور چرم قربانی دینا ---------- ۱۴۸
○ مدرسہ کے قیام کیلئے زکوٰۃ وصدقات کا پیسہ وصول کرنا؟ ---------- ۱۴۸
○ بریلوی مسلک کے حامی مدرسہ میں زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۴۹
○ کیا چھوٹے مکاتب اور مساجد میں زکوٰۃ لگانا درست ہے؟ ---------- ۱۵۰
○ جو مکتب غریب طلبہ کا کفیل نہ ہو اس میں زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۵۱
○ مکتب کے مقامی بچوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا؟ ---------- ۱۵۲
○ زکوٰۃ وصدقات کی رقم خرچ کئے بغیر جس مکتب کے بند ہونے کا قوی اندیشہ ہو؟ ---------- ۱۵۳
○ جن مکاتب کے مصارف عطیات سے پورے نہ ہوتے ہوں اُن میں صدقاتِ واجبہ یا زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۵۵
○ زکوٰۃ کی رقم سے طالبِ علم کی ضرورت پوری کرنا؟ ---------- ۱۵۶
○ جدید تعلیمی ثقافتی ادارہ کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا ---------- ۱۵۷

Marfat.com

○ اِسکول کالج میں زکوٰۃ دینا؟ ---------- ۱۵۸

○ زکوٰۃ وخیرات کا پیسہ جونیئر ہائی اسکول میں لگانا؟ ---------- ۱۵۹

○ فلاحِ عام جونیئر ہائی اسکول میں زکوٰۃ کا پیسہ دینا؟ ---------- ۱۵۹

○ پرائمری اسکول قائم کرنے میں زکوٰۃ اور چرم کا پیسہ لگانا؟ ---------- ۱۶۰

○ ڈگری کالج کی بلڈنگ کے لئے زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی رقم استعمال کرنا؟ ---------- ۱۶۱

○ مدارس سے ملحقہ اسکولوں کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا ---------- ۱۶۲

○ اسکول کے مسلم اور غیر مسلم بچوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا اور اساتذہ کی تنخواہ دینا؟ ---- ۱۶۳

○ جس دنیوی ادارہ میں حکومت کی طرف سے گرانٹ نہ ملتا ہو اس کی تعمیر وغیرہ میں زکوٰۃ صرف کرنا ---- ۱۶۴

تملیک اور حیلۂ تملیک

۱۶۵

○ حیلۂ تملیک کا شرعی ثبوت اور اس کے جواز کی صورتیں ---------- ۱۶۵

○ جہاں تملیک شرعی پائے جائے وہاں زکوٰۃ دینے سے ادا ہو جاتی ہے ---------- ۱۶۶

○ مدارس میں حیلۂ تملیک ---------- ۱۶۷

○ کیا وکالت کے ذریعہ اہلِ مدارس زکوٰۃ کا تمام مصارف میں استعمال کر سکتے ہیں؟ ---- ۱۷۰

○ غریب طالبات کو زکوٰۃ کی رقم سے وظیفہ دے کر بطورِ فیس ان سے واپس لینا؟ ---------- ۱۷۱

○ فارم کا اندراج غلط یا جھوٹ ثابت ہو جانے کی وجہ سے زکوٰۃ کی رقم سے دیا گیا وظیفہ واپس لینا؟ --- ۱۷۳

○ زکوٰۃ کی رقم غریب طلبہ کے والدین کو دے کر تملیک کرا کے فیس کے ذریعہ اُن سے وصول کرنا؟ -- ۱۷۴

○ طلبۂ مدارس کو ایک ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانے سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم؟ ---------- ۱۷۶

○ مدرسہ کی ضروریات میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانے کے لئے شرعی حیلۂ تملیک اختیار کرنا؟ ---- ۱۷۶

○ مدرسہ کے طلبہ پر زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا؟ ---------- ۱۷۸

○ اہلِ مدارس زکوٰۃ لینے کے بعد صحیح مصرف پر لگانے کے خود ذمہ دار ہیں ---------- ۱۷۹

○ حیلۂ تملیک کی اجازت عام نہیں ہے ---------- ۱۷۹

Marfat.com

○ مکتب کے مصارف کے لئے حیلۂ تملیک؟ ---------- ۱۸۰
○ بڑے مدارس پر قیاس کرکے مقامی بچوں کے مکتب کیلئے حیلہ کرکے زکوٰۃ لینا؟ ---------- ۱۸۱
○ روٹی کے بچے ہوئے ٹکڑے مدرسہ کی ملکیت ہیں یا طلبہ کی؟ ---------- ۱۸۲
○ زکوٰۃ کو حلال کرنے کے لئے بیوی سے تملیک کرانا؟ ---------- ۱۸۳
○ زکوٰۃ لےکر اس پیسے سے کسی اور کو زکوٰۃ خیرات دینا ---------- ۱۸۵
○ فقیر کو دی ہوئی زکوٰۃ کی رقم سے زکوٰۃ دہندہ کا ولیمہ کھانا؟ ---------- ۱۸۶

سفراء کو زکوٰۃ دینا اور تنخواہ و تعمیر وغیرہ میں زکوٰۃ صرف کرنا ۱۸۷

○ چندہ محصلین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ---------- ۱۸۷
○ کیا سفراء کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ ---------- ۱۸۸
○ کمیشن طے کرکے زکوٰۃ وصول کرنا؟ ---------- ۱۹۰
○ زکوٰۃ کی رقم سے چندہ کنندگان کا اپنی تنخواہ وصول کرنا؟ ---------- ۱۹۱
○ کیا کمیشن پر چندہ کرنے والوں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ ---------- ۱۹۳
○ زکوٰۃ کی رقم سے سفیر کو ڈبل تنخواہ دینا ---------- ۱۹۴
○ امام و مؤذن کی تنخواہوں میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا؟ ---------- ۱۹۵
○ زکوٰۃ اور چرم قربانی کے پیسہ سے مدرسین کی تنخواہ دینا؟ ---------- ۱۹۶
○ سخت مالی بحران کے سبب حیلۂ تملیک کرکے زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ دینا؟ ---------- ۱۹۷
○ لوگوں کے چندہ نہ دینے کی وجہ سے زکوٰۃ کی رقم تملیک کرکے تنخواہ میں خرچ کرنا؟ ---------- ۱۹۹
○ کیا زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں لگانے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی؟ ---------- ۲۰۰
○ سخت مجبوری میں زکوٰۃ، صدقات اور چرم کی رقم تملیک کے بعد مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں لگانا؟ ---------- ۲۰۱
○ مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کا پیسہ صرف کرنا؟ ---------- ۲۰۲
○ زکوٰۃ کی رقم سے مکتب یا مدرسہ کے لئے جگہ خریدنا؟ ---------- ۲۰۳

Marfat.com

○ زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ اسلامیہ کی چھت تعمیر کرنا؟ ---------- ۲۰۴

○ کیا مسجد میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانے کی کوئی صورت ہے؟ ---------- ۲۰۵

○ زکوٰۃ کے پیسہ سے مسجد کا سامان خریدنا؟ ---------- ۲۰۶

○ زکوٰۃ، صدقہ اور چرمِ قربانی کی رقم مسجد کے بیت المال میں جمع کرنا؟ ---------- ۲۰۷

○ مدارس میں رقومِ زکوٰۃ کی فراہمی اور طریقۂ استعمال ---------- ۲۰۷

پیداوار پر زکوٰۃ اور عشر و خراج

۲۱۹

○ کھیتی کے غلہ اور اس کی قیمت پر حولان حول شرط ہے یا نہیں؟ ---------- ۲۱۹

○ فصل خراب ہو جانے کے بعد مابقیہ پیداوار میں زکوٰۃ کا حکم ---------- ۲۲۰

○ مزارع اور ربُّ الارض میں سے کس پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟ ---------- ۲۲۱

○ زرعی زمین کی پیداوار کا چالیسواں حصہ نکالنا؟ ---------- ۲۲۲

○ کیا پیداوار کا چالیسواں حصہ ادا کرنے سے عشر ساقط ہو جائے گا؟ ---------- ۲۲۴

○ کیا عشری زمین کا چالسواں حصہ نکالنے سے عشر ساقط ہو جائے گا؟ ---------- ۲۲۵

○ پیداوار کی زکوٰۃ کا مصرف کیا ہے؟ ---------- ۲۲۶

○ ہندوستان کی زمین عشری ہے یا نہیں؟ ---------- ۲۲۷

○ ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟ ---------- ۲۲۸

○ ہندوستان کی اراضی اِصالۃً کس کی ملک ہیں؟ نیز کیا اَراضی ہند پر عشر واجب ہے؟ ---------- ۲۲۹

○ ہندوستانی زمینوں میں عشر نہیں، پیداوار پر زکوٰۃ ہے ---------- ۲۳۰

○ عشری زمینوں میں کل پیداوار کا عشر نکالا جائے گا ---------- ۲۳۱

○ عشری زمین میں کل پیداوار سے عشر نکالا جائے گا ---------- ۲۳۲

○ جس کھیت کی پیداوار سیلاب کی زد میں آجائے اس کا عشر کس طرح نکالیں؟ ---------- ۲۳۴

○ عشری زمینوں کو بٹائی پر دینے کے بعد عشر کس پر واجب ہوگا؟ ---------- ۲۳۵

Marfat.com

○ کیریاں (کچے آموں) کا عشر کس پر واجب ہے؟ ---------- ۲۳۶
○ عشری زمین خریدنے پر مشتری پر ہی عشر واجب ہوگا ---------- ۲۳۷
○ مدرسہ کی عشری زمین کے نصف عشر کا غلہ مدرسہ کے طلبہ کو کھلانا؟ ---------- ۲۳۸
○ عشر میں غلہ کے بجائے اس کی قیمت کسی ادارے کو منی آرڈر کرنا؟ ---------- ۲۳۹

صدقۃ الفطر کے مسائل ۲۴۱

○ صدقۂ فطر اور زکوٰۃ میں کیا فرق ہے؟ ---------- ۲۴۱
صدقۂ فطر کے وزن کے بارے میں مدرسہ شاہی کا فتویٰ ---------- ۲۴۲
○ مقدارِ صاع سے متعلق مفتی رشید احمدؒ کی تحقیق اور دار العلوم و مدرسہ شاہی کا فتویٰ ---------- ۲۴۳
○ صدقۂ فطر کا وزن قدیم اور جدید اَوزان کے اعتبار سے ---------- ۲۴۴
○ عندالاحناف صدقۂ فطر میں صاعِ عراقی معتبر ہے ---------- ۲۴۸
○ غریب آدمی پر صدقۂ فطر دینا واجب نہیں ---------- ۲۴۹
○ جس کے پاس دومنزلہ مکان ہو اس پر فطرہ واجب ہے یا نہیں؟ ---------- ۲۵۰
○ فطرہ کی رقم کا مصرف؟ ---------- ۲۵۱
○ نانا، نانی اور بہن کو صدقۂ فطر دینا؟ ---------- ۲۵۲
○ صدقہ کی رقم بھانجی کو دینا؟ ---------- ۲۵۲
○ جس پر فطرہ واجب نہ ہو اس کا فطرہ دینا؟ ---------- ۲۵۳
○ فطرہ کی آمدنی مسجد مدرسہ کی دیوار یا غسل خانہ میں لگانا؟ ---------- ۲۵۴
○ فطرہ اور زکوٰۃ کی رقم غیر مسلم کو دینا؟ ---------- ۲۵۴

عام صدقہ کے مسائل ۲۵۶

○ بیوی بچوں کو نفلی صدقہ دینا؟ ---------- ۲۵۶
○ اِمداد کے خانہ میں عطیہ اور تعاون لکھوانا؟ ---------- ۲۵۷
○ کیا صدقاتِ واجبہ اور زکوٰۃ کی طرح صدقاتِ نافلہ میں بھی تملیک شرط ہے؟ ---------- ۲۵۸

Marfat.com

○ صدقہ کا جانور کتنی عمر کا ہونا ضروری ہے؟ ---------- ٢٥٩
○ صدقہ کا گوشت تقسیم کر کے مابقیہ اپنے استعمال میں لانا؟ ---------- ٢٦٠
○ جانور صدقہ کرتے وقت کچھ گوشت اپنے لئے مختص کرنا؟ ---------- ٢٦١
○ جس جانور کو صدقہ کر دیا ہو اس کا گوشت کھانا؟ ---------- ٢٦٣
○ والدہ کا بچا ہوا مال مسجد میں ثواب کی نیت سے دینا؟ ---------- ٢٦٤
○ بیمار شخص نے بکرا صدقہ کرنے کی وصیت کی تھی اور صدقہ کر دی بکری؟ ---------- ٢٦٤
○ بیوی کچھ صدقہ کرنا چاہتی تھی اس سے پہلے ہی انتقال ہو گیا ---------- ٢٦٥
○ ہندو سائل کے ساتھ کیا معاملہ کریں؟ ---------- ٢٦٥

کتاب الحج

مسائل حج

٢٦٧

○ حاجیوں سے دعاؤں کی درخواست کرنا؟ ---------- ٢٦٨
○ حاجی سفر حج پر کس طرح روانہ ہو؟ ---------- ٢٦٩
○ حاجیوں کا قافلہ کی شکل میں مردوں عورتوں کے ساتھ روانہ ہونا؟ ---------- ٢٧٠
○ سفر حج کو جاتے وقت گھر میں دوگانہ ادا کرنا؟ ---------- ٢٧١
○ حجاجِ کرام کا اپنے قافلہ میں کسی عالم دین کو امیر الحجاج بنانا؟ ---------- ٢٧٢
○ مسجد کا امام امیر الحجاج بن کر جائے یا امامت کرے؟ ---------- ٢٧٣
○ حج کے سفر پر جانے والے کو ''حاجی'' کہنا؟ ---------- ٢٧٤
○ حاجیوں کو ''الحاج'' کیوں کہا جاتا ہے؟ ---------- ٢٧٤
○ حج مقبول کی علامات ---------- ٢٧٥
○ شراب سے توبہ کیے بغیر حج کو جانا؟ ---------- ٢٧٦
○ ٦٠ / ہزار روپئے جمع کر کے ٣٥ / ہزار میں حج کرانے کی اسکیم چلانا؟ ---------- ٢٧٧
○ حج وعمرہ کی ایک اسکیم اور اس کا حکم؟ ---------- ٢٧٨

Marfat.com

○ ۲۰۰ رلوگوں سے ۳-۳/سوروپیہ جمع کر کے قرعہ اندازی سے ایک شخص کو حج کیلئے بھیجنا؟ ----- ۲۸۰
○ کم پیسوں میں حج کرنے کی نیت سے خدام الحجاج کی معیت میں حج کرنا؟ --------- ۲۸۱
○ حج سبسڈی کی رعایت سے فائدہ اُٹھانا --------------------------- ۲۸۲
○ حکومتی سبسڈی سے فائدہ اٹھا کر حج کرنا؟ ----------------------- ۲۸۳
○ اہلِ اقتدار کے سودی معاملات کے باوجود حج سبسڈی سے فائدہ اُٹھانا جائز ہے ----- ۲۸۴
○ ٹریول ایجنسی کا اپنے ایجنٹ کو فری حج پر بھیجنا؟ ---------------------- ۲۸۷
○ حج کرنے سے حق العبد ساقط نہیں ہوتا ------------------------------ ۲۸۸
○ جب شیعہ کافر ہیں تو حج کرنے کیوں جاتے ہیں؟ ----------------------- ۲۸۹

حج کے شرائط وجوب

۲۹۱
○ کیا صاحبِ نصاب پر حج فرض ہے؟ ------------------------------- ۲۹۱
○ پونے چھ تولہ سونا اور ۵۰ر تولہ چاندی کی ملکیت پر حج کی فرضیت کا حکم ------------ ۲۹۳
○ ۷۰ر ہزار کی ملکیت پر حج فرض نہیں ہے -------------------------- ۲۹۳
○ صاحب جائیداد پر حج کی فرضیت -------------------------------- ۲۹۴
○ جس کے پاس سات بیگھہ زمین ہو اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ -------------- ۲۹۵
○ کیا نابالغ سمجھدار بچے پر حج فرض ہے؟ ------------------------- ۲۹۷
○ کیا شوال میں عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے؟ ------------------ ۲۹۷
○ کیا نفلی عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جائے گا؟ ------------------------ ۲۹۸
○ حج فرض ہونے کے بعد ادا کرنے سے پہلے انتقال ہو گیا؟ ---------------- ۲۹۹
○ حج فرض ہونے کے بعد حج نہ کر سکنے کی وجہ سے فقراء پر رقم تقسیم کرنا؟ -------- ۳۰۱
○ کیا حج کا ویزا نہ ملنا مانع وجوبِ ادا ہے؟ --------------------------- ۳۰۲
○ حج کی فرضیت فارم بھرنے اور ویزا آنے پر ہوتی ہے یا اشہرِ حج کے آنے پر؟ --------- ۳۰۳

Marfat.com

○ کیا پیروں سے معذور شخص پر حج فرض ہے؟ ---------- ۳۰۵

○ سلسل البول والے مریض پر استطاعت کے باوجود حج فرض نہیں ہے ---------- ۳۰۶

○ مقروض پر حج کی فرضیت کا مسئلہ ---------- ۳۰۷

○ وسعت کے بعد مقروض ہوجانے سے حج کا حکم ---------- ۳۰۸

○ پہلے قرض ادا کرے یا حج کرے؟ ---------- ۳۰۹

○ جس پر حج فرض نہ ہو اس کا قرض لے کر حج کرنا؟ ---------- ۳۱۰

○ دکان بیچ کر حج کرنا؟ ---------- ۳۱۱

○ پہلے شادی کرے یا حج؟ ---------- ۳۱۲

○ بیٹی کی شادی کی وجہ سے حج فرض ہوجانے کے بعد مؤخر کرنا؟ ---------- ۳۱۳

○ حج کرے یا بیوی کا مہر ادا کرے؟ ---------- ۳۱۶

○ دو بیویوں میں سے ایک بیوی کا نفقہ دیئے بغیر حج کو جانا کیسا ہے؟ ---------- ۳۱۷

○ مکان بنانے کی شدید ضرورت کے باوجود نفلی حج کرنا ---------- ۳۱۸

○ دوبارہ حج کرنا ضروری ہے یا اپنے بچوں کی جائز ضروریات پورا کرنا ---------- ۳۲۰

○ والدین کی جائیداد سے ملے ہوئے حصہ کو فروخت کر کے حج کرنا ---------- ۳۲۱

○ حرام کمائی سے حج مقبول نہیں ---------- ۳۲۲

○ حرام مال سے سفر حج ---------- ۳۲۳

○ سودی آمیزش والی رقم سے حج کرنا؟ ---------- ۳۲۴

○ بینک سے ملی ہوئی سودی رقم سے حج کو جانا جائز نہیں ---------- ۳۲۵

○ سودی قرض سے کئے گئے کاروبار کی آمدنی سے حج کرنا؟ ---------- ۳۲۶

○ مخلوط کمائی کی رقم سے حج کرنا؟ ---------- ۳۲۷

○ مغصوبہ جائیداد واپس کئے بغیر حج کرنا؟ ---------- ۳۲۸

○ ایڈوکیٹ اور وکالت کی آمدنی سے حج کرنا اور اس آمدنی کا حکم؟ ---------- ۳۲۹

○ گورنمنٹ کی طرف سے اسکولوں کی تعمیر کے لئے دیئے گئے روپیوں سے حج کرنا ---------- ۳۳۱

Marfat.com

میقات کے مسائل ۳۳۳

○ میقات سے احرام باندھے بغیر گذر جانا؟ ---------- ۳۳۳
○ طوافِ وداع کیے بغیر میقات سے باہر چلے جانا؟ ---------- ۳۳۵
○ آفاقی شخص کا اپنی ذاتی ضرورت سے حدودِ حل میں داخل ہونا؟ ---------- ۳۳۶
○ جدہ اور میقات سے متعلق صاحبِ فتاویٰ کی ایک تحقیق ---------- ۳۳۷
○ میقاتِ زمانی ---------- ۳۳۷
○ میقاتِ مکانی ---------- ۳۳۷
○ اہلِ آفاق کی میقات: ---------- ۳۳۹
○ "جدہ" کی حیثیت کیا ہے؟ ---------- ۳۴۱
○ اہلِ حل کی میقات: ---------- ۳۴۴
○ اہلِ حرم کی میقات: ---------- ۳۴۵
○ میقات کی حکمت: ---------- ۳۴۵

احرام کے مسائل ۳۴۷

○ احرام کی حقیقت کیا ہے؟ ---------- ۳۴۷
○ احرام کیسا ہو؟ ---------- ۳۴۸
○ احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا اور خوشبو لگانا؟ ---------- ۳۴۹
○ گرم کپڑے میں احرام باندھنا؟ ---------- ۳۵۰
○ احرام کی لنگی درمیان سے سی کر پہننا؟ ---------- ۳۵۱
○ حالتِ احرام میں مسواک کا حکم ---------- ۳۵۲
○ حالتِ احرام میں وضو غسل کے بعد کپڑے سے منہ صاف کرنا؟ ---------- ۳۵۳
○ احرام باندھنے کے بعد غسل کی حاجت پیش آ گئی؟ ---------- ۳۵۴

Marfat.com

○ احرام کی حالت میں کوّے کو مارنا؟ ---------- ۳۵۵
○ سید ھے مدینہ منورہ جانے والا شخص احرام کہاں سے باندھے؟ ---------- ۳۵۶
○ حالتِ احرام میں عورت کے لئے سفید کپڑا پہننا ---------- ۳۵۷
○ عورت کا حالتِ احرام میں میک اَپ کر کے اِدھر اُدھر گھومنا؟ ---------- ۳۵۸
○ احرام کی حالت میں عورت کا زیور اور چوڑیاں پہننا؟ ---------- ۳۵۹
○ حجِ افراد میں مناسک حج کی ادائیگی سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں ---------- ۳۶۰
○ اشہرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد ذوالحلیفہ سے حج افراد کا احرام باندھنا؟ ---------- ۳۶۱
○ متمتع شخص عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا؟ ---------- ۳۶۲
○ متمتع شخص عمرہ کا احرام باندھ کر ۷-۸/ذی الحجہ کو مکہ پہنچا؟ ---------- ۳۶۴

جنایاتِ احرام

۳۶۶
○ بھول چوک یا ناواقفیت کی وجہ سے جنایت کا ارتکاب کرنا ---------- ۳۶۶
○ جان بوجھ کر جنایت کا ارتکاب کرنا؟ ---------- ۳۶۷
○ کیا وجوب دم کے لئے جنایت کا ۱۲/گھنٹے تک پایا جانا شرط ہے؟ ---------- ۳۶۸
○ ایک محرم کا دوسرے محرم کو کپڑا پہنا دینا؟ ---------- ۳۶۹
○ محرم کے لئے خوشبودار تیل وغیرہ لگانا؟ ---------- ۳۷۰
○ محرم کے لئے کس قسم کا کپڑا استعمال کرنا ممنوع ہے؟ ---------- ۳۷۱
○ احرام کی لنگی میں نیفہ لگانا یا بیلٹ وغیرہ سے باندھنا؟ ---------- ۳۷۲
○ احرام کی حالت میں خفین پہننا؟ ---------- ۳۷۳
○ احرام کی حالت میں پسینہ صاف کرنا ---------- ۳۷۴
○ حالتِ احرام میں چہرہ پر ''ماسک'' لگانا؟ ---------- ۳۷۴
○ احرام کی حالت میں سوتے ہوئے چہرہ ڈھکنا؟ ---------- ۳۷۵

Marfat.com

○ احرام کی حالت میں داڑھی یا مونچھ کے بال کاٹنا؟ ---------- ۳۷۶
○ حالتِ احرام میں زیرِ ناف یا بغل کے بال مونڈنا؟ ---------- ۳۷۸
○ حالتِ احرام میں بیماری کی وجہ سے بال ٹوٹ گئے ---------- ۳۷۸
○ احرام کی حالت میں ناخن کاٹنا؟ ---------- ۳۷۹
○ احرام کی حالت میں مچھر اور چیونٹی وغیرہ کو مارنا؟ ---------- ۳۸۰
○ احرام کی حالت میں بیوی سے دل لگی کرنا؟ ---------- ۳۸۱

طواف سے متعلق مسائل ۳۸۳

○ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران طواف افضل ہے یا عمرہ؟ ---------- ۳۸۳
○ طواف کیسے کریں؟ ---------- ۳۸۳
○ حطیم کے اندر سے طواف کرنا؟ ---------- ۳۸۶
○ حجرِ اسود کے بالکل سامنے کھڑے ہوکر طواف کی نیت کرنا ---------- ۳۸۷
○ حجرِ اسود کے دائیں کنارے کھڑے ہوکر طواف کی نیت کرنا ---------- ۳۸۸
○ داہنا مونڈھا حجرِ اسود کی طرف کر کے طواف شروع کرنا ---------- ۳۸۹
○ نیتِ طواف کے بعد حجرِ اسود کا استلام کرنا ---------- ۳۸۹
○ حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت پیر کس طرف رہیں؟ ---------- ۳۹۰
○ کیا بغیر احرام کے نفلی طواف اور سعی طوافِ زیارت کے قائم مقام ہوجائے گا ---------- ۳۹۱
○ طوافِ وداع میں طوافِ زیارت کی نیت ---------- ۳۹۲
○ ظہر سے پہلے طوافِ زیارت کے بعد طوافِ وداع کرنا ---------- ۳۹۵
○ دورانِ طواف اگر وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟ ---------- ۳۹۵
○ طواف کے ۴؍ چکروں سے پہلے وضو ٹوٹ جائے یا نماز میں مشغول ہوجائے تو کیا حکم ہے؟ ---------- ۳۹۷
○ تین چکر طواف کے بعد خطبہ شروع ہوگیا ---------- ۳۹۹

Marfat.com

○ طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ ---------- ۴۰۰

○ دورانِ طواف خشکی کی وجہ سے سونف کے دانے کھانا؟ ---------- ۴۰۱

○ کمزور لوگوں کے لئے کم بھیڑ کے وقت ارکان ادا کرنا ---------- ۴۰۲

○ عذر کی بنا پر رمل کا ترک درست ہے ---------- ۴۰۲

○ کئی طواف کرنے کے بعد صرف ایک مرتبہ دو رکعت نماز پڑھنا ---------- ۴۰۴

○ ایک سے زائد طواف کی نمازیں ایک ساتھ پڑھنا؟ ---------- ۴۰۵

○ طواف اور سعی کے درمیان موبائل سے گفتگو کرنا ---------- ۴۰۶

جنایاتِ طواف

۴۰۸

○ وقتِ مقررہ سے تاخیر کر کے طوافِ زیارت کرنا ---------- ۴۰۸

○ ۱۲/ذی الحجہ کو غروب کے بعد طواف زیارت کرنے پر دم کیوں واجب ہے؟ ---------- ۴۱۱

○ طوافِ زیارت کئے بغیر میقات سے باہر چلے جانا ---------- ۴۱۲

○ شدتِ مرض کی وجہ سے طوافِ زیارت نہ کر سکا اور گھر آ گیا ---------- ۴۱۳

○ طوافِ زیارت سے پہلے اگر انتقال ہو جائے تو حج کی تکمیل کیسے ہوگی؟ ---------- ۴۱۵

○ طوافِ زیارت سے پہلے بیوی سے صحبت کرنا ---------- ۴۱۷

○ حلق اور طوافِ زیارت ... پہلے بیوی سے ہمبستر ہونا؟ ---------- ۴۱۸

○ ''مسائل ومعلومات حج وعمرہ'' نامی کتاب میں طوافِ زیارت سے متعلق چند مسئلوں کی تصحیح ---------- ۴۲۰

تلبیہ سے متعلق مسائل

۴۲۶

○ تلبیہ کے الفاظ ---------- ۴۲۶

○ کیا حج وعمرہ میں نیت کے ساتھ فوراً تلبیہ کہنا شرط ہے؟ ---------- ۴۲۶

○ تلبیہ کتنی آواز سے پڑھا جائے؟ ---------- ۴۳۲

○ گونگا کس طرح تلبیہ پڑھے؟ ---------- ۴۳۳

۱۴۴۸۹۸

Marfat.com

○ جس کو تلبیہ کے الفاظ یاد نہ ہوں؟ ---------- ۴۳۳
○ تلبیہ کب تک پڑھا جائے؟ ---------- ۴۳۴

حلق سے متعلق مسائل ۴۳۶

○ حلق افضل ہے یا قصر؟ ---------- ۴۳۶
○ مشین سے بال کٹانے پر حلق کی فضیلت ثابت نہ ہوگی ---------- ۴۳۷
○ جس کے سر پر زخم ہو اس کے بارے میں حلق کیا حکم ہے؟ ---------- ۴۳۸
○ عورت کے لئے قصر کا طریقہ ---------- ۴۳۹
○ عورت کے احرام سے باہر آنے کیلئے کتنے بال کاٹنا شرط ہے؟ ---------- ۴۴۰
○ ایک انگلی سے کم بالوں پر قصر کر کے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرنا ---------- ۴۴۲

سعی سے متعلق مسائل ۴۴۴

○ سعی کا شرعی حکم؟ ---------- ۴۴۴
○ کیا طواف کے فوراً بعد سعی واجب ہے؟ ---------- ۴۴۵
○ طواف یا سعی کے چکروں میں شک ہو تو کیا کرے؟ ---------- ۴۴۶
○ میلین اخضرین میں دوڑنے کی حد ---------- ۴۴۷
○ سعی کے اختتام پر "مروہ" پر دعا کرنا ---------- ۴۴۷

رمی سے متعلق مسائل ۴۴۹

○ کیا تین دن تک رمی جمار صرف اس امت کی خصوصیت ہے؟ ---------- ۴۴۹
○ ۱۰ ذوالحجہ کو صبح صادق کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے رمی کرنا کیسا ہے؟ ---------- ۴۵۰
○ معذور اور خواتین کا ۱۰ ذی الحجہ کو آدھی رات سے رمی شروع کرنا ---------- ۴۵۲
○ ۱۰ ذی الحجہ کی رمی گیارہ کو زوال سے پہلے قضا کر سکتے ہیں؟ ---------- ۴۵۴

Marfat.com

○ بارھویں تاریخ کی رمی کا وقت ---------------- ۴۵۵
○ ۱۱-۱۲ر ذی الحجہ کو طلوعِ صبح صادق سے رمی کرنا ---------------- ۴۵۸
○ ۱۲ر ذی الحجہ کو زوال سے پہلے رمی کرنا ---------------- ۴۵۹
○ ۱۱-۱۲ر ذی الحجہ کو غروبِ آفتاب کے بعد رمی کرنا ---------------- ۴۶۰
○ کیا ۱۲ر ذی الحجہ کی رمی غروبِ آفتاب کے بعد کرنے سے ۱۳ر ذی الحجہ کی رمی واجب ہوجائیگی؟ ---- ۴۶۱
○ کیا معذورین اور ضعفاء کی طرف سے رمی جمار میں نیابت جائز ہے؟ ---------------- ۴۶۲
○ حادثہ کی وجہ سے مردوں کا عورتوں کی طرف سے نیابۃً جمرات پر کنکر مارنا؟ ---------------- ۴۶۳
○ ۱۲ر تاریخ کو منیٰ سے جلدی روانہ ہونے کے لئے عورت کی طرف سے رمی کرنا ---------------- ۴۶۵
○ حوادث کی وجہ سے اوقاتِ رمی کے سلسلہ میں مسلکِ غیر پر فتویٰ دینا؟ ---------------- ۴۶۶
○ منیٰ میں ۲۴ر گھنٹہ رمی کے بارے میں چسپاں کئے گئے اشتہارات کا کیا حکم ہے؟ ---- ۴۷۳
○ کیا ہر دن کی رمی چھوڑنے پر الگ الگ دم واجب ہوگا یا ایک ہی دم کافی ہوگا؟ ---------------- ۴۷۴

منیٰ سے متعلق مسائل

۴۷۶
○ ایام منی میں حدود مزدلفہ میں بنے خیموں میں قیام کرنا ---------------- ۴۷۶
○ حجاج کی کثرت یا حکومتی پابندی کی وجہ سے ۸ر تا ۱۲ر ذی الحجہ کو منیٰ سے باہر قیام کرنا ---- ۴۷۷
○ حدودِ منیٰ میں جگہ کی تنگی کے باعث حدودِ مکہ میں قیام کرکے رمی جمرات کرنا ---------------- ۴۷۸
○ حاجی کا منیٰ، مزدلفہ اور میدانِ عرفات میں اتمام کرنا ---------------- ۴۷۹
○ مقیم شخص کا ایامِ حج میں قصر کرنا ---------------- ۴۸۱
○ ۱۰ ر ذی الحجہ کو عزیزیہ پہنچ کر ۲۰ر دن منیٰ، مزدلفہ اور مکہ میں ٹھہرنے والا مسافر ہے یا مقیم؟ ---- ۴۸۱
○ حج میں ۱۷ر دن کے قیام کے دوران نماز میں قصر کرے گا یا اتمام؟ ---------------- ۴۸۲
○ قیام حج کے دوران نماز میں قصر کے بجائے اتمام کرلیا ---------------- ۴۸۳
○ قصر و اتمام کے مسئلہ میں کیا مکہ و منیٰ ایک شہر شمار ہوگا؟ ---------------- ۴۸۵

Marfat.com

○ حجاج کے لئے منیٰ و مزدلفہ میں قصر و اتمام کا مسئلہ ---------- ۴۹۱
○ شہر کے متصلہ مقامات کو کن شرطوں کے ساتھ بحکم شہر مانا جاسکتا ہے؟ ---------- ۴۹۲
○ کیا شہر سے متصل غیر آباد جگہ شہر کا جزو بن سکتی ہے؟ ---------- ۴۹۴
○ شہر سے متصل مقام کو بحکم شہر ہونے کے لیے کس قسم کا اتصال شرط ہے؟ ---------- ۴۹۴
○ کسی جگہ پر آبادی ہونے کا اطلاق کب ہوسکتا ہے؟ ---------- ۴۹۵
○ کیا ''منیٰ'' آبادی کے گھیرے میں آنے کی وجہ سے اس کی استقلالی حیثیت ختم ہوجائے گی؟ ---------- ۴۹۷
○ کیا پہاڑی سرنگوں اور شاہی محل کے ذریعہ منیٰ کو عزیزیہ سے متصل قرار دیا جاسکتا ہے؟ -- ۴۹۸
○ فناء شہر کی جامع تعریف کیا ہے؟ ---------- ۴۹۹
○ کیا منیٰ بطور پارکنگ مستعمل ہونے کی وجہ سے مصالح مکہ میں شمار ہوسکتا ہے؟ ---------- ۵۰۰
○ منیٰ اور مکہ کو دو الگ الگ مستقل مقام قرار دینا فاصلہ کی وجہ سے ہے یا منیٰ کی مشعریت کی وجہ سے ہے؟ - ۵۰۱
○ حکومت اگر دو الگ مقامات کو ایک شمار کرلے تو کیا قصر و اتمام کے باب میں دونوں ایک ہی شمار ہوں گے؟ ---------- ۵۰۵
○ ''امیر نائف'' وزیر داخلہ سعودی عرب کی رائے ---------- ۵۰۵
○ شیخ عثیمین رحمہ اللہ کا فتویٰ ---------- ۵۰۶
○ شیخ سبیّل کا مکتوب ---------- ۵۰۶
○ ایک عالم محقق کی تحقیق ---------- ۵۰۷
○ مفتی مدینہ حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ کا فتویٰ ---------- ۵۰۸
○ ایک شبہ کا ازالہ ---------- ۵۰۸
○ موسم حج میں ''منیٰ'' میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ ---------- ۵۰۹
○ حدیث ''منیٰ مناخ من سبق'' کا منشاء کیا ہے؟ ---------- ۵۱۱
○ کیا عرف اور حکومتی انتظام کی وجہ سے دو الگ جگہوں کو مقام واحد کے درجہ میں رکھا جاسکتا ہے؟ -- ۵۱۲
○ قصر و اتمام میں سے کس پر عمل کرنا زیادہ راجح ہے؟ ---------- ۵۱۲

Marfat.com

○ قیام مکہ کے دوران تفریح کے لئے جدہ جانے کی وجہ سے قصر و اتمام کا حکم؟ ---------- ۵۱۴

○ اگر ایک ہی گروپ میں اتمام اور قصر دونوں کے قائل ہوں تو امام کس کو بنائیں؟ ------ ۵۱۷

○ کیا مکہ کی آبادی کے منیٰ تک متصل ہوجانے کی وجہ سے منیٰ مکہ کا ایک علاقہ بن جائے گا؟ ---- ۵۱۹

○ موجودہ دور میں منیٰ اور مزدلفہ میں نماز کا حکم ---------- ۵۲۱

مزدلفہ سے متعلق مسائل ۵۲۶

○ مزدلفہ کی ایک دعا کا صحیح مطلب ---------- ۵۲۶

○ غلطی سے وقوف مزدلفہ حدود سے پہلے کرلیا؟ ---------- ۵۲۷

○ معذورین کے لئے وقوف مزدلفہ کا ترک جائز ہے ---------- ۵۳۰

○ معمر اور کمزور آدمی کا بھیڑ کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ کو ترک کرنا؟ ---------- ۵۳۱

○ معذور لوگوں کے وقوف مزدلفہ ترک کرنے پر دم واجب نہ ہوگا ---------- ۵۳۳

عرفات سے متعلق مسائل ۵۳۵

○ حج اکبر کسے کہتے ہیں؟ ---------- ۵۳۵

○ ۱۰ رذی الحجہ کو یوم عرفہ کی فضیلت ---------- ۵۳۶

○ ہوائی جہاز کے ذریعہ میدان عرفات کی فضا کو پار کرنے پر وقوفِ صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟ -- ۵۳۷

○ ''مسجد نمرہ'' میں جمع بین الصلوٰتین کرنا ---------- ۵۳۹

○ اہل خیمہ کے لئے عرفات میں جمع بین الصلوٰتین کا حکم؟ ---------- ۵۴۱

○ عرفات میں خیموں کے اندر ظہر وعصر پڑھنے والوں کے لئے سنن ونوافل کا حکم؟ ------ ۵۴۳

○ اہلِ جدہ عرفات جاتے ہوئے نماز میں قصر کریں گے یا اتمام؟ ---------- ۵۴۴

حج کی قربانی کے مسائل ۵۴۶

○ حج قران اور تمتع میں بطور شکرانہ قربانی واجب ہے؟ ---------- ۵۴۶

Marfat.com

○ کیا متمتع یا قارن پر مالی قربانی بھی واجب ہے؟---------- ۵۴۸
○ میاں بیوی دونوں کا حج تمتع میں صرف ایک قربانی کرنا---------- ۵۴۹
○ حاجی کی طرف سے اہل خانہ کا قربانی کرنا؟---------- ۵۵۲
○ حلق کرانے اور وطن واپس لوٹنے کے بعد معلوم ہوا کہ تمتع کی قربانی نہیں ہوسکی؟---------- ۵۵۳
○ قارن اور متمع کیلئے رمی قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے؟---------- ۵۵۵

حج بدل کے مسائل

۵۶۰
○ بدل کسے کہتے ہیں؟---------- ۵۶۰
○ حج بدل کے لئے شرائط کیا ہیں؟---------- ۵۶۱
○ حج بدل کرانا کب لازم ہوتا ہے---------- ۵۶۲
○ جس پر حج فرض ہو اس کا بلا عذر دوسرے سے حج کرانا؟---------- ۵۶۳
○ کیا نفلی حج بدل میں شرائط بدل کی رعایت ضروری ہے؟---------- ۵۶۵
○ بیمار معذور کے لئے حج بدل کرانا جائز ہے---------- ۵۶۶
○ عورت کا اپنی بیماری، ضعیف العمری، یا محرم نہ ملنے کی وجہ سے حج بدل کرانا؟---------- ۵۶۷
○ والدین کی طرف سے حج بدل---------- ۵۶۸
○ اپنا حج وعمرہ کرنے کے بعد والدین یا حضور کی طرف سے عمرہ کرنا؟---------- ۵۶۹
○ کیا خود حج کرنے سے قبل والدین کو حج کرانا ضروری ہے؟---------- ۵۷۰
○ اپنی کمائی سے والدین کو حج کرانا فرض ہوگا یا نفل؟---------- ۵۷۱
○ اپنے اوپر حج فرض ہوتے ہوئے والد کی طرف سے حج بدل کرنا---------- ۵۷۲
○ اپنا حج کئے بغیر اپنے پیسے سے والدہ کی طرف سے حج کرانا؟---------- ۵۷۳
○ ماں باپ کی طرف سے نفلی حج بدل کرانا؟---------- ۵۷۴
○ بیٹا باپ کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے یا نہیں؟---------- ۵۷۵
○ بیٹی کا اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل کرنا---------- ۵۷۷

Marfat.com

○ ثلث مال سے والدین کی طرف سے حج بدل کرانے کی وصیت کرنا ---------------- ۵۷۸

○ میت کی طرف سے حج بدل کرنا؟ ---------------- ۵۷۹

○ بغیر وصیت کے میت کی طرف سے حج کرنا ---------------- ۵۸۱

○ بغیر وصیت کے حج بدل کرنا بہتر ہے یا نفلی حج کر کے ثواب پہنچانا ---------------- ۵۸۲

○ ایک سے زائد لوگوں کو نفل حج کا ثواب پہنچانا؟ ---------------- ۵۸۲

○ حج بدل کرانے والے، کرنے والے اور جس کی طرف سے کر رہا ہے کس کو زیادہ ثواب ملے گا؟ ---- ۵۸۳

○ بیوی کی طرف سے نفلی حج کرنا ---------------- ۵۸۴

○ چھوٹے لڑکے کو بیوی کی طرف سے حج بدل کے لئے ساتھ لے جانا؟ ---------------- ۵۸۵

○ حج بدل کہاں سے کرائے؟ ---------------- ۵۸۶

○ مدرسہ صولتیہ میں حج بدل کا پیسہ جمع کر کے حج بدل کرانا ---------------- ۵۸۷

○ حج بدل اپنے ذاتی پیسہ سے کرنا ---------------- ۵۸۸

○ حج بدل کون کرے؟ ---------------- ۵۸۹

○ ایک وقت میں دو شخصوں کی طرف سے حج بدل کرنا؟ ---------------- ۵۹۱

○ امیر الحجاج کا دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا؟ ---------------- ۵۹۲

○ حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے اپنا حج نہ کیا ہو؟ ---------------- ۵۹۳

○ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس کو حج بدل کرنے کی وصیت کرنا؟ ---------------- ۵۹۴

○ جس پر حج فرض نہ ہو اس کا بار بار حج بدل کرنا؟ ---------------- ۵۹۵

○ جو شخص صاحب نصاب نہ ہو اس کا دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا ---------------- ۵۹۶

○ صاحب استطاعت کا اپنا حج کئے بغیر حج بدل کرنا مکروہِ تحریمی ہے ---------------- ۵۹۷

○ عورت کی طرف سے کیا عورت حج بدل کر سکتی ہے؟ ---------------- ۵۹۸

○ کیا عورت محرم مرد کے ساتھ حج بدل کر سکتی ہے؟ ---------------- ۵۹۹

○ حج بدل میں تمتع کرنا؟ ---------------- ۶۶۰

○ مطلق حج بدل کی وصیت میں کون سے حج احرام باندھے؟ ---------------- ۶۰۲

Marfat.com

○ حج بدل میں تمتع کی قربانی کس طرف سے ہوگی؟ ---------- ۶۰۳
○ حج بدل میں تمتع کرنے کے لئے آمر کی طرف سے نیت کرنا ضروری ہے ---------- ۶۰۵
○ مامور کا حج بدل میں تمتع کی قربانی اس کی طرف سے کرنا جس کی طرف سے حج بدل کررہا ہے -- ۶۰۶
○ حج بدل کے لئے دی گئی رقم کو اپنے استعمال میں لانا ---------- ۶۰۷
○ حج بدل کو جاتے وقت چندہ کی رسید لے جانا ---------- ۶۰۸
○ "انوار رحمت" کے ایک مسئلہ کی تحقیق ---------- ۶۰۹

عورتوں کے حج سے متعلق مسائل ۶۱۱

○ عورت پر حج کی فرضیت کا مسئلہ ---------- ۶۱۱
○ شوہر کا اپنے پیسہ سے بیوی کو حج کرانا؟ ---------- ۶۱۱
○ چھوٹی بیوی کو لے کر حج کرنا؟ ---------- ۶۱۲
○ عورت کا شوہر کے ساتھ حج پر جانے کو ضروری سمجھنا؟ ---------- ۶۱۳
○ عدت کے دوران حج کو جانا؟ ---------- ۶۱۴
○ عورت کا سفر حج کے لئے کسی کو اپنا دینی بھائی بنانا؟ ---------- ۶۱۵
○ انجان مرد کو بیوی کا محرم بنانا؟ ---------- ۶۱۶
○ نامحرم کے ساتھ عورت کا حج کو جانا؟ ---------- ۶۱۷
○ غیر محرم سے رشتہ داری جوڑ کر اس کے ساتھ حج کرنا ---------- ۶۱۸
○ مجبوری میں نامحرم کے ساتھ حج کو جانا؟ ---------- ۶۱۹
○ کیا بوڑھی عورت بغیر محرم کے حج کرسکتی ہے؟ ---------- ۶۲۱
○ ۶۰ رسالہ عورت کا پڑوسی غیر محرم کے ساتھ حج کو جانا؟ ---------- ۶۲۲
○ کیا بوڑھی عورت اپنے نندوئی کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے؟ ---------- ۶۲۳
○ ساٹھ سال کی عورت کا جیٹھ کے لڑکے کے ساتھ حج کرنا؟ ---------- ۶۲۳

Marfat.com

○ ۷۰ رسال کی بیوہ خاتون کا بہن اور بہنوئی کے ساتھ حج کرنا؟ ---------- ۶۲۴

○ والدہ کو چچا اور چچی کے ساتھ حج کو بھیجنا؟ ---------- ۶۲۵

○ والدہ کو اُن کے بہنوئی کے ساتھ حج پر بھیجنا؟ ---------- ۶۲۶

○ ممانی کے ساتھ حج کرنا ---------- ۶۲۶

○ کیا بہو خسر کے ساتھ حج کو جا سکتی ہے؟ ---------- ۶۲۷

○ سعودیہ ایئر پورٹ تک بلا محرم کے جا کر محرم کے ساتھ حج کرنا؟ ---------- ۶۲۸

○ دوران حج حیض آ گیا؟ ---------- ۶۲۹

○ طواف یا سعی کے دوران ماہواری شروع ہوگئی ---------- ۶۳۰

○ اگر ۸ ذی الحجہ تک عورت پاک نہ ہوتو کیا حکم ہے؟ ---------- ۶۳۰

○ اگر ۹ ذی الحجہ تک عورت پاک نہ ہوتو کیا کرے؟ ---------- ۶۳۱

○ ماہواری کی وجہ سے طوافِ وداع نہ کر سکی اور روانگی کا وقت آ گیا؟ ---------- ۶۳۲

○ ایام حج میں دوائی کے ذریعہ حیض روکنا ---------- ۶۳۳

عمرہ سے متعلق مسائل ۶۳۵

○ جس نے حج نہ کیا ہو کیا وہ عمرہ کے لئے جا سکتا ہے؟ ---------- ۶۳۵

○ کس مہینہ میں عمرہ کرنا افضل ہے؟ ---------- ۶۳۶

○ آفاقی کا اشہر حج میں دوسروں کی طرف سے عمرہ کرنا؟ ---------- ۶۳۶

مدینہ منورہ ۶۳۸

○ حرم مدینہ کی حدود ---------- ۶۳۸

○ کیا حضور ﷺ روضہ اقدس پر سلام کرنے والے کو دیکھتے ہیں؟ ---------- ۶۴۰

○ قبر اطہر کے پاس اُردو میں سلام پڑھنا؟ ---------- ۶۴۰

Marfat.com

اجتماعی طور پر زکوٰۃ وصول کرنا

اجتماعی طور پر زکوٰۃ جمع کرنے کا حکم

سوال (۱۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر ناگپور میں ''اصلاح المسلمین'' نام سے ایک تنظیم ہے، اس تنظیم کے تمام ہی ممبران پڑھے لکھے، باحیثیت، سرمایہ دار اور اچھے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، یہ تنظیم رمضان شریف میں زکوٰۃ وصدقات کی رقم جمع کرتی ہے جو لاکھوں کی صورت میں ہوتی ہے، آئندہ رمضان تک تنظیم اس رقم کو مندرجہ ذیل مصارف مین تقسیم کرتی ہے:

(۱) غریب ونادار اور مستحق بچوں کو کاپیاں کتابیں وغیرہ دلانا۔

(۲) غریب بچیوں کی شادی میں کچھ سامان وغیرہ دینا۔

(۳) ایم، بی، بی، ایس کرنے والے غریب طلباء کو دس سے بیس ہزار تک رقم دینا۔

(۴) غریبوں میں مفت دوائیں تقسیم کرنا ان کے علاج ومعالجہ پر خرچ کرنا۔

(۵) غریب طلباء کو ڈاکٹر بننے کے لئے رقم دینا۔

(۶) فقراء کی دیگر ضروریات پر خرچ کرنا۔

سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا طریقہ پر تنظیم کا زکوٰۃ وغیرہ وصول کر کے فنڈ کے طور پر رکھنا اور پورے سال یا چند ماہ کی مدت تک بتدریج مصارف میں لانا اور ڈاکٹری وغیرہ اور اسکولی تعلیم کے لئے نادار طلبا کو اس فنڈ سے رقم دینا کیسا ہے؟

ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں تو کوئی خلل نہ ہوگا؟ اور تنظیم کے ذمہ داران عند اللہ قابل مؤاخذہ تو نہ ہوں گے؟۔

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مقاصد تنظیم قابلِ قدر ہیں؛ لیکن ان مقاصد کی تکمیل کے لئے صرف امدادی (غیر صدقات واجبہ) رقومات ہی جمع کی جائیں، زکوٰۃ وصدقات واجبہ کو ہرگز وصول نہ کیا جائے؛ اس لئے کہ مذکورہ مقاصد زکوٰۃ کے یقینی مصارف بنائے جانے کے قابل نہیں ہیں؛ کیوں کہ عموماً دنیاوی اسکولوں میں پڑھانے والے لوگ معاشی اعتبار سے اتنے نادار نہیں ہوتے کہ انہیں زکوٰۃ دینا درست ہو، یہی حال ایم بی بی ایس وغیرہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والوں کا ہے، اس لئے ایسے لوگوں پر جوز کوٰۃ کی رقم خرچ ہوگی وہ اپنے محل تک نہ پہنچنے کی وجہ سے معتبر نہ ہوگی اور غلط مصارف میں خرچ کرنے پر تنظیم کے ذمہ داران عنداللہ ماخوذ ہوں گے۔ (مستفاد محمودیہ ۱۷/۱۳۷)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن عطاء بن يسار أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني إلا لخمسة: لغاز في سبيل اللّٰه، أو لعامل عليها، أو لغارم، أو لرجل اشتراها بماله، أو لرجل كان له جار مسكين فتصدق على المسكين فأهداها المسكين للغني. (سنن أبي داؤد / باب من يجوز له الصدقة وهو غني ١/ ٢٣١ رقم: ١٦٣٥، سنن ابن ماجة / باب من تحل له الصدقة ١/ ١٣٢ رقم: ١٨٤١)

ولا يحل أن يسأل شيئًا من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب. (طحطاوي على مراقي الفلاح / باب المصرف ٧٢٢ أشرفية، الدر المختار ٣/ ٣٠٦ زكريا، البحر الرائق ٢/ ٢٥٠ كوئٹه)

مصرف الزكاة هو فقير، وهو من له أدنى شيء: أي دون نصاب، أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة، ومسكين من لا شيء له على المذهب (درمختار) قوله على المذهب: من أنه أسوأ حالاً من الفقير، وقيل على العكس، والأول أصح. (الدر المختار مع الرد المحتار / باب المصرف ٢/ ٣٣٩ كراچی، ٣/ ٢٨٣ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب المصرف ٢/ ٤١٩ رشيدية، فتح القدير الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن

Marfat.com

لایجوز ۲۶۱/۲ المکتبة التجاریة دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر، الزکاة / باب في بیان أحکام المصرف ۲۲۰/۱ دار إحیاء التراث بیروت، مرقي الفلاح مع الطحطاوي ۳۹۲ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۱۱/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اجتماعی زکوٰۃ وصولی کے لئے علاقائی یا ملکی سطح پر تنظیم بنانا؟

سوال (۱۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے سے بےشک زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ اس سے کوئی بڑا کام انجام نہیں دیا جا سکتا۔ اور اگر کسی تنظیم کے تحت اجتماعی طور پر زکوٰۃ جمع کر دی جائے تو اس زکوٰۃ کے فنڈ سے بڑے بڑے اہم کام مثلاً کمزور اور تباہ حال مسلمانوں کی آبادکاری اور باز آبادکاری، مفت یا معمولی اخراجات والے ہسپتالوں کا قیام، ناخواندہ یا کم خواندہ مسلمانوں کی شرح تعلیم میں اضافے کے لئے اسکولوں اور کالجوں کا قیام، بے روزگار مسلمانوں کو روزگار سے جوڑنے کے لئے ٹریننگ سینٹروں کا قیام اور اس جیسے بہت سے قومی وملی کام انجام دیئے جا سکتے ہیں۔

آج کے علمی وسائنسی اعتبار سے ترقی یافتہ دور میں مسلمانوں کی علمی پس ماندگی کو دور کرنا اور ضروری ترقی کے لئے راہ ہموار کرنا یقیناً وقت کی ایک اہم قومی ضرورت ہے۔ کیا اس ضرورت کی بنیاد پر کسی علاقائی، یا ملکی، یا عالمی تنظیم کے تحت اجتماعی طور پر ایک جگہ زکوٰۃ جمع کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جب کہ اسلامی بیت المال کا قیام نہیں ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآنِ پاک اور احادیثِ شریفہ میں زکوٰۃ کے جو مصارف بیان کئے گئے ہیں ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ کا مقصد غرباء ومساکین کا تعاون ہے، قومی اعتبار سے دنیاوی ترقیات کا حصول زکوٰۃ کے مصارف ومقاصد میں داخل نہیں ہے؛ اس لئے زکوٰۃ انفراداً جمع کی جائے یا اجتماعاً بہر صورت اسے غرباء وفقراء اور مستحقین پر خرچ

Marfat.com

کرنا لازم ہے، اس رقم سے ہسپتال، کالج، اسکول یا دیگر قومی وملی اداروں کو تعمیر کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ قرآنی حکم کی خلاف ورزی ہے، نیز علاقائی ملکی یا عالمی طور پر اگر اجتماعی زکوٰۃ جمع کرنا ضروری قرار دیا جائے تو اس میں مستحقین کی حق تلفی کا امکان زیادہ ہے؛ کیوں کہ اس تنظیم کے ذمہ داران اپنے تعلقات معلومات یا تحفظات کو سامنے رکھ کر ہی زکوٰۃ کو خرچ کریں گے، اور اس بات کا بہت حد تک امکان رہے گا کہ بہت سے واقعی مستحق افراد اور ادارے ان کے اعتماد میں نہ آسکیں، اور وہ زکوٰۃ سے محروم رہ جائیں اس کے برخلاف انفرادی طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی میں زیادہ وسیع حد تک زکوٰۃ اصل مستحقین تک پہنچائی جاسکتی ہے اور بحمدہ تعالیٰ پہنچ رہی ہے؛ اس لئے زکوٰۃ کے اجتماعی نظم کی کلی تائید نہیں کی جاسکتی۔

قال اللّٰه تبارک و تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِيْ الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي. (سنن الترمذي ١٤١/١)

عن سفيان الثوري قال: الرجل لا يعطي زكاة ماله ...... في كفن ميت ولا دين ميت ولا بناء مسجد. (المصنف لعبد الرزاق، الزكاة / باب لمن الزكاة ١١٣/٤ رقم: ٧١٧٠)

لا يصرف إلى بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت وقضاء دينه. (الدر المختار مع الشامي ٢٩١/٣ زكريا)

مصرف الزكاة هو فقير، وهو من له أدنى شيء: أي دون نصاب، أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة، ومسكين من لا شيء له على المذهب (درمختار) قوله على المذهب: من أنه أسوأ حالاً من الفقير، وقيل على العكس، والأول أصح. (الدر المختار مع الرد المحتار / باب المصرف ٣٣٩/٢ كراچی، ٢٨٣/٣ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب المصرف ٤١٩/٢ رشيدية، فتح القدير الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن

Marfat.com

لایجوز ۲٦۱/۲ دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر، الزكاة / باب في بيان أحكام المصرف ۲۲۰/۱ دار إحياء التراث بيروت مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۳۹۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرضہ جات کی ادئیگی کے لئے ادارہ کا زکوٰۃ وصول کرنا؟

سوال (۱۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک ادارہ برائے وصول یابی زکوٰۃ کسی مخصوص برادری کے افراد سے قائم کرتا ہے، اور خاص اسی برادری کے ضرورت مند افراد پر مندرجہ ذیل مدات میں خرچ کرتا ہے:

الف:- ادائیگی قرضہ جات سودی وغیر سودی۔

ب:- قرضِ حسن برائے ادائیگی قرضہ جات سودی اور بعد وصولی اس رقم کو بلا قید قرض ادائیگی قرضہ جات سودی وغیر سودی کے لئے دینا۔

ج:- کچھ سرمایہ مستقل برائے ضروریات ہنگامی رکھنا چاہتا ہے، مثلاً امداد مسافر وامداد برائے فساد زدگان بلا قید برادری۔

د:- بقدر پانچواں حصہ برائے اخراجات طعام طلبہ مدرسہ دینیات مخصوص کرتا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم سے مالداروں کے قرضہ جات ادا کرنا، اور بلا حکم فقراء کے قرضے ادا کرنا، اسی طرح زکوٰۃ کی رقم عام مسلمانوں کو بطور قرضہ دینا یا ہنگامی ضرورتوں کے لئے لمبی مدت تک محفوظ رکھنا درست نہیں ہے؛ لہٰذا ان مقاصد کے لئے کسی خاص ادارہ کا قیام بھی صحیح نہیں ہوگا۔ بریں بنا ہر صاحبِ نصاب شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق اپنی زکوٰۃ شرعی مصارف میں شرعی طریقہ پر ادا کرے، اور ادا ءِ زکوٰۃ کے اجتماعی نظام میں شامل ہوکر زکوٰۃ کو خطرے میں نہ ڈالے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۳۰۶/۴-۳۰۷)

Marfat.com

وتجب على الفور عند تمام الحول حتى يأثم بتاخره من غير عذر.

(الفتاویٰ الهندية ۱/ ۱۷۰)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر. (درمختار ۳/ ۲۹۱ زكريا)

قوله: وقضاء دينه ...... لانعدام التمليك ...... وقضاء دين الغير لا يقتضي التمليك من ذٰلك الغير الحيّ فالميت أولىٰ. (البحر الرائق / باب لمصرف ۲/ ۲۴۳ كوئٹه)

ولا يجوز أن يكفن بها ميت، ولا يُقضىٰ بها دين الميت، كذا في التبيين.

(الفتاویٰ الهندية ۱/ ۱۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/ ۷/ ۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے کمیٹی بنانا اور مستحقین پر خرچ کرنا؟

سوال (۱۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ میں چند افراد نے ایک کمیٹی بنا رکھی ہے، جس میں جماعت اسلامی کے افراد بھی شامل ہیں، یہ کمیٹی محلّہ والوں کا صدقہ فطرہ، زکوٰۃ، چرم قربانی وصول کرتے ہیں، اور اس کو اپنے یہاں جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اس میں سے وقتاً فوقتاً حسبِ ضرورت یتیموں، مسکینوں اور غریبوں پر خرچ کرتے ہیں، اور کچھ لوگوں کے ماہانہ وظیفے بھی مقرر کر رکھے ہیں، اور پریشان حال کو کاروبار بھی کراتے ہیں، اور کسی غریب کی لڑکی کی شادی بھی کراتے ہیں، تو آیا ان کا یہ عمل صحیح ہے یا غلط، ان کو کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے، اور زکوٰۃ، فطرہ، چرم قربانی دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی کا ہر شخص خود ذمہ دار ہے، اس کی طرف سے خواہ مخواہ کوئی کمیٹی ذمہ دار نہیں ہے، اور زکوٰۃ اس وقت تک ادا نہیں ہوتی جب تک

Marfat.com

کہ وہ اپنے مصرف میں نہ لگ جائے، اور مستحق اس کا مالک نہ ہوجائے، اب اگر آپ یہ تحقیق کرلیں کہ مذکورہ کمیٹی کیا واقعی جمع شدہ ایک ایک پیسہ مصرف میں لگادیتی ہے یا کہیں بلا مصرف بھی خرچ کرتی ہے؟ اگر ذاتی طور پر آپ کو اطمینان ہو تو آپ اسے وکیل بنا سکتے ہیں۔

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد، قوله: نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه. (الدر المختار مع لشامي ٢٩١/٣ زكريا)

مصرف الزكاة هو فقير، وهو من له أدنى شيء: أي دون نصاب، أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة، ومسكين من لا شيء له على المذهب (درمختار) قوله على المذهب: من أنه أسوأ حالاً من الفقير، وقيل على العكس، والأول أصح. (الدر المختار مع الرد المحتار / باب المصرف ٣٣٩/٢ كراچی، ٢٨٣/٣ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب المصرف ٤١٩/٢ رشيدية، فتح القدير الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز ٢٦١/٢ دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر، الزكاة / باب في بيان أحكام المصرف ٢٢٠/١ دار إحياء التراث بيروت مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٣٩٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۸/۱۰/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چرمِ قربانی اور زکوٰۃ کی وصول یابی کے لئے مسلم تنظیم قائم کرنا

سوال (۱۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسلمانوں میں بعض تنظیمیں ایسی قائم کی جارہی ہیں جو چرم قربانی، زکوٰۃ اور لاچار افراد کی مدد

Marfat.com

کرتی ہیں، انہوں نے باقاعدہ فارم چھپوا رکھے ہیں، جن پر اپنی انجمن کے کسی فرد کی تصدیق وسفارش پر رقم عنایت کردی جاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ مذکورہ مدات رقومات صاحب بیت المال کے نام پر یا اپنی انجمن کے نام پر لوگوں سے وصول کرتے ہیں اور اپنی تحویل میں لے کر اپنی صواب دید سے غرباء ویتامی وغیرہ پر صرف کرنا، یہ عمل شرعاً درست وجائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اموالِ باطنہ (روپیہ، سونا، چاندی وغیرہ) کی زکوٰۃ ہر شخص پر انفرادی طور پر نکالنا مستحب اور بہتر ہے، اور اسلامی حکومت میں بھی کسی شخص کو مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ ان اموال کی زکوٰۃ اسلامی بیت المال میں جمع کرے۔ (بدائع الصنائع ۳۵/۲)

دوسرے یہ ہے کہ اس دور میں امانت ودیانت کا فقدان ہے اور کوئی ایسی قوت موجود نہیں ہے جو غلط کاروں کو غلطی سے روک سکے؛ اس لئے جب تک کسی ادارے میں زکوٰۃ وصدقات کا مصرف واقعی پہلے سے موجود نہ ہو، (جیسے قیام وطعام والے مدارسِ دینیہ) تو اس ادارہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار دینا بڑے مفاسد کا دروازہ کھول دینے کا ذریعہ اور لوگوں کے اموال ضائع کرنے کا سبب بن سکتا ہے، اور محض اجتماعی زکوٰۃ لینے کے لئے ادارے قائم کرنے کی کوشش ممنوع لغیرہ قرار پائے گی، اور اگر بالفرض ایسے ادارے قائم بھی ہوگئے تو زکوٰۃ کی رقم جب تک اپنے صحیح مصرف میں نہ لگائی جائے تو اس وقت تک نہ تو دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی اور نہ لینے والے ذمہ سے بری ہوں گے۔ (مستفاد: نظام الفتاویٰ ۱۷۰)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحۃ کما مر، لا یصرف إلی بناء نحو مسجد، قولہ: نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل ما لا تملیک فیه. (الدر المختار مع الشامي ۲۹۱/۳ زکریا)

والواجب على الأئمة أن يوصلوا الحقوق إلى أربابها. (الفتاویٰ الهندیة ۱۹۱/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلم کمیٹی کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۱۵۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارا علاقہ دینی اعتبار سے بالکل پیچھے ہے، جس کی وجہ سے یہاں پر کچھ تہذیب یافتہ لوگوں نے ایک تنظیم بنا کر بستی بستی میں گھوم پھر کر کمیٹی بنا رہے ہیں، مسلم پریشانیوں کے لئے اس میں ان لوگوں نے پانچ چیزوں کا انتخاب کیا ہے تو پہلے وہ بیان کروں:

(۱) دنیاوی تعلیم کے لئے بچوں کی تعلیمی سہولت کے لئے جس کسی کے ماں باپ اس کے پڑھانے سے عاجز ہوں یعنی غریب ہونے کی وجہ سے اس کی پڑھائی کا خرچ نہیں برداشت کر سکتے تو یہ لوگ خرچہ دے کر پڑھوائیں گے؛ تاکہ وہ بڑے سے بڑا افسر بنے اور لوگوں کے کام سنوارے۔

(۲) بچوں کی ختنہ کروائیں گے۔

(۳) عورتوں کو سلائی کا کام سکھانے کے لئے سلائی مشین دیں گے اور ماہر ٹیلر لگا کر لڑکیوں کو درزی کا کام سکھائیں گے۔

(۴) بستی میں کچھ لوگ غریب ہونے کی وجہ سے اپنی بچی کی شادی نہیں کر سکتے، تو یہ لوگ خصوصی طور پر شادی کریں گے۔

(۵) کاروبار کرنے کے لئے نوجوانوں کو رقم دے کر کاروبار کروائیں گے، اس کے لئے یہ لوگ جو رقم جمع کر رہے ہیں، وہ صدقہ فطر زکوٰۃ عشری زکوٰۃ کا پیسہ اور کچھ چندہ۔

تو ہمارا معلوم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان مصارف میں صرف کرنے کے لئے پیسہ دیا جائے یا نہیں؟ صدقہ فطر زکوٰۃ عشری زکوٰۃ ان سب چیزوں کا پیسہ ان پانچ مصرفوں میں جو یہ

Marfat.com

لوگ خرچ کرنا چاہتے ہیں، کیا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بستی والوں نے جن کاموں کا بیڑا اٹھایا ہے، وہ بہت اہم اور ضروری ہے؛ لیکن ان کاموں میں زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کا روپیہ نہ لگایا جائے؛ کیوں کہ ان لوگوں نے مصارفِ زکوٰۃ میں خرچ کرنے کا صحیح انتظام نہیں کیا ہے، اور اکثر مصارف میں بلا تملیک خرچ کرنے یا محض قرض کے بطور رقم زکوٰۃ دینے کا ضابطہ بنایا ہے، جو صحتِ زکوٰۃ سے مانع ہے، لوگوں کو چاہئے کہ اگر ضرورت ہو تو وہ نفلی امداد اور عطیات سے ان کاموں کو فروغ دیں۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة کما مر. (درمختار ۲۹۱/۳ زکریا)

ولا تجوز الزکاة إلا إذا قبضه الفقیر...... لأن التملیک لا یتم بدون القبض. (الفتاویٰ الولوالجیة، کتاب الزکاة ۱۷۹/۱ دار الکتب العلمیة بیروت)

واعلم أن التملیک شرط، قال تعالیٰ: ﴿وَاٰتُوا الزَّکَاةَ﴾ والإیتاء: الإعطاء، والإعطاء التملیک فلا بد فیها من قبض الفقیر أو نائبه؛ لأن التملیک لا یتم بدون القبض. (الاختیار التعلیل المختار ۱۲۱/۱ الشاملة، درمختار ۲۹۱/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۲/۲/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِدارہ کا زکوٰۃ وصول کرکے ناداروں کی مدد کرنا اور دواخانہ وغیرہ بنانا

سوال (۱۵۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرادآباد کے ایک علاقہ میں صدیقی برادری کے کچھ افراد نے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے، یہ اِدارہ لوگوں سے زکوٰۃ اور عطیات کی رقم اکٹھا کرتا ہے، اور اس رقم سے کچھ نادار افراد کی مالی امداد کرتا ہے، اس کے ساتھ ہی یہ ادارہ ایک چیریٹیبل دواخانہ چلا رہا ہے، جس میں نہایت کم قیمت پر تمام افراد کو بغیر کسی امتیاز کے دوا علاج مہیا کرائی جاتی ہے۔ اب کچھ ناگزیر حالات کے پیشِ نظر اس دواخانہ کے لئے ایک مکان کی ضرورت ہے، کیا اس طرح اس ادارہ کے ذریعہ اکٹھا کی گئی اس زکوٰۃ

Marfat.com

کی رقم سے دواخانہ کے لئے مکان کی خریداری کی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکرکردہ مقاصد کے لئے زکوٰۃ کی وصولی اوراس کا استعمال جائز نہیں؛ اس لئے کہ دواخانہ سے نفع اٹھانے والے لوگ مال دار اور صاحب نصاب بھی ہوتے ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق نہیں، نیز زکوٰۃ کا روپیہ مذکورہ ادارہ کے لئے مکان کی خریداری اوراس کی تعمیر میں نہیں لگایا جاسکتا؛ کیوں کہ یہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں؛ لہٰذا مذکورہ مقاصد کے لئے صرف امدادی رقم حاصل کی جائے، زکوٰۃ حاصل نہ کی جائے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد، قوله: نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه. (الدر المختار مع الشامي ٢٩١/٣ زكريا)

قوله: بناء مسجد وتكفين ميت وقضاء دينه وشراء قنٍّ يعتق ...... وعدم الجواز لانعدام التمليك الذي هو الركن. (البحر الرائق / مصارف الزكاة ٢٤٣/٢ كوئٹه)

ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات وصلاح الطرقات وكل ما لا تمليك فيه. (الفتاوى الهندية ١٨٨/١ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳/۷/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیت المال میں زکوٰۃ جمع کرکے درج ذیل مصارف میں خرچ کرنا

سوال (۱۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

ہیں کہ: ہمارے یہاں بیت المال کا نظام قائم ہے، جس میں ہمارے محلہ ہی سے زکوٰۃ، صدقات، عطیات اور قربانی وغیرہ کی رقمیں جمع ہوتی ہیں؛ لیکن زیادہ تر ۲۵۰۰۰۰ رقم زکوٰۃ کی ہے، الغرض جتنی بھی رقم جمع ہوتی ہے، ان تمام کو ہم چند مصارف میں خرچ کرتے ہیں: (۱) امدادی کوپن، ہر ماہ ۸۵/غریب ونادار مسلم مکانات کرایہ پر دیئے ہیں۔ (۲) تعلیمی امداد: غریب یتیم بچوں کو کتابیں، کاپیاں اور یونیفارم وغیرہ دیتے ہیں۔ (۳) امداد نکاح: غریب بہنوں کی شادیوں میں اشیاء کی مدد کرتے ہیں۔ (۴) رمضانی امداد: غریبوں میں کپڑے اور عید کے موقع پر شیر خورمہ کا سامان تقسیم کرتے ہیں، ہمارا یہ عمل بھی شریعت وسنت کی نظر میں صحیح ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی جواب حوالوں کے ساتھ جلد از جلد تحریر فرمائیں، نیز اس عمل میں ہماری صحیح رہبری بھی فرمائیں تاکہ ہمارا یہ عمل عند اللہ مقبول ہوجائے، عین نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ نے زکوٰۃ کی رقومات کے جو مصارف ذکر کئے ہیں، اُن میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے سے مالکان کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؛ لیکن اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ رقم صرف مستحق غرباء ومساکین پر ہی خرچ کی جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبۃ: ٦٠]

قال: الأصل فیہ قولہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ فہٰذہ ثمانیۃ أصناف ...... الفقیر ...... والمسکین ...... والعامل ...... والرقاب ...... والغارم ...... وفي سبیل اللّٰہ منقطع الغزاۃ ...... وابن السبیل، قال: فہٰذہ جہات الزکاۃ، فللمالک أن یدفع إلی کل واحد منہم ولہ أن یفتقر علی صنف واحد. (ہدایۃ / باب من یجوز دفع الصدقات إلیہ ومن لا یجوز ٢٠٤/١ أشرفیۃ دیوبند، الفتاویٰ التاتارخانیۃ ١٩٨/٣ زکریاء، البحر الرائق / باب المصرف ٢٤٠/٢ کراچی)

مصرف الزکوۃ والعشر ہو فقیر. (الدرالمختار ٢٨٣/٣ زکریا)

Marfat.com

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة. (الدرالمختار ۲۹۱/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیت المال میں زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے اپنی صوابدید پر خرچ کرنا؟

سوال (۱۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض افراد اور تنظیموں کی طرف سے بیت المال قائم کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور محصلہ رقم کو اپنی صوابدید پر خرچ کرنے سے لوگوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیت المال قائم کر کے زکوٰۃ کی رقمیں وصول کرنا اور انہیں تملیک کے بغیر من مانے طور پر خرچ کرنا قطعاً جائز نہیں، اس طرح خرچ کرنے سے بیت المال کے ذمہ داران عند اللہ ماخوذ ہوں گے۔

وکذلک في جمیع أبواب البر التي لا یقع بها التملیک کعمارة المسجد ...... لا یجوز صرف الزکاة إلی هٰذه الوجوه. (الفتاویٰ الهندیة ۳۹۲/۶)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکًا لا إباحةً. (درمختار مع الشامي ۲۹۱/۳ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۵/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

مصارفِ زکوٰۃ

فقیر اور مسکین کی تعریف

سوال (۱۶۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فقیر اور مسکین کسے کہتے ہیں؟ مختصر الفاظ میں ان کی تعریف فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص مقدارِ نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) کا مالک نہ ہو، وہ مستحق زکوٰۃ ہے، ایسے شخص کو شرعاً فقیر کہتے ہیں، اور جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، کھانے اور بدن چھپانے کے لئے بھی سوال کرنے کی ضرورت پڑے، ایسے شخص کو مسکین کہتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۱۷۶-۱۷۷ امیرٹھ)

عن جابر بن زيد أنه سئل عن الفقراء والمساكين فقال: الفقراء المتعففون والمساكين الذي يسألون. (المصنف لابن أبي شيبة / ما قالوا في الفقراء والمساكين من هم ۲/۴۱۸ رقم: ۱۰۵۱۹ دار الكتب العلمية بيروت)

حدثنا مغفل قال: سألت الزهري عن قوله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ قال: الفقراء الذي في بيوتهم ولا يسألون، والمساكين الذي يخرجون فيسألون. (المصنف لابن أبي شيبة ۲/۴۱۸ رقم: ۱۰۵۹۴ دار الكتب العلمية بيروت)

هو فقير وهو من له أدنى شيء، أي دون نصاب أو قدر نصاب. ومسكين من لا شيءَ له، فيحتاج إلى المسئلة لقوته، وما يواري بدنه. (تنوير الأبصار على الدر المختار ۲/۳۳۹ كراچی، ۳/۲۸۳ زكريا، كذا في الهداية ۲/۷۰ مكتبة البشرىٰ كراچی، مجمع الأنهر /

Marfat.com

أحکام المصارف ۳،۲۲/۱ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ۲/ ۰۲۴ کوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۶/۳/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مصارفِ زکوٰۃ

سوال (۱۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مصارفِ زکوٰۃ کیا کیا ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کے مصارف غرباء، فقراء، مساکین، مسافر اور مجاہد فی سبیل اللہ وغیرہ ہیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

إن طالب العلم یجوز له أخذ الزکاة إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الکسب. (درمختار علی الشامي ۲۸۵/۳ زکریا)

منها الفقراء ...... ومنها المسکین ومنها العامل ...... ومنها الغارم ...... ومنها ابن السبیل. (الفتاویٰ الهندیة ۱۸۷/۱)

مصرف الزکاة هو فقیر ...... ومسکین ...... وعامل ...... ومدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینه، ...... وفي سبیل اللّٰه وهو منقطع الغزاة ......، وابن السبیل یصرف إلی کلهم أو إلی بعضهم تملیکًا لا إباحة. (تنویر الأبصار مع الدر المختار / باب المصرف ۲۸۳/۳-۲۹۱ زکریا، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ۱۹۸/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۹/۲۵ھ

Marfat.com

کیا مصارف ثمانیہ میں سے ہر مصرف میں زکوۃ دینا ضروری ہے؟

سوال (۱۶۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مصارفِ ثمانیہ میں سے ہر مصرف میں زکوۃ دینا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: احناف کے نزدیک زکوٰۃ کے مصارفِ ثمانیہ میں سے کسی ایک پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔

عن عطاء أن عمر رضي الله عنه كان يأخذ العرض في الصدقة ويعطيه في صنف واحد مما سمى الله تعالى. (المصنف لابن أبي شيبة ٦/٥٢٤ رقم: ١٠٥٤٩، الفتاوى التاتارخانية ٣/٢٠٥ رقم: ٤١٣٦ زكريا)

وإذا صرفت الصدقة إلى صنف واحد من هذه الأصناف أجزأه عندنا، وأخرج البيهقي عن حذيفة، قال: إذا أعطى الرجل الصدقة صنفاً واحداً من الأصناف الثمانية أجزأه. (السنن الكبرى للبيهقي ١/٨٨ رقم: ١٣٤٠٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۱۱/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کا بہترین مصرف شریعت نے کیا بتایا ہے؟

سوال (۱۶۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کا بہترین مصرف شریعت نے کیا بتایا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زکوٰۃ کا بہترین مصرف غریب رشتہ دار اور وہ نادار طلبہ ہیں، جو علم دین کی تحصیل میں مشغول ہیں۔

قال الله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠]

Marfat.com

عن سلمان ابن عامر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، و على ذي الرحم اثنتان: صدقة وصلة. (سنن النسائي / باب الصدقة على الأقارب ١/١٧٨ رقم: ٢٥٧٨، سنن الترمذي / باب ما جاء في الصدقة على ذي لقرابة ١/١٤٢ رقم: ٦٥٣، شعب الإيمان ٣/٢٣٨، المنصف ابن أبي شيبة ٦/٥٤٥)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه كان إذا بعث السعاة على الصدقات أمرهم بما أخذوا من الصدقات أن يجعل في ذوي قرابة من أحد منهم الأول فالأول، فإن لم يكن له قرابة، فالأولىٰ العشيرة، ثم لذوي الحاجة من الجيران وغيرهم. (المعجم الأوسط ٥/١٢٨ رقم: ٦٨٠٥، مجمع الزوائد / باب تفرقة الصدقات ٣/٨٧)

ويبدأ في الصدقات بالأقارب ثم الموالي ثم الجيران، وذكر الزندويستي: الأفضل صرف الزكاتين يعني صدقة الفطر وزكاة المال إلى أحد هٰؤلاء السبعة الأول: إخوته الفقراء وأخواته ثم إلى أولادهم، ثم إلى أعمامه الفقراء، ثم إلى أخواله وخالته، ثم ذوي الأرحام الفقراء، ثم إلى جيرانه الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣/٢٠٥-٢٠٦ رقم: ٤٣٦١ زكريا)

التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل. (الفتاویٰ الهندية ١/١٨٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۰/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ اور چرمِ قربانی کا صحیح مصرف کیا ہے؟

سوال (۱۶۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ وچرم قربانی کا صحیح مصرف کیا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ و چرم قربانی کا صحیح مصرف فقراء ہیں، خواہ وہ مدارس میں پڑھنے والے طلبہ ہوں یا دیگر فقراء۔

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ مصرف الزكوٰة والعشر هو فقير. (درمختار على الشامي ۳/۲۸۳ زكريا)

إن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب. (درمختار على الشامي ۳/۲۸۵ زكريا)

التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل. (الفتاوى الهندية ۱/۱۸۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نابالغ بچہ پر زکوٰۃ صرف کرنا؟

سوال (۱۶۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی نابالغ بچے کی زکوٰۃ کی رقم سے مدد کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ خود اس رقم کو تصرف میں لائے، آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بچہ سمجھدار اور تمیز والا ہو تو اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۹/۵۳۷-۵۳۳ ڈابھیل، فتاویٰ رحیمیہ ۷/۳۶۸)

ولو قبض الصغير وهو مراهق جاز، وكذا لو كان يعقل القبض. (الفتاوى الهندية ۱/۱۹۰)

ويصرف إلى مراهق يعقل القبض. (شامي / باب المصرف ۳/۲۹۱ زكريا)

Marfat.com

سئل عبد الكريم عمن دفع زكاة ماله إلى صبي؟ قال: إن كان مراهقًا يعقل الأخذ يجوز، وإلا فلا، وفي الخانية: وكذا لو كان الصبي يعقل القبض بأن كان لا يرمي به ولا يخدع عنه. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۱۱/۳ رقم: ۴۱۵۰ زکریا)

ودفع الزكاة إلى صبيان أقاربه برسم عيد جاز. (شامي ۳۰۷/۳ زکریا)

ويصرف إلى مراهق يعقل الأخذ. (شامي ۳۴۴/۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۱/۲۹ھ

نابالغ بچہ پر زکوۃ صرف کرنا؟

سوال (۱۶۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی نابالغ بچے کی زکوۃ کی رقم سے مدد کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ خود اس رقم کو تصرف میں لائے، آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بچہ سمجھدار اور تمیز والا ہو تو اس کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۳۷/۹-۵۴۳ ڈابھیل، فتاویٰ رحیمیہ ۳۶۸/۷)

ولو قبض الصغير وهو مراهق جاز، وكذا لو كان يعقل القبض. (الفتاویٰ الهندية ۱۹۰/۱)

ويصرف إلى مراهق يعقل القبض. (شامي / باب المصرف ۲۹۱/۳ زکریا)

سئل عبد الكريم عمن دفع زكاة ماله إلى صبي؟ قال: إن كان مراهقًا يعقل الأخذ يجوز، وإلا فلا، وفي الخانية: وكذا لو كان الصبي يعقل القبض بأن كان لا يرمي به ولا يخدع عنه. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۱۱/۳ رقم: ۴۱۵۰ زکریا)

ودفع الزكاة إلى صبيان أقاربه برسم عيد جاز. (شامي ۳۰۷/۳ زکریا)

Marfat.com

ويصرف إلى مراهق يعقل الأخذ. (شامي ٢/ ٣٤٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۱/۲۹ھ

ایک سال میں کتنی زکوٰۃ لینے کا حق دار ہے؟

سوال (۱۶۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص ایک سال میں کل کتنی زکوٰۃ لینے کا حق دار ہے، اسلامی نقطہ نظر سے بتائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سال میں کتنی زکوٰۃ لے، اس بارے میں تو کوئی تحدید نہیں ہے؛ اس لئے کہ لوگوں کی ضروریات اور اخراجات مختلف ہوتے ہیں؛ البتہ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ بیک وقت کسی فقیر کو نصاب سے زائد مال دینا مکروہ ہے، نصاب سے کم ہی دینا چاہئے؛ تاکہ دوسرے فقراء کے حق میں کوتاہی نہ ہو۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اغنوهم في هذا اليوم. (سنن الدار قطني ٢/ ١٣٣)

وندب الاغناء عن السؤال في ذلك اليوم. (الفتاوىٰ الهندية ١/ ١٨٨، تبيين الحقائق ٢/ ١٣٠)

وكره إعطاء فقير نصاباً، أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً.

(درمختار ٣/ ٣٠٣ زكريا)

يندب دفع ما يغنيه يومه عن السوال، واعتبار حاله من حاجة وعيال (درمختار) وفي الشامي: والأوجه أن ينظر إلى ما يقتضيه الحال في كل فقير من عيال وحاجة أخرىٰ كدهن وثوب وكراء منزل وغير ذلك كما في الفتح.

(شامي ٣/ ٢٧٦ بيروت)

Marfat.com

إذا أعطى من زكاته مائتي درهم أو ألف درهم إلى فقير واحد، فإن كان عليه دين مقدار ما دفع إليه......، أو كان صاحب عيال يحتاج إلى الإنفاق عليهم فإنه يجوز ولا يكره، وإن لم يكن عليه دين ولا صاحب عيال فإنه يجوز عند أصحابنا الثلاثة ويكره. (الفتاوى التاتارخانية ۳/ ۲۲۱ زكريا، ومثله في الدر المختار / باب المصرف ۳/ ۳۰۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ دار، پڑوسی اور اہل محلّہ میں زکوٰۃ کا صحیح حق دار کون ہیں؟

سوال (۱۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بتائیں کہ زکوٰۃ کے پیسے کا صحیح حق دار کون ہے؟

الف:- غریب رشتہ دار، اگر ہاں تو کون کون؟

ب:- غریب پڑوسی تو کیا صرف مسلمان؟

ج:- غریب محلّہ دار اور شہری یا اور کوئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کے حق دار نادار اور غریب لوگ ہیں، اگر وہ رشتہ دار ہوں تو انہیں زکوٰۃ دینے میں دوہرا اجر ہے، ایک زکوٰۃ کا دوسرے صلہ رحمی کا، اسی طرح پڑوسی اور طلبہ علم دین کو دینے میں بھی دوہرا ثواب ملتا ہے، اور زکوٰۃ صرف مسلمانوں ہی کو دی جائے گی، غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن سلمان ابن عامر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال:

Marfat.com

إن الصدقة على المسكين صدقة، و على ذي الرحم اثنتان: صدقة وصلة. (سنن النسائي / باب الصدقة على الأقارب ١٧٨/١ رقم: ٢٥٧٨، سنن الترمذي / باب ما جاء في الصدقة على ذي لقرابة ١٤٢/١ رقم: ٦٥٣، شعب الإيمان ٢٣٨/٣، المنصف ابن أبي شيبة ٤٥/٦ ٥)

عن سعيد بن المسيب قال: إن أحق من دفعت إليه زكاتي يتيمي وذو قرابتي. (المصنف لابن أبي شيبة ٤١٢/٢ رقم: ١٠٥٣٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عن الضحاك قال: إذا كان لک أقارب فقراء، فهم أحق بزكاتک من غيرهم. (المصنف لابن أبي شيبة ٤١٢/٢ رقم: ١٠٥٣٧ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن سيرين عن أم الرائح بنت صليح عن عمها سلمان ابن عامر الضبي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصدقة على غير ذي الرحم صدقة وعلى ذي الرحم اثنتان صدقة وصلة، قال أبو بكر: وسمعت وكيعًا يذكر عن سفيان أنه قال: لا يعطها من تجب عليه نفقته. (المصنف لابن أبي شيبة ٤١٣/٢ رقم: ١٠٥٤١ دار الكتب العلمية بيروت)

مصرف الزكاة وهو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب. (الدر المختار ٢٨٣/٣-٢٨٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کتنی غربت والے غریب کو زکوۃ دینا جائز ہے؟

سوال (۱۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوۃ جن لوگوں کو دی جائے گی، اس کے لئے کیا کیا شرائط ہونی لازم ہیں؟ غریب، اس کا غریب ہونا کس حد تک ضروری ہے؟ لاچاری کس حد تک؟ معذوری کس حد تک؟ یتیمی کس عمر تک؟ یا کوئی اور وجہ؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ایسا نادار شخص جو بقدر نصاب مال کا مالک نہ ہو، اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، پھر جو جتنا زیادہ محتاج ہوگا اتنا ہی مستحق زکوٰۃ ہوگا، خواہ یہ محتاجگی معذوری کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تحل الصدقة لغني: قال القاري: قال في المحيط: الغني على ثلاثة أنواع: ...... وغني يحرم السؤال دون الصدقة، وهو أن يكون له قوت يومه وما يستر عورته. (بذل المجهود / باب من يعطي من الصدقة وصانعه ٤٨٠/٦ تحت رقم: ١٦٣٤ جديد)

الغني على ثلاثة أقسام: أحدها: أن يملك نصاباً نامياً من جنس واحد.

والثاني: أن يملك قدر نصاب غير نامٍ زائد على قدر حاجته.

والثالث: من لا يملك نصابًا.

فالأول: تجب عليه الزكاة ويحرم عليه أخذها.

والثاني: لا تجب عليه الزكاة، غير أنه يحرم عليه أخذها، وتجب عليه الفطرة والأضحية.

والثالث: لا يجب عليه شيء، وجاز له أخذ الزكاة، ويحرم عليه السؤال ما دام يملك قوت يوم وليلة: هذا ملخص ما في "البحر الرائق" بإيضاح. (معارف السنن / باب من تحل له الزكاة ٢٥٧/٥، كذا في البحر الرائق / باب المصرف من كتاب الزكاة ٢٤٠/٢-٢٥٠ کراچی)

ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً. (الفتاوى الهندية ١٨٩/١)

وقد اختلف الناس في جواز أخذ الصدقة لمن يجد قوة يقدر بها على

Marfat.com

الكسب ...... فقال أصحاب الرأي: يجوز له أخذ الصدقة إذا لم يملك مائتي درهم فصاعدًا. (معالم السنن / من يجوز له الصدقة ممن هو غني ٦٣/٢ الشاملة، كذا في لمعات التنقيح / باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له ٢١٤/٤ دار النوادر)

وزاد في الهداية: لأنه فقير، والفقراء هم المصارف؛ ولأن حقيقة الحاجة لا يتوقف عليها فأدير الحكم على دليلها، وهو فقد النصاب. (هداية مع الفتح / باب من يجوز دفع الصدقات إليه ٢٧٨/٢ دار الفكر بيروت، البحر الرائق ٢٤٥/٢ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کے گھر میں فاقہ ہوتا ہو اس کو زکوٰۃ دینا

سوال (۱۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبد اللہ کی بیوی اپنی اور لڑکیوں کی کمائی اپنے پاس الگ جمع کر کے رکھتی ہے، اور وہ صاحبِ نصاب ہے؛ لیکن گھر میں کھانے پینے کا سارا بندوبست کرنے کی ذمہ داری عبد اللہ پر ہے، اگر عبد اللہ گھر میں کھانے پینے کا سارا بندوبست نہ کرے تو بیوی فاقہ کرا دیتی ہے؛ لیکن اپنی جمع شدہ رقم خرچ نہیں کرتی، اس وجہ سے گھر میں اکثر فاقے ہوتے رہتے ہیں؛ کیوں کہ عبد اللہ بہت کمزور اور مزدور آدمی ہے، اس لئے آپ بتائیں کہ عبد اللہ کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یعنی عبد اللہ کو زکوٰۃ دینے سے ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحت سوال عبد اللہ بر بنائے فقر زکوٰۃ کا مستحق ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

مصرف الزكاة والعشر هو فقير، وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة. (درمختار مع الشامي ٢٨٣/٣ زكريا)

Marfat.com

منها: الفقير وهو من له أدنى شيء. (الفتاوى الهندية ١٨٧/١، كذا في البحر الرائق / باب المصرف ٢٤٠/٢ كراچی، مجمع الأنهر / باب المصرف ٣٢٤/١ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/۹/۱۴۱۷ھ

غریب مزدور شخص کو زکوٰۃ دینا

سوال (۱۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک غریب مزدور نے ہر طرف کی مدد سے مایوس ہوکر مجبوراً اپنی لڑکیوں کی شادی کرنے کیلئے چند ہزار روپیہ بیاز پر لیا، جس کی ادائیگی تو کیا اس کا بیاز بھی نہیں دے پا رہا ہے، کیا اس کو زکوٰۃ کے روپیہ دے کر اس آفت سے نکال سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسے غریب شخص کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحاً. (الفتاوى الهندية ١٨٩/١، هداية مع الفتح ٢٧٨/٢ بيروت، البحر الرائق ٢٤٥/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹/۱۱/۱۴۲۶ھ

غریب بے دین اور فاسق کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۱۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں کچھ غریب لوگ ہیں جو ایک وقت کی بھی نماز نہیں پڑھتے اور ہر غلط کام میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور گھر کا یہ عالم ہے کہ بعض مرتبہ فاقہ تک کی نوبت آجاتی ہے، معلوم یہ کرنا ہے کیا اس طرح کے لوگوں کی زکوٰۃ صدقہ وغیرہ سے امداد کرنا درست ہے، کیا ان پر

Marfat.com

صدقہ کرنے سے ثواب ملے گا، یا اس طرح کے بے دین فاسق اور شرابی کو کھانا وغیرہ نہ دیا جائے شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کے مستحق غریب مسلمان ہیں خواہ دین دار ہوں یا فاسق وفاجر۔ اور سوال کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ لوگ غریب اور مستحق زکوٰۃ ہیں؛ لہٰذا ان لوگوں کو زکوٰۃ، صدقہ فطر اور کھانا وغیرہ دینا جائز ہے، ان کو دینے سے بھی زکوٰۃ اور صدقہ فطر ادا ہوجائیں گے، اور ثواب بھی ملے گا؛ البتہ افضل اور زیادہ ثواب کی بات یہ ہے کہ دین دار غریب مسلمانوں کو ہی زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ دیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۹/۱۸۷ ڈابھیل، فتاویٰ دار العلوم ۲۱۸-۲۸۶/۶)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبۃ: ٦٠]

مصرف الزكاة والعشر هو فقير، وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة. (درمختار مع الشامي ۳/۲۸۳ زکریا)

منها الفقير: وهو من له أدنى شيء - إلى قوله - التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل. (الفتاوى الهندية ۱/۱۸۷) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۵/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

یتیم بچوں کی کفالت میں زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا؟

سوال (۱۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت جس کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے اور ان کی کفالت کرنے والا کوئی نہیں ہے، اس کے تین بچے ہیں، جن کی عمریں بالترتیب درج ذیل ہیں: لڑکے کی عمر ۸/سال، دوسرے لڑکے کی عمر ۵/سال، جب کہ لڑکی کی عمر ۶/سال ہے، عدت کی مدت گذرنے کے بعد عورت نے اپنا زیور

Marfat.com

۲۴؍ ہزار روپئے میں فروخت کیا، اور وہ رقم ایک کاروبار میں لگائی، جس سے ۵۰۰؍ روپئے ماہانہ منافع ملتا ہے؛ جب کہ ان ۵۰۰؍ روپیوں میں گذارا ممکن نہیں، اگر وہ عورت اپنی گذر بسر کرنے کے لئے کاروبار میں سے اپنے پیسے واپس لے کر خرچ کردے تو پھر آئندہ کیا کرے؟ آپ سے عرض یہ ہے کہ اتنا بتادیں کہ ان کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وہ بچے مالک نصاب نہیں ہیں تو ان پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا شرعاً جائز ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه ...... قالوا: فمن المسكين يا رسول اللّٰه؟ قال: الذي لا يجد غنى يغنيه ولا يفطن له فيتصدق عليه. (رواه الشيخان، تفسير ابن كثير ٦١٦ دار السلام رياض)

يصرف العشر والخراج إلى ما نص اللّٰه في كتابه وهو قوله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ والفقير الذي لا يسأل؛ لأن عنده ما يكفيه للحال، والمسكين الذي يسأل؛ لأنه لا يجد شيئًا. (الفتاوىٰ السراجية ٥٣ دار العلوم زكريا أفريقيا)

في الدر المختار: ولا إلى طفله بخلاف ولده الكبير ......، وطفل الغنية فيجوز لانتفاء المانع. وفي الشامية: بخلاف الكبير فإنه لا يعد غنياً بغنى أبيه ......، ولا الطفل بغنى أمه. (شامی کراچی ۲/۳۵۰، زکریا ۳/۲۹۸-۲۹۹)

وفي معراج الدراية: قوله: ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من ذلك، ولكنه لا يطيب للآخذ ...... وهو غير صحيح؛ لأن المصرح به في غاية البيان وغيرها أنه يجوز أخذها لمن ملك أقل من النصاب كما يجوز دفعها. (البحر الرائق / باب المصرف ۲/۲۴۵ كراچی، كذا في الفتاوىٰ الهندية ۱/۱۸۹)

Marfat.com

المصرف وهو من له أدنى شيء دون النصاب، فيجوز الدفع له ولو كان صحيحاً مكتسبا. (مجمع الأنهر ٢٠١/١ دار إحياء التراث بيروت، الدر المختار على الشامي ٢٨٣/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۳/۲۰ھ

غریب آدمی کو علاج کے لئے زکوۃ کی رقم دینا؟

سوال (۱۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) زید ایک غریب شخص ہے، ہارٹ کا مریض ہے، جس کے علاج پر تقریباً ۶۵/ ہزار روپیہ صرف ہوگا، اس کو کسی نے بقدر نصاب سے زائد رقم مثلاً ۲۵/ ہزار روپیہ برائے علاج دئے جو اس کے پاس ابھی بعینہٖ موجود ہیں، کیا زید کو مزید رقم زکوۃ کی دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

(۲) زید کے لئے لوگوں نے ایک شخص کے پاس زکوۃ کی ۲۵/ ہزار روپیہ جمع کردے، کیا اس صورت میں اس کو برائے علاج زید کو مزید رقم زکوۃ کی دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) امین کے پاس جمع شدہ رقم زید تک پہنچنے سے پہلے اگر زید کا انتقال ہو جائے تو اس جمع شدہ رقم کا کیا کرنا چاہئے؟ آیا زید کے ورثہ کو دی جائے گی یا زکوۃ دہندگان کو واپس کی جائے گی؟

(۴) زید ڈاکٹر ہے، اس کے پاس زکوۃ کی رقم ہے، اگر کوئی محتاج مریض آتا ہے تو اس کو دوائی اپنے پاس سے مفت دیتا ہے اور اس کو زکوۃ کی مد میں شمار کرتا ہے، کیا زید کا یہ فعل صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) صورتِ مسئولہ میں جب کہ زید کے پاس ۲۵/ ہزار روپیہ موجود ہیں تو جب تک اس کو علاج میں خرچ نہ کرلے اس وقت تک زید کو زکوۃ دینا درست نہیں ہے، جواز کی شکل یہ ہے کہ پہلے کسی سے علاج کے لئے مکمل رقم قرض لے لے، تو ایسی صورت میں قرض کی ادائیگی کے لئے زید کو زکوۃ دینا درست ہو جائے گا۔

Marfat.com

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً من أي مالٍ كان؛ لأن الغني الشرعي مقدر به. (هداية ۲۰۷/۱)

الدفع إلى من عليه الدين أولىٰ من الدفع إلى الفقير، كذا في المضمرات. (الفتاویٰ الهندية ۱۸۸/۱)

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً. (درمختار مع الشامي ۳۵۳/۲ کراچي، ۳۰۳/۳ زکریا)

(۲) اس صورت میں اگر امین شخص زکوۃ دہندہ کی جانب سے وکیل ہو تو علاج کے لئے مزید زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

وكره دفع قوم زكاة أموالهم إلى من يأخذ الزكاة لنفقة فقير فاجتمع عند الآخذ أكثر من مائتي درهم جاز، ومن أعطى بعد ما اجتمع عند الآخذ مائتا درهم، لا يجوز إلا أن يكون الفقير مديوناً، هذا إذا كان الآخذ أخذ الأموال بأمر الفقير، فإن أخذ بغير أمره جازت زكاة الكل؛ لأن الأخذ إذا لم يكن بأمر الفقير كان الآخذ وكيلاً عن الدافعين فما اجتمع عند الآخذ يكون مال الدافعين فجازت زكاة الكل. (خانية على هامش الفتاویٰ الهندية ۲٦۸/۱)

(۳) اگر زید تک زکوۃ پہنچنے سے پہلے زید کا انتقال ہوجائے تو زکوۃ کا روپیہ زید کے ورثہ کو نہیں دیا جائے گا؛ بلکہ زکوۃ دہندہ کو واپس کرنا ہوگا۔

وهنا الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل وقد أمره بالدفع إلى فلان فلا يملك الدفع إلى غيره كما لو أوصىٰ لزيد بكذا، ليس للوصي الدفع إلى غيره. (رد المحتار ۲٦۹/۲ کراچي)

(۴) صورتِ مسئولہ میں دوا دیتے وقت اگر زید کی نیت زکوۃ کی ہو اور مریض ضرورت مند اور غریب ہو نیز زید مریض سے کوئی معاوضہ یا نفع نہ لیتا ہو؛ بلکہ جتنی دوا کی قیمت ہو اتنی ہی زکوۃ کی رقم سے مہیا کرتا ہو، تو اس طرح زید کا زکوۃ دینا صحیح ہے۔

Marfat.com

النية تعتبر في أداء الزكاة؛ لأنها عبادة. وفي السراجية: إذا كان وقت التصدق بحال لو سئل عنه عما ذا يؤدي يمكنه أن يجب من غير فكرة، فذلك يكون نية منه. (لفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة / باب أداء الزكاة ولنية فيه ١٩٦/٣ رقم: ٤١١٣ زكريا)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً. (الدر المختار ٣٤٤/٢ كراچی، ٢٩١/٣ زكريا، مستفاد: احسن الفتاوىٰ ٢٩٢/٤)

سئل عن معلم له خليفة في المكتب يعلم الصبيان ويحفظهم ويكتب ألواحهم ولم يستأجره بشيئ معلوم وما اشترط شيئاً والمعلم يعطيه في الأحايين دراهم بنية الزكاة هل يجوز عن الزكاة؟ قال: نعم! إلا أن يكون بحيث لو لم يعطه لم يعمل له ذلك في مكتبه. (الفتاوىٰ التاتار خانية ٢٠٩/٢-٢١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۵/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب کو مکان بنانے کے لئے زکوٰۃ کی رقم دینا؟

سوال (۱۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب مالکِ نصاب نہیں ہے اور اس کے پاس مکان ہے، مگر وہ بیچ نہیں سکتے، بالائی منزل ہے، اس شخص کو وہاں رہنے میں جھگڑا فساد ہوتا ہے، ذہنی سکون نہیں ہے، تو اگر ایسے شخص کو زکوٰۃ کا روپیہ دے کر اس کی مدد کردی جائے اور وہ اسی رقم سے دوسری جگہ مکان خرید لے، تو کیا یہ جائز ہے یا کاروبار بھی کرسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی مستحق زکوٰۃ کو بیک وقت اتنا مال زکوٰۃ میں دینا کہ وہ خود صاحبِ نصاب ہوجائے مکروہ ہے، ہاں اگر آپ کسی سے قرض لے کر مکان بنالیں اور کوئی شخص آپ کا پورا قرض آپ کے کہنے پر زکوٰۃ کی رقم سے ادا کردے، تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

Marfat.com

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر. (درمختار مع الشامي ٣٥٣/٢ كراچی، ٣٠٣/٣ زكريا)

عن عمرو بن دينار قال: قال عمر رضي الله عنه: إذا أعطيتم فأغنوا يعني من الصدقة. (المصنف لابن أبي شيبة ٥١٨/٦ رقم: ١٠٥٢٦)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اغنوهم في هذا اليوم. (سنن الدار قطني ١٣٣/٢)

والدفع إلى الواحد أفضل إذا لم يكن المدفوع نصابًا. (تبيين الحقائق / باب المصرف ٣٠٢/١)

وندب الإغناء عن السوال في ذلك اليوم. (الفتاوى الهندية ١٨٨/١)

إذا أعطى من زكاته مأتي درهم أو ألف درهم إلى فقير واحد، فإن كان عليه دين مقدار ما دفع إليه أو كان صاحب عيال يحتاج إلى الإنفاق عليهم فإنه يجوز ولا يكره، وإن لم يكن عليه دين ولا صاحب عيال، فإنه يجوز عند أصحابنا الثلاثة ويكره. (الفتاوى التاتارخانية ٢٢١/٣ رقم: ٤١٨٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۱/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کے پیسہ سے غریب کے لئے مکان بنا کر دینا؟

سوال (۱۷۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا زید اپنی زکوٰۃ کی رقم سے کسی غریب کو مکان تعمیر کرا کر دے، اپنے ملازم کے ذریعہ اپنی نگرانی میں مثلاً یہ کہہ دیا کہ روز کا حساب جو خرچ ہے وہ لے لے، زید ملازم جو بھی خرچ آتا ہے، وہ رقم زید کی کمپنی سے یا زید کے پاس سے خود لے جا کر تقسیم کر دیتا ہے، مزدور کو اتنا، گارے والے کو اتنا، پتھر والے کو اتنا، اب سوال یہ ہے کہ صاحب مکان جس کے لئے تعمیر کر رہا ہے، اس کے ہاتھ میں یہ رقم نہیں آتی، اور صاحب مکان اس عمل پر راضی بھی ہے، کہ رقم میرے پاس ہو تو ضائع

Marfat.com

ہوجائے گی، تو کیا صورتِ مسئولہ میں زید کے ذمہ سے یہ زکوٰۃ کی رقم ساقط ہوجائے گی یا نہیں؟ اس طرح کرنے سے زید کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ یا صاحب مکان ہی کے ہاتھ میں یہ رقم دینی ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مکان کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد جب وہ مکان غریب کو دیا جائے گا، تو اس وقت زید کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؛ اس لئے کہ اب مستحق کا قبضہ پایا گیا؛ لہٰذا اس صورت میں دورانِ تعمیر غریب ہی کے ہاتھ سے مکان پر خرچ کرانا ضروری نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۱۹۰)

ولا يجوز الزكاة إلا إذا قبضها الفقير أو قبضها من يجوز قبضها له لولايته عليه كالأب والوصي يقبضان للمجنون والصبي. (الفتاوى التاتارخانية ٢/٢١٢ رقم: ٤١٥٣)

قوله: "تمليك" خرج الإباحة فلو أطعم يتيما ناوياً الزكاة لايجزيه، إلا إذا دفع إليه المطعوم كما لو كساه بشرط أن يعقل القبض إلا إذا حكم عليه بنفقتهم. (الدرالمختار ٢/٢٥٧ كراچی)

ولا تجوز الزكاة إلا إذا قبضها الفقير أو نائبه ......؛ لأن التمليك لا يتم بدون القبض. (الفتاوىٰ الولوالجية ١/١٧٩ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۵/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم سے غریبوں کے لئے مکانات کی تعمیر

سوال (۱۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج سے تقریباً دس سال پیشتر میرے والد مرحوم نے ایک آراضی خریدی، اور اس کی قیمت مدِ زکوٰۃ سے ادا کرکے انھوں نے یہ نیت کی کہ یہاں پر مکانات کی تعمیر ہوگی، جن کا مالک ہم اپنے غریب احباب واعزاء کو بنادیں گے، فی الحال وہاں رفاہی اسپتال کی ایک بلڈنگ موجود ہے، جس کی

Marfat.com

تعمیر میں کئی لاکھ کا صرفہ آیا تھا، وہ بھی زکوٰۃ ہی کے مد سے ہوا، اب میں اپنے ذاتی کاروبار کے لئے اسے استعمال کرنا چاہتا ہوں، اس کی میرے نزدیک دو شکلیں ہیں، ایک تو یہ کہ میں اسے کرایہ پر لے لوں اور ہر ماہ مناسب رقم ادا کروں، اس صورت میں کیا کرایہ کی رقم مد زکوٰۃ میں شمار ہوگی؟ دوسری شکل یہ ہے کہ زمین کو مستقلاً خرید لوں؛ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کی قیمت کون سی لگے گی، آج سے دس سال پہلے کی جو تعمیر سمیت ساڑھے سات لاکھ تھی، یا آج کی موجودہ قیمت جو تقریباً ۵۰ لاکھ ہے؟ از راہ کرم تفصیلی وتحقیقی جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو زمین زکوٰۃ کی رقم سے اور زکوٰۃ کی نیت سے خریدی اور تعمیر کی گئی ہے وہ صرف غرباء کا حق ہے، لازم ہے کہ فوری طور پر وہ عمارت مع زمین فقراء کو دیکر ان کو مکمل طور پر مالک بنادیا جائے، ورنہ آپ کے والد صاحب آخرت میں سخت مؤاخذہ دار رہیں گے، اور اپنی زکوٰۃ مصرف تک نہ پہنچانے کے ذمہ دار ہوں گے، اس لئے اولاد کی یہ شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلی فرصت میں یہ جگہ مصرف کے حوالہ کریں، اور اسے اپنے ذاتی استعمال میں ہرگز نہ لائیں، آپ کے لئے نہ تو اسے کرایہ پر لینا جائز ہے اور نہ اسے براہ راست خریدنا جائز ہے؛ بلکہ پہلے غریبوں کو مالک بنایا جائے تاکہ زکوٰۃ ادا ہو جائے، اس کے بعد وہ اگر بلا کسی دباؤ کے فروخت کرنا چاہیں، تو ان سے موجودہ قیمت پر ہی خریدا جائے، دباؤ ڈال کر ان سے قیمت کم کرا کے حیلہ کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠]

ولا يخرج عن العهدة بالعزل؛ بل بالأداء للفقراء. (درمختار ۱۸۹/۳ زکریا)

إذا دفع الزكاة إلى الفقير لايتم الدفع مالم يقبضها. (الفتاوى الهندية ۱۹۰/۱)

وإذا لم يؤد إلى آخر عمره يتضيق عليه الوجوب، حتى لو لم يؤد حتى مات يأثم. (شامي ۱۹۱/۳ زکریا، احسن الفتاوی ۲۶۵/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۴/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

زکوٰۃ کے پیسہ سے زمین خرید کر مکان بنا کر فقیر کو مالک بنانا

سوال (۱۷۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے پاس زکوٰۃ کی کچھ رقم ہے، وہ شخص اس میں اپنی جیب خاص سے کچھ اور رقم ملا کر مکان بنا کر فقراء کو دینا چاہتا ہے؛ اس شرط پر کہ مکان کی پوری عمارت کے تو فقراء مالک ہوں گے؛ البتہ زمین اس کی ملکیت باقی رہے گی؛ لیکن اگر مالک مکان اس مکان کو فروخت کرنا چاہے تو صاحب ارض کی جانب سے اسے اس کا پورا اختیار ہے۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طرح دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر ادا ہو جاتی ہے تو اس مکان پر...... کا حق کسے حاصل ہوگا، صاحب ارض کو یا صاحب مکان کو؟ اگر صاحب ارض اس مکان پر دوسری منزل اٹھانا چاہے تو کیا اس کے لئے صاحب مکان سے اجازت لینا ضروری ہے، براہ کرم مسئلہ کی جتنی شقیں نکل سکتی ہوں نکال کر ہر ایک شق کا حکم الگ الگ تحریر فرمائیں اور حتی الامکان جلد از جلد جواب باصواب سے نوازنے کی زحمت گوارہ فرمائیں؛ کیوں کہ مسئولہ عنہا مکانات کی تعمیر کا کام شروع کر چکا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زمین کی خریداری میں زکوٰۃ کی رقم لگانے کی اجازت نہیں ہے، زمین اپنی جیب خاص سے خرید لی جائے، پھر اس پر زکوٰۃ کی رقم سے مکانات اور فلیٹ بنا کر باقاعدہ مستحق فقراء کو مالک بنا دیا جائے، اور انہیں خرید وفروخت کا پورا اختیار دیا جائے، تو اس طرح مکان کی قیمت کے بقدر زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اور ملکی قانون کے اعتبار سے چوں کہ مکانات کی منزلیں بنانے کا اختیار زمین کے مالک کو ہوتا ہے؛ لہٰذا اوپر کی منزل بنانے کے لئے مالک مکان سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

مستفاد: وإذا كان السفل لرجل وعلو لآخر فسقطا. (هداية ٣/٤٠)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً. (درمختار / باب المصرف ٣/٢٩١ زكريا)

Marfat.com

لأن الدار لما كان اسماً لما أدير عليه الحدود والعلو ليس بخارج عنها، وإنما هو من توابع الأصل وأجزائه دخل فيه. (فتح القدير / باب الحقوق ٧/ ٤٠٧ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۲/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب بھائی کا رہائشی مکان زکوٰۃ کی رقم سے تعمیر کرانا؟

سوال (۱۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا حقیقی بھائی مالی طور پر بے حد کمزور ہے، کاروبار بھی بے حد کمزور ہے، گزر بسر ہی بمشکل کرپاتا ہے، ہمارا ایک مکان ہے، وہ اسی میں رہتا ہے، میں الگ مکان میں رہتا ہوں، جس مکان میں وہ رہتا ہے اس کی حالت بہت زیادہ بوسیدہ ہوچکی ہے، اس کی چھت کی لکڑیاں ٹوٹ چکی ہیں، حالاں کہ وہ مکان ہمارا مشترکہ ہے۔

مسئلہ غور طلب یہ ہے کہ میں اس کی کمزوری کے پیش نظر اس کی سہولت کے لئے جس حصہ میں وہ رہتا ہے، اس کی تعمیر ومرمت زکوٰۃ کی رقم سے کراسکتا ہوں یا نہیں؟ اس سلسلہ میں شرعی طور پر آگاہ فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غریب ونادار بھائی کی زکوٰۃ کی رقم سے مدد کرنا بہت اجر وثواب کی بات ہے، اور مسئولہ صورت میں آپ کو چاہئے کہ زکوٰۃ کی رقم بھائی کو دے کر اسے قابض ومالک بنادیں، پھر وہ اپنی مرضی سے اپنے حصہ مکان کی تعمیر کرائیں، براہِ راست اس مکان کی تعمیر میں آپ زکوٰۃ کی رقم نہ لگائیں۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲/۱۸۹)

عن زينب امرأة عبد الله قالت: فمر علينا بلال، فقلنا: لا تخبر بنا فدخل فسأله، فقال: من هما؟ قال: زينب، فقال: أي الزيانب؟ قال امرأة عبد الله، قال: نعم، لها أجران أجر القرابة وأجر الصدقة. (صحيح البخاري ١/ ١٩٨ رقم: ١٤٦٦)

Marfat.com

الأفضل صرف الصدقة إلى أخواته ذكوراً أو إناثاً. (مجمع الأنهر ١/٢٣٣،
الفتاوى التاتارخانية ٣/٢٠٦ رقم: ٤١٣٦ زكريا)

الزكاة يجب فيها تمليك المال؛ لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ: ﴿وَاٰتُوا الزَّكَاةَ﴾ يقتضي التمليك. (البحر الرائق ٢/٢٠١ كوئٹه)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحةً. (درمختار ٣/٢٩١ زكريا)

لا يجوز الزكوٰة إلا إذا قبضها الفقير أو قبضها من يجوز القبض له لولايته عليه. (المحيط البرهاني ٣/٢١٤)

ولا يجوز الزكوٰة إلا بقبض الفقراء أو بقبض من يكون قبضه قبضاً لهم.
(فتاوىٰ تاتارخانية زكريا ٣/٢٠٦ رقم: ٤١٣٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۳/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب رشتہ دار کو مکان خریدنے کیلئے ۷۵ر ہزار روپیہ زکوٰۃ دینا؟

سوال (۱۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اپنے ایک عزیز کے یہاں چند سال قبل ملازمت کرتا تھا اور میری مالی حالت بھی کمزور تھی، جو آمدنی ہوتی تھی وہ روزمرہ کی ضروریات ہی کے لئے کافی تھی، جس مکان میں ہم رہتے ہیں، وہ ہمارا آبائی مکان ہے، جس حصہ میں ہم رہتے ہیں وہ بہت تنگ تھا، اس کے برابر کا حصہ فروخت ہو رہا تھا، ہمارے اس کے خریدنے کی گنجائش نہیں تھی، ہم نے اپنے ان عزیز سے کہا (جو ماشاء اللہ صاحب حیثیت ہیں، اور ضرورت مندوں کی مدد کرتے رہتے ہیں) اگر ہم یہ حصہ خرید لیں تو ہمارے رہنے کی گنجائش ہوجائے گی؛ کیوں کہ ہماری ایک لڑکی مطلقہ ہے وہ بھی ہمارے ساتھ رہتی تھی، انہوں نے اس وقت ۷۵ر ہزار روپئے ہمیں دئے، اور ہم نے اس سے وہ مکان خرید لیا، اس کی رجسٹری بھی ہمارے نام ہے اس خریداری کے بعد چوں کہ وہ بہت خستہ حالت میں تھا، اس لئے تھوڑا تھوڑا ضرورت کے مطابق بنواتے رہے، اب وہ ہماری ضرورت کے مطابق ہوگیا ہے،

Marfat.com

اور الحمد للہ ہم سکون سے رہ رہے ہیں۔ ایک لڑکا جو ہمارا متبنیٰ ہے، وہ اس میں کام کرتا ہے اور میں چوں کہ کمزور ہوگیا ہوں، کچھ کام نہیں کرسکتا، اسی بناء پر وہاں سے ملازمت چھوڑ دی ہے، اور اس لڑکے کی آمدنی سے ہی ہمارا گذر بسر ہورہا ہے، میں اس وقت بھی صاحبِ نصاب نہیں تھا، اور آج بھی صاحب نصاب نہیں ہوں۔ ہمارے وہ عزیز جنہوں نے روپئے دئے تھے، ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ رقم ہم نے زکوٰۃ کی مد سے دی تھی، کیا یہ رقم میرے لئے جائز تھی یا نہیں اور کیا ہمارے ان عزیز کی زکوٰۃ ادا ہوگئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ کے مطابق جب آپ رقم لیتے وقت صاحبِ نصاب نہیں تھے، تو آپ کے لئے بحالتِ مجبوری زکوٰۃ کی رقم لینا جائز تھا، اور قرض یا اعانت کے طور پر بنیت زکوٰۃ رقم دینے سے آپ کے ان عزیز کی زکوٰۃ بھی ادا ہوگئی۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ١١٥، احسن الفتاویٰ ٤/٢٦٤، فتاویٰ رحیمیہ ٦/٢٠٣)

وشرط صحة أدائها نية مقارنة للأداء (درمختار) قال ابن عابدين تحت قوله: (نية) أشار إلى أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة أو قرضاً تجزيه في الأصح. (درمختار على الرد المحتار ٣/١٨٧ زكريا)

وكره إعطاء فقير نصابا أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً، وكان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لايخص كلا، أو لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره. (الدر المختار مع الشامي / باب المصرف ٣/٣٠٣ زكريا، مجمع الأنهر الزكاة / في بيان أحكام المصارف ١/٣٣٢ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ٢٠/٤/١٤٢١ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

یتیم بچی کی شادی کے لئے زکوٰۃ کی رقم دینا؟

سوال (١٨١): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: کیا کسی نادار اور یتیم لڑکی کے لئے بغرض شادی اخراجات زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وہ لڑکی واقعی ضرورت مند ہو اور صاحبِ نصاب نہ ہو، تو اسے زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

باب المصرف أي مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له أدنى شيءٍ أي دون نصاب –إلى قوله– ومسكين من لا شيء له فيحتاج إلى المسئلة بقوته وما يواري بدنه. (شامي ٢٨٣/٣ زکریا، الفتاویٰ لہندیة ١٨٧/١، فتاویٰ نظامیہ ١٠٧/١، فتاویٰ رحیمیہ ١٦١/٥)

ومنها الفقير وهو من له أدنى شيء وهو ما دون النصاب. (الفتاویٰ الهندية ١٨٧/١) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۷/۹/۲۴ھ

نادار غریب کا بچیوں کی شادی کے لئے زکوٰۃ سے قرض لینا؟

سوال (۱۸۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے پاس چھ لڑکی ہیں اور میں بیماری کی وجہ سے کافی قرض دار ہوں، مجھے فکر بہت لگی ہے، خاص کر دو لڑکیوں کی زیادہ، میرا خیال ہے کہ زکوٰۃ لے کر عید بعد سنت طریقہ سے دونوں بڑی لڑکیوں کی شادی کردوں، اس وقت میری نظر میں دو لڑکے اچھے خاندان کے ہیں، آگے لڑکیوں کا نصیب، اسی واسطہ زکوٰۃ لینا چاہتا ہوں کہ میرے پاس کوئی نقد یا سامان نہیں ہے؛ لہٰذا آپ مجھے شریعت کے مطابق یہ بتائیں کہ میں اس حالت میں زکوٰۃ اٹھا سکتا ہوں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: واقعی اگر آپ کے ایسے احوال ہیں تو اپنے قرض کو ادا کرنے

Marfat.com

کے لئے زکوٰۃ کا روپیہ لے سکتے ہیں۔ ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]
لڑکیوں کی شادی کی تیاری میں زکوٰۃ کی رقم جمع نہ کریں؛ بلکہ ویسے ہی امداد (علاوہ زکوٰۃ وصدقات واجبہ) لے سکتے ہیں، اگر بہت ضرورت ہو تو شادی میں صرف اتنی زکوٰۃ کی رقم لی جائے جس سے نصاب پورا نہ ہو، یعنی ۴۰۵/۰۰ ہزار روپیہ اس سے زیادہ رقم جمع ہونے کے بعد زکوٰۃ لینا درست نہ ہوگا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن قبيصة بن مخارق ...... قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم...... يا قبيصة! إن المسئلة لا تحل إلا لأحد ثلاثة: ...... ورجلٌ أصابته جائحةٌ اختاحت ماله فحلت له المسئلة ......الخ. (صحيح مسلم رقم: ١٠٤٤، بحواله: لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح ٣٠٠/٤ دار النوادر)

وكره إعطاء فقير نصابا أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً، أو كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لايخص كلاً، أو لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره. (الدر المختار مع الشامي / باب المصرف ٣٠٣/٣ زكريا، مجمع الأنهر الزكاة / في بيان أحكام المصارف ٣٣٣/١ بيروت)

قوله: والمديون أطلقه القدوري، وقيده في الكافي بأن لا يملك نصابا فاضلاً عن دينه؛ لأنه المراد بالغارم في الآية، وهو في اللغة: من عليه دين ولا يجد قضاء كما ذكره القُتَيبي ...... وفي الفتاوىٰ الظهيرية: الدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير. (البحر الرائق / باب المصرف ٢٤٢/٢ كراچی)

باب المصرف أي مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له أدنى شيءٌ أي دون نصاب — إلى قوله — ومسكين من لا شيء له فيحتاج إلى المسئلة بقوته وما يواري بدنه. (شامي ٢٨٣/٣ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ١٨٧/١، فتاوىٰ نظاميه ١٠٧/١، فتاوىٰ رحيميه ١٦١/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۹/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

مال دار بھائی بہن کا غریب بہن کی شادی میں زکوۃ کی رقم لگانا؟

سوال (۱۸۳): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم پانچ بہنیں ہیں اور چار بھائی ہیں، ایک بھائی اور ایک بہن کماتے ہیں، اور ہمارے والد صاحب کافی بیمار رہتے ہیں کوئی کام نہیں کرتے اور ہر وقت ان کی دوائی چلتی رہتی ہے، یہی بھائی اور بہن گھر کا خرچ اٹھاتے ہیں، سب بالغ ہیں کیا یہ دونوں بھائی بہن اپنی سالانہ زکوۃ اپنی چھوٹی بہنوں کی شادیوں میں لگا سکتے ہیں یا نہیں، یا پھر کسی اور کو لگا سکتے ہیں؟

(۲) میں ایک شادی شدہ لڑکی ہوں میری کئی چھوٹی بہنیں ہیں میرے والد محترم بیمار رہتے ہیں اور وہ کچھ کماتے نہیں ہیں، کیا میں اپنی سالانہ زکوۃ اپنی چھوٹی بہنوں کو دے سکتی ہوں یا نہیں؟ گھر کا سارا خرچ ان ہی دونوں بہن بھائی کے اوپر ہے ان کے علاوہ اور کوئی کماتا نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) زکوۃ کی رقم اپنی غریب بہنوں کی شادیوں میں لگانا جائز ہے، بشرطیکہ فضول خرچی نہ کی جائے؛ بلکہ احتیاط کے ساتھ صرف ضروری سامان انہیں مالک بنا کر دے دیا جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ [الإسراء: ۲۷]

وقال القرطبي: والتبذير إنفاق المال في غير حقه ولا تبذير في عمل الخير. (تفسير القرطبي ۱۰/۲۴۷)

عن سلمان ابن عامر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، و على ذي الرحم اثنتان: صدقة وصلة. (سنن النسائي / باب الصدقة على الأقارب ۱/۱۷۸ رقم: ۲۵۷۸، سنن الترمذي / باب ما جاء في الصدقة على ذي القرابة ۱/۱۴۲ رقم: ۶۵۳، شعب الإيمان ۳/۲۳۸، المنصف ابن أبي شيبة ۶/۵۴۵)

Marfat.com

والأفضل في الزكاة والفطر والنذور الصرف أولا إلى الإخوة والأخوات، ثم إلى أولادهم، ثم إلى الأعمام والعمات ثم إلى أولادهم ثم إلى الأخوان والخالات. (الفتاویٰ الهندية ١/ ١٩٠)

قالوا: الأفضل صرف الصدقة إلى أخواته ذكورا أو إناثاً. (مجمع الأنهر ١/ ٢٢٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/ ۵/ ۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب آدمی کا لڑکے کی جیل سے رہائی کرانے کے لئے سود اور زکوٰۃ لینا؟

سوال (۱۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عمر کافی عرصہ بیمار رہا، بالآخر بیماری میں ایک پیر بھی کٹ گیا اور کوئی کام وغیرہ کرنے سے معذور ہوگیا، ماہانہ ٹیوشن وغیرہ پڑھا کر تین چار سو روپیہ آمدنی ہوجاتی ہے، جس سے گھریلو ضروریات کی بھی تکمیل نہیں ہوپاتی، اہل وعیال کافی وسیع ہے، تمام بچے چھوٹے ہیں، ایک بڑا لڑکا مزدوری کے لئے ممبئی جاتا تھا، کافی عرصہ سے بیمار ہوگیا، تو گھر پر ہی رہتا تھا، وہ بھی ایک حادثہ کا شکار ہوگیا۔ حادثہ یہ پیش آیا کہ گاؤں کے قریب میں دو آدمیوں کی لاشیں ایک درخت پر لٹکی ہوئی پائی گئیں، اور قاتل بھی اسی گاؤں کا تھا، جو فرار ہوگیا، پھر پولیس نے گاؤں کے بے گناہ نوجوانوں کو گرفتار کرنا شروع کردیا، اس میں عمر کا بڑا لڑکا بھی گرفتار کرلیا گیا، جب کہ وہ بیماری کی وجہ سے گھر ہی رہتا تھا، اور اس واقعہ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تھا، پولیس نے اس بے گناہ غریب کو مار پیٹ کر چالان کرکے جیل بھیج دیا، ماں باپ غریب مجبور ہیں ان کے گھریلو اخراجات بھی اسی لڑکے کی کمائی سے پورے ہوتے تھے، ان حالات میں ضمانت میں کافی رقم خرچ ہوگی۔ آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ اس اضطراری حالت میں لڑکے کو جیل سے چھڑانے کے لئے زکوٰۃ یا بینک کی سودی رقم اگر کوئی

Marfat.com

دے دے تو اس کے ذریعہ لڑکے کو چھڑا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعہ اگر صحیح ہو تو ایسے محتاج اور غریب شخص کو زکوٰۃ اور بینک کی سودی رقم استعمال کرنا جائز ہے۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة، فلا یکفي فیه الإطعام إلا بطریق التملیک لو أطعمه عنده ناویًا الزکاة لا تکفي. (الدر لمختار / باب المصرف ۲۹۱/۳ زکریا)

الدفع للمدیون أولیٰ منه للفقیر. (درمختار ۲۸۹/۳)

وکره إعطاء فقیر نصاباً أو أکثر، إلا إذا کان المدفوع إلیه مدیونا أو کان صاحب عیال بحیث لو فرقه علیهم یخص کلاً، أو لا یفضل بعد دینه نصاب، فلا یکره. (الدر المختار/ باب المصرف ۳۵۳/۲ دار الفکر بیروت، کذا في الفتاوی الهندیة ۱۸۸/۱ دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر / باب في بیان أحکام المصارف ۳۳۳/۱ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھیک مانگنے والے کو زکوٰۃ دینا

سوال (۱۸۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کے صحیح مصرف کون لوگ ہیں؟ کیا بھیک مانگنے والوں کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو لوگ غریب اور نادار ہوں، یعنی صاحبِ نصاب نہ ہوں، وہ لوگ زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

باب المصرف أي مصرف الزکاة والعشر هو فقیر وهو من له أدنی شيءٌ

Marfat.com

أي دون نصاب – إلى قوله – ومسكين من لا شيء له فيحتاج إلى المسئلة بقوته وما يواري بدنه. (شامي ۲۸۳/۳ زكريا، الفتاوى الهندية ۱۸۷/۱، فتاوى نظاميه ۱۰۷/۱، فتاوى رحيميه ۱٦۱/۵)

بھیک مانگنے والوں کے بارے میں اگر غالب گمان ہو کہ یہ زکوٰۃ کے مستحق ہیں تو دینے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر شبہ ہو تو نہ دیا جائے۔

وهٰذا إذا تحرى ودفع وفي أكبر رأيه أنه مصرف، أما إذا شك ولم يتحري أو تحرى فدفع وفي أكبر رأيه أنه ليس بمصرف لا يجزيه إلا إذا علم أنه فقير هو الصحيح. (هداية ۲۰۷/۱، بہشتی زیور ۳۳/۳، آپ کے مسائل اوران کا حل ۴۲/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۶/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فقیر کو دی ہوئی اشیاء میں زکوٰۃ کی نیت کرنا؟

سوال (۱۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے اوپر ۱۵/سو روپئے زکوٰۃ کے واجب ہیں، اور ہم نے دیکھا کہ فلاں فلاں شخص کو فلاں فلاں چیزوں کی ضرورت ہے، ہم نے اس کو خرید کر دے دیا، اور اس کی ضرورت پوری کردی، اب ہم اس ۱۵۰۰/روپئے کو زکوٰۃ میں حساب لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ کی دی ہوئی چیز فقیر کے پاس موجود ہو، تو اس میں اب زکوٰۃ کی نیت درست ہو جائے گی، اور اگر دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں تھی اور نہ اس کے پاس دی ہوئی چیز موجود ہے، تو اب اسے زکوٰۃ میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

وإذا دفع إلى الفقير بلا نية ثم نواه عن الزكوٰة، فإن كان المال قائماً في يد الفقير أجزأه وإلا فلا. (الفتاوى الهندية ۱۷۴/۱)

Marfat.com

وفي الروضة: إذا دفع المزكي المال إلى الفقير، ولم ينو شيئا، ثم حضرته النية عن الزكاة ينظر: إن كان المال قائما في يد الفقير صار عن الزكاة، وإن تلف لا. (الفتاوى التاتارخانية ۱۹۷/۳ رقم: ٤١١٤ زكريا)

ولو مقارنة حكمية كما لو دفع بلانية ثم نوى والمال قائم بيد الفقير. (مراقي الفلاح ۳۹۰، شامي ۱۸۷/۳ زكريا، كذا في البحر الرائق ۳٦۸/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۹/۹/۱ھ

رمضان المبارک میں جب سائلوں کی کثرت ہو تو زکوٰۃ کس کو دیں؟

سوال (۱۸۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان المبارک میں سائل کثیر تعداد میں آتے ہیں، ان میں کچھ حضرات مدارس کے چندہ کے سلسلہ میں آتے ہیں اور کچھ فرضی بھی ہوتے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس سائل کے بارے میں آپ غالب گمان یہ کریں کہ وہ مصرفِ زکوٰۃ ہے، تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے، اور جن کے بارے میں شک ہو، ان پر زکوٰۃ صرف نہ کریں۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

مصرف الزكاة وهو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب. (الدر المختار ۲۸۳/۳-۲۸٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

أما لو تحرى، فدفع لمن ظنه غير مصرف أو شك ولم يتحر، لم يجز حتى يظهر أنه مصرف، فيجزيه في الصحيح خلافا لمن ظن عدمه. (شامي ۳۰۲/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۵/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

بغیر تحقیق کے غیر مستحق کو دی گئی زکوٰۃ کا حکم

سوال (۱۸۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص اپنی زکوٰۃ دیتے وقت لینے والوں سے تحقیق نہیں کرتا کہ لینے والا زکوٰۃ کا مستحق ہے یا نہیں؟ تو ایسی صورت میں اگر غیر مستحق کو زکوٰۃ دے دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جسے زکوٰۃ دی جارہی ہے اس کو زکوٰۃ دیتے وقت غالب گمان یہ ہے کہ وہ مستحق ہے، تو دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، پھر بھی احتیاط یہ ہے کہ دینے سے پہلے اچھی طرح تحقیق کر لی جائے۔

دفع بتحر لمن يظنه مصرفاً فبان أنه عبده أو مكاتبه، أو حربي، ولو مستأمنا أعادها، وإن بان غناه أو كونه ذميا أو أنه أبوه أو ابنه أو امرأته أو هاشمي لايعيد؛ لأنه أتى بما في وسعه حتى لو دفع بلا تحر لم يجز إن أخطأ. (درمختار) وفي الشامية: واعلم أن المدفوع إليه لو كان جالسًا في صف الفقراء يصنع صنعهم أو كان عليه زيهم أو سأله فأعطاه كانت هٰذه الأسباب بمنزلة التحري، وكذا في المبسوط حتى لو ظهر غناه لم يعد. (درمختار مع الشامي / باب المصرف ۳۰۲-۳۰۳/۲ زكريا، مراقي الفلاح / باب المصرف ۳۹۳ كراچي)

وإذا دفعها إليه وهو شاك ولم يتحر، أو تحرى ولم يظهر له أنه مصرف، أو غلب على ظنه أنه ليس بمصرف، فهو على الفساد، إلا إذا تبين أنه مصرف، هٰكذا في التبيين. (الفتاوىٰ الهندية ۱۹۰/۱، فتح القدير ۲۷۵/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

غیر مستحق کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی

سوال (۱۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جو صدقہ وزکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے، پھر بھی صدقہ وزکوٰۃ کا مال کھاتا ہے۔ تو کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ وہ شخص مستحق زکوٰۃ نہیں ہے، تو اسے زکوٰۃ دینے سے دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، ایسے شخص کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینی جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: ٢]

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي. (سنن الترمذي ١٤١/١ رقم: ٦٤٧)

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً أيّ مال كان. (الفتاوى الهندية ١٨٩/١، كذا في الدر المختار / باب المصرف ٢٩٥/٣ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ٢١٢/٣ زكريا)

مصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنىٰ شيء. (درمختار ٢٨٤/٣ زكريا، ٣٣٩/٢ كراچى)

ولا يجوز الزكاة إلا إذا قبض الفقير. (الفتاوى التاتارخانية ٢١٢/٣ رقم: ٤١٥٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۲۳ھ

آدمی زکوٰۃ لینے کا شرعاً حق دار کب نہیں رہتا؟

سوال (۱۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: اسلامی نقطہ نظر سے بتائیں کہ ایک شخص کب زکوٰۃ لینے کا حق دار نہیں ہوتا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو آدمی نصاب کے بقدر مال کا مالک ہو جائے، تو وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں رہتا۔

فإن كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتي درهم حرم عليه أخذ الصدقة. (شامي ٢٩٦/٣ زكريا)

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً أيّ مال كان. (الفتاوى الهندية ١٨٩/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صاحبِ نصاب کا بچی کی شادی کے لئے زکوٰۃ لینا

سوال (۱۹۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس اتنی رقم موجود ہے جس کی وجہ سے وہ صاحب نصاب زکوٰۃ ہے؛ لیکن بے روزگار ہے اگر وہ پوری رقم جس کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہے اس سے اپنی بچی کی شادی کرے تو اس کے لئے ساری رقم ختم ہو جائے گی اور ہاتھ خالی ہو جائے گا، تو اگر اسے زکوٰۃ کی رقم مل جائے تو اس سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ زکوٰۃ دہندگان اس کو نقد رقم بھی دے سکتے ہیں یا صرف سامان دینے کے حقدار ہوں گے، آیا یہ رقم جو شادی وغیرہ کے لئے دی جاتی ہے اس سے عام کھانا بھی کھلایا جا سکتا ہے؟ اس کھانے میں ہر عام خاص شرکت کرتے ہیں اس میں امیر غریب کی کوئی تخصیص ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص خود صاحبِ نصاب ہو اس کو اپنی بچی کی شادی کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینا قطعاً جائز نہیں ہے، اور ایسے شخص کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

Marfat.com

قال الله تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن عطاء بن يسار رضي الله عنه أن رسول الله عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني إلا لخمسة: لغاز في سبيل الله، أو لعامل عليها، أو لغارم. الحديث

(سنن أبو داؤد / باب من يجوز له أخذ الصدقة و هو غني ٢٣١/١ رقم: ١٦٣٥)

عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي. (سنن الترمذي ١٤١/١ رقم: ٦٤٧)

ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان. (درمختار مع الشامي ٢٩٥/٣ زكريا، كذا في الفتاوى التاتارخانية ٢٠٩/٣ رقم: ٤١٤٣ زكريا)

مصرف الزكاة والعشر هو الفقير، وهو من له أدنى شيء. (الدر المختار/ باب المصرف ٣٣٩/٢ كراچی)

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصابا، أي مال كان دنانير أو دراهم أو سوائم أو عروضها للتجارة أو لغير التجارة فاضلاً عن حاجته في جميع السنة. (الفتاوى الهندية ١٨٩/١)

ولا يجوز الزكاة إلا إذا قبضها الفقير. (الفتاوى التاتارخانية ٢١٢/٣ رقم: ٤١٥٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکرات والی شادی رچانے کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینا؟

سوال (۱۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مصارفِ زکوٰۃ تحریر کریں؟ ہمارے گھر میں جو مزدور قسم کے لوگ کام کرتے ہیں، ہم لوگ اپنی زکوٰۃ کی رقم ان لوگوں کو دیتے ہیں، بعض مرتبہ ان ہی کارندوں کے گھروں میں شادی بیاہ ہوتی

Marfat.com

ہے، ہم لوگ اپنی زکوٰۃ کی ایک خطیر رقم (چالیس پچاس ہزار ولاکھ روپئے تک) ان کو دیتے ہیں، زکوٰۃ لینے والا ان روپے کو لے کر شادی کی خرافات مثلاً ناچ، گانا، بجانا، باراتیوں کے استقبال میں خرچ کرنا اور نقدی (تلک) دینا اور دیگر لہو ولعب اور فضولیات میں بے دھڑک خرچ کرتا ہے، زکوٰۃ دینے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم لے کر شادی کی رسم ورواج میں خرچ کرے گا، اور زکوٰۃ دینے والا ان کو زکوٰۃ کی رقم اس لئے دیتا ہے کہ تعلقات ختم نہ ہوں، اور ہمارے یہاں سے کام کرنا چھوڑ نہ دے، تو کیا یہ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ کے خلاف نہیں ہے؟ اور خود اس مزکی کو ان تمام برائیوں کا بدلہ نہیں ملے گا؟ سوال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے مزکی کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اور کسی کو زکوٰۃ کی اتنی رقم دینا کہ جس سے وہ خود صاحب نصاب یا اس سے بہت زیادہ ہو جائے، کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جن شادیوں میں خرافات ہوتی ہوں، ان میں زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں، اگر وہ پہلے سے صاحب نصاب ہوں، تو زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور اگر وہ صاحبِ نصاب نہیں ہیں، پھر بھی ایسے فاسقوں کو زکوٰۃ دینے کی قطعاً اجازت نہیں، یہ گناہ پر تعاون ہے اور بیک وقت اتنی بڑی رقم دینا جس سے وہ صاحبِ نصاب ہو جائے، اتنا زیادہ زکوٰۃ دینے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: ٢]

عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي. (سنن الترمذي ١٤١/١ رقم: ٦٤٧)

مصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنىٰ شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة. (درمختار ٢٨٤/٣ زكريا)

ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان. (درمختار ٢٩٥/٣ زكريا)

Marfat.com

ويكـره أن يـدفع إلى واحد مائتي درهم فصاعداً وإن دفع جاز، وأن يغني بهـا إنساناً أحب إلي، معناه الإغناء عن السوال؛ لأن الإغناء مطلقاً مكروه. (هداية ۲۲٤/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۱/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کیلئے بقدر نصاب روپیہ جمع ہونے کے بعد زکوٰۃ کی رقم وصول کرنا؟

سوال (۱۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری یہاں عموماً غریب گھرانے کی لڑکی کی شادی عید کے بعد طے کرتے ہیں، اور رمضان میں بچی کی شادی کے نام پر چندہ جمع کرتے ہیں، شادی کا خرچہ تقریباً ۵۰/ ہزار روپیہ جب کہ یہ شخص ۱۵/ ہزار روپیہ جمع کرنے کے بعد نصابِ نامی کا مالک ہوگیا، اس کے بعد جن حضرات نے انہیں زکوٰۃ کا پیسہ دیا، ان کی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بقدر نصاب روپیہ جمع ہونے کے بعد مذکورہ شخص کو جن لوگوں نے زکوٰۃ دی ہے، ان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، نیز خود لینے والے شخص کے لئے بقدر نصاب روپیہ کے مالک ہونے کے بعد مزید زکوٰۃ کی رقم لینا جائز نہیں، اس پر لازم ہے کہ وہ یہ زائد رقم اصل مالکین کو لوٹا دے؛ تاکہ وہ مالکین اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرسکیں۔

قال الله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عـن عـطـاء بن يسار رضي الله عنه أن رسول الله عليه وسلم قال: لا تحل الـصدقة لغني إلا لخمسة: لغاز في سبيل الله، أو لعامل عليها، أو لغارم، أو لرجل اشتـراهـا بـمـالـه أو لـرجل كان له جار مسكين فتصدق على المسكين فأهداها المسكين للغني. (سنن أبوداؤد / باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غني ۲۳۱/۱ رقم: ١٦٣٥)

Marfat.com

دفع قوم زكاة أموالهم إلى رجل يقبضه لفقير واحد، فاجتمع عنده أكثر من مائتي درهم فكل من دفع قبل البلوغ إلى المائتين جاز لأكل من دفع بعده، إلا إذا كان الفقير مديونا. (بزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية ٤/ ٨٥)

مصرف الزكاة والعشر هو الفقير، وهو من له أدنى شيء. (الدر المختار / باب المصرف ٢/ ٣٣٩ كراچی)

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصابا، أي مال كان دنانير أو دراهم أو سوائم أو عروضها للتجارة أو لغير التجارة فاضلاً عن حاجته في جميع السنة. (الفتاوىٰ الهندية ١/ ١٨٩، كذا في الدر المختار مع شامي ٣/ ٢٩٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جو شخص بقدر نصاب سونے چاندی کا مالک ہو اُس کا یومیہ خرچ کے لئے زکوٰۃ لینا؟

سوال (۱۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی صاحب نصابِ نامی کا مالک ہو، زیورات وغیرہ کی وجہ سے اور وہ زکوٰۃ وصول کرتا ہے؛ اس لئے کہ اس کی روزانہ خرچہ کے بقدر کمائی نہیں، ایسے شخص کو زکوٰۃ لینا یا دینا کیسا ہے، کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص بقدر نصاب زیورات وغیرہ کا مالک ہو، اس کے لئے زکوٰۃ لینا بہرحال ناجائز ہے؟ علم کے باوجود اس کو زکوٰۃ دینے سے مالکین کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنهما عن النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم قال: لا تحل

Marfat.com

الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي. (سنن الترمذي ١٤١/١ رقم: ٦٤٧)

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصابا، أي مال كان دنانير أو دراهم أو سوائم أو عروضها للتجارة أو لغير التجارة فاضلاً عن حاجته في جميع السنة. (الفتاوىٰ الهندية ١٨٩/١)

مصرف الزكاة والعشر هو الفقير، وهو من له أدنى شيء. (الدر المختار/ باب المصرف ٣٣٩/٢ كراچی)

ولا يجوز الزكاة إلا إذا قبضها الفقير. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢١٢/٣ زكريا)

ولا إلى غني يملك قدر النصاب. (درمختار مع الشامي ٢٩٥/٣ زكريا، وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٠٩/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جو شخص ضرورتِ اَصلیہ سے زائد نصاب کا مالک نہ ہو، اسے زکوٰۃ دینا

سوال (۱۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے پاس اپنا ایک رہائشی مکان ہے، جس کی قیمت تقریباً ۵۰/ ہزار روپئے ہے، اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے، کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر دے دی تو ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ شخص ضرورتِ اصلیہ سے زائد نصاب کا مالک نہیں ہے اور سید بھی نہیں ہے تو اسے زکوٰۃ دینی درست ہے۔

مستفاد: وليس في دور السكنىٰ وثياب البدن زكاة؛ لأنها مشغولة

Marfat.com

بحاجته الأصلية وليست بنامية. (شامي ٢/٢٦٢ كراچی، ٣/١٧٨ زكريا)

المصرف هو فقير وهو من له أدنىٰ شيء إلىٰ دون نصاب أو قدر نصاب غير نام متفرق في الحاجة. (درمختار ٢/٢٣٩ كراچی، ٣/٢٨٣ زكريا)

ويجوز صرفها إلى من لايحل له السوال إذا لم يملك نصاباً. (الفتاوىٰ الهندية ١/١٨٩)

وتجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب، وإن كان صحيحًا مكتسباً. (الفتاوىٰ الهندية ١/١٨٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
١٥/١١/١٤٢١ھ

جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو، اسے زکوٰۃ دینا؟

سوال (١٩٦): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ساڑھے سات تولہ سونا (جس کی مالیت تقریباً ٢٥؍ ہزار روپئے ہوتی ہے) سے کم مالیت کے مالک مسلمان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی کے پاس صرف سونا ہو تو وہ ساڑھے سات تولہ سونے کا مالک ہونے کے بعد صاحبِ نصاب بنتا ہے؛ لیکن اگر اس کے پاس کچھ سونا اور کچھ چاندی یا روپیہ ہے تو پھر چاندی اور سونے کی قیمت لگائی جائے گی اور کل روپیہ اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو وہ صاحبِ نصاب اور غنی ہو جائے گا، اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

وتقيم قيمة العروض إلى الثمنين والذهب إلى الفضة قيمة. (نور الإيضاح على هامش الطحطاوي ٣٩٠)

المصرف هو الفقير وهو من يملك ما يبلغ نصاباً ولا قيمة. (نور الإيضاح ٣٢٢)

Marfat.com

ويـجـوز صـرفهـا إلى من لايحل له السؤال إذا لم يملك نصاباً. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۱۸۹)

وتـجـوز دفـعهـا إلى مـن يـملك أقـل مـن النصاب، وإن كان صحيحًا مكتسباً. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۱۸۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۱/۹ھ

جس شخص کی آمدنی اس کے لئے ناکافی ہو اس کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۱۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی شخص ایک ایکڑ زمین کا مالک ہے، جس کی قیمت تقریباً ایک لاکھ روپیہ ہے، جس کی دونوں فصلوں کی سالانہ آمد دس ہزار روپیہ ہے، یہ رقم اس کے اخراجات کے لئے ناکافی ہے، تو ایسے شخص کو زکوٰۃ یا فطرہ کی رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں، اور زکوٰۃ کے وجوب کے لئے جنگل کی زمین کی قیمت کا اعتبار ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجـواب وبـالله التوفيق: اس شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، کاشت کی زمین کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

وفيهـا سئل محمد عمن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثـلاثة آلاف، ولا تـكـفـي لنفقته ونفقة عياله سنة؟ يحل له أخذ الزكاة وإن كانت قيمتها تبلغ ألوفًا، وعليه الفتوىٰ. (شامي / باب المصرف ۲/ ۳٤۸، فتح القدير / باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز ۲/ ۲۷۸، البحر الرائق / باب المصرف ۲/ ۲٤٤ كوئته)

ولا فـي ...... دور السـكـنىٰ ونـحـوها (درمختار) أي كثياب للبدن الغير المحتاج إليها وكالحوانيت والعقارات. (درمختار مع الشامي / كتاب الزكاة ۳/ ۱۸۲ زكريا)

Marfat.com

ویجوز صرفها إلی من لا یحل له السوال إذا لم یملک نصاباً. (الفتاویٰ الهندیة ۱۸۹/۱)

وتجوز دفعها إلی من یملک أقل من النصاب، وإن کان صحیحًا مکتسباً. (الفتاویٰ الهندیة ۱۸۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۲/۴ھ

ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے مالک کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۱۹۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص پر زکوٰۃ کا ایک لاکھ یا پچاس ہزار روپیہ اکھٹا ہوگیا ہے، یا پھر ہندوستانی قانون کے مطابق وہ انکم ٹیکس کی زد میں آ گیا ہو، تو کیا وہ پھر بھی زکوٰۃ لینے کا حق دار ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ شخص جس کے پاس ڈیڑھ لاکھ روپیہ جمع ہے، وہ شرعاً مال دار ہے، اسے زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اس کے لئے زکوٰۃ لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن عطاء بن یسار أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني إلا لخمسة: لغاز في سبیل اللّٰہ، أو لعامل علیها، أو لغارم، أو لرجل اشتراها بماله، أو لرجل کان له جار مسکین فتصدق علی المسکین فأهداها المساکین للغني. (سنن أبي داؤد / باب من یجوز له الصدقة وهو غني ۲۳۱/۱ رقم: ١٤٣٥، سنن ابن ماجة / باب من تحل له الصدقة ۱۳۲/۱ رقم: ١٨٤١)

عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنهما عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لاتحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي. (سنن الترمذي ۱٤۱/۱ رقم: ٦٤٧)

Marfat.com

ولا إلى غني يملك قدر نصاب. (درمختار ۲۹۵/۳ زکریا)

ولا يعطي منها غنيًا. (الفتاوی التاتارخانیة ۲۰۹/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کے پاس چھ لاکھ روپئے کا ذاتی مکان ہو اس کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۱۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد کے امام صاحب کے پاس چھ سات لاکھ روپیوں کا اپنا مملوکہ مکان ہے، اور وہ کرایہ پر دیا ہے، اور وہ صاحب خود مسجد کے مکان میں رہتے ہیں، تو مذکورہ امام صاحب کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ آج تک لوگ ان کو زکوٰۃ دیتے ہیں، تو ان کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

ایک مؤذن صاحب ہیں ان کے پاس بھی پانچ لاکھ روپیوں کا مکان ہے جس میں وہ رہتے ہیں، اور ان کی اس کے علاوہ کوئی آمدنی نہیں ہے، لوگ ان کو بھی زکوٰۃ دیتے ہیں، تو لوگوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مملوکہ مکان مال نامی میں شامل نہیں ہے؛ اس لئے محض مذکورہ مکان کے مالک ہونے کی بنا پر امام یا مؤذن صاحب کو مالک نصاب قرار نہیں دیا جاسکتا، اور یہ دیکھا جائے گا کہ ان کے پاس روپئے یا مال تجارت یا زیورات وغیرہ کی شکل میں نصاب کے بقدر مال ہے یا نہیں؟ اگر نصاب کے بقدر اس طرح کا مال موجود ہے تو ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور اگر وہ بقدر نصاب مال کے مالک نہیں ہیں، تو انہیں زکوٰۃ دینا درست ہے؛ لیکن خود ان کے لئے سوال کرنا درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۷۳/۹ ڈابھیل)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن قبيصة بن مخارق قال: تحملتُ حمالةً فأتيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه

Marfat.com

عليه وسلم أسأله فيها، فقال: "أقم حتى تأتينا الصدقة فنأمر لك بها"، ثم قال: يا قبيصة! إن المسئلة لا تحل إلا لأحد ثلاثة: رجل تحمّل حمالةً فحلّت له المسئلةُ حتى يصيبها ثم يمسكُ، ورجلٌ أصابته جائحةٌ احتاحت ماله فحلت له المسئلة حتى يصيب قوامًا من عيشٍ أو قال: سِدادًا من عيش، ورجلٌ أصابته فاقةٌ حتى يقومَ ثلاثةٌ من ذوي الحجى من قومه، لقد أصابت فلاناً فاقةٌ فحلت له المسئلة حتى يصيب قوامًا من عيشٍ، أو قال: سدادًا من عيشٍ، فما سواهن من المسئلة يا قبيصة سُحتٌ يأكلها صاحبها سُحتًا. (صحيح مسلم رقم: ١٠٤٤، بحواله: لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح ٣٠٠/٤ دار النوادر)

لا ينبغي للإنسان أن يسأل وعنده قوت يوم؛ لأن السوال لا يجوز من غير ضرورة، كذا في واقعات الناطفي ...... واتفق العلماء على النهي عن السوال من غير ضرورة، واختلفوا في أنه حرام أو حلال مع الكراهة. (لمعات التنقيح ٢٩٨/٤)

وتجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب، وإن كان صحيحًا مكتسباً. (الفتاویٰ الهندية ١٨٩/١)

والأولى أن يفسر الفقير بمن له مادون النصاب ...... يجوز دفع الزكاة إلى من يملك ما دون النصاب، أو قدر نصاب غير نام، وهو مستغرق في الحاجة. (البحر الرائق ٢٤٠/٢ کراچی)

لا بأس أن يعطي من الزكاة من له مسكن. (شامي ٢٦٩/٣ زكريا)

رجل له دار يسكنها يحل له الصدقة وإن لم يسكن الكل هو الصحيح كذا في الزاهدي. (الفتاویٰ الهندية ١٨٩/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۲/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

جس کا رہائشی مکان اس کے لیے ناکافی ہو اس کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے پاس صرف ایک کمرے کا مکان ہے جو اس کی ضرورتوں کے لئے ناکافی ہے، اور اس کی بیوی کے نام بھی ایک مکان ہے؛ لیکن وہ رہائش کے قابل نہیں ہے، صاحب مکان روز گار سے محروم ہے، کھانے پینے کی ضرورتیں پوری نہیں ہورہی ہیں، کیا ایسے شخص کو زکاۃ وصدقات کی رقم دی جاسکتی ہے؟ یا بیوی کا مکان بیچ کر اپنے اخراجات پورے کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رہائشی مکان ضرورت اصلیہ میں داخل ہے؛ لہٰذا اس کی قیمت کے اعتبار سے مالک مکان کو صاحبِ نصاب قرار نہیں دیا جائے گا۔ بریں بنا حسب تحریر سوال مذکورہ مالک مکان اگر واقعی مفلوک الحال ہو تو اس کے لئے بقدر ضرورت صدقہ خیرات لینے کی گنجائش ہے اور اس پر اپنی بیوی کا مکان بیچنا بھی ضروری نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

ويحل لمن له دور وحوانيت تساوي نصبًا، وهو محتاج لغلتها لنفقته ونفقة عياله. (البحر الرائق / باب المصرف ٢/ ٢٤٤ كراچی)

لابأس أن يعطى من الزكاة من له مسكن. (شامي ٣/ ٢٩٦ زكريا)

ويجوز دفع الزكاة إلى من يملك ما دون النصاب، أو قدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة. (البحر الرائق / باب لمصرف ٢/ ٤١٩ رشيدية) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۶/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

سفر حج پر جانے والی عورت کو سامان خریدنے کیلئے زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: ہماری ایک دینی بہن حج کو جارہی ہیں اور ان کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے کہ وہ اپنا کچھ ضرورت کا سامان خرید سکے اور وہ بیوہ ہیں، تو کیا ہم ان کو زکوٰۃ کا پیسہ دے سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ اس شخص کو دی جاتی ہے جو مستحق زکوٰۃ ہو، اور جو عورت حج کو جارہی ہے اور اس کے پاس سفر حج کا انتظام بھی ہے، وہ مستحق زکوٰۃ کیسے ہوسکتی ہے؟ اور ضرورت کا سامان سفر حج میں خرید کر لانا کوئی ضروری بھی نہیں، اس لئے ایسی عورت کی زکوٰۃ کے ذریعہ امداد نہ کی جائے، اگر آپ کی خوشی ہو تو زکوٰۃ کے علاوہ رقم اسے بطور ہدیہ دے دیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۶۶/۹ ڈابھیل)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنهما عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني، ولا ذي مرة سوي. (سنن الترمذي / باب ما جاء من لا تحل له الصدقة ١٤١/١ رقم: ٦٤٧)

وأما الذي يرجع إلى المؤدي إليه فأنواع: منها: أن يكون فقيرًا فلا يجوز صرف الزكاة إلى الغني إلا أن يكون عاملاً عليها لقوله تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ جعل اللّٰہ تعالیٰ الصدقات للأصناف المذكورين بحرف اللام، وأنه للاختصاص، فلو جاز صرفها إلى غيرهم لبطل الاختصاص، وهذا لا يجوز. (بدائع الصنائع ١٥٠/٢ نعيمية ديوبند، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية ٢٠٩/٣ زكريا)

ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان. (درمختار مع الشامي ٢٩٥/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۹/۱۱/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تبلیغی اجتماعات میں زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا

سوال (۲۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: آج کل جیسا کہ تبلیغی اجتماع عورتوں اور مردوں کا ہوتا رہتا ہے، اور لوگ اس میں کھانے پینے کا انتظام زکوٰۃ کے پیسے سے کرتے ہیں، اور اس لائن کی دوسری ضرورتوں میں بھی اس پیسہ کو لگاتے ہیں، کیا اس طرح کرنے سے زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ کی ادائیگی ہوجائے گی یا نہیں؟ اور استعمال کرنے والے کے لئے یہ جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی صحت کے لئے تملیک ضروری ہے، جو سوال میں مذکور صورتوں میں نہیں پائی جاتی؛ لہٰذا اس طرح زکوٰۃ کی ادائیگی درست نہیں ہے، جو رقم ان مصارف میں خرچ ہوئی ہے وہ تبرع ہوگی، زکوٰۃ کا فریضہ ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ عالمگیری ۱/۱۸۸)

الزكاة يجب فيها تمليك المال؛ لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ: ﴿وَاٰتُوا الزَّكَاةَ﴾ يقتضي التمليك. (البحر الرائق ۲/۲۰۱ کوئٹہ)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحةً. (درمختار ۳/۲۹۱ زکریا)

لا يجوز الزكاة إلا إذا قبضها الفقير أو قبضها من يجوز القبض له لولايته عليه. (المحيط البرهاني ۳/۲۱٤)

ولا يجوز الزكاة إلا بقبض الفقراء أو بقبض من يكون قبضه قبضاً لهم.

(الفتاویٰ التاتارخانية ۳/۲۰٦ رقم: ٤۱۳٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم اسٹیشنری اور مہمانوں پر خرچ کرنا؟

سوال (۲۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عموماً مدرسہ کے فنڈ میں زکاتی رقم زیادہ ہوتی ہے، اور مدرسہ میں باہر سے مالدار مہمانوں کی

Marfat.com

آمدورفت بھی لگی رہتی ہے، آیا مدرسہ کے فنڈ سے ان پر صرفہ کرنا جائز ہے یا نہیں، جب کہ وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہیں، اور حیلہ تملیک مجبوری کی درج کی چیز ہے۔ الضرورات تتقدر بقدر الضرورة کا تقاضہ ہے کہ ہر مہمان پر جائز نہیں ہونا چاہئے؛ کیوں کہ اس پر ضرورت کی تعریف صادق نہیں آرہی ہے، اسی طرح اسٹیشنری کا سامان غریبوں کو نہیں پہنچتا، امیروں کو پہنچتا ہے، جب کہ وہ بھی اس رقم سے چھپتا ہے، کیا امیروں کو اس کا دینا جائز یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زکوٰۃ کی رقم مہمانوں اور اسٹیشنری پر خرچ کرنی جائز نہیں ہے، اس مصرف میں صرف مدرسہ کی امدادی رقومات خرچ ہونی چاہئیں، جو اہل مدرسہ اس بارے میں احتیاط نہیں کرتے وہ عند اللہ مسئول ہوں گے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/۷۷)

الزكاة يجب فيها تمليك المال؛ لأن الإيتاء في قوله تعالى: ﴿وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ يقتضي التمليك. (البحر الرائق ۲/۲۰۱ كوئٹه)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحةً. (درمختار ۳/۲۹۱ زكريا)

لا يجوز الزكاة إلا إذا قبضها الفقير أو قبضها من يجوز القبض له لولايته عليه. (المحيط البرهاني ۳/۲۱٤)

ولا تجوز الزكاة إلا إذا قبضه الفقير...... لأن التمليك لا يتم بدون القبض. (الفتاوى الولوالجية، كتاب الزكاة ۱/۱۷۹ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يجوز الزكاة إلا بقبض الفقراء أو بقبض من يكون قبضه قبضاً لهم. (الفتاوى التاتارخانية ۳/۲۰٦ رقم: ٤۱۳٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۴/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم سے افطاری اور سحری کرانا؟

سوال (۴۰۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: زکوٰۃ کی رقم سے کسی کو افطار بھیج سکتے ہیں، یا نہیں اسی طرح سحری بھی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی مستحق زکوٰۃ شخص کو زکوٰۃ کی رقم سے افطار اور سحری کی چیزیں بھیجنا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۲۸۴/۶)

فلو أطعم يتيما ناوياً الزكاة يجزيه إلا إذا دفع إليه المطعوم؛ لأنه بالدفع إليه بنية الزكاة يملكه فيصير آكلاً من ملكه. (شامي ۱۷۱/۳ زكريا)

وأما الإطعام إن دفع الطعام إليه بيده يجوز أيضاً. وإن كان لم يدفع إليه ويأكل اليتيم لم يجز لإنعدام الركن وهو التمليك. (البحر الرائق ۲۰۱/۲ كذا في البدائع الصنائع ۱٤۳/۲)

وأخرج بالتمليك الإباحة فلا تكفي فيها فلو أطعم يتيماً ناوياً به الزكاة لا تجزيه إلا إذا دفع إليه المطعوم. (طحطاوي ۳۸۹ كراچي، مجمع الأنهر ۱۹۲/۱ بيروت، الفتاوى الولوالجية ۱۷۸/۱، الفتاوى التاتارخانية ۲۱٤/۳ رقم: ۳۱۵۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۲۷ھ۱۴

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم سے تحفہ بھیجنا؟

سوال (۲۰۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کی رقم سے تحفہ بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟ تحفہ میں جیسے کپڑے یا کوئی سامان وغیرہ یا یہ دیکھا جائے کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جس کو زکوٰۃ کی رقم سے تحفہ دیا جارہا ہے، وہ زکوٰۃ کی رقم کا مستحق ہے، یا نہیں اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہے، تو اس کو زکوٰۃ کی رقم سے تحفہ

Marfat.com

دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ورنہ ادا نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم ۶/۲۹۶)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

ولا يشترط علم الفقير أنها زكاة على الأصح، حتى لو أعطاه شيئاً وسماه هبة أو قرضاً ونوى به الزكاة صحت. (مراقي الفلاح ٣٩٠، الفتاوى الهندية ١/١٧١، مجمع الأنهر ١/١٩٦ بيروت، البحر الرائق ٢/٣٧٠)

مصرف الزكاة: هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب. (درمختار مع الشامي ٣/٢٨٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہٗ ۱/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم سے دفاعی سامان خریدنا؟

سوال (۲۰۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کی رقم سے دفاعی ساز وسامان کی خریداری کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم سے اپنے لئے دفاعی ساز وسامان نہیں خرید سکتے، ہاں کسی فقیر کو زکوٰۃ دے دیں پھر وہ انہیں خرید لے، یا خرید کر زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو دے دیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؛ اس لئے کہ اس طرح تملیک کا تحقق ہو جائے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتحل الصدقة لغني إلا في سبيل الله، أو ابن السبيل أو جار فقير يتصدق عليه فيهدي لك أو يدعوك. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة ١/٢٣١ رقم: ١٦٣٧)

مصرف الزكاة: هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب. (درمختار مع الشامي ٣/٢٨٣ زكريا)

Marfat.com

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة. (درمختار ٢/٣٤٤)

وأما الرجل الذي له جار مسكين فتصدق على المسكين، فأهداها المسكين إلى غني فإنما يحل له؛ لأنه ملكه بالهدية. [الظهيرية: الدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير] وفي الخلاصة: وعند الشافعي الغارم من يتحمّل غرامة في إصلاح ذات البين لإطفاء نائرة بين القبيلتين. (الفتاوى التاتارخانية ٣/٢٠٣-٢٠٤ رقم: ٤١٣٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۹/۲۵ھ

زکوٰۃ کی رقم سے قبرستان کے لئے موٹر پمپ خریدنا

سوال (۲۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے قومی قبرستان میں نئی مٹی پڑی ہے اور پانی کی بھی سخت ضرورت ہے، اس لئے موٹر پمپ لگوانا چاہتے ہیں، جس کی سخت ضرورت ہے؛ لہٰذا اس مصرف کے لئے زکوٰۃ کا روپیہ لگ سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر اپنی مہر لگا کر دستخط شدہ فتویٰ عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم سے قبرستان کے لئے موٹر پمپ خریدنا درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس میں فقراء کی تملیک نہیں پائی جاتی۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر. (درمختار ٣/٢٩١ زكريا)

ولا تجوز الزكاة إلا إذا قبضه الفقير...... لأن التمليك لا يتم بدون القبض. (الفتاوى الولوالجية، كتاب الزكاة ١/١٧٩ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات. (الفتاوى الهندية ١/١٨٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۹/۱۹ھ

Marfat.com

زکوٰۃ کی رقم سے دارالافتاء کو کتابیں مہیا کرنا

سوال (۲۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسے دارالافتاء میں زکوٰۃ کے پیسہ سے کتابیں خرید کر دینا جس میں طلباء نہیں پڑھتے اور محض عوام کے مسائل حل کرنے کے لئے بنایا گیا ہو اور وہاں خود بھی استفادہ کرتا ہے، تو کیا زکوٰۃ کے پیسے سے ایسے دارالافتاء میں کتابیں خرید کردینا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقومات سے دارالافتاء کے لئے کتابیں خریدنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے؛ البتہ اگر کسی مستحق غریب کو زکوٰۃ کی رقم دی جائے اور وہ اپنی طرف سے بخوشی کتابیں خرید کر دارالافتاء میں جمع کردے، تو یہ جائز ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠]

ولا يصرف إلى بناء كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه. (درمختار مع الشامي ٣/ ٢٩١ زكريا)

الزكاة يجب فيها تمليك المال؛ لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ: ﴿وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ يقتضي التمليك. (البحر الرائق ٢/ ٢٠١ كوئته)

مصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب. (درمختار مع الشامي ٣/ ٢٨٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۶/۳/۲۲ھ

زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں، تسبیحات اور مسنون دعائیں خرید کر تقسیم کرنا؟

سوال (۲۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: زکوٰۃ کی رقم سے کیا کوئی رفاہی کام کیا جا سکتا ہے؟ جیسے کتابیں بٹوادی جائیں؟ مسنون دعائیں تقسیم کرادی جائیں؟ یا تسبیح وغیرہ مسجد میں رکھوادیں؟ تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی صحت کے لئے فقیر کو مالک بنانا لازم ہے، اور رفاہی مصارف میں صرف کرنے سے چوں کہ تملیک کی شرط نہیں پائی جاتی، اس لئے زکوٰۃ کی رقم سے رفاہی ضرورتوں کو پورا نہیں کیا جا سکتا؛ البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں خرید کر غریبوں کو بانٹی جائیں یا زکوٰۃ کی رقم سے خریدی گئی تسبیحیں فقراء کو مالکانہ طور پر دے دی جائیں، تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

أخرج عبد الرزاق عن الشعبي أن شريحاً ومسروقاً لا يجيزان الصدقة حتى يقبض. (المصنف لعبد الرزاق ۱۲۲/۹ رقم: ۱٦۵۹۱)

قال القدوري في كتابه: ولا يجوز الزكاة إلا إذا قبضها الفقير، أو قبضها من يجوز قبضها له لولايته عليه كالأب والوصي يقبضان للمجنون والصبي. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۱۲/۳ زكريا)

وفي تجنيس خواهر زاده: ولا يجوز إلا بقبض الفقراء، أو بقبض من يكون قبضه قبضا لهم. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۰٦/۳ زكريا)

واعلم أن التمليك شرط، قال تعالىٰ: ﴿وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ والإيتاء: الإعطاء، والإعطاء: التمليك، فلا بد فيها من قبض الفقير أو نائبه ...... لأن التمليك لا يتم بدون القبض. (الاختيار لتعليل المختار / باب مصارف الزكاة ۱۲۱/۱ المكتبة الشاملة)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحةً لا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات، وإصلاح الطرقات، وكل ما لا تمليك فيه. (شامي ۲۹۱/۳ زكريا)

الزكاة لا تتأدى إلا بتمليك عين متقومة، حتى لو أسكن الفقير داره سنة بنية الزكاة لا يجزيه؛ لأن المنفعة ليست بعين متقومة. (البحر الرائق / كتاب الزكاة

Marfat.com

۲۱۷/۲ المکتبة الشاملة، أحسن الفتاوی ۲۹۲/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۸/۱۱/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خدمت کے عوض میں زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۱۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خانقاہ میں طالب علم سے ایک مہینہ خدمت لے کر ان کو زکوٰۃ کے روپے سے ہدیہ دینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خدمت کے عوض میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں، مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم بلاعوض دینی چاہئے۔

ولا يعطي أجر الجزار إلى آخره. (هداية ٤٥٠/٤ مكتبه بلال ديوبند، البحر الرائق ١٧٨/٨ كراچی)

ولو دفعها المعلم لخليفته إن كان بحيث يعمل لو لم يعطه صح وإلا (وتحته في الشامية) قوله: إلا لا، أي لأن المدفوع يكون بمنزلة العوض. (شامي ٣٥٦/٢ كراچی)

سئل عن معلم له خليفة في المكتب يعلم الصبيان ويحفظهم ويكتب ألواحهم ولم يستأجره بشئ معلوم، وما اشترط شيئا والمعلم يعطيه في الأحايين دراهم بنية الزكاة هل يجوز عن الزكاة؟ قال: نعم: إلا أن يكون بحيث لو لم يعطه لم يعمل له ذلك في مكتبه. (الفتاوى التاتارخانية / كتاب الزكاة ٢٠٩/٢-٢١٠ قديم، مسائل بهشتی زیور ٣٢٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۷/۳/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

زکوٰۃ کی رقم رشوت میں استعمال کرنا؟

سوال (۲۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر اپنا حق وصول کرنے کے لئے رشوت دینا ناگزیر ہوجائے، تو کیا زکوٰۃ کی رقم اس مد میں استعمال کی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (بلاعذر) رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے، اورزکوٰۃ کی رقم کو رشوت میں استعمال کرنا تو مزید گناہ کی بات ہے۔

عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الراشي والمرتشي. (سنن الترمذي ٢٤٨/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۷/۹/۱۸ھ

رشتہ داروں میں سے کس کس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

سوال (۲۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم اپنے رشتے داروں میں سے کس کو زکوٰۃ کے پیسے دے سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنے آباء، اجداد، لڑکے، پوتے، پرپوتے اور بیوی کے علاوہ بقیہ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، جب کہ وہ محتاج ہوں۔

عن أم كلثوم بن عقبة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أفضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح. (شعبة الإيمان للبيهقي ٢٣٩/٣)

ولا يصح دفعها لكافر ...... وأصل المزكي وفرعه وزوجته. (مراقی الفلاح)

وقال الطحطاوي: ومن سوى ما ذكر يجوز الدفع إليهم كالإخوة والأخوات

Marfat.com

والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء؛ بل هم أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة. (طحطاوي على مراقي الفلاح ۳۹۳/۱، كذا في الفتاوى الهندية ۱۹۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۹/۱ھ

مال دار شخص کا اپنے طالب علم بیٹے کو زکوٰۃ اور چرم قربانی کی رقم دینا؟

سوال (۲۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی آدمی مال دار ہو اور اس کے اوپر حج وزکوٰۃ وغیرہ فرض ہو چکا ہو اور اس کا بالغ لڑکا مدرسہ میں پڑھتا ہو تو اس کے لڑکے کے لئے اپنے والد صاحب کا زکوٰۃ یا قربانی کے چمڑے کا پیسہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: طالب علم کا اپنے والد سے زکوٰۃ یا چمڑے کا پیسہ اپنے لئے وصول کرنا اور والد کو اس کو اپنی زکوٰۃ وغیرہ دینا شرعاً جائز نہیں ہے، اگر والد نے اپنے بیٹے کو اپنی زکوٰۃ دی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه: ليس لوالد حق في صدقة مفروضة، ومن كان له ولد أو والد فلم يصله فهو عاق. (السنن الكبرى للبيهقي ۱۳۰/۱۰ رقم: ۱۳۵۰۹)

عن ابن عباس رضي الله عنهما يقول: لا بأس بأن تضع زكاتك في موضعها، إذا لم تعط منها أحدًا تعوله أنت فلا بأس به. (المصنف لعبد الرزاق ۱۱۲/٤ رقم: ۷۱٦۳ بيروت)

ولا يدفع المزكي زكاته إلى أبيه وجده وإن علا، ولا إلى ولده وإن سفل.

(البحر الرائق ۲٤۳/۲، الفتاوى الهندية ۱۸۸/۱، الجوهرة النيرة ۱۳۱/۱، شامي ۲۹٤/۳ زكريا)

ولا يعطي من الزكاة والدًا وإن علا، ولا ولدًا وإن سفل من قبل الذكور

Marfat.com

والإناث، ولا يعطي الرجل زكاته ولده الذي نفاه. (الفتاوى التاتارخانية ٣/٦ ٢٠ رقم: ٤١٣٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۵/۱۱/۱۴۲۱ھ

مال دار بیوی کا غریب شوہر یا اس کی اولاد کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کے پاس نصاب سے زیادہ زیور ہے؛ لیکن وہ اس کی ملکیت ہے، شوہر کا دیا ہوا نہیں ہے؛ بلکہ میکہ کا ہے، اور اس کا شوہر نہایت ہی غریب ہے، اس کی آمدنی کا بھی ذریعہ نہیں ہے، تو ایسے آدمی کو اور اس کی اولاد کو زکوٰۃ صدقہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ایسی عورت اپنے شوہر کو یا اس کی اولاد کو زکوٰۃ وصدقہ دے سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے شخص کو اور اس کی اولاد کو دوسرے لوگ زکوٰۃ وصدقہ دے سکتے ہیں؛ البتہ عورت اپنے شوہر اور اپنی اولاد کو صدقہ وزکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

عن أبي بكر قال: سمعت وكيعًا يذكر عن سفيان أنه قال: لا يعطيها من يجبر على نفقته. (المصنف لابن أبي شيبة ٦/٥٤٦ رقم: ١٠٦٤٤ دار الكتب العلمية بيروت)

قوله: وزوجته وزوجها أي لايجوز الدفع لزوجته ولا دفع المرأة لزوجها لما قدمنا من عدم قطع المنفعة عنه من كل وجه. (البحر الرائق / باب المصرف ٢/٢٤٤ كراچی)

ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من ذلك وإن كان صحيحاً مكتسباً؛ لأنه فقير، والفقراء هم المصارف. (هداية ١/٢٠٧)

ولا يدفع المزكي زكاة ماله – إلى قوله – ولده وولد ولده وإن سفل، وكذا لا تدفع المرأة إلى زوجها عند أبي حنيفة. (هداية ١/٢٠٦)

Marfat.com

وكذا لزوجته وزوجها. (شامي / مطلب في أحكام السعتوه ۱۷۳/۳ زكريا)

ولا يعطي زوجته بلا خلاف بين أصحابنا وكذا لا تعطي المرأة زوجها عند أبي حنيفة رحمه الله عليه. (الفتاوى التاتارخانية ۲۰۷/۳ رقم: ٤١٣٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۳/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کا پیسہ بہن، بھائی، بیوی، شوہر وغیرہ کو دینا؟

سوال (۲۱۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کا پیسہ بہن کو یا بہن بھائی کو دے سکتی ہے یا دادا دادی کو ہم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کسی کی بیوی مال دار ہے اور شوہر بہت غریب ہے تو بیوی شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟ یا دینی اجتماع کے لئے وہاں ضروریات کا سامان جیسے مولوی صاحب کے لئے کرسی یا بچھانے کی چٹائی وغیرہ زکوٰۃ کے پیسہ سے منگا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کا پیسہ بھائی بہن کو دے سکتے ہیں، دادا دادی کو دینا درست نہیں ہے، اسی طرح بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

ولا يدفع إلى أصله وإن علا وفرعه وإن سفل، كذا في الكافي، ولا يدفع إلى امرأته للاشتراك في المنافع ولا تدفع المرأة إلى زوجها عند أبي حنيفة رحمه الله تعالیٰ. (الفتاوى الهندية ۱۸۸/۱-۱۸۹)

ولا يعطي زوجته بلا خلاف بين أصحابنا وكذا لا تعطي المرأة زوجها عند أبي حنيفة رحمه الله عليه. (الفتاوى التاتارخانية ۲۰۷/۳ رقم: ٤١٣٨ زكريا)

ولا يجوز دفع الزكاة والعشر إلى الزوج ولا إلى الزوجة، ويجوز إلى الأخ والأخت والعم والخال. (الفتاوى السراجية / باب مواضع الزكاة ۳٥ دار لعلوم زكريا أفريقية)

Marfat.com

دینی اجتماع کی تیاری وغیرہ میں بھی زکوٰۃ کی رقم لگانی درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ وہاں تملیک نہیں پائی جاتی۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة. (الدر المختار مع الشامي ۲۶۳/۳ بیروت)

الزکاة یجب فیها تملیک المال؛ لأن الایتاء في قوله تعالی: ﴿وآتوا الزکاة﴾ یقتضي التملیک. (تبیین الحقائق ۱۱۸/۲، البحر الرائق ۲۰۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہمشیرہ کو زکوٰۃ دینا

سوال (۲۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا میں اپنی ہمشیرہ کو زکوٰۃ دے سکتا ہوں؟ اور کون رشتہ دار مستحق ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ہمشیرہ واقعۃً فقیر ہو اور سادات میں سے نہ ہو، تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے؛ البتہ دو طرح کے رشتہ داروں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، ایک تو ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، الی آخرہ وغیرہ، دوسرے لڑکا لڑکی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی الی آخرہ وغیرہ، اسی طرح شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی، ان کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال: لا بأس أن تجعل زکاتک في ذوي قرابتک ما لم یکونوا في عیالک. (المصنف لابن أبي شیبة ۵۴۳/۶ رقم: ۱۰۶۳۳)

ولا یدفع إلی أصله وإن علا، وفرعه وإن سفل. (الفتاوی الهندیة ۱۸۸/۱)

والأفضل في الزکاة والفطر والنذور الصرف أولا إلی الإخوة والأخوات، ثم إلی أولادهم، ثم إلی الأعمام والعمات، ثم إلی أولادهم، ثم إلی الأخوال والخالات، ثم إلی أولادهم الخ. (الفتاوی الهندیة ۱۹۰/۱)

Marfat.com

قالوا: الأفضل صرف الصدقة إلى أخواته ذكوراً أو إناثاً. (مجمع الأنهر ۲۲٦/۱ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب بہن کو قرض کے عنوان سے بنیت زکوٰۃ رقم دینا

سوال (۲۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس زکوٰۃ کے پچاس ہزار روپئے ہیں، زید ان کی تملیک کرانا چاہتا ہے، جس کی یہ شکل اختیار کی ہے کہ زید کی بہن غریب ہے، اس نے زید سے پچیس ہزار روپئے ادھار مانگے، زید نے پچیس ہزار روپئے دے دئے، مگر نیت یہ کی کہ میں زکوٰۃ دے رہا ہوں، زید کی بہن نے کچھ دنوں مزدوری کر کے زید کے پچیس ہزار روپئے واپس کر دئے، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس طرح تملیک صحیح ہوگئی؟ زکوٰۃ ادا ہوگئی؟ اور وہ پچیس ہزار روپئے جو زید کی بہن نے واپس کئے وہ کسی کی ملکیت کہلائیں گے؟ شرعاً جو حکم ہو واضح فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ نے اپنی غریب بہن کو پچیس ہزار روپئے قرض کے عنوان سے دئے؛ لیکن زکوٰۃ کی نیت کی، تو آپ کی زکوٰۃ ادا ہوگئی، اور مذکورہ بہن اس کی مالک بن گئی، اب آپ کے لئے وہ رقم واپس لینی جائز نہیں ہے، آپ پر لازم ہے کہ یہ رقم اسی بہن کو واپس کردیں، اور یہ کہہ دیں کہ میں نے تم کو یہ روپئے مالکانہ طور پر دئے تھے، قرض کے طور پر نہیں۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱۸۱/۲)

ولا يشترط علم الفقير أنها زكاة على الأصح حتى لو أعطاه شيئاً وسماه هبة أو قرضاً ونوى به الزكاة صحت. (طحطاوي على المراقي ص ۷۱۵ أشرفية)

وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أي للأداء (درمختار) وفي الشامي:

Marfat.com

قوله: نية أشار إلى أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة أو قرضاً في الأصح. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الزكاة ۱۸۷/۳ زكريا)

والأفضل إخوته وأخواته. (شامي ۳۰۴/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۲/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب بھائیوں کو زکوۃ دینا؟

سوال (۲۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: والد مرحوم کی بیوہ جوان کی تیسری بیوی ہیں، ان کے بچوں کو شادی وغیرہ کی مد میں اور بھی تمام اخراجات کے لئے زکوۃ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ان بھائیوں کو زکوۃ دینی درست ہے، بشرطیکہ وہ زکوۃ کے مستحق ہوں۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: لا بأس أن تجعل زكاتك في ذوي قرابتك ما لم يكونوا في عيالك. (المصنف لابن أبي شيبة ۵۴۳/٦ رقم: ۱۰٦۳۳)

والأفضل في الزكاة والفطر ...... أولاً إلى الإخوة والأخوات. (الفتاویٰ الهندية ۱۹۰/۱)

والأفضل إخوته وأخواته. (شامي زكريا ۳۰۴/۳)

رجل يعول أخته وأخاه ...... فأراد أن يعطيه الزكاة إن لم يكن فرض عليه القاضي نفقته جاز. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۲۰/۳ رقم: ۴۱۸۱ زكريا، البحر الرائق ۲۴۳/۲، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۱۲/۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱٦/۱۱/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

چچا، ماموں، خالہ وغیرہ کو زکوۃ دینا؟

سوال (۲۱۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا چچا ماموں، خالہ اور پھوپھی کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چچا، ماموں، خالہ اور پھوپھی وغیرہ کو زکوۃ دینا جائز ہے، اوران لوگوں کو زکوۃ دینے میں دو ثواب ملتے ہیں، صلہ رحمی کا اور اداءِ زکوۃ کا۔

عن سلمان ابن عامر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، و على ذي الرحم اثنتان: صدقة وصلة. (سنن النسائي / باب الصدقة على ذي قرابة ۱/۱۷۸ رقم: ۲۵۷۸، سنن الترمذي / باب ما جاء في الصدقة على ذي لقرابة ۱/۱٤۲ رقم: ٦٥۳، شعب الإيمان ۳/۲۳۸، المصنف ابن أبي شيبة ٦/٥٤٥)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه كان إذا بعث السعاة على الصدقات أمرهم بما أخذوا من الصدقات أن يجعل في ذوي قرابة من أحد منهم الأول فالأول، فإن لم يكن له قرابة، فالأولىٰ العشيرة، ثم لذوي الحاجة من الجيران وغيرهم. (المعجم الأوسط ٥/۱۲۸ رقم: ٦٨۰٥، مجمع الزوائد / باب تفرقة الصدقات ۳/۸۷)

ويبدأ في الصدقات بالأقارب ثم الموالي ثم الجيران، وذكر الزندويستي: الأفضل صرف الزكاتين يعني صدقة الفطر وزكاة المال إلى أحد هٰؤلاء السبعة الأول: إخوته الفقراء وأخواته ثم إلى أولادهم، ثم إلى أعمامه الفقراء، ثم إلى أخواله وخالته، ثم ذوي الأرحام الفقراء، ثم إلى جيرانه الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳/۲۰٥-۲۰٦ رقم: ٤۳٦۱ زكريا)

ولا إلى من بينهما ولاد، قيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة

Marfat.com

وللأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولیٰ لأنه صلة وصدقة. (شامي ٣٤٦/٢ كراچی، ٢٩٣/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۹/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب ساس کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے خسر صاحب کے انتقال کے بعد میری ساس صاحبہ نے مجھ کو اپنی اور اپنے بچوں کی چیز بطور امانت رکھنے کو دی تھی، وہ چیز دورانِ سفر میری اٹیچی سے گم ہوگئی، ساس کے پاس ابھی ۳ لڑکے اور ۳ لڑکیاں شادی کے لئے باقی ہیں۔ کیا میں زکوٰۃ کے روپیہ میں سے تھوڑی تھوڑی چیز بنوا کر ان کی مدد کرسکتا ہوں یا نہیں؟ اس مد میں زکوٰۃ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: صورتِ مسئولہ میں اگر آپ زکوٰۃ کی رقم سے اپنی غریب ساس کی مدد کریں گے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؛ لیکن یک بارگی اتنی رقم سے مدد نہ کریں کہ وہ مالکِ نصاب بن جائیں۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن أم كلثوم بن عقبة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أفضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح. (شعبة الإيمان للبيهقي ٢٣٩/٣)

ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من ذلك، وإن كان صحيحاً مكتسباً؛ لأنه فقير، والفقراء هم المصارف. (هداية ٢٠٧/١)

ويكره أن يدفع إلى رجل مائتي درهم فصاعداً وإن دفعه جاز، كذا في الهداية. (الفتاوىٰ الهندية ١٨٨/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۹/۱۱ھ

Marfat.com

خاص اپنی برادری کے لوگوں کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۲۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک برادری (جماعت) کے صاحبِ نصاب افراد نے اپنی زکوٰۃ اپنی قائم کردہ تنظیم میں جمع کردی۔ تنظیم زکوٰۃ کی اس رقم کو اپنی ہی برادری کے ایسے لوگوں کے لئے مخصوص کردیتی ہے جو مالی اعتبار سے پس ماندہ ہوں، خواہ اسی ملک میں رہنے والے ہوں جہاں زکوٰۃ نکالی گئی ہے، یا دوسرے ملکوں میں رہنے والے ہوں۔ کیا اس طرح زکوٰۃ کسی خاص برادری یا جماعت کے پس ماندہ لوگوں کے لئے مخصوص کی جاسکتی ہے؟ جب کہ ان ملکوں میں دوسری برادریوں کے مستحق لوگ بھی موجود ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ زکوٰۃ نکالنے والوں کا اپنی زکاۃ کو اپنی ہی برادری کے مستحق لوگوں کے لئے مخصوص کردینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ میں تمام ہی فقراء کا حق ہے خواہ وہ خاندانی ہوں یا غیر خاندانی؛ اس لئے کسی برادری کی زکوٰۃ کو کلی طور پر برادری کے لئے ہی مخصوص کرنا مقصدِ شریعت کے خلاف ہے؛ البتہ صلہ رحمی کی بنیاد پر قریبی رشتہ داروں کو ترجیح دی جاسکتی ہے؛ اس لئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ مستحق رشتہ دار کو زکوٰۃ دینے سے دہرا اجر ملتا ہے، ایک زکوٰۃ کا دوسرا صلہ رحمی کا، اور پوری برادری کا حکم قریبی رشتہ داری کے حکم میں نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر دور کی رشتہ داری کا لحاظ کیا جائے تو اس اعتبار سے تو سب ہی انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔

عن سليمان بن عامر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصدقة على المساكين صدقة، وهي على ذي الرحم ثنتان صدقة وصلة. (مشكوة المصابيح ١٧١)

عن زينب امرأة عبد الله قالت في حديث طويل: ...... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لهما أجران: أجر القرابة، وأجر الصدقة. (صحيح مسلم

Marfat.com

۳۲۳/۱، مشكوة المصابيح ۱۷۱)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله تعالى قد فرض عليهم زكاة تؤخذ من أموالهم وترد على فقرائهم.

(صحيح البخاري ۱۹٦/۱، صحيح مسلم ۳٦/۱، مشكوة المصابيح ۱۵۵/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

برادری کی زکوٰۃ برادری ہی پر خرچ کرنا؟

سوال (۲۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی قوم نے اپنی ایک جماعت بنائی ہے، وہ وہاں اپنی زکوٰۃ جمع کرتے ہیں، یعنی اکٹھا کرتے ہیں، پھر وہ زکوٰۃ صرف اپنی ہی قوم کو دیتے ہیں، جیسے پڑھائی کا خرچہ ہو، اسکول کا خرچہ ہو، یا کسی بیماری میں دینا ہو، تو وہ دوسری قوم کے لوگوں کو یہ کہہ کر لوٹا دیتے ہیں، یہ صرف ہماری برادری کے لئے ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلام میں کسی کی زکوٰۃ اس کے خاندان یا برادری کے لئے مخصوص نہیں ہے؛ بلکہ ہر مسلمان محتاج ضرورت مند مستحق زکوٰۃ کا اس میں حق ہوتا ہے، اس لئے زکوٰۃ کو برادری کی حدود میں منحصر کر دینا اور لاکھوں کروڑوں کی زکوٰۃ کی رقومات جمع کر کے ایک ہی برادری کی ترقی پر خرچ کرنا اسلامی نظام زکوٰۃ کی روح کے خلاف ہے، اس طریقہ کو چھوڑ کر ضرورت اور استحقاق کو سامنے رکھتے ہوئے بلا کسی تخصیص کے وسعت ظرفی کے ساتھ مستحقین پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنی چاہئے؛ تاہم اگر کوئی برادری اپنی زکوٰۃ جمع کر کے برادری کے نادار اور محتاج لوگوں پر خرچ کرے تو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، بشرطیکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی تمام شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔

Marfat.com

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بعث معاذاً إلى اليمن، فقال: ادعهم إلى شهادة أن لا إله إلا اللّٰه وأني رسول اللّٰه – إلى قوله – فأعلمهم أن اللّٰه افترض عليهم صدقة في أموالهم تؤخذ من أغنيائهم وترد على فقرائهم. (صحيح البخاري ١٨٧/١ رقم: ١٣٧٩)

ويكره نقل الزكاة من بلد إلى بلد ...... إلا أن ينقلها الإنسان إلى قربة أو إلى قوم هو أحوج من أهل بلده لما فيه من الصلة أو زيادة دفع الحاجة. (هداية ٢٠٨/١)

هي تمليك ...... جزء مال ...... عينه الشارع من مسلم فقير ...... غير هاشمي ولا مولاه ...... مع قطع المنفعة عن الملك من كل وجه فلا يدفع لأصله وفرعه، للّٰه تعالىٰ. وفي الشامية: وكذا لزوجته ولزوجها. (درمختار مع الشامي ١٧٠/٣-١٧٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم سے اولاد کو تعلیم دینا؟

سوال (۲۲۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے غریب ہونے کی وجہ سے اپنی اولاد کو زکوٰۃ وصدقہ فطر مانگ کر پڑھایا، تو اب میرے دل میں کھٹکا پیدا ہوا کہ میرے لئے فطرہ وغیرہ مانگ کر پڑھانا درست ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اب کیا صورت اختیار کی جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو آدمی غریب اور مستحق زکوٰۃ ہو، اس کے لئے زکوٰۃ یا

Marfat.com

صدقہ فطر وصول کرنا اور اس سے اپنے بچوں کی تعلیم کا نظم کرنا درست ہے؛ لہٰذا اگر آپ واقعی غریب تھے، تو آپ نے فطرہ وغیرہ کی رقم لے کر بچوں کو پڑھانے میں کوئی غلط عمل نہیں کیا، اس لئے آپ کو مطمئن رہنا چاہئے، اب کسی تلافی کی ضرورت نہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبۃ: ٦٠]

والحنفية على أنه إن لم يكن له نصاب حلت له الصدقة. (إعلاء السنن ٧٧/٩ كراچی)

المعتبر جواز أخذها لمن ملك أقل من النصاب كما يجوز دفعها؛ لكن عدم الأخذ أولىٰ لمن له السداد من عيش. (مجمع الأنهر ٣٢٥/١)

لو سأل للكسوة أو لاشتغاله عن الكسب بالجهاد أو طالب العلم جاز، وفي الشامية: أشار إلى أن له السوال وإن كان مكتسباً – إلى قوله – وينبغي أن يلحق به: أي بالغازي طالب العلم لاشتغاله عن الكسب بالعلم؛ ولهذا قالوا: إن نفقته على أبيه وإن كان صحيحاً مكتسباً كما لو كان زمناً. (شامي ٣٠٢/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈاکٹری پڑھنے والی بچی پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا؟

سوال (۲۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری بھتیجی جو ڈاکٹری پڑھ رہی ہے، اور میرے بھائی پر اس کا خرچہ بوجھ بن جاتا ہے، میری حالت اس کے اعتبار سے زیادہ ہے، وہ بھتیجی بالغہ ہے اور اس کی ذاتی ملکیت کچھ نہیں ہے، کیا اس بھتیجی کو زکوٰۃ کے پیسہ سے امداد کرسکتا ہوں، جب کہ بھائی نصاب غیر نامی کا مالک ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی بالغہ بھتیجی کے پاس اگر اپنا ذاتی بقدر نصاب مال نہیں ہے، تو اس پر زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا فی نفسہ درست ہے؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ عصری تعلیم

Marfat.com

کے بجائے دینی تعلیمی شعبوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے۔

وكذا إلى البنت الكبيرة إذا كان أبوها غنيا؛ لأن قدر النفقة لا يغنيها، وبغني الأب والزوج لا تعد غنية. (الفتاوى الهندية ١٨٩/١، الفتاوى التاتارخانية ٢١٠/٣ رقم: ٤١٤٦ زكريا)

يجوز دفع الزكاة لطالب العلم وإن كان له نفقة أربعين سنة. (شامي ٢٨٥/٣ زكريا)

ويجوز صرفها إلى من لايحل له السوال إذا لم يملك نصاباً. (الفتاوى الهندية ١٨٩/١)

وتجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحًا مكتسباً. (الفتاوى الهندية ١٨٩/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۲/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ سے بچی کی فیس ادا کرنا؟

سوال (۲۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک غریب آدمی ہوں اپنی بچی کو تعلیم نہیں دلا سکتا، وہ اسکول میں پڑھنا چاہتی ہے، کیا میں اس کی فیس کسی سے زکوٰۃ لے کر ادا کر سکتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بچی ایسے اسکول میں تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہے جہاں پردے کا مکمل اہتمام ہو اور دینیات بھی لازمی مضمون میں شامل ہو، اور اس کا گھر سے اسکول آنا جانا بھی مکمل پردے کے ساتھ ہو اور تعلیم کا مقصد بھی درست ہو کہ اس کے ذریعہ سے اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کی نیت ہو، تو ایسی تعلیم کے لئے لاچار اور غریب شخص زکوٰۃ لے کر فیس ادا کر سکتا ہے؛ لیکن اگر بے پردے کے ساتھ یا مخلوط تعلیم یا ہندوؤں اور عیسائیوں کے اسکولوں میں بددینی کے ماحول کے ساتھ تعلیم دی جارہی ہو، تو ایسی تعلیم سرے سے ناجائز ہے، اس کے لئے

Marfat.com

زکوۃ یا غیر زکوۃ کسی طرح کا پیسہ خرچ کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ مومن کے لئے سب سے بڑی چیز اس کا دین وایمان ہے، اگر تعلیم کے بہانے سے اس کے دین وایمان پر آنچ آئے تو ایسی تعلیم سے جہالت ہی بہتر ہے۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۱/۲۱۵، فتاویٰ محمودیہ ۳/۳۸۴ جدید)

عن الشفاء بنت عبد الله رضي الله عنها قالت: دخل علي النبي صلى الله عليه وسلم وأنا عند حفصة، فقال: ألا! تعلمين هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة. (سنن أبي داؤد ۲/۵٤۲)

فيه دليل على جواز تعلم النساء الكتابة، وأما حديث "لا تعلموهن الكتابة، فمحمول على من يخشى في تعليمها الفساد. (بذل المجهود ۱۱/٦١٦ مطبوعه دار البشار الإسلامية بيروت)

عن أسامة بن زيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما تركت بعدي فتنة أضر على الرجال من النساء. (المعجم الأوسط للطبراني ۱/۱۷۱، رقم: ٥٦٤)

عن عبد الله رضي الله عنه قال: إنما النساء عورة، وإن المرأة لتخرج من بيتها، وما بها بأس، فيستشرف لها الشيطان فيقول: إنک لا تمر بأحد إلا أعجبته، الحديث. (المعجم الكبير للطبراني ۹/۲۹٤، رقم: ۹٤۸۰)

ويجوز صرفها إلى من لا يحل له السوال إذا لم يملك نصاباً. (الفتاویٰ الهندية ۱/۱۸۹)

ولو سأل ...... يطلب العلم جاز. (شامي ۳/۳۰٦ زكريا)

يجوز دفع الزكاة لطالب العلم وإن كان له نفقة أربعين سنة. (شامي ۳/۲۸٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

تعمیر، تنخواہ اور غریب بچوں کی فیس میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا؟

سوال (۲۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں دینی مکاتب ہیں، جن میں زکوٰۃ، چرم قربانی اور صدقۃ الفطر وصول کیا جاتا ہے، اور ان مکاتب میں بچوں سے فیس بھی وصول کی جاتی ہے، جن میں بہت سے بچے ایسے ہوتے ہیں جو فیس ادا نہیں کر سکتے، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ، چرم قربانی اور صدقۃ الفطر کی رقم مدارس کی عمارت، مدرسین کی تنخواہ اور بچوں کی فیس میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اگر بچوں کی فیس میں یہ رقم لگ سکتی ہے تو اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی رقم تعمیر وتنخواہ مدرسین کی مد میں خرچ نہیں کی جاسکتی، اس رقم سے نادار بچوں (جن کے والدین بھی غریب ہوں) کی فیس دی جاسکتی ہے، اس کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ پہلے وہ رقم بچوں کو یا ان کے اولیاء کو دے دی جائے، پھر وہ اپنے طور پر فیس جمع کرادیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

فلا يجوز صرفها إلى غيرهم من بناء مساجد وإصلاح طريق، أو كفن ميت؛ لأن اللّٰه تعالىٰ خصّهم بها بقوله: ﴿إِنَّمَا﴾ وهي للحصر تثبت المذكور وتنفي ما عداه. (الكافي في فقه الإمام أحمد / باب ذكر الأصناف التي تدفع الزكاة لهم ١/٢٣٤ الشاملة)

عن الثوري: الرجل لايعطي زكاة ماله ...... ولا بناء مسجد ولا شراء مصحف ولا يصح بها. (المصنف لعبد الرزاق / باب لمن الزكاة ٤/١١٣ رقم: ٧١٧٠)

إذ دفع الزكاة إلى الفقير لا يتم الدفع ما لم يقبضها، أو يقبضها للفقير من له ولاية عليه نحو الأب والوصي. (الفتاوى الهندية ١/١٩٠)

ويجوز صرفها إلى من لا يحل له السوال إذا لم يملك نصابا. (الفتاوى

Marfat.com

الهندية ۱/ ۱۸۹)

یجوز دفع الزکاۃ لطالب العلم وإن کان له نفقة أربعين سنة. (شامي ۳/ ۲۸۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۳ھ

زکوٰۃ کی رقم سے غریب لڑکے کا کتابیں خریدنا؟

سوال (۲۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کی رقم سے کوئی غریب لڑکا اپنی ذاتی کتاب خریدنا چاہتا ہے تو شرعی حیثیت سے جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم سے اگر کوئی اہل خیر مستحق طالب علم کو دینی کتابیں خرید کر دیدے تو یہ شرعاً درست ہے۔

اور اگر کسی نے طالب علم کو زکوٰۃ کی رقم دی تو طالب علم کے لئے اس رقم سے کتابیں خریدنا بھی درست ہے؛ لیکن اپنے والد سے زکوٰۃ لے کر کتابیں خریدنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/ ۲۱۵)

وجاز دفع القيمة في الزكاة وعشر وخراج وفطرة. (درمختار مع الشامي ۳/ ۲۱۱ زکریا)

مصرف الزكاة ...... هو فقير ...... وفي سبيل الله، وهو منقطع الغزاة، وقيل الحاج، وقيل طلبة العلم ...... ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة ...... فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك. (درمختار / باب المصرف ۳/ ۲۶۱ بيروت، ۲/ ۳۴۰-۳۴۴ کراچی)

Marfat.com

ولو سأل للكسوة لاشتغاله عن الكسب بالجهاد أو طلب العلم جاز لو محتاجًا. (شامي / باب المصرف ۲/ ۳۵۵ كراچی)

ولا يعطي من الزكاة والدًا وإن علا، ولا ولدًا وإن سفل من قبل الذكور والإناث. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳/ ۲۰۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۱۱/۱۴۲۱ھ

زکوٰۃ کی رقم سے شاگرد کے کپڑے بنانا؟

سوال (۲۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کے پیسوں سے شاگردوں کے کپڑے بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر شاگرد غریب اور مستحق زکوٰۃ ہوں اور سادات کے خاندان سے نہ ہوں تو زکوٰۃ کی رقم سے ان کے کپڑے بنانا درست ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

ولو سأل للكسوة أو لاشتغاله عن الكسب بالجهاد، أو طلب العلم جاز، ولو محتاجاً. (درمختار مع رد المحتار ۳/ ۳۰۶ زكريا)

مستفاد: إلا إذا دفع له الطعام كالكسوة إذا كان يعقل القبض وإلا فلا. (البحر الرائق ۲/ ۲٤٢ رشيدية)

كما لو كساه بشرط أن يعقل القبض. (شامي ۳/ ۱۷۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سیّدہ فقیرہ کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: سبھی لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ سید کو زکوٰۃ خیرات صدقہ، فطرو غیرہ نہیں دینا چاہئے، مگر صورت حال یہ ہے کہ ایک سید صاحب کی لڑکی کا رشتہ شیخ صاحب کے لڑکے سے ہوا اور شادی بھی ہوگئی، مگر کچھ دنوں کے بعد اس شیخ صاحب کے لڑکے کا انتقال ہوگیا، اور یہ بے چاری بیوہ ہوگئی اور اب بہت پریشان ہے، بے بس ہے اور لاچار ہے، تو ہم ایسی بے بس لاچار پریشان حال بیوہ کو جو کہ سیدہ ہے، اپنی خیرات، صدقہ فطر وغیرہ دے سکتے ہیں؟ جب کہ یہ بیوہ سیدہ خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سیدہ عورت کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے، اس کا تعاون صدقات نافلہ سے کرنا چاہئے، اگر ناگزیر صورت ہو تو حیلۂ تملیک کی گنجائش ہے، یعنی کسی غیر سیدہ فقیر کو زکوٰۃ دی جائے اور فقیر وہ رقم اپنی جانب سے سیدہ پر خرچ کردے۔ (امداد المفتیین ۴۶۵، امداد الفتاوی ۲/ ۲۷، فتاوی رحیمیہ ۸/ ۲۴۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في حديث طويل ...... إن الصدقة لا تنبغي لآل محمد إنما هي أوساخ الناس. (صحيح مسلم ٣٤٤/١ رقم: ١٠٨٢)

ولا إلى بني هاشم - إلى قوله - ثم ظاهر المذهب إطلاق المنع، قال الشامي: يعني سواء في ذلك كل الأزمان، وسواء في ذلك دفع بعضهم لبعض، ودفع غيره لهم. (الرد المحتار ٢٩٩/٣ زكريا)

ولا يدفع إلى بني هاشم وهم آل علي وآل عباس وآل جعفر وآل عقيل وآل الحارث بن عبد المطلب. (الفتاوى الهندية ١٨٩/١)

وجازت التطوعات من الصدقات وغلة الأوقاف لهم أي لبني هاشم. (الدر المختار مع الشامي ٣٠٠/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/ ۲/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

جس کی بیوی سید ہو اس کے بچوں کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی سید ہے، زید سید نہیں ہے، زید کا انتقال ہو چکا ہے، زید کی بیوی اور بچے حیات ہیں جو کہ صاحب نصاب نہیں ہیں، اور پریشان حال ہیں تو کیا زید کی سید بیوی سے بچے سید کہلا سکتے ہیں؟ اور زید کی سید بیوی سے جو بچے ہیں ان کو زکوٰۃ یا صدقہ دے سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعاً نسب باپ سے چلتا ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں جب کہ باپ غیر سید ہے، تو اس کی اولاد کو زکوٰۃ دینی درست ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم في حدیث طویل ...... إن الصدقة لا تنبغی لآل محمد إنما هي أوساخ الناس. (الصحیح للمسلم ۱/ ۳٤٤ رقم: ۱۰۸۲)

قال عبد المطلب: فانطلقت أنا والفضل حتی أتینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال لنا: إن هٰذه الصدقة إنما هي أوساخ الناس وأنها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد. (سنن النسائي / باب استعمال آل النبي غلی الصدقة رقم: ۲٦۰۵)

من کانت أمها علویة مثلاً وأبوها عجمي یکون العجمي کفوًا لها، وإن کان لها شرف ما لأن النسب للآباء، ولهٰذا جاز دفع الزکاة إلیها. (شامي، کتاب النکاح / باب الکفاءة ٤/ ۲۱۰ زکریا، ۳/ ۸۷ کراچی)

ولا یدفع إلی بني هاشم وهم آل علي وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بن عبد المطلب. (الفتاوی الهندیة ۱/ ۱۸۹)

(وبني هاشم وموالیهم) أي لا یجوز الدفع لهم لحدیث البخاري نحن أهل بیت لا تحل لنا الصدقة ولحدیث أبي داؤد مولی القوم من أنفسهم وأنا لا تحل لنا الصدقة أطلق في بني هاشم. (البحر الرائق ۲/ ۲٤٦ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۴/ ۹/ ۱۴۱۷ھ

Marfat.com

سید برادری سے تعلق رکھنے والے طالبِ علم کا زکوٰۃ لینا؟

سوال (۲۳۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید سید برادری سے تعلق رکھتا ہے، اور وطن سے دور کسی دینی مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتا ہے، کیا زید کے لئے زکوٰۃ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ زید کو اتنی استطاعت بھی نہیں کہ وہ اپنا پورا خرچ برداشت کر سکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سید کے لئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے، مسئولہ صورت میں زید کو چاہئے کہ وہ اہل مدرسہ کے سامنے اپنا سید ہونا اور غیر مستطیع ہونا ظاہر کر کے یہ درخواست کرے کہ اس کی امداد نفلی عطایا کی مد سے کی جائے، اور اہل مدرسہ کو چاہئے کہ وہ اس کی درخواست قبول کر کے نفلی عطایا کی رقم سے اس کی کفالت کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۵۵/۷)

ومنها: أن لا يكون من بني هاشم لما روي عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: يا معشر بني هاشم إن اللّٰه كره لكم غسالة الناس وعوضكم منها بخمس الخمس من الغنيمة.

وروي عنه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: إن الصدقة محرمة على بني هاشم.

وروي أنه رأى في الطريق تمرة فقال: لو لا أني أخاف أن تكون من الصدقة لأكلتها، ثم قال: إن اللّٰه حرم عليكم يا بني هاشم غُسالة أيدي الناس، والمعني ما أشار إليه أنها من غسالة الناس فيتمكن فيها لخبث فصان اللّٰه تعالىٰ بني هاشم عن ذلك تشريفًا لهم وإكراماً وتعظيما لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. (بدائع الصنائع ١٦٢/٢)

ولا يدفع إلى بني هاشم وهم آل علي وآل عباس وآل جعفر وآل عقيل وآل الحارث بن عبد المطلب. (الفتاوى الهندية ١٨٩/١)

Marfat.com

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في حديث طويل ...... إن الصدقة لا تنبغي لآل محمد إنما هي أوساخ الناس. (صحيح مسلم ٣٤٤/١ رقم: ١٠٨٢)

وجازت التطوعات من الصدقات وغلة الأوقاف لهم أي لبني هاشم. (الدر المختار مع الشامي ٣٠٠/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مجبوری اور لاچاری میں سادات کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے؟

سوال (۲۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مجبوری اور لاچاری کی حالت میں کیا سید اور سادات کے لئے زکوٰۃ وغیرہ لینے کی گنجائش ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سادات کو زکوٰۃ لینی کسی حال میں جائز نہیں ہے، اگر سادات ضرورت مند ہوں، تو ان کی مدد عطیات سے کرنی چاہئے۔

عن أبي جعفر قال: لا بأس بالصدقة من بني هاشم بعضهم على بعض.

(المصنف لابن أبي شيبة / باب ما رخص فيه من الصدقة عن بني هاشم ٦٢/٧ رقم: ١٠٣٨٠)

وقول العيني: والهاشمي يجوز له دفع زكاته لمثله صوابه لا يجوز.

(درمختار مع الشامي ٢٩٩/٣)

(قوله وبني هاشم ومواليهم) أي لا يجوز الدفع لهم لحديث البخاري: "نحن أهل بيت لا تحل لنا الصدقة" ولحديث أبي داؤد: مولى القوم من أنفسهم. (البحر الرائق ٢٤٦/٢، بدائع الصنائع ١٦٢/٢، والحديث عند أبي داؤد تحت رقم: ١٦٥٠)

أو هاشمي أي لا يجوز دفعها إلى بني هاشمي، لقوله عليه السلام: إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس، وإنها لا تحل لمحمد، ولا لآل محمد. رواه

Marfat.com

مسلم. وقال عليه السلام: نحن أهل بيت لا تحل لنا الصدقة. رواه البخاري. (تبيين الحقائق باب المصرف ۱/۳۰۳ إمداديه ملتان، بحواله: تعليقات فتاوىٰ محموديه ۱٤/۱۸۷ ميرٹھ، وكذا في الدر المختار على الشامي ۲/۲۵۸ كراچى، الفتاوىٰ التاتارخانية ۳/۲۱۳ زكريا، طحطاوي ۷۲۰ دار الكتاب)

ولا يدفع إلى بني هاشم وهم آل علي وآل عباس وآل جعفر وآل عقيل وآل الحارث بن عبد المطلب. (الفتاوى الهندية ۱/۱۸۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مدارس میں طلبہ کو دیا جانے والا وظیفہ طلبۂ سادات کو لینا درست ہے؟

سوال (۲۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دینی مدارس میں جو وظیفہ کے طور پر طالب علم کو پیسہ دیا جاتا ہے، کیا یہ پیسہ سادات طلبہ کے لئے لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کسی حیلہ کے ساتھ اور اگر جائز ہے تو کیا دلیل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سادات طلبہ کے لئے زکوٰۃ کی رقم سے وظیفہ لینا بالکل جائز نہیں ہے، مدرسہ والوں کو چاہئے کہ وہ ایسے طلبہ کے لئے صرف ہدیہ وغیرہ کی رقم سے وظیفہ کا انتظام کریں۔

ولا يدفع إلى هاشمي وهو ظاهر الرواية. (مجمع الأنهر ۱/۳۳۰ بيروت)

(وبني هاشم ومواليهم) أي لا يجوز الدفع لهم لحديث البخاري نحن أهل بيت لا تحل لنا الصدقة. (البحر الرائق ۲/۲٤٦ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اشاعتِ اسلام کی غرض سے غیر مسلموں میں زکوٰۃ تقسیم کرنا؟

سوال (۲۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کی رقم غیر مسلم انسانوں میں اشاعتِ اسلام کے لئے صرف کی جاسکتی ہے؟ ﴿وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ﴾ میں کیا حکم خداوندی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کے لئے زکوٰۃ کی رقومات کو صرف کرنا جائز نہیں ہے، اور قرآنِ کریم میں "مؤلفة القلوب" کے مصرف کا جو ذکر ہے، وہ دورِ صدیقی میں باجماع صحابہؓ ساقط ہو چکا ہے؛ البتہ جو غیر مسلم اسلام لے آئے اور وہ نادار فقیر ہو، تو ایسے نومسلم فقیر کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

وسكت عن ﴿الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ﴾ لسقوطهم: إما بزوال العلة، أو نسخ بقوله صلى الله عليه وسلم لمعاذ في آخر الأمر: خذ من أغنيائهم وردها في فقرائهم. (درمختار) قوله: لسقوطهم: أي في خلافة الصديق لما منعهم عمر رضي الله عنه، وانعقد عليه إجماع الصحابة ...... فلا تدفع إلى من كان من المؤلفة كافراً أو غنيا، وتدفع إلى من كان منهم مسلما فقيراً بوصف الفقر لا لكونه من المؤلفة. (درمختار مع الشامي / باب المصرف ۲۸۸/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلم غریب کو صدقہ دینا

سوال (۲۳۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ہمارے پڑوس میں یا بستی میں کوئی غیر مسلم بہت غریب پریشان ہو، تو کیا اس غیر مسلم کو صدقہ دیا جاسکتا ہے، جب کہ بستی کے مسلمانوں میں کوئی اتنا غریب نہ ہو؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غریب ونادار غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا تو جائز نہیں ہے؛ البتہ زکوٰۃ کے علاوہ دیگر اموال مثلاً نفلی صدقات، صدقۃ الفطر نذر وکفارہ وغیرہ کا مال، راجح قول کے مطابق غیر مسلم کو دینے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۳۶۱، فتاویٰ دار العلوم ۶/۲۰۴)

عن سعيد بن جبير رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تصدقوا إلا على أهل دينكم، فأنزل الله تعالىٰ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ﴾ – إلى قوله – ﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ﴾ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تصدقوا على أهل الأديان. (المصنف لابن أبي شيبة / باب ما قالوا في الصدقة في غير الإسلام ٦/٥١٣ رقم: ١٠٤٩٩)

عن إبراهيم بن مهاجر قال: سألت إبراهيم عن الصدقة على غير أهل الإسلام، فقال: أما الزكاة فلا، وأما إن شاء رجل أن يتصدق فلا بأس. (المصنف لابن أبي شيبة / ما قالوا في الصدقة يعطي منها أهل الذمة ٦/٥١٣ رقم: ١٠٤١٠)

عن إبراهيم قال: لا تعطهم من الزكاة وأعطهم من التطوع. (المصنف لابن أبي شيبة / ما قالوا في الصدقة يعطي منها أهل الذمة ٦/٥١٣ رقم: ١٠٤١١)

عن جابر بن زيد قال: لا تعط اليهودي والنصراني من الزكاة، ولا بأس أن تتصدق عليهم. (لمصنف لابن أبي شيبة / ما قالوا في لصدقة يعطي منها أهل الذمة ٦/٥١٣ رقم: ١٠٤١٣)

وفي الهندية: وأما أهل الذمة فلا يجوز صرف الزكاة إليهم بالإتفاق، ويجوز صرف صدقة التطوع إليهم بالإتفاق، واختلفوا في صدقة الفطر والنذور والكفارات: قال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله: يجوز إلا أن فقراء المسلمين أحب إلينا. (الفتاویٰ الهندية / الباب السابع في المصارف ١/١٨٨)

وفي الدر: ولا تدفع إلى ذمي لحديث معاذ رضي الله عنه وجاز دفع

Marfat.com

غیرها وغیر العشر والخراج إلیه، أي الذمي ولو واجباً، کنذر و کفارة وفطرة خلافاً للثاني، وبقوله: یفتی، وتحته في الشامیة: قلت: لکن کلام الهدایة وغیرها یفید ترجیح قولهما، وعلیه المتون. (درمختار مع الشامي ۳۰۱/۳ زکریا، ۳۵۱/۲ کراچی)

ولا یصح دفعها لکافر. (طحطاوي علی المراقي ۳۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۵/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہندو یا شیعہ غریب کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۳۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندو غریب کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں، یا شیعہ غریب کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ان دونوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۸۶/۱۴-۲۵۰/۷، احسن الفتاویٰ ۲۸۷/۴، فتاویٰ رحیمیہ ۱۵۹/۵)

عن إبراهیم قال: لا تعط المشرکین شیئًا من الزکاة. (المصنف لابن أبي شیبة / ما قالوا في الصدقة یعطي منها أهل الذمة ۵۱۳/۶ رقم: ۱۰۴۱۲)

عن الحسن قال: لا یعطي المشرکون من الزکاة ولا من شيء من الکفارات. (المصنف لابن أبي شیبة / ما قالوا في الصدقة یعطي منها أهل الذمة ۵۱۳/۶ رقم: ۱۰۴۱٤)

لا یجوز دفع الزکاة إلی ذمي. (تبیین الحقائق / باب المصرف ۳۰۰/۱)

ولا یصح دفعها لکافر، وقال في التنویر وشرحه: ولا تدفع لذمي. (طحطاوي علی المراقي الفلاح ۳۹۳)

وفي الهندیة: وأما أهل الذمة فلا یجوز صرف الزکاة إلیهم بالإتفاق. - (الفتاویٰ الهندیة / الباب السابع في المصارف ۱۸۸/۱)

Marfat.com

وفي الدر: ولا تدفع إلى ذمي لحديث معاذ رضي الله عنه، وجاز دفع غيرها. (درمختار ۳۰۱/۳ زکریا)

ويكره لمن عليه الزكاة أن يعطي فقيراً مائتي درهم أو أكثر، ولو أعطى جاز، وسقط عنه الزكاة في قول أصحابنا الثلاثة ...... ولنا: أنه إنما يصير غنيًا بعد ثبوت الملك له، فأما قبله فقد كان فقيراً فالصدقة لاقت كف الفقير فجازت، وهٰذا لأن الغنا يثبت بالملك والقبض شرط ثبوت الملك، فيقبض ثم يملك المقبوض ثم يصير غنيًا، ألا ترى أنه يُكره؛ لأن المنتفع به يصير هو الغني. (بدائع الصنائع ۱٦۰/۲ نعيمية ديوبند)

ولا يجوز أن يدفع الزكاة إلى ذمي. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۱۱/۳ رقم: ٤۱۳۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

زکوٰۃ کی رقم قرض میں دینا

زکوٰۃ کی رقم بطور قرض دینا؟

سوال (۲۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کی رقم بطور قرض دی جاسکتی ہے؟ اگر زید جو کہ ایک مدرسہ کا ناظم ہے، اپنی تجارت میں یہ رقم لگائے تو کیا یہ درست ہے، جب کہ اکثر مدارس والے اپنا کل روپیہ جس میں زکوٰۃ وفطرہ شامل ہوتا ہے، بینک میں رکھتے ہیں، اور بینک والے بھی یہ روپیہ تجارت ہی میں لگاتے ہیں، اگر یہی صورت زید خود اختیار کرے تو کیا یہ درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدرسہ کا ناظم مدرسہ کی رقومات کا امین ہے، اسے اس امانت (زکوٰۃ وغیرہ) میں تصرف کرتے ہوئے اسے بطور قرض دینا یا تجارت میں لگانا جائز نہیں، بینک والے کیا کرتے ہیں، اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں اور زید ناظم مدرسہ اپنی تحویل میں امانت کا خود مسئول ہے، اس لئے بینک کے خلافِ شرع معمول سے اس کے لئے وجہ جواز پیدا نہیں ہوسکتی۔

(مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۶/۲۱۸، فتاویٰ محمودیہ ۶/۵۲۶، ۱۲/۱۰۸)

متولي الوقف إذا رهن الوقف بدين لا يصح، وفي جامع الفتاویٰ: وكذلك أهل الوقف إذا رهنوا، لا يجوز. (الفتاوىٰ التاتارخانية / باب تصرف القيم في الأوقات ۵/۷۶۰ إدارة القران كراچی، كذا في الفتاوىٰ الهندية / الباب الخامس في ولاية الوقف ۲/۴۲۰ رشيدية)

Marfat.com

سئل أبو القاسم عن أهل مسجد أراد بعضهم أن يجعلوا المسجد رحبةً، والرحبة مسجدًا، أو يتخذوا له بابًا، أو يحولوا بابه عن موضعه، وأبى البعض ذلک، قال: إذا اجتمع أکرهم وأفضلهم، ليس للأقل منعهم. (ردالمحتار، کتاب الوقف / مطلب في جعل شيء من المسجد طريقًا ۳۷۸/٤ کراچی)

إن القيم ليس له إقراض مال المسجد. (البحر الرائق / الوقف ۲۳۹/٥ کراچی، الفتاویٰ الهندية / الوديعة ۳۳۸/٤، مجمع الأنهر / الوديعة ٤٦٧/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۶/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صاحبِ نصاب کا زکوٰۃ کی رقم سے قرض مانگنا

سوال (۲۳۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ لوگ ہمارے پاس سے زکوٰۃ کی رقم قرض کی نیت سے مانگتے ہیں، حالاں کہ وہ خود صاحبِ نصاب ہیں، تو کیا ان کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صاحبِ نصاب شخص کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں، اور زکوٰۃ کی رقم قرض کے طور پر بھی نہ دی جائے؛ کیوں کہ اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر لازم آتی ہے، جو پسندیدہ نہیں ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن عطاء بن يسار أن رسول الله عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني إلا لخمسة: لغاز في سبيل الله، أو لعامل عليها، أو لغارم. (سنن أبوداؤد / باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غني ۲۳۱/۱ رقم: ۱٦۳٥، الفتاویٰ التاتارخانية ۲۰۲/۳ رقم: ٤۱۳۱ زکریا)

ولا إلی غني يملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال کان. (درمختار مع الشامي ۲۹٥/۳ زکریا)

Marfat.com

ذكر الحاكم الشهيد في المنتقى: أن وجوبها على الفور عند أبي يوسف ومحمد، وفي الخلاصة: وهو الأصح. (الفتاوى التاتارخانية ۱۳۰/۳ زكريا)

وقيل: فوري أي واجب على الفور، وعليه الفتوى، فيأثم بتأخيرها بلا عذر. (درمختار ۱۹۱/۳-۱۹۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۱/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ضرورت مند کو زکوٰۃ کی رقم قرضِ حسنہ کہہ کر دینا؟

سوال (۲۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کو قرض حسنہ کہہ کر صرف اس لئے دینا کہ ضرورت مند مستحق اپنی ناک کی خاطر لینے سے انکار کردے گا، جب کہ دینے والے کی نیت ادائیگی زکوٰۃ ہے، اور اس نے سوچ لیا ہے کہ اگر واپس کرے گا تو پھر کسی دیگر مستحق کو دے دی جائے گی، کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کا قرض حسنہ کہہ کر دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، بعد میں وہ رقم مستحق زکوٰۃ سے واپس نہ لی جائے۔

ومن أعطى مسكينًا دراهم وسماها هبة، أو قرضاً ونوى الزكاة، فإنها تجزيه وهو الأصح. (الفتاوى الهندية ۱۷۱/۱)

ولا يشترط علم الفقير أنها زكاة على الأصح، حتى لو أعطاه شيئاً وسماه هبة أو قرضاً ونوى به الزكاة صحت. (مرقي الفلاح ۳۹۰، مجمع الأنهر ۱۹۶/۱، البحر الرائق ۲۷۰/۲ زكريا)

وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أي للأداء، وتحته في الشامية: قوله نية: أشار إلى أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة أو قرضاً تجزيه في الأصح. (شامي ۱۸۷/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

قرض دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا اور واپسی پر دوسرے کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے پاس کوئی شخص قرض لینے آیا ہم نے اس کو اپنے پاس زکوٰۃ نکلی ہوئی رقم میں سے قرض دے دیا، اور یہ نیت کر لی کہ جب یہ ادا کرے گا تو پھر ہم زکوٰۃ کے مستحق کو دے دیں گے نہیں تو یہ اسی کو زکوٰۃ دے دی، تو کیا وہ زکوٰۃ ادا ہوگئی، آپ ہمیں کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر قرض دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کی جائے اور یہ ارادہ ہو کہ اس سے یہ رقم کبھی واپس نہیں لینی ہے، تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر یہ نیت کی کہ اگر واپس کرے گا تو دوسری جگہ صرف کردوں گا، جیسا کہ سوال نامہ میں لکھا گیا ہے، اس طرح دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

نوی الزكاة إلا أنه سماه قرضا جاز في الأصح؛ لأن العبرة للقلب لا اللسان الخ. (درمختار / كتاب الخنثى ۱۰/۵۰۵ زكريا)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا. (شامي ۳/۲۹۱ زكريا)

ومن أعطى مسكينا دراهم وسماها هبة، أو قرضاً ونوى الزكاة، فإنه تجزيه وهو الأصح. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۱۷۱)

ولا يشترط علم الفقر أنها زكاة على الأصح حتى لو أعطاه شيئاً وسماه هبة أو قرضاً ونوى به الزكاة صحت. (مراقي الفلاح ۳۹۰، مجمع الأنهر ۱/۱۹۶، البحر الرائق ۲/۳۷۰ زكريا)

Marfat.com

وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أي للأداء، وتحته في الشامية: قوله نية: أشار إلى أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة أو قرضاً تجزيه في الأصح. (شامي ۱۸۷/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ملازم پر قرض کی رقم کو زکوٰۃ کی نیت سے چھوڑنا؟

سوال (۲۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مزدور ایک کارخانہ والے مالک کے پاس کام کرتا تھا، اس نے کام کے دوران کچھ رقم قرض کے طور پر لیا تھا، اب اس مزدور کی حیثیت نہیں ہے کہ وہ رقم قرض والی ادا کر سکے، تو کیا کارخانہ دار اس رقم کو زکوٰۃ کی نیت سے چھوڑ سکتا ہے، اگر زکوٰۃ کی نیت سے نہیں چھوڑ سکتا تو حیلہ کی کوئی صورت ہو تو وضاحت فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں قرض کی رقم کو زکوٰۃ کی نیت سے چھوڑنا تو جائز نہیں ہے، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ مالک مذکور مقروض ملازم کو زکوٰۃ کی رقم دے کر اسے مالک بنادے اور پھر اس سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے، اور اس سے قرض وصول کرے۔

ولو أبرأ رب الدين المديون بعد الحول فلا زكاة. (درمختار / باب زكاة المال ۲٤۰/۳ زكريا)

ولا يجزئ عن الزكاة دين أبرئ عنه فقير بنيتها والحيلة أن يعطي المديون زكاته ثم يأخذها عن دينه. (طحطاوي ۳۹۰)

وحيلة الجواز أن يعطي مديونه الفقير زكاته، ثم يأخذها عن دينه، ولو امتنع المديون مدّ يده وأخذها لكونه ظفر بجنس حقه. (الدر المختار مع الشامي/ كتاب

Marfat.com

الزکاۃ ۱۹۰/۳ زکریا، کذا في البحر الرائق / کتاب الزکاۃ ۲۷۰/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۴/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تاجر مقروض کو زکوٰۃ دینا

سوال (۲۴۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے دولڑکے ملازمت کرتے ہیں؛ لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں کا کافی مقروض ہے، اوراس کی دوبیٹیاں جوان گھر میں ہیں، کیا ایسے آدمی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، نیز اس کے پاس میرا قرض ہے اگر میں نیت کرلوں قرض میں سے زکوٰۃ کی رقم اسے چھوڑتا ہو، تو کیا میری طرف سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب کہ یہ مقروض شخص مالک نصاب نہ ہو، یا مالک نصاب تو ہے؛ لیکن قرضہ اس سے کہیں زیادہ ہے، تو اس مقروض کو اتنی زکوٰۃ دینا درست ہے کہ اس کے ذریعہ قرضہ ادا کردے، پھر بقدر نصاب اس کے پاس باقی نہ رہے، تو اس طرح زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؛ لیکن مقروض کو زکوٰۃ کی نیت کرکے قرض سے بری کرنا ادائے زکوٰۃ کے لئے کافی نہیں؛ البتہ اگر مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دیدی جائے پھر اس سے اپنے قرض میں وصول کرلی جائے تو درست ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ ...... وَالْغَارِمِيْنَ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن قبیصة بن مخارق ...... قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ...... یا قبیصة! إن المسئلة لا تحل إلا لأحد ثلاثة: ...... ورجلٌ أصابته جائحةٌ احتاجت ماله فحلت له المسئلة ......الخ. (صحیح مسلم ٣٣٤/١ رقم: ١٠٤٤، بحواله: لمعات التنقیح

Marfat.com

في شرح مشكاة المصابيح ٤/ ٣٠٠ دار النوادر)

مديون لا يملك نصابا فاضلا عن دينه، وفي الظهيرية: الدفع للمديون أولى منه للفقير. (الدرالمختار مع الشامي ٣/ ٢٨٩ زكريا)

وكره إعطاء فقير نصابا أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً، أو كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لايخص كلاً، أو لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره. (الدر المختار مع الشامي / باب المصرف ٣/ ٣٠٤ زكريا، مجمع الأنهر الزكاة / في بيان أحكام المصارف ١/ ٣٢٣ بيروت)

قوله: والمديون أطلقه كالقدوري، وقيده في الكافي بأن لا يملك نصابا فاضلاً عن دينه؛ لأنه المراد بالغارم في الآية، وهو في اللغة: من عليه دين ولا يجد قضاء كما ذكره القُتَيبي ...... وفي الفتاوىٰ الظهيرية: الدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير. (البحر الرائق / باب المصرف ٢/ ٢٤٢ كراچی)

سئل الشيخ أبو حفص الكبير عمن يعطي الزكاة إلى الفقراء أحب أم إلى من عليه دين ليقضي دينه؟ قال: إلى من عليه الدين ليقضي دينه. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٣/ ٢٢١ رقم: ٤١٨٣ زكريا)

ولو أبرأ رب الدين المديون بعد الحول فلا زكاة. (الدر المختار مع الشامي ٣/ ٢٤٠ زكريا)

وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكاته، ثم يأخذها عن دينه. (الدر المختار مع الشامي ٣/ ١٩٠ زكريا)

ولو قضىٰ دين الفقير بزكاة ماله إن كان بأمره يجوز. (الفتاوىٰ الهندية ١/ ١٩٠)

فإن كان مديوناً فدفع إليه مقدار ما لو قضى به دينه لا يبقى له شيء أو يبقى دون المائتين لا بأس به. (لفتاوىٰ الهندية ١/ ١٨٨، فتح القدير ٢/ ٢٧٨ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/ ۷/ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

بینک کے مقروض کو زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے رشتہ داروں میں کچھ ایسے لوگ ہیں، مثلاً بکر ہے، ان کے پاس مکان اور فیکٹری ہے، مگر یہ سب جائیداد بینک میں گروی ہے، اور جو رقم بینک سے اس کے عوض لیا تھا وہ سب نقصان ہوگیا، یہ مقروض ہے، دوسری کوئی جائیداد بھی نہیں، بکر کے پاس جو فروخت کرکے بینک کے قرض سے سبک دوش ہو جائے، اب اس حال میں زید اپنی زکوٰۃ کی رقم کو بکر کی زندگی کے گذران کے لئے اور بکر کے بچوں کی شادی بیاہ کے لئے اور بکر کی جائیداد کو بینک سے نکالنے کے لئے دے سکتا ہے یا نہیں؟ ایسے لوگوں پر استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کی نظر میں ایسے لوگوں پر زکوٰۃ استعمال کرنے پر زید کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بکر کے پاس اتنی مالیت ہو کہ بینک کے کل قرض کو ادا کرنے کے بعد اس کے پاس بقدر نصاب مال نقدی یا مالِ تجارت کی شکل میں موجود رہے تو اسے زکوٰۃ دینی درست نہیں ہے، اور اگر قرض کی رقم اس کی موجودہ مالیت سے زائد ہو تو اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، پھر بھی قیمت نصاب (۶۱۲ رگرام ۳۶۰ رملی گرام چاندی یا اس کی قیمت) (ایضاح المسائل ۱۰۲) کے بقدر دینا مکروہ ہوگا، بہتر ہے کہ ایک وقت میں ایک شخص کو نصاب سے کم ہی زکوٰۃ دی جائے۔

ومديون لا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه. (درمختار ۲۸۹/۳)

ويكره أن يدفع إلى رجل مائتي درهم فصاعداً وإن دفعه جاز. (الفتاوى الهندية ۱۸۸/۱ كذا في الهداية ۲۰۷/۱)

الدفع للمديون أولى منه الفقير، أي أولى من الدفع للفقير الغير المديون لزيادة احتياجه. (الدر المختار ۲۸۹/۳ زكريا، كذا في الطحطاوي على مراقي الفلاح ۳۹۲ كراچي)

Marfat.com

وأما الغارمون فهم الذين لزمهم الدين فهم محل الصدقة، وإن كان في أيديهم مال إذا كان المال لايزيد على الدين قدر مائتي درهم فصاعداً. (الفتاوى التاتارخانية ٢٠٢/٣ رقم: ٤١٣١ زكريا)

أخرج مسلم حديثاً طويلاً ...... فيه : يا قبيصة: إن المسئلة لاتحل إلا لأحد ثلاثة: رجل تحمل حمالة فحلت له المسئلة، حتى يصيبها ثم يمسكها. (صحيح مسلم / باب من تحل له المسئلة ٣٣٤/١ رقم: ١٠٤٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۵/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقروض صاحبِ جائیداد کا زکوٰۃ لینا؟

سوال (۲۴۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص ہے جس کے اوپر تقریباً ۶۵؍ ہزار روپیہ قرض ہے، نوعیت اس کی اس طرح ہے، اس کے پاس ایک کھیت سولہ ۱۷؍ بیگھہ کا ہے، اس کھیت میں کسی قسم کی پیداوار نہیں ہوسکتی، اس وجہ سے وہ بک بھی نہیں سکتا ہے، ایک دوسرا کھیت ہے جو تقریباً ڈھائی بیگھہ ہے، جس سے وہ اپنا گذر بسر کررہا ہے، مکان بھی اس کا خود کا ہے جو اس کی ضرورت کے مطابق رہنے کے لائق ہے، کیا یہ شخص زکاۃ لیکر اپنا قرض ادا کرسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت واقعہ مذکورہ مجبور شخص بقدرِ ضرورت زکوٰۃ لے کر اپنا قرض ادا کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲۷۲/۷)

عن عطاء بن يسار أن رسول الله عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني إلا لخمسة: لغاز في سبيل الله، أو لعامل عليها، أو لغارم. (سنن أبوداؤد / باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غني ٢٣١/١ رقم: ١٦٣٥، الفتاوى التاتارخانية ٢٠٢/٣ رقم: ٤١٣١ زكريا)

Marfat.com

ومنها الغارم: وهو من لزمه دين ولا يملك نصابا فاضلا عن دينه ......

والدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير. (الفتاوى الهندية ۱۸۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۷/۱۴۲۶ھ

زکوٰۃ کی رقم سے میت کا قرض ادا کرنا؟

سوال (۲۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مقروض تھا اور اس کا انتقال ہو گیا ہے، زید کے مقروض ہونے کا علم اس کے گھر والوں کو ہے یا نہیں واللہ اعلم، عمر زید کا قریبی دوست ہے، عمر کو زید کے مقروض ہونے کا علم ہے، کیا زید کی طرف سے عمر اپنی زکوٰۃ کی رقم سے زید کا قرض ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس صورت میں عمر کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ یا عمر کو اپنی زکوٰۃ کی رقم کا تملیک کرانا ضروری ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کی طرف سے زکوٰۃ کی رقم سے قرض لے کر ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اس کے لئے تملیک لازم ہے، اور اگر میت نے اپنے قرض کی ادائیگی کی وصیت کی ہے اور ترکہ بھی چھوڑا ہے، تو اسی ترکہ سے اس کے قرض کی ادائیگی ہونی چاہئے، زکوٰۃ کا پیسہ ایسے شخص کے قرض کی ادائیگی میں نہیں لگانا چاہئے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲۶۰/۴، فتاویٰ محمودیہ ۴۷۶/۹)

أخرج عبد الرزاق عن الثوري قال: الرجل لا يعطي زكاة ماله من يحبس على النفقة من ذوي أرحامه ولا يعطيها في كفن ميت ولا دين ميت. (المصنف لعبد الرزاق / باب لمن الزكاة ۱۱۳/٤ رقم: ۷۱۷۰ بيروت)

إذا قضى دين غيره من زكاته، فإن قضى بأمر المديون وكان المديون

Marfat.com

فقيراً يجوز، وإن أدى بغير أمره لايجوز، ولا يتصور قضاء الدين عنه إلا بعد تمليك قدر الزكاة عنه؛ لأنه لم يرض بوقوع الملك له، فلا يمكن أن يجعل هذا تمليكا منه؛ فلهذا لا يخرج عن العهدة. (المحيط البرهاني ٢/ ٤٨٠ كوئٹه)

ولا يقضي بها دين الميت. (الفتاوىٰ الهندية ١/ ١٨٨، تبيين الحقائق ٢/ ١٢١)

ولا إلى كفن ميت وقضاء دينه لعدم صحة التمليك منه. (الدر المختار/ باب المصرف ٢/ ٣٤٤ كراچی)

ولا يقض بها دين ميت. (الفتاوى التاتارخانية ٣/ ٢٠٨ رقم: ٤١٤٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مجبور اور لاچار شخص کا زکوٰۃ لے کر قرض ادا کرنا؟

سوال (۲۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس ایک دوکان ہے، جس میں ۵۶/ ہزار روپیہ کا مال ہے، اور اس کے اوپر اور لوگوں کے ۶۱/ ہزار روپے ہیں، جو اس کے ذمہ قرض ہیں، اور زید کا قرض جو لوگوں پر ہے اور اس کو لینا ہے وہ ۴۴/ ہزار ہے، جس میں سے صرف بارہ ہزار روپیہ ملنے کی امید ہے، وہ بھی ہلکی سی، اور باقی ڈوب جانے کی امید ہے اور وہ ۱۲/ ہزار روپیہ بھی پتہ نہیں کب ملیں گے، اور دوکان بھی اپنی نہیں ہے، دوسرے شخص کی ہے، اس کو کرایہ دیا جاتا ہے، وہ دوکان بیچ کر بھی قرضہ ادا نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ وہ غیر کی امانت ہے، اور زید سارا مال بیچ کر بھی قرضہ ادا کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے اس نے کوشش بھی کی، مگر وہ بھی اکٹھا سب ایک ساتھ نہیں بک پا رہا ہے، اور مزید یہ کہ اس کی دوکان سے آمدنی بھی اتنی نہیں ہوتی ہے کہ جن کو اکٹھا کر کے وہ جلد سے جلد قرض ادا کردے، آمدنی بھی صرف اتنی ہوتی ہے جس سے بمشکل اور بہت کفایت سے گھر کا خرچ ہی چل پاتا ہے، گھر بھی رہائش کے لئے کرایہ کا ہے اپنا نہیں ہے، تو گھر کا خرچ اور مکان کا کرایہ بھی بڑی مشکل سے دوکان سے نکل پاتا ہے، حالات بہت نازک ہیں اور دوکان کے علاوہ کوئی اور ذریعہ معاش نہیں ہے، اور بیوی کے

Marfat.com

پاس زیور بھی نہیں ہے، جس کو بیچ کر قرض ادا کردے، تو کیا ایسا شخص زکوٰۃ کا مستحق بنتا ہے یعنی وہ زکوٰۃ کے مال کو لے کر اپنے اوپر خرچ نہ کرکے صرف قرضہ کی ادائیگی میں دے کر قرض سے سبکدوش ہوسکتا ہے یا نہیں، یعنی زکوٰۃ کے مال سے قرض ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پہلے آپ اپنی دوکان میں موجود ۵۶؍ہزار روپیہ کا سامان فروخت کرکے قرضہ ادا کریں اور اس دوران آپ اپنا قرضہ جو دوسروں پر ہے، اسے وصول کرنے کی کوشش کرتے رہیں، اور جیسے جیسے قرضہ وصول ہوتا رہے اس سے اپنے قرضہ کی ادائیگی کرتے رہیں، اگر یہ سب مال دینے کے باوجود بھی آپ کا قرضہ رہ جائے تو اس مجبوری کی صورت میں بچے ہوئے قرضہ کی ادائیگی کے لئے زکوٰۃ لے سکتے ہیں، اس کے بغیر لینا جائز نہیں۔

عن معقل قال: سألت الزهري عن ﴿الْغَارِمِيْنَ﴾ قال: أصحاب الدين ﴿وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ وإن كان غنيًا. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٢٤/٢ رقم: ١٠٦٦٢ بيروت)

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من ملك نصاباً سواء كان من النقود أوالسوائم أو العروض. (شامي ٢٩٧/٣ زكريا، هداية / باب من يجوز دفع الصدقات إليه ٢٠٨/٢ مكتبة لبشرىٰ كراچی)

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً أي مال كان دنانير أو دراهم أو سوائم أو عروضاً للتجارة أو لغير التجارة فاضلاً عن حاجته في جميع السنة هكذا في الزاهدي. (الفتاوىٰ الهندية ١٨٩/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۲/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقروض کو یک مشت نصاب سے زائد رقم دینا؟

سوال (۲۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مقروض ضرورت مند شخص کو پندرہ ہزار روپے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

Marfat.com

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وہ ضرورت مند شخص مقروض ہے تو اسے یک مشت نصاب سے زائد رقم دینا بھی جائز ہے۔

ویکره لمن عليه الزكاة أن يعطي فقيراً مائتي درهم ...... هذا إذا أعطى مائتي درهم، وليس عليه ولا له عيال، فإن كان عليه دين فلا بأس بأن يتصدق عليه قدر دينه وزيادة ما دون المائتين. (بدائع الصنائع / دفع الزكاة لمالك نصاب يخاف الحاجة ۲/ ۱٦۰ نعيمية ديوبند)

فإن كان مديوناً فدفع إليه مقدار ما لو قضى به دينه لا يبقى له شيء أو يبقى دونه المأتين لا بأس به. (الفتاوى الهندية ۱/ ۱۸۸، الدر المختار مع الشامي / باب المصرف ۳/ ۳۰۳ زكريا، مجمع الأنهر الزكاة / في بيان أحكام المصارف ۱/ ۳۳۳ بيروت، كذا في الفتاوى التاتارخانية ۳/ ۲۲۱ رقم: ٤۱۸٥ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۷/۹/۱۸ھ

مستحق زکوٰۃ کو کاروبار کے لئے نصاب سے زائد رقم دینا؟

سوال (۲۴۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید، عمر، عبداللہ صاحبِ نصاب ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، ان کی زکوٰۃ کی رقومات تقریباً پچاس ہزار، ایک لاکھ، پانچ لاکھ کے قریب ہوتی ہے، جو کہ تقسیم کردی جاتی ہے؛ لیکن فی الوقت اپنی ہی قرابت دار مستحق زیادہ ہوتے جارہے ہیں، حالاں کہ یہ پہلے کبھی اس قدر زیادہ نہ تھا، زید عمر عبد اللہ کی خواہش ہے کہ زکوٰۃ کی ان رقومات سے مستحق لوگوں کو یہ رقم پوری پوری دے کر کاروبار کرادیا جائے؛ تاکہ آنے والے سالوں میں وہ خود مستحق زکوٰۃ نہ رہ کر صاحبِ نصاب ہوجائیں، اور خود زکوٰۃ ادا کرنے والے بن جائیں۔ براہِ کرم قرآن وحدیث کے دلائل سے جواباً مطلع فرمائیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں زکوٰۃ کا منشا فقراء اور محتاجین کی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے، اور ان میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ فقراء اور ضرورت منداس رقم سے مستفید ہوں، یہ مقصود نہیں ہے جسے زکوٰۃ دی جارہی ہے وہ خود مالدار بن جائے ،شریعت کی اسی سنت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضراتِ فقہاء نے کسی ایک مستحق زکوٰۃ کو جب کہ وہ مقروض نہ ہو، نصاب سے زائد رقم یک مشت دینے کو مکروہ لکھا ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر زید عمر عبداللہ اپنی زکوٰۃ کی مکمل رقمیں ایک ایک مستحق کو یک مشت دے دیں تو گو کہ ان کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ،مگر ایسا کرنا مکروہ ہوگا۔

ويكره أن يدفع إلى رجل مائتي درهم فصاعداً وإن دفعه جاز. (الفتاویٰ الهندية ١/١٨٨)

ويكره لمن عليه الزكاة أن يعطي فقيراً مائتي درهم أو أكثر، ولو أعطى جاز وسقط عنه الزكاة في قول أصحابنا الثلاثة ...... ولنا: أنه إنما يصير غنيًا بعد ثبوت الملك له، فأما قبله فقد كان فقيراً فالصدقة لاقت كف الفقير فجازت، وهٰذا لأن الغنا يثبت بالملك والقبض شرط ثبوت الملك، فيقبض ثم يملك المقبوض ثم يصير غنيًا، ألا ترى أنه يُكره؛ لأن المنتفع به يصير هو الغني. (بدائع الصنائع ٢/١٦٠ نعيمية ديوبند)

سئل الشيخ أبو حفص الكبير عمن يعطي الزكاة إلى الفقراء أحب أم إلى من عليه دين ليقضي دينه؟ قال: إلى من عليه الدين ليقضي دينه. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣/٢٢١ رقم: ٤١٨٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۷/۹/۱۴۱۷ھ

Marfat.com

مدارس ومکاتب میں زکوٰۃ

مدرسہ میں زکوٰۃ دینا افضل ہے یا ضرورت مند کو؟

سوال (۲۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ مدرسہ میں دینا افضل ہے یا ضرورت مند کو؟ تفصیل سے جواب دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ فقراء اور مساکین کا حق ہے، اور یہ فقراء عام ضرورت مند بھی ہوسکتے ہیں اور مدارس کے طلبہ بھی، قرائن اور حالات دیکھتے ہوئے جہاں زکوٰۃ خرچ کرنے کی ضرورت زیادہ ہو اس میں خرچ کرنا زیادہ موجبِ ثواب ہوگا۔ اور یہ واضح رہنا چاہئے کہ مدارس میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ علومِ دینیہ کی نشر واشاعت کا ثواب بھی ملتا ہے۔ اسی طرح ضرورت مند اگر پڑوسی یا قریبی رشتہ دار ہو تو اس کو زکوٰۃ دینے سے بھی دوگنا ثواب ملتا ہے، ایک صدقہ کا دوسرے صلہ رحمی کا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن منصور قال: كان يقال: إنما الصدقات للفقراء والمهاجرين. (مصنف ابن أبي شيبة ٤٣٢/٢ رقم: ١٠٧٣٦ دار الكتب العلمية بيروت)

عن سلمان بن عامر عن النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذي الرحم اثنتان: صدقه وصلة. (سنن النسائي، الزكاة / باب الصدقة على الأقارب ٢٧٨/١، سنن الترمذي ١٤٢/١ رقم: ٦٥٣، سنن ابن ماجة ١٣٢/١ رقم: ١٨٤٤)

Marfat.com

مصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنى شيء، ومسكين من لا شيء له الخ. إن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنيا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب (درمختار) وفي الشامي: والأوجه تقييده بالفقير الخ. (شامي ۳/۲۸۳-۲۸۶ زكريا، كذا في مراقي الفلاح / باب المصرف ۷۱۹ قديمي)

التصدق على العالم الفقير أفضل أي من الجاهل الفقير. (شامي ۳/۲۴ زكريا، البحر الرائق / باب المصرف ۲/۴۳۶ رشيدية)

وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولى؛ لأنه صلة وصدقة. (شامي ۳/۲۹۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مستحق مدارس میں زکوٰۃ دینے کا دوگنا اجر ملتا ہے

سوال (۲۵۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد حضراتِ علماءِ کرام واکابرین نے ہندوستانی مسلمانوں کے دین وایمان کی بقاء کے لئے جو لائحۂ عمل تیار کیا تھا، وہ عوامی چندہ سے چلنے والے مدارس کا قیام ہے، اللہ کا شکر ہے کہ ان کی فراست ایمانی اور بصیرت افروز فیصلہ کے سبب ان مدارسِ دینیہ سے ہندوستانی مسلمانوں کو بڑی تقویت اور استحکام ملا اور ان کو دینی فکر ورجحان دینے میں ان مدارس کا بڑا نمایاں رول اور کردار رہا، اگر ہمارے اکابرین نے ہندوستان میں مدارس کا جال نہ پھیلایا ہوتا تو یہ ہندوستان کب کا دوسرا اندلس بن چکا ہوتا؛ لیکن ان مدارس کے ہوتے ہوئے دشمنوں کی ساری تدبیریں ناکارہ ہوتی چلی گئیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اِدھر کافی دنوں سے مسلمانوں کی نام نہاد تنظیمیں ان مدارس کے خلاف سازشیں کر رہی ہیں، اور عوام وخواص کے دلوں میں دینی مدارس کے خلاف نفرت کے بیج بور ہی ہیں؛ لہٰذا وضاحت فرمائیں کہ اہلِ مدارس کو زکوٰۃ کی جائز

دی جاتی ہے، اس سے لوگوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ عام غرباء اور اہلِ مدارس کو زکوٰۃ دینے میں یکساں ثواب ہے یا مدارس کو دینے میں کچھ فضیلت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مستحق مدارس کو زکوٰۃ دینے سے یقیناً زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اور مدارس میں زکوٰۃ دینے والوں کو دوگنا ثواب ملتا ہے، ایک تو زکوٰۃ کی ادائیگی کا، دوسرے علم کی اشاعت اور دین کے تحفظ کا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۲/۳-۵)

إذا دفع الزكاة إلى الفقير لايتم الدفع ما لم يقبضها، أو يقبضها للفقير من له ولاية عليه. (الفتاوى الهندية ١٩٠/١ دار الفكر بيروت)

التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل. (الفتاوى الهندية ١٨٧/١ دار الفكر بيروت، كتاب المسائل ٢٧١/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۵/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قریبی علاقائی مدرسہ کو چھوڑ کر دور کے مدارس میں زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۵۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قریبی علاقہ میں غرباء اور مدارس ہوتے ہوئے دور دراز مدارس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو مدارس زیادہ ضرورت مند ہیں، ان میں اسی اعتبار سے تعاون کرنے کا ثواب زیادہ ہے، خواہ وہ قریب ہوں یا دور۔

وأخرج البيهقي وعلقه البخاري عن معاذ أنه قال لأهل اليمن: ائتوني بكل خميس ولبيس آخذه منكم مكان الصدقة، فإنه أرفق بكم وأنفع للمهاجرين والأنصار بالمدينة. (نيل الأوطار، الزكاة / أبواب نقل الزكاة في بلدها ٤/٥ ٢١-٢١٦ دار الباز)

Marfat.com

إن فقراء بلدة أخرى أكثر حاجة، فالصرف إلى فقراء بلدة أخرى أولى.

(الفتاوى التاتارخانية ٢٢٤/٣، تحت رقم: ٤١٨٩ زكريا)

إلا إلى قرابة أو أحوج أو أصلح أو أورع أو أنفع للمسلمين. (درمختار مع الشامي ٣٠٤/٣ زكريا)

ويكره نقل الزكوٰة من بلد إلى بلد ...... إلا أن ينقلها الإنسان إلى قرابته أو إلى قوم هم أحوج من أهل بلده لما فيه من الصلة أو زيادة دفع الحاجة. (الفتاوىٰ الهندية ١/ ٢٠٨-٩٠ ادار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۵/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جن مدارس میں نادار غریب طلبہ ہوں وہاں زکوٰۃ کی رقم اور غلہ دینا جائز ہے؟

سوال (۲۵۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ وغیرہ مدرسہ میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ پھر انشاء اللہ ہم اپنے یہاں کا سب غلہ آپ کے مدرسہ میں دیا کریں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جن مدارس میں نادار طلبہ مقیم رہتے ہیں وہاں زکوٰۃ کی رقم لگائی جاسکتی ہے۔ اسی طرح آپ چاہیں تو اپنا غلہ مدارس میں دے سکتے ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

إن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنيًا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب. (شامي ٢٨٦/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۰/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

جس مدرسہ میں مستحقِ زکوۃ طلبہ نہ ہوں اس میں زکوۃ دینا؟

سوال (۲۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس مدرسہ میں دارالاقامہ نہ ہو اور بچے تعلیم حاصل کر کے گھر چلے جاتے ہوں، تو کیا ایسے مدرسہ کے لئے زکوۃ، صدقات اور عطیات وصول کر کے وہاں خرچ کرنا، اور تعمیری کام کرانا جائز ہے؟ ایسے ادارہ میں تملیک کی کیا صورت ہوگی؟ جب کہ وہاں مستحقین طلبہ موجود نہیں ہے؟ شرعی حکم لکھ کر ممنون فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مدرسہ میں تعمیرات کے لئے صرف نفلی عطایا وصول کیے جائیں، اس مقصد کے لئے زکوۃ وصدقات وصول کرنا جائز نہیں، اور بلاضرورت تملیک کی بھی اجازت نہیں؛ کیوں کہ تملیک کی اجازت صرف شدید ضرورت کے وقت ہوتی ہے، عام حالات میں نہیں۔ بریں بنا اگر اہل مدرسہ تعمیر وغیرہ غیر مصارف میں زکوۃ کا روپیہ لگائیں گے، تو زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ ادا نہ ہوگی، اور اہل مدرسہ اس رقم کے ضامن ہوں گے۔ (کفایت المفتی ۲۸۵/۴-۲۸۶، فتاوی رحیمیہ ۳۶۸/۲)

ولایجوز أن یبني بالزکاۃ المسجد، وکذا القناطیر والسقایات، وإصلاح الطرقات وکری الأنهار، والحج والجهاد، وکل ما لا تملیک فیه. (الفتاوی الهندیة ۱۸۸/۱ دار الفکر بیروت)

لا یصرف إلی بناء نحو مسجد وتحته في الشامي قوله: نحو مسجد کبناء القناطیر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج وکل ما لا تملیک فیه. (در مختار مع الشامي ۲۹۱/۳ زکریا)

فذهب علمائنا رحمهم الله إلی أن کل حیلة یحتال بها الرجل لإبطال حق الغیر أو لإبطال شبهة فیه أو لتمویهٍ باطلٍ فهي مکروهة، وفي العیون: وفي

Marfat.com

جامع الفتاویٰ لا يسعه ذلک. (الفتاوی التاتارخانية ۳۱۱/۱۰ رقم: ۱٤۸٤٥ زکريا، الفتاوی الهندية ۱۹۰/٦ دار الفکر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۷/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جن مدارس میں صرف مقامی طلبہ پڑھتے ہوں اُن میں زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وہ دینی مدارس جن میں مقامی طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں، باہری بچوں کے قیام وطعام کا نظم نہیں ہے، کیا ان مدارس میں زکوٰۃ کی رقم کو تملیک کی صورت میں بدل کر استعمال کرسکتے ہیں؟ اسی طرح اس مدرسہ میں غریب ونادار طلبہ بھی ہیں جن کو زکوٰۃ کی رقم دیدیجائے اور پھر ان سے فیس کے نام پر جمع کرالیا جائے، یا ان بچوں کی کتب، کپڑوں وغیرہ کا انتظام کردیا جائے تو یہ درست ہے؟ واضح فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک شرط ہے؛ اس لئے جن مدارس میں زکوٰۃ کا مصرف موجود ہے، اُن کے لئے زکوٰۃ لینا درست ہے اور جہاں مصرف موجود نہیں ہے، اُن کے لئے زکوٰۃ لینا اور پھر حیلۂ تملیک کرنا درست نہیں۔ مسئولہ صورت میں اگر غریب ونادار طلبہ کو زکوٰۃ کی رقم کا واقعۃً مالک بنادیا جائے تو اس سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

(مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۲۳۱/۸، فتاوی دار العلوم ۲۱۵/٦، ایضاح النوادر ۴۸/۲)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا. (درمختار ۳٤٤/۲ کراچی، مجمع الأنهر ۲۸٤/۱ بيروت، البحر الرائق ٤۱۹/۲ کراچی)

وركن الزكاة: هو إخراج جزء من النصاب إلى الله تعالى، وتسليم ذلك إليه، يقطع المالك يده عنه بتمليكه من الفقير وتسليمه إليه. (بدائع الصنائع ١٤٢/٢ زکريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۱۱/۱۴۲۶ھ

Marfat.com

جس مدرسہ میں طلبہ کے قیام وطعام کا نظم نہ ہو اُس میں زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ میں ساٹھ ستر لڑکے پڑھتے ہیں، اس میں لڑکوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام نہیں ہے، مدرسین کرام کی تنخواہ اور طلبہ کے لئے کتاب خریدنے کے لئے زکوٰۃ اور فطرہ کا روپیہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے چھوٹے ادارہ کو چلانے کے لئے زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ میں حیلۂ تملیک کی اجازت نہیں ہے، کوشش کی جائے تو اس طرح کے اداروں کا خرچ آسانی عطیات کی رقومات سے چل سکتا ہے، اس لئے ان میں زکوٰۃ کا پیسہ بالکل استعمال نہ کیا جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

هو أي مصرف الزكاة الفقير وهو من له شيء دون نصاب فيجوز الدفع له ولو كان صحيحاً مكتسباً كما في العناية. (مجمع الأنهر، الزكاة / باب في بيان أحكام المصارف ٢٢٠/١ دار إحياء التراث بيروت)

وأما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان. (عمدة القاري ١٠٩/٢٤، بحواله حاية: فتاویٰ محمودیه ١٥٤/١٤ میرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۴/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس مدرسہ میں بیرونی طلبہ نہ پڑھتے ہوں اس میں زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا زکوٰۃ کا پیسہ ایسے دینی مدرسہ (جس میں بیرونی طلبہ نہ پڑھتے ہوں) میں لگ سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیرونی بچے ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ اگر اس مدرسہ میں

Marfat.com

مقامی غریب طلبہ پڑھتے ہیں اور مدرسہ ان کے قیام وطعام کا کفیل ہے، تو اس صورت میں مصرفِ زکوٰۃ موجود ہونے کی وجہ سے اس مدرسہ میں زکوٰۃ دینا درست ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن منصور قال: كان يقال: إنما الصدقات للفقراء والمهاجرين. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٣٢/٢ رقم: ١٠٧٣٦ دار الكتب العلمية بيروت)

عن جابر بن زيد أنه سئل عن الفقراء والمساكين فقال: الفقراء المتعففون والمساكين الذي يسألون. (المصنف لابن أبي شيبة / ما قالوا في الفقراء والمساكين من هم ٤١٨/٢ رقم: ١٠٥٩١ دار الكتب العلمية بيروت)

حدثنا مغفل قال: سألت الزهري عن قوله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ قال: الفقراء الذي في بيوتهم ولا يسألون، والمساكين الذي يخرجون فيسألون. (المصنف لابن أبي شيبة ٤١٨/٢ رقم: ١٠٥٩٤ دار الكتب العلمية بيروت)

وقال الضحاك بن مزاحم: الفقراء الذين هاجروا الخ. (المصنف لابن أبي شيبة ٤١٨/٢ رقم: ١٠٥٩٣ دار الكتب العلمية بيروت)

أي مصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنى شيء، ومسكين من له شيءٌ، المراد بالشيء: النصاب النامي. (تنوير الأبصار على الدر المختار ٣٣٩/٢ كراچی، ٢٨٣/٣ زكريا، كذا في الهداية ٢٠٧/٢ مكتبة البشرىٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱/۹ھ

گاؤں کے چھوٹے مدرسہ میں زکوٰۃ اور چرمِ قربانی کا پیسہ خرچ کرنا؟

سوال (۲۵۷): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ آباد ہے؛ لیکن باہر کے بچے نہیں ہیں، صرف گاؤں کے بچے امیر وغریب سبھی تعلیم

Marfat.com

حاصل کرتے ہیں، تو ان گاؤں کے بچوں کی تعلیم کے لئے جو مدرسہ آباد ہے، اس میں زکوٰۃ، فطرہ، چرمِ قربانی اور صدقہ وغیرہ کی رقم کسی دوسرے مدرسہ سے یا کسی غریب شخص سے تملیک کرا کے مدرسہ کے کام میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے اداروں کے لئے صرف نفلی عطیات کی رقمیں حاصل کرنی چاہئیں، ان کے لئے حیلۂ تملیک کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

فذهب علمائنا رحمهم الله إن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإبطال شبهة فيه أو لتمويهٍ باطل فهي مكروهة، وفي العيون: وفي جامع الفتاوىٰ لا يسعه ذلك. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳۱۱/۱۰ رقم: ۱٤۸٤٥ زكريا، لفتاوى الهندية ۳۹۰/٦ بيروت)

أما الإحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان، وقال النسفي: في الكافي عن محمد ابن الحسن قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق. (عمدة القاري ۱۰۹/۲٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۵/۳/۱۴۱۷ھ

مدرسہ کے نابالغ سمجھدار بچوں پر زکوٰۃ خرچ کرنا؟

سوال (۲۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسوں میں جو نابالغ بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور کھانا بھی مدرسہ ہی سے کھاتے ہیں، جب کہ صرف ہونے والی رقم زکوٰۃ فطرہ ہوتی ہے، تو وہ رقم ان پر صرف ہوسکتی ہے؟ اور زکوٰۃ ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نابالغ سمجھدار بچوں پر تملیکاً خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے۔

Marfat.com

ولو قبض الصغير وهو مراهق جاز، وكذا لو كان يعقل القبض. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۱۹۰)

ويصرف إلى مراهق يعقل القبض. (شامي/ باب المصرف ۳/ ۲۹۱ زكريا)

سئل عبد الكريم عمن دفع زكاة ماله إلى صبي؟ قال: إن كان مراهقًا يعقل الأخذ يجوز، وإلا فلا، وفي الخانية: وكذا لو كان الصبي يعقل القبض بأن كان لا يرمي به ولا يخدع عنه. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳/ ۲۱۱ رقم: ۴۱۵۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱۱/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایڈیڈ مدارس میں زکوٰۃ اور چرم قربانی دینا

سوال (۲۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایڈیڈ مدارس کو زکوٰۃ کی رقم، چرم اضحیہ اور عطیات دینا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی ایڈیڈ (سرکاری امداد یافتہ) مدرسہ میں اگر نادار طلبہ کے طعام وقیام کا نظم ہو تو ان کے لئے چرم قربانی اور عطیات دینا درست ہے۔

مصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب. (درمختار مع الشامي ۳/ ۲۸۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۵/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کے قیام کیلئے زکوٰۃ وصدقات کا پیسہ وصول کرنا؟

سوال (۲۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس مدرسہ کا ابھی صرف کاغذوں میں وجود ہو اور اس کی کمیٹی بھی تشکیل دی جا چکی ہو؛ لیکن

Marfat.com

وہاں نہ طلبہ نہ تعلیم اور نہ ہی مدرسین کا نظم ہوسکا ہو، تو کیا ایسے مدرسہ کے لئے زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کا وصول کرنا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مدرسہ کا ابھی صرف کاغذی وجود ہو، اس کے لئے صدقہ خیرات کی رقم جمع کرنا درست نہیں؛ بلکہ صرف نفلی عطایا وصول کر کے منصوبہ کی تکمیل کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۹۹/۱۳، فتاویٰ رحیمیہ ۲۳۱/۸)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من سألكم باللّٰه فأعطوه ...... الخ. (السنن الكبرىٰ ٣٣/٤ رقم: ٧٨٩٠ بيروت)

عن فاطمة بنت قيس عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن في المال حقًا سوى الزكاة. (سنن الترمذي ١٤٣/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۷/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بریلوی مسلک کے حامی مدرسہ میں زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کسی ایسے مدرسہ کو اپنی زکوٰۃ دینا درست ہے یا نہیں جو بریلوی مسلک کا حامی ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اس مدرسہ میں زکوٰۃ کا مصرف ہے، یعنی مستحقین زکوٰۃ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور زکوٰۃ کا روپیہ احتیاط کے ساتھ ان پر خرچ کیا جاتا ہے، تو انہیں زکوٰۃ دینا درست ہے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

Marfat.com

ولا تجوز الزكاة إلا إذا قبضه الفقير...... لأن التمليك لا يتم بدون القبض. (الفتاوی الولوالجية، کتاب الزکاۃ ۱/۱۷۹ دار الکتب العلمية بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۸/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا چھوٹے مکاتب اور مساجد میں زکوٰۃ لگانا درست ہے؟

سوال (۲۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ میں بیرونی طلبہ نہ ہوں اور نہ ہی مستحق طلبہ کہ جن پر زکوٰۃ فطرہ چرمِ قربانی ودیگر صدقات وعطیات کی رقومات خرچ کی جاسکے، امام صاحب کو اس صورت میں مذکورہ رقومات اکٹھا کرکے مسجد کے وضوخانہ میں لگانا، یا مسجد کے کسی کام میں لگانا جائز ہوگا یا نہیں؟ البتہ محلے کے بچے مسجد میں پڑھتے ہیں، تو ان پر خرچ کرنا کسی صورت میں جائز ہے؟ ایسا غلط کرنے والے کے پیچھے نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جن مدارس ومکاتب میں زکوٰۃ کے مصارف نہ ہوں اُن کے لئے زکوٰۃ، فطرہ اور چرمِ قربانی کی قیمت وصول کرنا جائز نہیں ہے، اس طرح کی رقومات مسجد کے کسی کام میں بھی نہیں لگائی جاسکتی ہیں؛ البتہ اگر مدرسہ ضرورت مند جگہ پر واقع ہو اور امدادی فنڈ سے مدرسہ کی ضروریات مثلاً اساتذ کی تنخواہوں کا انتظام نہ ہوسکتا ہو تو تملیک کرکے زکوٰۃ وفطرہ کی رقم تنخواہوں میں لگائی جاسکتی ہے، اور امام کو چاہئے کہ وہ خوش اخلاق ہو اور مقتدیوں کے ساتھ نرم روی کا معاملہ کرے، اور مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ حکمتِ عملی کے ساتھ امام صاحب کو سمجھانے کی کوشش کریں اور بلا وجہ امام کو بدنام کرنے سے باز آئیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲۱۹/۶-۲۰۸-۲۳۰، محمودیہ ۵۹۴/۹ ڈابھیل، کفایت المفتی ۲۶۰/۴، احسن الفتاوی ۲۸۲/۴، فتاویٰ رشیدیہ ۴۴۳، کتاب الفتاویٰ ۳۰۶/۳، امداد المفتیین ۴۶۴، امداد الفتاوی ۱۸/۲)

Marfat.com

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن اللّٰه تعالى قد فرض عليهم زكاة تؤخذ من أموالهم وترد على فقرائهم. (صحيح البخاري ١٩٦/١، صحيح مسلم ٣٦/١)

مصرف الزكاة هو فقير، وهو من له أدنى شيء ...... ومسكين من لا شيء له على المذهب. (درمختار على الشامي ٢٨٣/٣-٢٨٤ زكريا، عالمگيري ١٨٧/١، البحر الرائق ٢٤٠/٢، بدائع الصنائع ١٤٩/٢)

والحيلة له أن يتصدق بمقدار زكاته على فقير، ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هٰذه الوجوه. (الفتاوى الهندية ٣٠٩/٦ دار الفكر بيروت)

والأحق بالإمامة - الأحسن خلقا، بالضم ألفة بالناس. (درمختار على الشامي ٢٩٤/٢-٢٩٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۶/۲/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جو مکتب غریب طلبہ کا کفیل نہ ہو اس میں زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکتب ہے جس میں صرف مقامی بچے پڑھتے ہیں، جو دونوں وقت پڑھ کر گھر چلے جاتے ہیں، چند طلبہ واساتذہ مدرسہ کی خدمت کے لئے مدرسہ میں قیام کرتے ہیں، جن کا کھانا بستی کے چند اہلِ خیر حضرات کے یہاں سے آجاتا ہے، مدرسہ میں بنانے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی مدرسہ میں مطبخ قائم ہے، تو کیا ایسے مدرسہ میں صدقاتِ واجبہ، زکوٰۃ، فطرہ اور چرمِ قربانی وغیرہ کی رقومات دے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے مکتب میں جہاں غریب ونادار طلبہ کی کفالت نہ کی

Marfat.com

جاتی ہو، صدقاتِ واجبہ دینا جائز نہیں ہے۔

عن عطاء بن يسار: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني إلا لخمسة: لغازٍ في سبيل الله، أو لعاملٍ عليها، أو لغارم، أو لرجل اشتراها بماله، أو لرجل كان له جار مسكين، فتصدق على المسكين، فأهداها المسكين للغني. (سنن أبي داؤد، الزكاة / باب من يجوز له الصدقة وهو غني ۲۳۱/۱ رقم: ١٦٣٥، سنن ابن ماجة ۱۳۲/۱ رقم: ١٨٤١، مسند أحمد ٥٦/٣ رقم: ١١٥٥٩)

الصدقة لا يحل إلا للفقير من كل وجهٍ، أو من وجه كابن السبيل. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۰۳/۳ زكريا)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحةً كما مر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد - تحت قوله - كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه. (درمختار مع الشامي ٣٤٤/٢ كراچی، ۲۹۱/۳ زكريا، كذا في تبيين الحقائق / باب المصرف ۱۲۰/۲ دار الكتب العلمية بيروت، الفتاویٰ الهندية ۱۸۸/۱ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکتب کے مقامی بچوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا؟

سوال (۲۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ وغیرہ کی مد سے جمع شدہ رقم آیا ان بچوں پر خرچ کرنا جائز ہے جو بوقت تعلیم مدرسہ آتے ہیں اور بوقت چھٹی گھر واپس ہوجاتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مکتب میں پڑھنے والے مقامی بچوں پر زکوٰۃ کی رقم

Marfat.com

صرف کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ پتہ چلنا دشوار ہے کہ ان میں سے کون مستحق ہیں اور کون نہیں؟ کیوں کہ جن نابالغ بچوں کے والد صاحبِ نصاب ہیں، ان کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني، ولا لذي مرة سوي. (سنن الترمذي، كتاب الزكاة / باب ما جاء من لا تحل له الصدقة ١٤١/١ رقم: ٦٤٧)

ولا تدفع إلى غني يملك نصاباً من أي مالٍ كان وعبده وطفله؛ لأنه يعد غنيًا بغناء أبيه عرفًا. (مجمع الأنهر ٢٢٤/١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

ولايجوز دفعها إلى ولد الغني الصغير كذا في التبيين. (الفتاوى الهندية ١٨٩/١ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۶/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوۃ وصدقات کی رقم خرچ کیے بغیر جس مکتب کے بند ہونے کا قوی اندیشہ ہو؟

سوال (۲۶۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گاؤں والوں نے اپنے نونہال بچوں کو اسلامی تعلیم سکھانے کی غرض سے مکتب قائم کررکھا ہے، جس کے لئے صرف ایک مدرس کا انتظام ہے، مدرس کی تنخواہ کے لئے یہ لوگ اپنے ہی گاؤں سے عیدالفطر کے موقع پر صدقۂ فطر اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر چرمِ قربانی وصول کرتے ہیں، اور سال بھر کی تنخواہ کا انتظام اس طرح کر لیتے ہیں، گاؤں والوں کی مالی حالت ۷۵ رفیصد کمزور ہے، دس بارہ لوگوں کو چھوڑ کر بقیہ حضرات پر شرعی طریقہ سے زکوۃ بھی واجب نہیں ہے۔ واضح رہے کہ

Marfat.com

اس مکتب میں گاؤں ہی کے بچے تعلیم پاتے ہیں، دس بارہ بچے دوسرے گاؤں سے آتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ لوگ جو امداد کے ذریعہ سے مدرس کی تنخواہ کا انتظام نہیں کرسکتے، نیز دینی کام میں پیسے دینے سے بھی لوگ رغبت نہیں رکھتے، ان کے لئے صدقۃ الفطر اور چرمِ قربانی کی رقم سے مدرس کی تنخواہ کا انتظام کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بصورتِ جواز تملیک کی بہتر شکل کیا ہوگی؟ بصورتِ عدم جواز مدرسہ بند بھی ہوسکتا ہے۔

نوٹ:- اس مکتب کا قیام دینی تعلیم سے غافل اور دلچسپی نہ رکھنے والے لوگوں کو علم دین کی ترغیب دے کر اور فضائل بیان کرکے عمل میں آیا ہے، ورنہ لوگوں کو دینی مکتب چلانے کا نہ کوئی جذبہ تھا اور نہ یہ فکر تھی کہ بچے جاہل رہ جائیں اور دین سے ناواقف رہ جائیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام حالات میں زکوٰۃ، صدقۂ فطر اور چرمِ قربانی کی رقم مدرس کی تنخواہ میں دینا جائز نہیں، ہاں اگر واقعۃً مذکورہ مکتب کی مالی حالت اس قابل نہیں کہ بغیر ان رقومات کے اسے باقی نہ رکھا جاسکے، اور مکتب کے بند ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے، تو ایسی اضطراری اور مجبوری کی حالت میں مذکورہ رقم حیلۂ تملیک کے ذریعہ مدرس کی تنخواہ میں لگائی جاسکتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۴۹/۵-۱۵۴-۱۵۷، فتاویٰ دارالعلوم ۲۵۰/۶، فتاویٰ محمودیہ ۶۰۵/۹ ڈابھیل، کفایت المفتی ۲۸۵/۴)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تحل الصدقة لغني إلا في سبيل الله، أو ابن السبيل أو جار فقير يتصدق عليه فيهدى لك أو يدعوك. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة ۲۳۱/۱ رقم: ۱۶۳۷)

ولا تدفع الزكاة لبناء مسجد؛ لأن التمليك شرط فيها ولم يوجد، وكذا بناء القناطر وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد، وكل ما لا تمليك فيه، وإن أريد الصرف إلى هذه الوجوه صرف إلى فقير، ثم يأمر بالصرف إليها فيثاب المزكي والفقير. (مجمع الأنهر ۲۲۲/۱ دار إحياء التراث بيروت)

Marfat.com

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة فلا یصرف إلی بناء نحو مسجد ولا إلی کفن میت وقضاء دینه. (الدر المختار ۲۹۱/۳ زکریا)

وقدمنا أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هٰذه الأشیاء. (الدر المختار ۲۹۳/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۳/۵/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جن مکاتب کے مصارف عطیات سے پورے نہ ہوتے ہوں اُن میں صدقاتِ واجبہ یا زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس مکتب کے مصارف عطیات وغیرہ (علاوہ صدقاتِ واجبہ) کی رقومات سے پورے ہوجاتے ہوں، ایسے مدرسہ کے ذمہ داران کے لئے صدقاتِ واجبہ کی رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ان کا مصرف نہ ہونے کی وجہ سے استعمال کا کیا طریقہ ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن مکاتب میں صدقاتِ واجبہ کا مصرف نہیں ہے، اُن کے لئے صدقاتِ واجبہ لینا جائز نہیں ہے، صرف امداد وعطیات پر ہی اکتفاء کرنا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنهما أن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: من سألکم باللّٰہ فاعطوه ...... الخ. (السنن الکبریٰ ٣٣٤/٤ رقم: ٧٨٩٠ بیروت)

عن فاطمة بنت قیس عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: إن في المال حقًا سوی الزکاة. (سنن الترمذي ١٤٣/١)

وفي روایة: أنها سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم أفي المال حق

Marfat.com

سوى الزكاة؟ قالت: فتلا علي: ﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ﴾ (تفسير بن كثير مكمل ١٤٢ دار السلام رياض)

من عليه الزكاة لو أراد صرفها إلىٰ بناء المسجد أو القنطرة لايجوز.

(الفتاوىٰ الهندية ٤٧٣/٢، درمختار مع الشامي ٢٤٤/٢ كراچی)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحةً كما مر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد – تحت قوله – كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليک فيه. (درمختار مع الشامي ٣٤٤/٢ كراچی، ٢٩١/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم سے طالبِ علم کی ضرورت پوری کرنا؟

سوال (۲۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بکر اتنا غریب ہے کہ تعلیم وغیرہ کے اخراجات برداشت نہیں کرسکتا ہے؛ لیکن عمرو کے حالات الحمد للہ اچھے ہیں، صاحب نصاب ہونے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی بھی کرتا ہے، چاہتا ہے کہ اپنی زکوٰۃ بکر کی تعلیمی اخراجات برداشت کر کے ادا کردوں، آیا یہ زکوٰۃ کی رقم بجائے اس بکر کو سپرد کرنے کے فیس ودیگر اخراجات کی ادائیگی عمرو خود کرتا ہے، تو اس کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے بکر کو مالک بنانا ضروری ہے؛ لہٰذا عمرو کو چاہئے کہ وہ اولاً زکوٰۃ کی رقم بکر کے قبضہ میں دیدے اور براہِ راست اس کی تعلیمی ضرورتوں میں خرچ نہ کرے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة. (درمختار ٢٩١/٣ زكريا)

Marfat.com

ولا يجوز الزكاة إلا بقبض الفقراء. (الفتاوى التاتارخانية ۲۰۶/۳ زکریا)

وفي هامشه: أخرج عبد الرزاق عن الشعبي أن شريحاً ومسروقاً كانا لا يجيزان الصدقة، حتى تقبض. (المصنف لعبد الرزاق ۱۲۲/۹ رقم: ۱۶۵۹۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جدید تعلیمی ثقافتی ادارہ کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا

سوال (۲۶۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دہلی میں اس مسلم ثقافت کے گھر کے بارے میں جس کے اغراض ومقاصد مندرجہ ذیل ہیں، اس مرکز کے قیام کا مقصد اسلامی ثقافت کا شعور پیدا کرنا اور مسلمانوں ودیگر قوموں کے مابین افہام وتفہیم راہیں ہموار کرنا ہے، اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی اس کا مقصد ہے، یہ مرکز مسلمانوں کو ملک کی اجتماعی زندگی میں بھرپور مدد کرے گا؛ تاکہ وہ دوسری قوموں اور طبقات کے ساتھ مل کر دوستانہ ماحول میں رہ سکیں؛ بلکہ دوستانہ سماج میں اپنا جائز مقام حاصل کر سکیں، اس کے ذریعہ جدید سائنس وٹیکنالوجی ادب اور مختلف فنون کے میدانوں میں مسلمان مردوں اور عورتوں میں تعلیم حاصل کرنے کی سہولت دی جائے گی، یہ سب پروگرام اسلامی دائرے میں انجام دئے جائیں گے، کیا اس مقصد کی تکمیل کے لئے زکوٰۃ استعمال ہوسکتی ہے؟ خاص طور پر تعمیری منصوبہ پورا کرنے میں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس ادارہ کے مصارف اور اس کے تعمیری منصوبہ کی تکمیل کے لئے زکوٰۃ کی رقومات استعمال کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، یہ سب ضروریات امدادی عطیات سے ہی پوری کی جائیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

Marfat.com

مصرف الزكاة هو فقير ...... وقيل: طلبة العلم ...... ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة. (درمختار مع الشامي ٣/٣٨٣ زكريا، درمختار ٢/٣٤٠ كراچی)

فأما الصدقة على وجه الصلة والتطوع فلا بأس به. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣/٢١٤ زكريا، كذا في الفتاویٰ الهندية ١/١٨٩)

ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد (درمختار) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه. (شامي ٣/٢٩١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۱۰/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِسکول کالج میں زکوٰۃ دینا؟

سوال (۲۶۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ جو مدارس میں دی جاتی ہے، کیا اس زکوٰۃ میں اسکول کالج وغیرہ بھی شامل ہوسکتے ہیں؟ چوں کہ مدارس کا کام بھی مذہبی معلومات کی غرض سے مسلم قوم کے لئے ضروری ہے، اور اسکول کالج وغیرہ بھی ایک تعلیمی مرکز ہے جو کہ مسلم قوم کا مستقبل بناتا ہے، تو اس طرح اسکول وکالج میں بھی زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ فقراء کا حق ہے، اور عام طور پر اسکول اور کالج میں تعلیم پانے والے فقراء نہیں ہوتے اور نہ ہی وہاں طلبہ پر تملیکاً زکوٰۃ خرچ ہوتی ہے؛ بلکہ فیس لے کر تعلیم دی جاتی ہے، جب کہ دینی مدارس میں طلبہ کی اکثریت غریب طبقہ سے تعلق رکھتی ہے، نیز وہاں غیر مستطیع نادار طلبہ پر یہ زکوٰۃ خرچ کی جاتی ہے؛ لہٰذا مصرف پائے جانے کی وجہ سے مدارس میں زکوٰۃ دینا جائز ہے، اور کالج اور اسکولوں میں دینا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

الزکوٰۃ هو تملیک المال من فقیر مسلم. (البحر الرائق ۲/ ۲۰۱)

مصرف الزکوٰۃ هو الفقیر. (شامي ۳/ ۲۸۳ زکریا)

أو أصلح أو أورع أو أنفع للمسلمین. (درمختار ۲/ ۳۵٤ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/ ۹/ ۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ وخیرات کا پیسہ جونیئر ہائی اسکول میں لگانا؟

سوال (۲۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مدرسہ ہے جس میں جونیئر ہائی اسکول بھی قائم ہے، مدرسہ کا خرچ عوامی چندہ سے چلتا ہے، جس میں زکوٰۃ وخیرات کا بھی روپیہ ہوتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ جونیئر ہائی اسکول کا خرچ بھی اسی مدرسہ کے پیسے سے چلتا ہے، تو کیا اس رقم کو جونیئر ہائی اسکول میں لگا سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ خیرات کا روپیہ جونیئر ہائی اسکول میں لگانا درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ وہاں ان رقوم کا مصرف نہیں پایا جاتا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحةً. (درمختار ۲/ ۳٤٤ کراچی، ۳/ ۲۹۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/ ۹/ ۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فلاحِ عام جونیئر ہائی اسکول میں زکوٰۃ کا پیسہ دینا؟

سوال (۲۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: ہمارے یہاں ایک اسلامی فلاحِ عام جونیئر ہائی اسکول کھولا گیا ہے، جس میں اُردو ہندی انگلش کی تعلیم دی جاتی ہے، کیا اس میں زکوٰۃ اور قربانی کا روپیہ خرچ کیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے اسکول کے مصارف میں زکوٰۃ چرم قربانی ودیگر صدقات واجب التملیک روپیوں کو صرف کرنا شرعاً درست نہیں۔ اور اس کے لئے حیلۂ تملیک بھی جائز نہیں ہے۔

ولا يجوز أن يبنى بالزكوٰة المسجد و كذا القناطر ......، و كل ما لا تمليك فيه. (الفتاوىٰ الهندية ۱۸۸/۱)

كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة أو لتمويه باطل فهي مكروهة. (الفتاوىٰ الهندية ۳۹۰/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۱/۱/۳ھ

پرائمری اسکول قائم کرنے میں زکوٰۃ اور چرم کا پیسہ لگانا؟

سوال (۲۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک تعلیمی ادارہ قائم کرنا ہے جس میں اُردو ہندی اور انگریزی زبان کے علاوہ دیگر مضامین کی تعلیم دی جائے گی، اس ادارے کو قائم کرنے میں زکوٰۃ، امداد، فطرہ اور چرم قربانی کا پیسہ صرف کیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ ادارے کو قائم کرنے میں صرف امداد کا روپیہ لگ جاسکتا ہے، زکوٰۃ، فطرہ اور چرم قربانی کی رقم اس میں لگانی درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ رقمیں صرف فقراء کا حق ہیں۔

Marfat.com

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن الثوري قال: لا يعطي زكاة ماله من يحبس على النفقة من ذوي أرحامه و ...... لا بناء مسجد الخ. (المصنف لعبد الرزاق ١١٣/٤ رقم: ٧١٧٠)

لا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار. (شامي ٢٩١/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٩/٨/١٤١٦ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈگری کالج کی بلڈنگ کے لئے زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی رقم استعمال کرنا؟

سوال (٢٧٣): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم لوگوں نے ایک مسلم ڈگری کالج مرادآباد میں قائم کیا ہے، اس کے لئے ہم لوگ ایک زمین مبلغ ٢٢/ لاکھ روپئے کی لے رہے ہیں، کیا یہ پیسہ ہم صدقہ جاریہ یا زکوٰۃ کی مد میں لے سکتے ہیں؟ اس کے لئے مہربانی فرما کر ہمیں فتویٰ دیجئے کہ ہم لوگ اس جگہ پر جو بلڈنگ تعمیر کرا رہے ہیں اس میں دنیوی تعلیم ہوگی؟ تو کیا زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کی رقم اس مد میں لگا سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کالج کے تمام مصارف نفلی عطیات سے پورے کئے جائیں، زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی رقومات اس مد میں لگانی درست نہیں ہیں، ان رقومات کے مستحق فقراء ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن الثوري قال: الرجل لا يعطي زكاة ماله من يحبس على النفقة من ذوي أرحامه ولا يعطيها في كفن ميت ولا دين ميت ولا بناء مسجد ولا شراء مصحف ولا يحج بها، ولا تعطيها مكاتبك ولا تبتاع بها نسمة تحررها ولا

Marfat.com

تعطيها في اليهود والنصارىٰ، ولا تستأجر عليها منها من يحملها ليحملها من مكان إلى مكان. (المصنف لابن عبد الرزاق، كتاب الزكاة / باب لمن الزكاة ١١٣/٤ رقم: ٧١٧٠)

ولا يجوز أن يبنى بالزكوة المسجد، وكذا القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات. (الفتاوى الهندية ١٨٨/١ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۵/۱۰/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدارس سے ملحقہ اسکولوں کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا

سوال (۲۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہر میں بڑے بڑے مدارس کے تحت عصری اسکول چلتے ہیں، جن میں مکمل دنیاوی تعلیم ہوتی ہے اور اس میں طلباء سبھی مقامی ہوتے ہیں، مدارس والے بھی زکوٰۃ کی رقم حیلۂ شرعی کر کے ماتحت اسکولوں میں خرچ کرتے ہیں اور دلیل میں بڑے بڑے مدارس پیش کرتے ہیں، جن میں حیلۂ شرعی کر کے زکوٰۃ کی رقم استعمال ہوتی ہے، کیا اس طرح حیلۂ شرعی کر کے اسکول میں زکوٰۃ کی رقم لگائی جاسکتی ہے؟ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں مدلل مفصل جواب تحریر فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حیلہ کر کے اسکولوں میں زکوٰۃ کی رقم لگانے کی اجازت نہیں، مدارس والے اگر اپنی ماتحتی میں اسکول چلاتے ہیں، تو انہیں اسکول چلانے کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ دیگر رقومات سے انتظام کرنا چاہئے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠]

مصرف الزكاة هو فقير ...... وقيل: طلبة العلم ...... ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة. (درمختار مع الشامي ٢٨٣/٣ زكريا، درمختار ٣٤٠/٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۵/۵/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اسکول کے مسلم اور غیر مسلم بچوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا اور اساتذہ کی تنخواہ دینا؟

سوال (۲۷۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک اسکول میں درجہ اطفال سے لے کر درجہ آٹھ تک تعلیم ہوتی ہے؛ لیکن درجہ پنجم تک ملازمین کی تنخواہ چندہ کی رقم سے ادا کی جاتی ہے، تو ایسی صورت میں غیر مسلموں کو تعلیم دینا اس اسکول میں صحیح ہے یا نہیں؟ نیز پہلے غیر مسلموں کو اس مکتب میں تعلیم نہیں دی جاتی تھی، حالاں کہ چندہ کی رقم فطرہ، چرمِ قربانی، زکوٰۃ، عطیات وغیرہ ہوتا ہے، تو کیا ایسی رقمیں مسلم بچوں کے ساتھ غیر مسلم طلبہ پر بھی خرچ کی جاسکتی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ اسکول کے لئے زکوٰۃ، صدقاتِ واجبہ کی رقومات وصول کرنا اور پھر ان کو ماسٹروں اور ملازمین کی تنخواہوں میں اور اسکول کے غیر مسلم بچوں پر صرف کرنا جائز نہیں ہے، ان جگہوں پر صرف کرنے سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن سعيد بن جبير رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تصدقوا إلا على أهل دينكم. (المصنف لابن أبي شيبة ٥١٤/٦ رقم: ١٠٤٩٩)

مصرف الزكاة هو فقير ...... وقيل: طلبة العلم ...... ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة. (درمختار مع الشامي ٢٨٩/٣-٢٩١ زكريا، ٣٤٠/٢ كراچی)

ولا تدفع إلى ذمي لحديث معاذ – إلى قوله – إن دفع سائر الصدقات والواجبة لا يجوز اعتبارًا بالزكاة. (الدر المختار مع الشامي ٣٠١/٣ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

Marfat.com

جس دنیوی اِدارہ میں حکومت کی طرف سے گرانٹ نہ ملتا ہو اس کی تعمیر وغیرہ میں زکوٰۃ صرف کرنا

سوال (۲۷۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ایسی دنیوی تعلیم گاہ جس کو حکومت کی طرف سے گرانٹ یا دیگر چندہ نہ ملتا ہو، جس میں غریب مسلم طلبہ کی زیادتی ہو، اور جو قلیل فیس کے خرچہ پر چل رہا ہو، اس ادارہ سے جو آمدنی ہوتی ہو، اس کا ۸۰ رفیصد اسی پر خرچ ہو رہا ہو، جس کو آگے بڑھانے کے لئے پیسہ کی ضرورت ہو، تو کیا ایسے ادارہ میں تعمیراتی کام میں زکوٰۃ کی رقم کو لگایا جا سکتا ہے؟ یا دیگر ضروریات مثلاً پنکھوں بجلی اور پانی کے نل پر خرچ ہو سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ ادارہ کی تعمیر یا پنکھوں وغیرہ کے انتظام میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہیں کی جا سکتی۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة کما مر، لا یصرف إلیٰ بناء مسجد ولا إلیٰ کفن میت وقضاء دینه. (کذا في الدر المختار مع الشامي ۲/۳٤٤ کراچی، ۳/۲۹۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱/۹ھ

Marfat.com

تملیک اور حیلۂ تملیک

حیلۂ تملیک کا شرعی ثبوت اور اس کے جواز کی صورتیں

سوال (۲۷۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حیلۂ تملیک کا شرعی ثبوت کیا ہے؟ حیلۂ تملیک کی اجازت کن صورتوں میں ہے؟ حیلۂ تملیک کا شرعی صحیح طریقہ جو اکابرین کے یہاں رائج ہو کون سا ہے؟ نیز جن بستیوں میں بلا ضرورت ومجبوری جدید مدارس پرانے مدرسہ سے علیحدہ ہوکر کھولے جارہے ہیں، ایسے مدارس کے لئے صدقاتِ واجبہ کی رقم وصول کرنا اور حیلۂ تملیک کے بعد ان مکاتب کی ضروریات میں خرچ کرنا کیسا ہے؟ دینے والے اور وصول کرنے والے دونوں کا حکم شرعی تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضرورت کے وقت حیلہ اختیار کرنے کی اجازت قرآن وحدیث سے ملتی ہے، جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا گیا ہے کہ: ﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ﴾ اور حدیث میں خراب کھجوروں کے بدلہ میں اچھی کھجور لینے سے متعلق تدبیر موجود ہے۔ بریں بناء اگر غرض صحیح کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مجبوراً زکوٰۃ وغیرہ کی رقومات میں تملیک کا راستہ اپنایا جائے تو اس کی شرعاً گنجائش ہے؛ لیکن جہاں ضرورت نہ ہو، یا مصرفِ زکوٰۃ موجود نہ ہو، وہاں حیلۂ تملیک کا استعمال جائز نہ ہوگا، اور ایسے مدرسہ والوں کے لئے زکوٰۃ کی رقم چندہ میں وصول کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل رجلاً على خيبر فجاءه بتمر جنيب، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم:

Marfat.com

أكل تمر خيبر هٰكذا؟ قال: لا والله يا رسول الله! إنا لنأخذ الصاع من هٰذا بالصاعين والصاعين بالثلث، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فلا تفعل! بع الجمع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنيبًا. (صحيح مسلم ٢/٢٦)

وأخرج البخاري حديثًا طويلاً طرفه: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو لها صدقة ولنا هدية. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب الصدقة على موالي أزواج النبي صلى الله عليه وسلم ٢٠٢/١ رقم: ١٤٧١ ف: ٤١٩٣)

والحيلة لمن أراد ذٰلك أن يتصدق ينوي الزكاة على فقير، ثم يأمره بعد ذٰلك بالصرف إلى هٰذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الصدقة ولذٰلك الفقير ثواب هٰذا الصرف. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٠٨/٣ رقم: ٤١٤١ زكريا)

والحق أنه كان ذٰلك لغرض صحيح فيه رفق للمعذور، وليس فيه إبطال لحق الغير فلا بأس به من ذٰلك كما في قوله تعالى: ﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ﴾ وإن كان لغرض فاسد كإسقاط حق الفقراء من الزكاة بتمليك ماله قبل الحول لولده أو نحو ذٰلك فهو حرام أو مكروه. (عمدة القاري ١٠/٩)

إن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه أو لتمويه باطل، فهي مكروهة، وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى حلال فهي حسنة. (الفتاوى الهندية ٣٩٠/٦ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جہاں تملیکِ شرعی پائے جائے وہاں زکوٰۃ دینے سے ادا ہوجاتی ہے

سوال (۱۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جن مدارس عربیہ میں زکوٰۃ، فطرہ، چرم قربانی وعقیقہ وغیرہ تملیک کر کے کئے جاتے ہوں، تو

Marfat.com

کیا دینے والے کی زکوٰۃ اس طرح ادا ہوجائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تملیک ایک حیلہ ہے؛ لہٰذا جہاں تملیک شرعی طور پر پائی جائے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حیلہ کرنا صرف بوقتِ ضرورت ہی جائز ہوتا ہے؛ لہٰذا جن مدارس میں ضرورتِ شرعی متحقق ہے صرف وہیں تملیک کی اجازت ہوگی، اور جہاں ضرورت متحقق نہیں اور مصرفِ زکوٰۃ بھی موجود نہیں، وہاں حیلۂ تملیک ممنوع ہے۔

كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة أو لتمويه باطل فهي مكروهة. (الفتاوى الهندية ٦/٣٩٠)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحةً. (درمختار ٣/٢٩١ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
١٤٢٦/١١/٢٣ھ

مدارس میں حیلۂ تملیک

سوال (١٧٩): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نیز حیلۂ شرعی کیا ہے؟ مدرسہ والے حیلہ کرکے اس پیسہ سے مدرسین کی تنخواہ دیتے ہیں، تعمیری کام کراتے ہیں، اس حیلہ کا ناجائز فائدہ اٹھاکر بہت سے مدارس والے جو اسکول بھی چلاتے ہیں، تو مدرسہ کی رقم حیلہ کرکے اسکول میں لگاتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟ جو مدارس گورنمنٹ سے ایڈ لیتے ہیں، ان میں بعض عالم کہتے ہیں کہ حیلہ کرکے جو رقم مدرسین کو تنخواہ میں دی جاتی ہے، اس سے بہتر وہ رقم ہے جو ایڈیڈ مدارس میں مدرسین کو گورنمنٹ سے ملتی ہے۔

کچھ لوگ مدارس اسلامیہ کو زکوٰۃ کی رقم اس لئے نہیں دیتے ہیں کہ مدارس والے اس کا حیلہ کرکے غلط طور پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرتے ہیں، اس لئے حیلۂ شرعی کی بھی وضاحت فرمادیں؛ تاکہ اس کی روشنی میں لوگوں کو سمجھایا جاسکے۔

Marfat.com

نیز آج کل جگہ جگہ مساجد میں اور غیر مساجد میں مکاتب کھلے ہیں، جس میں مقامی بچے ابتدائی تعلیم حاصل کرتے ہیں، بیرونی طلبہ بالکل نہیں ہوتے، ایسے مکاتب والے بھی زکوٰۃ وصول کرتے ہیں اور حیلہ کر کے مدرسین کی تنخواہ اور تعمیر میں رقم خرچ کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اگر زکوٰۃ کی رقم وصول نہ کی جائے تو یہ مکاتب کیسے چلیں گے، جب کہ لوگ عطیہ کی رقم دینے کو تیار نہیں ہیں؟

گوپا گنج میں ایک بڑے مدرسہ نے پندرہ بیس لاکھ کی زمین خریدی اور زکوٰۃ کی رقم پیشگی وصول کر کے حیلہ کر کے اس سے قیمت ادا کی گئی، جس کا اثر رمضان میں مدارس کے چندوں پر پڑا، ایسا کرنا کہاں تک درست ہے؟ امید ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں گے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حیلے کے متعلق دو بحثیں قابل غور ہیں:

پہلی بحث یہ ہے کہ حیلہ کرنا کب جائز ہے؟ تو اس سلسلے میں حکم یہ ہے کہ جہاں کوئی شرعی ضرورت ہو اور اس کی تکمیل حیلے کے بغیر ممکن نہ رہے، تو اس جگہ حیلہ کرنے کی گنجائش ہے، اور جہاں ضرورت نہ ہو یا ضرورت تو ہو مگر حیلے کے بغیر ضرورت پوری ہو سکتی ہو تو وہاں حیلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اسکول چلانے کے لئے یا تعمیرات کے لئے یا چھوٹے مکاتب کے لئے جن میں مقامی بچے پڑھتے ہیں حیلہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس طرح کے سب کام عطیہ کی رقم سے پورے کرنے چاہئے۔

والحق أنه كان ذلك لغرض صحيح فيه رفق للمعذور، وليس فيه إبطال لحق الغير فلا بأس به من ذلك كما في قوله تعالى: ﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ﴾ وإن كان لغرض فاسد كإسقاط حق الفقراء من الزكاة بتمليك ماله قبل الحول لولله أو نحو ذلك فهو حرام أو مكروه. (عمدة القاري ۱۰۹/۱۰)

إن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه أو

Marfat.com

لتمويه باطل، فهي مكروهة، وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى حلال فهي حسنة. (الفتاوى الهندية ٦/ ٣٩٠ دار الفكر بيروت)

دوسری بحث یہ ہے کہ حیلہ کا طریقہ کیا ہو؟ تو اس سلسلے میں تین صورتیں اکابر کے زمانے سے جاری ہیں:

الف:- کسی غریب فقیر کو زکوٰۃ کی رقم دے کر کے واقعۃً مالک بنادیا جائے، پھر اسے ترغیب دی جائے کہ وہ ضرورت کی جگہ پر اپنی جانب سے خرچ کرے۔

إن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء والحيلة من أراد ذٰلك أن يتصدق ينوي الزكاة على فقير، ثم يأمر بعد ذٰلك بالصرف إلى هٰذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الصدقة ولذٰلك الفقير ثواب هٰذه الصرف. (الفتاوىٰ التاتاخانية ٣/ ٢٠٨ زكريا)

والدفع إلى من عليه الدين أولىٰ من الدفع إلى الفقير. (الفتاوى الهندية ١/ ١٨٨ دار الفكر بيروت)

ب:- دوسری صورت یہ ہے کہ فقیر سے کہا جائے کہ وہ کسی سے قرضِ حسنہ لے کر مدارس وغیرہ کی ضرورت میں لگادے، پھر اس فقیر کا قرضہ زکوٰۃ کی رقم سے ادا کردیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۹/ ۴۷۷ ڈابھیل، آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید ۵/ ۱۶۱-۱۶۰)

وحيلة الجواز أن يعطي مديونه الفقير زكاته ثم يأخذها عن دينه. (درمختار ٢/ ٢٧١ كراچی، البحر الرائق ٢/ ٢٢٨)

ج:- تیسری صورت یہ ہے کہ طلبہ کی فیس مقرر کی جائے اور ہر مہینے انہیں فیس کی رقم بمد زکوٰۃ دے کر پھر ان سے فیس کی رقم جمع کرالی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۵/ ۱۵۰، کفایۃ المفتی ۴/ ۲۹۳)

وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد. (درمختار ٢/ ٢٧١ كراچی)

Marfat.com

ہمارے نزدیک ان تینوں شکلوں میں سے تیسری شکل زیادہ مناسب اور بے غبار ہے، بہرحال ضرورت کے وقت اگر شرعی حیلہ کر کے وہ رقم مصارفِ ضروریہ میں لگائی جائے گی، تو اس کا لگانا جائز ہوگا۔ (کتاب المسائل ۲/۲۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۶/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا وکالت کے ذریعہ اہل مدارس زکوٰۃ کا تمام مصارف میں استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال (۲۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدارس میں صدقاتِ واجبہ زکوٰۃ وغیرہ کی جو رقوم آتی ہیں، ان کے خرچ کے لئے مختلف حیلے اختیار کئے جاتے ہیں، تو اگر مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کیا جائے تو شرعاً اس میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟ وہ طریقہ یہ ہے کہ تمام بالغ ونابالغ طلبہ مہتمم مدرسہ کو زکوٰۃ کی رقم اپنے جملہ مصارف میں خرچ کرنے کا وکیل بنادیں، پس مہتمم جس طرح طلباء کی طرف سے زکوٰۃ وغیرہ صدقاتِ واجبہ پر قبضہ کرنے کا وکیل ہے (بقول حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ) اسی طرح وہ طلبہ کی جانب سے جملہ مصارف، مدرسین وملازمین کی تنخواہیں، تعمیرات، خرید کتب، لائٹ بل وغیرہ میں وکیل بن جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ داخلہ کے وقت داخلہ فارم میں ایک کالم پر کروایا جائے جس میں طالب علم مہتمم مدرسہ کو صراحۃً وکیل بنادے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح داخلہ فارم میں کالم پر کروانے سے مہتمم طلباء کی جانب سے خرچ کرنے کا وکیل بن جائے گا؟ اور کیا مہتمم کو صدقاتِ واجبہ کی رقوم مدرسہ کے اخراجات میں بلا حیلۂ تملیک صرف کرنے کا اختیار ہوگا؟ امید ہے کہ تسلی بخش جواب سے نوازیں گے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: داخلہ فارم میں توکیل نامہ لکھنے میں ہماری نظر میں دو خرابیاں

Marfat.com

واضح ہوئیں:

(۱) یہ توکیل خوش دلی سے نہیں ہوگی؛ بلکہ جبریہ ہوگی؛ اس لئے اس کے ذریعہ سے مصرف اور غیر مصرف میں زکوٰۃ کا استعمال شبہ سے خالی نہیں۔

(۲) اس طریقۂ کار کے رواج سے غیر محتاط ذمہ دارانِ مکاتب ومدارس زکوٰۃ کی رقومات کا بے دریغ اپنی مرضی سے جہاں چاہیں گے استعمال کریں گے، اور جو تھوڑی بہت احتیاط اس وقت تک ہورہی ہے وہ بھی ختم ہوجائے گی، اس لئے ہماری نظر میں یہ فرضی توکیل کافی نہیں ہے، اس کی وجہ سے تملیک کی شرط بے اثر ہوکر رہ جائے گی، حالاں کہ وہ ادائیگی زکوٰۃ کی بنیادی شرط ہے؛ لہٰذا تملیک کی بہترین شکل یہی ہے کہ طلبہ کو وظیفہ کے نام پر رقم دے کر فیس کے نام پر وصول کرلی جائے۔

عن عطاء بن يسار أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني إلا لخمسة ..... أو لرجل كان له جار مسكين فتصدق على المسكين فأهداها المسكين لغني. (سنن أبي داؤد ۱/۲۳۱ رقم: ۱۶۳۵، سنن ابن ماجة ۱/۱۳۲ رقم: ۱۸۴۱)

والحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هٰذه الأشياء. (در مختار مع الشامي ۳/۲۹۳ زكريا)

وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما. (شامي ۲/۲۷۱ كراچی، فتاویٰ دار العلوم ۶/۱۹۷، كتاب المسائل ۲/۲۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۸/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب طالبات کو زکوٰۃ کی رقم سے وظیفہ دے کر بطورِ فیس ان سے واپس لینا؟

سوال (۲۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: ہمارے مدرسہ میں ڈھائی سو طالبات زیر تعلیم ہیں، جن کے قیام وطعام کا نظم نہیں ہے، تمام طالبات مقامی ہیں، دینی تعلیم عربی سوم اور دنیوی تعلیم پانچویں کلاس تک دی جاتی ہے، اس کے ساتھ سلائی بھی سکھائی جاتی ہے، معلمات کی تنخواہیں بجلی فون، ودیگر اخراجات سالانہ چھ لاکھ سے زیادہ ہیں، معلمات وخدام کا عملہ ۱۶/افراد پر مشتمل ہے، قدیم طالبات سے وقت داخلہ دوسو روپیہ اور جدید طالبات سے تین سو روپیہ داخل فیس لی جاتی ہے، کتابیں خود خرید لیتی ہیں تعلیم پر ماہانہ کوئی فیس نہیں لی جاتی ہے، مفت تعلیم کا نظم ہے، اکثر طالبات غریب ونادار ہیں، بہت ہی کم طالبات حیثیت والی ہیں، مذکورہ اخراجات چندہ ہی سے پورے ہوتے ہیں، چندہ دہندگان اکثر زکوٰۃ ہی کی رقم دیتے ہیں، حسبۃً للہ یا عطیہ بالکل ہی کم ہوتی ہے۔

دینی تعلیم سے اتنی لاپرواہی وبے رغبتی ہے کہ تعلیم پر ماہانہ فیس کا مطالبہ کیا جائے تو تعلیم موقوف کر دیتی ہیں، جو دینی تعلیم سے محرومی وخسران کا سبب ہے، جس کا انہیں احساس بھی نہیں، ان حالات کے پیشِ نظر کیا زکوٰۃ کی رقم حاصل کر کے غریب طالبات کو مالکہ بنائیں، وہ اپنی تعلیمی فیس ادا کریں، جس کو مدرسہ کے مذکورہ اخراجات میں استعمال کریں یا مہتمم صاحب سکریٹری صاحب طالبات کی طرف سے وکیل بن کر رقم زکوٰۃ حاصل کریں، اس کو اخراجات مدرسہ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اس کی اجازت ہے، تو اس کی کیا صورت ہے؟ اگر ناجائز ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ یا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زکوٰۃ کی رقم غریب طالبات کو وظیفہ کے طور پر دے کر ان سے فیس کے عنوان سے واپس لے کر مدرسہ کی ضروریات پوری کرنے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۹۰/۹-۶۰۶ ڈابھیل)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتحل الصدقة لغني إلا في سبيل الله، أو ابن السبيل أو جار فقير يتصدق عليه فيهدى لك أو يدعوك. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة ۲۳۱/۱ رقم: ۱۶۳۷)

Marfat.com

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحةً لا یصرف إلی بناء نحو مسجد وکفن میت وقضاء دینه، والحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الأشیاء. (شامي ۲۹۱/۳-۲۹۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فارم کا اندراج غلط یا جھوٹ ثابت ہو جانے کی وجہ سے زکوٰۃ کی رقم سے دیا گیا وظیفہ واپس لینا؟

سوال (۲۸۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فارم پُر کرا کر بمدزکوٰۃ جو تعلیمی وظیفے دیے جاتے ہیں، کیا فارم کے اندراج کے غلط یا جھوٹ ہونے کی صورت میں دیے ہوئے وظیفے واپس لیے جاسکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر امکانی حد تک تحقیق کے بعد مستحق سمجھ کر تعلیمی وظیفہ زکوٰۃ سے دیا گیا ہے تو دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوگئی، اب بعد میں اگر اس کا غیر مستحق ہونا معلوم ہوا تو اس رقم کو واپس لینے یا دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ اس غیر مستحق شخص پر دیانۃً لازم ہے کہ وہ زکوٰۃ کی لی ہوئی رقم مستحقین پر خرچ کردے، ورنہ عند اللہ مؤاخذہ دار رہے گا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

حدثنا أبو الجویریة أن معن بن یزید رضي اللّٰه عنه حدثه قال: بایعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أنا وأبي وجدي وخطب علي فأنکحني وخاصمت إلیه کان أبي یزیدُ أخرج دنانیر یتصدق بها فوضعها عند رجل في المسجد فجئت فأخذتها فأتیته بها، فقال: واللّٰه ما إیاک أردتُ، فخاصمت إلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: لک ما نویت یا یزید، ولک ما

Marfat.com

أخذت يا معن. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر رقم: ١٤٢٢، فتح الباري ٣٧١/٤ بيروت)

دفع بتحر لمن يظنه مصرفاً فبان أنه عبده أعاد، وإن بان غناه لايعيد؛ لأنه أتى بما في وسعه. (درمختار) وفي الشامية: ولا يسترد في الولد والغني، وهل يجب له فيه خلاف، وإذا لم يطلب قيل يتصدق، وقيل: يرد على المعطي...... وفيه: واعلم أن المدفوع إليه لو كان جالسًا في صف الفقراء يصنع صنعهم أو كان عليه زيهم أو سأله فأعطاه كانت هٰذه الأسباب بمنزلة التحري، وكذا في المبسوط: حتى لو ظهر غناه لم يعد. (درمختار مع الشامي / مطلب: في الحوائج الأصلية ٣٠٢/٣-٣٠٣ زكريا)

دفع بتحر أي يظن أنه مصرف، فظهر كونه عبده أو مكاتبه يعيدها؛ لأنه بالدفع إلى عبده لم يخرجه عن ملكه، والتمليك ركن، ولو ظهر غناه أو كفره أو أنه أبوه أو ابنه أو هاشمي لا يعيدها؛ لأن الوقوف على هٰذه الأشياء بالاجتهاد لا القطع، فيبني الأمر على ما يقع عنده كما إذا اشتبهت عليه القبلة، ولو أمر بالإعادة لكان مجتهداً فيه فلا فائدة فيه. (درر الحكام شرح غرر الأحكام / بناء المساجد من مال الزكاة ١٩١/١ المكتبة الشاملة، كذا في البحر الرائق ٢٤٧/٢ كوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوۃ کی رقم غریب طلبہ کے والدین کو دے کر تملیک کرا کے فیس کے ذریعہ اُن سے وصول کرنا؟

سوال (۲۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صوبہ اتراکھنڈ کاشی پور کے اطراف دیہی علاقہ میں ایک ادارہ بنام ''جامعۃ القرآن'' اپنے تعلیمی کام میں مشغول ہے، جو تقریباً پانچ سال قبل حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم سابق

Marfat.com

نائب مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد کی زیر سرپرستی قائم ہوا تھا، ادارہ کے جملہ مصارف توکل علی اللہ پورے ہوتے ہیں، طریقہ کار کچھ اس طرح ہے:

جو رقومات زکوٰۃ کی مد میں آتی ہیں، منتظمین یہ کرتے ہیں کہ جتنے بھی طلبہ زیر تعلیم ہیں، ان سب کی فیس مقرر کر رکھی ہے خواہ وہ غریب ہو یا مال دار؛ البتہ جو طلبہ غریب نادار ہیں اور فیس ادا کرنے پر قادر نہیں ہیں، تو ان کے والدین کو بلا کر مذکورہ رقم سے ان کو دے دیا جاتا ہے، جس سے وہ اپنے بچوں کی فیس، کتب وغیرہ میں خرچ کرتے ہیں، منتظمین اس طرح زکوٰۃ کی تملیک کرتے ہیں، تو کیا اس طرح کرنا درست ہے؟ واضح رہے کہ زکوٰۃ کی رقم جو طلبہ کے والدین کو دی جاتی ہے، اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ طالب علم بیرونی ہو؛ بلکہ ابھی دارالاقامہ میں رہنے والے طلبہ کا نظم نہیں ہے، مگر جو مقیم طلبہ ہیں وہ اطراف میں تین چار کلومیٹر سے آتے ہیں اور پھر اپنے گھر واپس چلے جاتے ہیں، ان میں جو غریب نادار بچے ہیں، ان کے والدین کو بطور تملیک کچھ رقم دے دی جاتی ہے؛ تاکہ یہ نادار بچے بھی تعلیم سے محروم نہ رہ سکیں، نصاب تعلیم میں قرآنِ پاک، دینیات، اردو، پرائمری تک کی تعلیم ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ غریب نادار والدین کو زکوٰۃ کی رقم کا مالک بنا کر ان ہی کے ذریعہ سے وہ رقم غریب بچوں پر خرچ کرائی جاتی ہے، تو تملیک کا یہ طریقہ شرعاً درست ہے، اور اس طریقہ سے مالکین کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

هو فقير: وهو من له أدنى شيء الخ، يعرف المزكي إلى كلهم، أو إلى بعضهم، ولو واحدا من أي صنف كان. (درمختار مع الشامي ۳/ ۲۶۲-۲۶۳ بیروت)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا...... والحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء. (شامي ۳/ ۲۹۳-۲۹۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۵/ ۷/ ۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

طلبہ مدارس کو ایک ساتھ بیٹھا کر کھانا کھلانے سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم؟

سوال (۲۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طلبہ مدارس کو ایک ساتھ بیٹھا کر کھانا کھلانے سے زکوٰۃ کی ادائیگی ہوتی ہے یا نہیں؟ اس تملیک کی شکل موجود ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پہلے سے حیلہ تملیک اختیار کرنے کے بعد مطبخ میں کھانا پکایا گیا ہے، تو اس کھانے کو بٹھا کر کھلانے میں حرج نہیں؛ لیکن اگر پہلے سے تملیک نہیں کی گئی ہے، تو ایسے زکوٰۃ کے کھانے کو بٹھا کر طلبہ کو کھلانے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی؛ کیوں کہ یہ کھلانا تملیک کا نہیں ہوتا؛ بلکہ اباحۃ ہوتا ہے، اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ دار العلوم ۶/۲۴۶)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة، فلا یکفي فیها الإطعام إلا بطریق التملیک. (شامي ۲۹۱/۳ زکریا، کذا في مجمع الأنہر ۲۸٤/۱ بیروت، البحر الرائق / باب المصرف ٤۲٤/۲ رشیدیة) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۹/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مدرسہ کی ضروریات میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانے کے لئے شرعی حیلۂ تملیک اختیار کرنا؟

سوال (۲۸۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدارسِ عربیہ میں عام طور پر صدقات کی رقوم بمقابلہ امدادی رقوم کے زیادہ آتی ہے، اور خرچ دوسرے مدات یعنی امدادی رقوم کے زیادہ ہوتے ہیں، مثلاً ملازمین مدرسین کی تنخواہیں،

Marfat.com

تعمیرات، نشرواشاعت وغیرہ، جن پر زکوٰۃ وصدقات کی رقوم خرچ نہیں کی جاسکتی؛ لہٰذا کیا صورت اختیار کی جائے کہ مدرسہ کے سبھی امور اور ضرورتیں بروقت پوری ہوتی رہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زکوٰۃ کا روپیہ لگائے بغیر مدارس کا چلانا دشوار ہو جن میں فقہ وحدیث کی تعلیم ہوتی ہو اور ان میں زکوٰۃ کے مصرف طلبہ موجود ہوں، تو مدارس کی دیگر ضروریات کی تکمیل کے لئے شرعی حیلۂ تملیک اختیار کرنے کی گنجائش ہے، یعنی زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کی رقومات کا واقعۃً کسی مستحق کو مالک بنادیا جائے، پھر وہ اپنی جانب سے برضا ورغبت مدارس کی ضروریات میں وہ رقم خرچ کرے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت كان في بريرة ثلاث سنن ...... ودخل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم والبرمة تفور بلحم، فقرب إليه خبز وأدم من أدم البيت، فقال: ألم أر برمة فيها لحم؟ قالوا: بلىٰ! ولكن ذٰلك لحم تصدق به على بريرة، وأنت لا تأكل الصدقة، قال: هو عليها صدقة ولنا هدية. (صحيح لبخاري، الطلاق / باب لا يكون بيع الأمة طلاقاً رقم: ٥٢٧٩، فتح الباري ١٢/٥٠٥ دار الكتب العلمية بيروت)

وقال الملا علي القاري: قال الطيبي: إذا تصدق على المحتاج بشيء ملكه، فله أن يهدي به إلى غيره الخ، وهو معنى قول ابن الملك: فيحل التصدق على من حرم عليه بطريق الهدية. (مرقاة لمفاتيح شرح مشكاة المصابيح ٤/٢٩ دار الكتب العلمية بيروت)

لو أراد صرفها إلى بناء المسجد أو القنطرة لا يجوز، فإن أراد الحيلة فالحيلة أن يتصدق به المتولي على الفقراء، ثم الفقراء يدفعونه إلى المتولي، ثم المتولي يصرف إلى ذٰلك كذا في الذخيرة. (الفتاوىٰ الهندية ٢/٤٧٣)

ولا تدفع الزكاة لبناء مسجد؛ لأن التمليك شرط فيها ولم يوجد، وكذا بناء القناطر وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد، وكل ما لا

Marfat.com

تملیک فیہ، وإن أرید الصرف إلی هٰذه الوجوه صرف إلی فقیر، ثم یأمر بالصرف إلیها فیثاب المزکی والفقیر. (مجمع الأنهر ۱/۲۲۲ دار إحیاء التراث بیروت)

وقدمنا أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هٰذه الأشیاء وهل له أن یخالف أمره لم أره والظاهر نعم. (درمختار مع الشامي ۲/۲٤٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۲/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کے طلبہ پر زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا؟

سوال (۲۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دینی مدارس میں علم دین حاصل کرنے والے باہر کے غریب طلبہ پر زکوٰۃ، چرم قربانی اور صدقۃ الفطر کی رقم کس طرح استعمال کی جائے؟ استعمال کا جائز اور آسان طریقہ کیا ہے؟ جو کہ کھانے وغیرہ میں بھی چل سکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ رقم مستحقین طلبہ کے لئے وظائف مقرر کرنے، کپڑے بنا دینے اور روزانہ کھانا کھلانے میں استعمال کی جاسکتی ہے، اس کے لئے احتیاط کے ساتھ جو بھی نظام بن سکے، بنالیا جائے؛ البتہ اس کا خیال رکھیں کہ جو چیز بھی طلبہ کو دی جائے وہ بطور تملیک ہو؛ اس لئے کہ زکوٰۃ کی صحت کے لئے مستحق کا زکوٰۃ پر پوری طرح قبضہ کرلینا ضروری ہے۔

قال القدوري في کتابه: ولا یجوز الزکاة إلا إذا قبضها الفقیر. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۳/۲۱۲ زکریا)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة. (شامي ۳/۲٦۳ بیروت، الفتاویٰ الهندیة ۱/۱۹۰ دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۳ھ

Marfat.com

اہلِ مدارس زکوٰۃ لینے کے بعد صحیح مصرف پر لگانے کے خود ذمہ دار ہیں

سوال (۲۸۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس مدارس اور ادارے والے احباب آکر اپنے مدرسہ کے اخراجات اور تعمیرات کو بتلاکر یہ کہتے ہیں کہ جتنا ہوسکے تعاون کریں، اس وقت ہم اس مدرسہ کو زکوٰۃ کی رقم دے کر وضاحت بھی کردیتے ہیں، اب ہمارے دل میں یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا یہ رقم طلبہ پر خرچ ہوتی ہوگی، یا تعمیرات پر؟ ہماری ذمہ داری ہماری زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کہاں تک ہے؟ کیا ان سفراء کو دے دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، یا اس کے صحیح مصرف میں آنے تک ہماری ذمہ داری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ والوں پر لازم ہے کہ وہ زکوٰۃ کی رقم مستحق طلبہ پر ہی خرچ کریں اور تملیک کے بغیر یہ رقم تعمیرات وغیرہ میں نہ لگائیں، اگر وہ اس کے خلاف کریں گے تو وہ خود ذمہ دار ہوں گے، دینے والا ذمہ دار نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۵۳۴، ۶۶/۳)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أنه قال: أتى رجل من بني تميم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم: فقال: يا رسول الله! إذا أديت الزكاة إلى رسولك فقد برئت منها إلى الله وإلى رسوله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم إذا أديت الزكاة إلى رسولي فقد برئت منها لك أجرها وإثمها على من بدلها. (السنن الكبرى للبيهقي، الزكاة/ باب الزكاة تتلف في يدي الساعي ٣٢٣/٤ رقم: ٧٢٨٣، المصنف لعبد الرزاق، الزكاة / باب موضع الصدقة ٤٥/٤ رقم: ٦٩١٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۵/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حیلۂ تملیک کی اجازت عام نہیں ہے

سوال (۲۸۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: حیلۂ تملیک کی اجازت عام ہے یا بدرجہ ضرورت ومجبوری ہے؟ اگر بصورتِ ضرورت ومجبوری ہے تو اس کی وضاحت فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حیلۂ تملیک کی اجازت عام نہیں ہے؛ بلکہ صرف اسی وقت ہے جب کہ اس کے بغیر ادارہ چلانا ممکن نہ رہے۔ (کتاب المسائل ۲/۱۹۲، کفایۃ المفتی ۴/۲۸۵)

وفي العيون وفي جامع الفتاویٰ: لا يسعه ذٰلک، وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى حلال فهي حسنة. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۰/۳۱۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکتب کے مصارف کے لئے حیلۂ تملیک؟

سوال (۲۸۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکان چونکہ بوسیدہ ہے، اب اس کو مدرسہ کی نوعیت سے بنانا ہے؛ لہٰذا اس صورت میں کافی سرمایہ کی ضرورت ہے، تو اس کی تعمیر اور مدرسین کی تنخواہوں اور طالبِ علم وغیرہ کی ضرورتوں کے لئے چندہ زکوٰۃ وصدقۃ الفطر وچرم قربانی جمع کر کے علماء کے مروجہ حیلۂ تملیک کے طریقہ کے بعد مذکورہ جگہوں پر خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حیلۂ تملیک کی تو ضرورت اس وقت پڑے گی جب کہ مدرسہ اور مسجد کے لئے زکوٰۃ وصدقات کے علاوہ دوسری رقومات سے چندہ نہ کیا جا سکتا ہو؛ لہٰذا پوری کوشش یہ کرنی چاہئے کہ زکوٰۃ وغیرہ کے علاوہ سے مدرسہ کی تعمیر کی جائے، اگر بالفرض کوئی صورت نہ نکل سکے، تو مجبوری میں تملیک کی اجازت دی جائے گی۔

Marfat.com

عن عطاء بن يسار أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني إلا لخمسة ...... أو لرجل له مسكين فتصدق على المسكين فأهداها المسكين لغني. (سنن أبي داؤد ١/ ٢٣١، سنن ابن ماجة ١/ ١٣٢)

أما الإحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان، وقال النسفي: في الكافي عن محمد ابن الحسن قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق. (عمدة القاري ٢٤/ ١٠٩)

من عليه الزكوٰة لو أراد صرفها إلىٰ بناء المسجد أو القنطرة لا يجوز، فإن أراد الحيلة فالحيلة أن يتصدق به المتولي على الفقراء، ثم الفقراء يدفعونه إلى المتولي، ثم المتولي يصرف إلى ذٰلک، كذا في الذخيرة. (عالمگيري ٢/ ٤٧٣)

وأما الرجل الذي له جار مسكين فتصدق على المسكين، فأهداها المسكين إلى غني فإنما يحل له؛ لأنه ملكها بالهدية. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٣/ ٢٠٣ رقم: ٤١٣٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۷/ ۱۱/ ۱۴۱۰ھ

بڑے مدارس پر قیاس کر کے مقامی بچوں کے مکتب کیلئے حیلہ کر کے زکوٰۃ لینا؟

سوال (۲۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل نورانی قاعدہ کی لہر چل رہی ہے، جگہ جگہ مساجد میں دینی مکاتب قائم ہو رہے ہیں، جس میں صرف مقامی چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے ہیں، بیرونی طلبہ ایسے مکاتب میں بالکل نہیں ہوتے، ان مکاتب کو چلانے کے لئے زکوٰۃ کی رقمیں وصول کی جاتی ہیں، اور شرعی حیلہ کر کے مدرسین اور انتظام پر خرچ کی جاتی ہیں اور دلیل میں یہ پیش کرتے ہیں کہ بڑے بڑے مدارس بھی

Marfat.com

حیلۂ شرعی کے ذریعہ مدرسین کی تنخواہیں دیتے ہیں، زمین خریدتے ہیں، بلڈنگیں بنواتے ہیں، جب ان کے لئے جائز ہے تب دوسروں کے لئے عدم جواز کی وجہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے مکاتب جن میں صرف مقامی بچے پڑھتے ہوں ان میں زکوٰۃ کا مصرف نہیں پایا جاتا؛ لہٰذا وہاں زکوٰۃ کا استعمال جائز نہیں ہوگا، اور بڑے مدارس میں چوں کہ دارالاقامہ کے اندر مقیم طلبہ رہتے ہیں؛ اس لئے وہاں زکوٰۃ کا مصرف پایا جاتا ہے، ان میں ضرورت کے وقت حیلۂ تملیک کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۵۴/۵)

ورکن الزکاۃ: هو إخراج جزء من النصاب إلى الله تعالى، وتسليم ذلك إليه، يقطع المالك يده عنه بتمليكه من الفقير وتسليمه إليه. (بدائع الصنائع ۱٤۲/۲ زکریا)

ولا يجوز الزكاة إلا بقبض الفقراء. (لفتاوى التاتارخانية ۲۰٦/۳ تحت رقم: ٤۱۳٦ زكريا)

أخرج عبد الرزاق عن الشعبي أن شريحا ومسروقا كانا لا يجيزان الصدقة حتى تقبض. (المصنف لعبد الرزاق ۱۲۲/۹ رقم: ۱٦٥۹۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲٦/۵/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

روٹی کے بچے ہوئے ٹکڑے مدرسہ کی ملکیت ہیں یا طلبہ کی؟

سوال (۲۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ میں اجتماعی طور پر طلبہ کو کھانا کھلانے کی صورت میں روٹی کے بچے ہوئے ٹکڑے مدرسہ کی ملکیت ہیں یا طلبہ کی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مدرسہ کی طرف سے بطور اباحت طلبہ کو کھانا کھلایا جاتا ہے اور انہیں مالک نہیں بنایا جاتا، تو ایسی صورت میں روٹی کے بچے ہوئے ٹکڑے مدرسہ کی ملک

Marfat.com

ہیں؛ کیوں کہ تملیک طلبہ کی نہیں پائی گئی۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکا (شامي ۲۹۱/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کو حلال کرنے کے لئے بیوی سے تملیک کرانا؟

سوال (۲۹۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری پریشانی کی وجہ سے میرے ایک دوست نے زکوٰۃ کی رقم دی ہے، اور کہا ہے کہ اپنی اہلیہ سے تملیک کروالینا، اور میری اہلیہ کا حال یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی سونا چاندی روپیہ نہیں ہے؛ البتہ ایک گھر کا پلاٹ ہے جس کی قیمت پچاس ہزار روپیہ فی الحال ہے؛ لیکن اسی کے ساتھ میں نے اپنی اہلیہ کو حج اس شرط پر کروادیا تھا کہ حج کی رقم قرض رہے گی، جب تمہارے پاس آجائے تو دینا ہوگا، اور کچھ رقم ادا بھی کردی، فی الحال ۴۳؍ ہزار کو الگ کردیں (جو قرض کے طور پر باقی ہے) تو پھر سات ہزار روپے باقی رہتے ہیں، اس کے علاوہ میری اہلیہ کے پاس دوسری کوئی جائداد کی رقم نہیں ہے، تو کیا زکوٰۃ کی رقم وہ لے سکتی ہے، اور میں ان کو دے سکتا ہوں جب کہ سات ہزار روپے ساڑھے باون تولہ چاندی کے نصاب کے برابر نہیں ہے، اگر اہلیہ کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہو، تو اس کو زکوٰۃ کی رقم دے دی جائے، اب میری اہلیہ وہ رقم قرض میں دینے کے بجائے اپنی خوشی سے مجھے (خاوند) کو ہدیہ کے طور پر دے تو کیا جائز ہے؟

اگر اوپر والی صورت آپ کے نزدیک ناجائز اور حرام کے درجہ تک ہو، تو آپ صرف حرام اور ناجائز لکھ کر بھیج مت دینا؛ بلکہ میری پریشانی ہے اور میں نے اپنے ہمدرد کے سامنے رکھی ہے، علماء ہی اُمت کے سب سے بڑے ہمدرد ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ لوگوں کے مال کا میل کچیل ہے جو صرف مستحقین فقراء ومساکین ہی کے لئے لینا جائز ہے، اور کسی بھی حیلہ بازی کے ذریعہ مستحقین کے حق کو تلف

Marfat.com

کرنے کی اجازت نہیں؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر آپ واقعۃً مستحق زکوٰۃ ہیں، تو آپ کو بیوی وغیرہ کے ذریعہ تملیک کرانے کی کوئی ضرورت نہیں، براہِ راست ہی زکوٰۃ وصول کریں، اور اگر آپ خود مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں اور اپنے واسطے زبردستی زکوٰۃ کو حلال کرنے کے لئے حیلۂ تملیک کا سہارا لے رہے ہیں، تو اس طرح کے باطل حیلہ کی شریعت میں اجازت نہیں ہے، آپ کو چاہئے کہ حیلہ بازی کا راستہ چھوڑ کر صاف ستھرا طریقہ اپنائیں، تعاون کرنے والے حضرات کے سامنے اپنی ضرورت ظاہر کرکے مدد کے طالب ہوں؛ تاکہ کسی طرح کا کوئی شرعی اشکال نہ رہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: الحلال بيّن والحرام بيّنٌ وبينهما مشتبهات، لا يعلمها كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات، كراع يرعي حول الحمى، يوشك أن يواقعه ......الخ. (صحيح البخاري ١/١٣٠ رقم: ٥٢)

عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تحل الصدقة لغني، ولا لذي مرة سويٍّ. (سنن أبي داؤد / باب من يعطي من الصدقة وحد الغني ١/٢٣١ رقم: ١٦٣٤)

عن ابن الفراسي أن الفراسيَّ رضي اللّٰه عنه قال لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أسأل يا رسولَ اللّٰه؟ فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم لا، وإن كنت لا بد فسل الصالحين. (سنن أبي داؤد ١/٢٣٣ رقم: ١٦٤٦، سنن النسائي رقم: ٢٥٨٦)

أي وإن كنت تريد أن تسأل الناس ولا بد لك من ذلك لحاجة أو فاقة فسل الصالحين لكرمهم وكون رزقهم حلالاً. (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح ٤/٣١٦ دار النوادر)

عن عبد المطلب بن ربيعة قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن هٰذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس......الخ. (صحيح مسلم رقم: ١٠٧٢، كذا عند أبي داؤد في حديث طويل ٢/٤١٨ رقم: ٢٩٨٥)

Marfat.com

نقول: مذهب علمائنا أن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير، أو لإدخال شبهة فيه أو لتمويه باطل فهي مكروهة. (الفتاوى الهندية ٦/ ٣٩٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۷/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ لے کر اس پیسے سے کسی اور کو زکوٰۃ خیرات دینا

سوال (۲۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس شخص نے زکوٰۃ لی ہو، اس پیسے سے کسی اور کو زکوٰۃ خیرات وغیرہ کرسکتا ہے؟ ایک آدمی جو خود زکوٰۃ لے رہا ہے، اپنے سے بڑے کی مدد کرسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مستحق زکوٰۃ شخص خود زکوٰۃ لے کر اپنی طرف سے دوسروں کی مدد کرسکتا ہے، اس میں شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

مستفاد: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في قصة بريرة رضي الله عنها: هو لها صدقة ولنا هدية. (صحيح مسلم ١/ ٣٤٥)

قال الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوي تحت قوله: "ولنا هدية" أي إن أهدتها إلينا بريرة، ...... فإذا تصدق على الفقير شيء صار ملكه، فله أن يهديه ويهبه للغني، ولكل من لا تحل له الصدقة. (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح ٤/ ٢٩٢ دار النوادر)

وقال الملا علي القاري: قال الطيبي: إذا تصدق على المحتاج بشيء ملكه، فله أن يهدي به إلى غيره الخ، وهو معنى قول ابن الملك: فيحل التصدق على من حرم عليه بطريق الهدية. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ٤/ ٢٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

فقیر کو دی ہوئی زکوۃ کی رقم سے زکوۃ دہندہ کا ولیمہ کھانا؟

سوال (۲۹۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت سے لوگ شادی بیاہ کے وقت نقد رقم اور نقدی سامانوں کا مطالبہ کرتے ہیں، ایسی رقم کو لے کر دیگر اخراجات کے ساتھ ساتھ ولیمہ بھی کرتے ہیں، تو ان پیسوں سے ولیمہ کرنا اور اس دعوتِ ولیمہ میں جان بوجھ کر جانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کسی فقیر شخص کو اس کی ناداری کی وجہ سے تقریب میں تعاون کی غرض سے صدقہ کی رقم دی جائے اور پھر وہ فقیر اسی رقم سے ولیمہ کی دعوت کرے تو صدقہ دینے والے کے لئے اس کا کھانا جائز ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ...... ألم أر برمة فيها لحم، قالوا: بلىٰ! ولكن ذٰلك لحم تصدق به على بريرة، وأنت لا تأكل الصدقة، قال: عليها صدقة ولنا هدية. (صحيح لبخاري ۲/۵۷۹ رقم: ۵۰۷۹ ف: ۵۲۷۹)

قال الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوي تحت قوله: "ولنا هدية" أي إن أهدتها إلينا بريرة، ...... فإذا تصدق على الفقير شيء صار ملكه، فله أن يهديه ويهبه للغني، ولكل من لا تحل له الصدقة. (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح ۲۹۲/٤ دار النوادر)

وفي رواية مسلم: فكرهنا أن نطعمك منه فقال: هو عليها صدقة وهو منها لنا هدية. (صحيح مسلم ٤٩٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۱۱/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

سفراء کو زکوٰۃ دینا اور تنخواہ وتعمیر وغیرہ میں زکوٰۃ صرف کرنا

چندہ محصلین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سوال (۲۹۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدارس اسلامیہ کے محصلین کی شرعا حیثیت کیا ہے؟ کیا ان سے زکوٰۃ کی رقم کی رسید حاصل کرلینے سے زکوٰۃ دینے والا بری الذمہ ہوجاتا ہے؟ یا یہ کہ جب تک طلبہ پر صرف نہ ہو اس وقت تک ادا نہیں ہوتی ہے، اگر کسی محصل کا روپیہ چوری ہوجائے یا گرجائے تو جن لوگوں نے زکوٰۃ کی رقم دی ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چندہ محصلین جس طرح چندہ دہندگان کے وکیل ہیں، اسی طرح مہتمم مدرسہ کے توسط سے طلبہ مستحقین کے بھی وکیل ہیں، اس لئے ان کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے چندہ دہندگان کا ذمہ فی نفسہٖ بری جائے گا، چندہ دینے کے بعد ان محصلین کی حیثیت امین کی ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ اگر امانت امین کے ہاتھ میں لاپروائی کی وجہ سے ضائع ہوجائے، تو امین اس کا ضامن ہوتا ہے، اور اگر حفاظت کے تمام انتظامات کے باوجود ضائع ہوجائے تو امین ضامن نہیں ہوگا؛ لہٰذا مذکورہ صورت میں اگر یہ رقم بلاتعدی ضائع ہوئی ہے، تو چندہ دہندگان کی زکوٰۃ ادا سمجھی جائے گی، اور کسی پر اس کا ضمان نہ ہوگا۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/ ۱۵ جدید، فتاویٰ خلیلیہ ۳۱۹، امداد الفتاویٰ ۲/ ۳۱۵، جواہر الفقہ ۴/ ۳۸۷، امداد المفتیین ۱۰۸۵، فتاویٰ محمودیہ ۹/ ۵۱۴ ڈابھیل)

Marfat.com

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أنه قال: أتى رجل من بني تميم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم: فقال: يا رسول الله! إذا أديت الزكاة إلى رسولك فقد برئت منها إلى الله وإلى رسوله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم إذا أديت الزكاة إلى رسولي فقد برئت منها لك أجرها وإثمها على من بدّلها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الزكاة / باب الزكاة تتلف في يدي الساعي ٢/٥٠ رقم: ٧٣٨٠، المصنف لعبد الرزاق، الزكاة / باب موضع الصدقة ٤٥/٤ رقم: ٦٩١٩)

بخلاف ما إذا ضاعت في يد الساعي؛ لأن يده كيد الفقراء. (رد المحتار / كتاب الزكاة ٢٧٠/٢ كراچی)

في النوازل: إذا قال المودع: سقطت الوديعة أو "بيفتاد أزمن" لا يضمن، ولو قال: لا أدري أضعتها أو لم أضع يضمن. (الفتاوىٰ الهندية ٣٤٢/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۵/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا سفراء کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

سوال (۲۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دینی مدارس کے لئے سفیر حضرات رسید بک لے کر کثیر تعداد میں دوسرے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں سے چندہ مانگنے آتے ہیں، ان میں سے اکثر حضرات چندہ کی رقم میں سے حصۂ مقررہ پر چندہ کرتے ہیں اور بعض کی تنخواہیں ہوتی ہیں، اگر زکوٰۃ کی رقم ان کو دی جائے تو کیا زکوٰۃ کا فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ کیوں کہ سننے میں آیا ہے کہ چندہ مانگنے والوں میں بعض کا حصہ ہوتا ہے، تو پوری رقم مدرسہ میں نہیں پہنچتی ہے، نیز مسئلہ بتایا جاتا ہے کہ مدارس میں جو زکوٰۃ دی جاتی ہے اگر وہ صحیح مصرف میں خرچ کریں گے تو زکوٰۃ ادا ہوگی ورنہ نہیں، اور یہ معلوم ہونا بہت مشکل ہے کہ زکوٰۃ کی رقم جو سفیر کو دی گئی ہے اسے صحیح مصرف میں خرچ کیا جاتا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ چندہ مانگنے کے لئے

Marfat.com

جن مدارس کی طرف سے یہ اپنے کو سفیر بتاتے ہیں، ان مدارس والے حضرات کے کوائف سے صحیح واقفیت کا حاصل ہونا کارے دارد ہے، ایسے میں اطمینانِ قلب کی کیا صورت ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ کو کسی سفیر یا مدرسہ کے بارے میں اطمینان ہوجائے اور آپ بلا تکلف اس کو زکوٰۃ کی رقم دے دیں، تو آپ کے ذمہ سے فریضہ ساقط ہوجائے گا، اب سفیر پر لازم ہے کہ وہ پوری رقم حسبِ ضابطہ مدرسہ کے فنڈ میں جمع کرے، اس کے بعد ہی اپنا طے شدہ حق المحنت حاصل کرے، اگر وہ سفیر اس میں کوتاہی کرتا ہے تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا، اور زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۵۱۳/۹ ڈابھیل، کفایۃ المفتی ۲۵۶/۴)

حدثنا أبو الجويرية أن معن بن يزيد رضي الله عنه حدثه قال: بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا وأبي وجدي وخطب علي فأنكحني وخاصمت إليه كان أبي يزيدُ أخرج دنانير يتصدق بها فوضعها عند رجل في المسجد فجئت فأخذتها فأتيته بها، فقال: والله ما إياك أردتُ، فخاصمت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: لك ما نويت يا يزيد، ولك ما أخذت يا معن. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر ١٩١/١ رقم: ١٤٢٢، فتح الباري ٣٧١/٤ بيروت)

سئل ابن الفضل عمن دفع جواهر إلى رجل ليبيعها فقال القابض أنا أريها تاجراً لأعرف قيمتها فضاعت الجواهر قبل أن يريها قال: إن ضاعت أو سقطت بحركته ضمن، وإن سرقت منه أو سقطت لمزاحمة أصابته من غيره لم يضمن. (الفتاوى الهندية ٣٤٢/٤ دار الفكر بيروت)

ولو دفع بتحر فبان أنه غني أو هاشمي أو كافر أو أبوه أو ابنه صح

Marfat.com

لحديث البخاري لك ما نويت يا يزيد! لك ما أخذت يا معن! حين دفعها يزيد إلى ولده معن. (البحر الرائق ۲/ ۲٤٧ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۲/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کمیشن طے کرکے زکوٰۃ وصول کرنا؟

سوال (۲۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان وغیرہ میں زکوٰۃ کی وصول یابی پر مقرر کردہ محصلین کے لئے فیصد اور کمیشن طے کرکے زکوٰۃ وصول کرنا شرعاً کیسا ہے؟ نیز ایسے مدرسوں کو جن کی زکوٰۃ وصول کرنے والے کمیشن پر کام کرتے ہوں، زکوٰۃ دی جائے تو ادا ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کمیشن پر زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ اِجارۂ مجہولہ ہے، اور جو ذمہ دارانِ مدارس زکوٰۃ کے مال سے کمیشن دیتے ہیں اور جو سفراء کمیشن لیتے ہیں، ان سے عند اللہ مؤاخذہ ہوگا؛ کیوں کہ وہ فقیر طلبہ کے وکیل بن کر ان کی حق تلفی کرنے والے ہیں؛ تاہم زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؛ کیوں کہ انہوں نے فقراء کے وکیل کے قبضہ تک زکوٰۃ کو پہنچا دیا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۶/ ۲۶۷)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن استيجار الأجير يعني حتى يبين له أجره. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب لا تجوز الإجارة حتى تكون معلومة ۹/ ۳۹ رقم: ۱۱۸۵۰)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: نهىٰ عن عسب الفحل، زاد عبيد اللّٰه وعن قفيز الطحان. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٥/ ٥٥٤ دار الكتب العلمية بيروت)

الإجارة هي بيع منفعة معلومة بأجرة معلومة. (البحر الرائق ۸/ ۲ زكريا)

Marfat.com

لأنها استئجار ببعض ما يخرج من عمله فتكون بمعناه، وقد نهى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهو أن يستأجر رجلا ليطحن له كذا من الحنطة بقفيز من دقيقها. (شامي، كتاب المزارعة ٣٩٨/٩ زكريا، شامي ٢٧٥/٦ كراچی)

لو هلك المال في يد العامل سقط حقه وأجزى عن الزكاة. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٩٩/٣ رقم: ٤١٢٤ زكريا، الفتاوى الهندية ١٨٨/١، أحسن لفتاوى ٤٦٧/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱۱/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم سے چندہ کنندگان کا اپنی تنخواہ وصول کرنا؟

سوال (۲۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں چند مدارس ایسے ہیں، جن میں قانون ہے کہ اساتذہ اپنی اپنی تنخواہ چندہ کر کے لیں گے مدرسہ کی طرف سے نہیں دی جائے گی۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم مدرسہ میں جمع نہیں ہو پاتی کہ اساتذہ سفر میں یا اپنے گھر کی ضرورتوں میں خرچ کر ڈالتے ہیں، تو کیا یہ صورت جائز ہے؟ زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ جب کہ وہ اساتذہ اور چندہ کرنے والے غریب اور شرعاً زکوٰۃ کے مستحق بھی ہیں؟ بصورتِ دیگر جواز کی شکل بھی تحریر فرمائی جائے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ فقیر اور مستحق کو زکوٰۃ کی رقم کا مالک بنایا جائے۔ بریں بنا مذکورہ صورت میں اساتذہ کا چندہ کر کے زکوٰۃ کی رقم مہتمم یا ذمہ دارِ مدرسہ کے حوالہ کئے بغیر اپنی ضروریات میں استعمال کرنا اور اس سے اپنی تنخواہ وصول کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہوں؟ اور اگر یہ رقم براہِ راست استعمال کر لی یا اس سے تنخواہ کے بقدر روپئے الگ کر لئے، تو خرچ کرنے والا اس کا ضامن ہوگا، اور اتنی رقم مدرسہ میں جمع کرانی ہوگی؛ اور مدرسہ میں جمع کرانے کے بعد انجام کار زکوٰۃ ادا کرنے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (احسن الفتاویٰ ۲۵۲/۴)

Marfat.com

عـن أنـس بـن مـالـك رضـي الله عنه أنه قال: أتى رجل من بني تميم إلى رسـول الـلّـه صـلـى الـلّـه عـليـه وسلم فقال: يا رسول الله! إذا أديت الزكاة إلى رسـولـك فـقـد برئت منها إلى الله وإلى رسوله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسـلـم: نـعـم! إذا أديـت الزكاة إلى رسولي فقد برئتَ منها، لكـ أجرها وإثمها على من بدّلها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ١٦٤/٤ رقم: ٧٢٨٣ دار الكتب العلمية بيروت)

مستفاد: عن أبي حميد الساعدي رضي الله عنه قال: استعمل النبي صلى الـلّـه عليه وسلم رجلاً من بني أسد يقال له ابن الأتبية على صدقة، فلما قدم قال: هٰذا لـكـم، وهٰـذا أهدى لي، فقام النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر ...... ثم قـال: مـا بـال العامل نبعثه فيأتي فيقول: هٰذا لكـ وهٰذا لي، فهلا جلس في بيت أبيـه وأمـه فـيـنظر أيهدى له أم لا؟ والذي نفسي بيده لا يأتي بشيء إلا جاء به يوم الـقيـامة يحمله على رقبته ...... الخ. (صـحـيـح البـخـاري، كتاب الأحكام / باب هدايا العمال ١٠٦٤/٢ رقم: ٧١٧٤، فتح الباري ٢٠٤/١٦ دار الكتب العلمية بيروت)

عـن بـريـدة مرفوعاً: أيما عامل استعملناه وفرضنا له رزقا فما أصاب بعد رزقه فهو غلول. (رواه الحاكم في المستدرك كذا في التلخيص الحبير ٤٠٣/٢، ومثله عند أبي داؤد في سننه رقم: ٢٩٤٣، إعلاء السنن ٧٩/١٥ دار الكتب العلمية بيروت)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة. (درمختار ٣٤٧/٢ كراچی، الفتاویٰ الهندية ١٨٩/١)

لا يـجـوز الزكاة إلا إذا قبضها الفقير أو قبضها من يجوز القبض له لولايته عليه. (المحيط البرهاني ٤٣٤/٢ كوئٹه)

لا يجوز إلا إذا قبضه من يقبض له. (فتاویٰ السراجية ١٥٣)

إذا ضاعت الوديعة أو هلكت لزم الضمان. (شرح المجلة ٤٣٣/١ رقم: ٧٨٢)

Marfat.com

سئل عمر الحافظ رجل دفع إلى الآخر مالاً، فقال له هٰذا زكوة مالي فأدفعها إلى فلان، فدفعها الوكيل إلى الآخر، هل يضمن؟ فقال نعم، له التعيين.
(الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۸۸/۳ زکریا، شامي ۲٦۹/۲ کراچی، البحر الرائق ۳۷۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۳/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا کمیشن پر چندہ کرنے والوں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

سوال (۲۹۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدارس کے لئے جو احباب کمیشن کے ذریعہ چندہ وصول کرتے ہیں، ان کو چندہ میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کمیشن پر چندہ کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ اِجارہ مجہولہ ہے، سفیر پر لازم ہے کہ وہ زکوٰۃ کی وصول شدہ پوری رقم مدرسہ کے فنڈ میں جمع کرے، جب تک وہ پوری رقم جمع نہ کرے اسے معاوضہ وغیرہ لینا جائز نہیں ہے؛ تاہم چوں کہ وہ مدرسہ کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے کا وکیل ہے، اس لئے اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، اب اگر وہ جمع کرنے میں کوتاہی کرے گا تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۵۶۷-۵۶۸/۱۵ ڈابھیل، ایضاح المسائل ۱۲۲)

قال اللّٰہ تعالى: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوْا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾. [النساء: ٥٨]

عن أنس بن مالك رضي اللّٰہ عنه أنه قال: أتى رجل من بني تميم إلى رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: فقال: يا رسول اللّٰہ! إذا أديت الزكاة إلى رسولك فقد برئت منها إلى اللّٰہ وإلى رسوله، فقال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم: نعم إذا أديت الزكاة إلى رسولي فقد برئت منها ولك أجرها وإثمها

Marfat.com

علی من بدلها. (السنن الکبریٰ للبیهقي، الزکاة / باب الزکاة تتلف في یدي الساعي ٥/٢ ٥٠ رقم: ٧٣٨٠، المصنف لعبد الرزاق، الزکاة / باب موضع الصدقة ٤٥/٤ رقم: ٦٩١٩)

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نهی عن استیجار الأجیر یعني حتی یبین له أجره. (السنن الکبریٰ للبیهقي / باب لا تجوز الإجارة حتی تکون معلومة ٣٩/٩ رقم: ١١٨٥٥)

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰه عنه قال: نهی عن عسب الفعل، زاد عبید اللّٰه وعن قفیز الطحان. (السنن الکبریٰ للبیهقي ٥/٤ ٥٥ دار الکتب العلمیة بیروت)

الإجارة هي بیع منفعة معلومة بأجرة معلومة. (البحر الرائق ٥/٨ زکریا)

وأما حکمها فوجوب الحفظ علی المودع وصیرورة المال أمانة في یده ووجوب أدائه عند طلب مالکه والودیعة لا تودع ولا تعار ولا تواجر ولا ترهن وإن فعل شیئاً فیها ضمن. (الفتاویٰ الهندیة ٣٣٨/٤، البحر الرائق ٤٦٧/٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۲۳ھ

زکوٰۃ کی رقم سے سفیر کو ڈبل تنخواہ دینا

سوال (۳۰۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدارسِ اسلامیہ میں ماہِ رمضان میں سفراء وصول یابی کے لئے جس میں زکوٰۃ کی وصولی خاص ہوتی ہے، اس کارکردگی کی وجہ سے ماہِ رمضان کی ڈبل تنخواہ ملتی ہے اور یہ ڈبل تنخواہ مدز کوٰۃ سے ملتی ہے، تو ڈبل تنخواہ مدز کوٰۃ سے لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم سے سفیر یا کسی بھی ملازم کو اصل یا ڈبل کوئی بھی تنخواہ دینا جائز نہیں ہے، اگر مجبوری کی حالت ہو تو پہلے زکوٰۃ کی رقوم کی شرعی ضوابط کے مطابق تملیک کرائی ہوگی، اس کے بعد ہی وہ رقم تنخواہ میں خرچ کی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

لأن الزكوة يجب فيها تمليك المال لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ: ﴿وَآتُوا الزَّكوٰةَ﴾ يقتضي التمليك. (تبيين الحقائق ١١٨/٢، البحر الرائق ٢٠١/٢ كوئٹه)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا ...... لا يصرف إلى بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت – إلى قوله – لعدم التمليك وهو الركن. (شامي ٢٩١/٣-٢٩٣ زكريا، ٣٤٤/٢ كراچی)

ولا يعطى أجر الجزار منها؛ لأنه كبيع؛ لأن كلا منهما معاوضة؛ لأنه إنما يعطى الجزار بمقابلة جزره، والبيع مكروه، فكذا ما في معناه. (درمختار مع الشامي ٤٧٥/٩ زكريا، البحر الرائق ١٧٨/٨، الهداية، الأضحية ٤٥٠/٤)

قوله: وإلا لا، أي لأن المدفوع يكون بمنزلة العوض. (كذا في الشامي ٢٥٦/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام ومؤذن کی تنخواہوں میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا؟

سوال (۳۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر میں ماہ رمضان المبارک میں مسجدوں کے امام اور مؤذنوں کی امداد کے لئے چندہ کیا جاتا ہے، اس چندہ میں مسجد کے امام اور مؤذن کے لئے بطور امداد زکوٰۃ صدقۃ الفطر اور چرمِ قربانی کی رقم دینا کہاں تک درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام اور مؤذن کی تنخواہوں میں زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی رقومات صرف کرنا جائز نہیں ہے، ہاں کوئی امام یا مؤذن غریب اور مستحق زکوٰۃ ہو تو اسے بطور مدد زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲۱۲/۶)

Marfat.com

قال الله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

لأن الـز كوٰة يجب فيها تمليك المال لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ: ﴿وَآتُوا الزَّكوٰةَ﴾ يقتضي التمليك. (تبيين الحقائق ١١٨/٢، البحر الرائق ٢٠١/٢ كوئٹه)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا ...... لا يصرف إلى بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت – إلى قوله – لعدم التمليك وهو الركن. (شامي ٢٩١/٣-٢٩٣ زكريا، ٣٤٤/٢ كراچی)

ولا يعطى أجر الجزار منها؛ لأنه كبيع؛ لأن كلا منهما معاوضة؛ لأنه إنما يعطى الجزار بمقابلة جزره، والبيع مكروه، فكذا ما في معناه. (درمختار مع الشامي ٤٧٥/٩ زكريا، البحر الرائق ١٧٨/٨، الهداية، الأضحية ٤٥٠/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۵/۶/۲۵ھ

زکوٰۃ اور چرم قربانی کے پیسہ سے مدرسین کی تنخواہ دینا؟

سوال (۳۰۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری بستی میں ایک مکتب ہے جس میں تقریباً ۱۵۰/ بچے پڑھتے ہیں، وہ سب بچے بستی کے ہیں نہ کہ باہر کے، ایک تو محلہ کے امام پڑھاتے ہیں اور ایک مدرس اور پڑھاتے ہیں، ان کی تنخواہ سترہ سو روپیہ ہے، امام صاحب کا مسجد سے تقریباً پندرہ کوئنٹل اناج ہے، کچھ بچوں سے بہت تھوڑی سی فیس بھی وصول ہوتی ہے، تقریباً ۶۰۰/ روپئے ہیں، تین سو امام صاحب کو ملتے ہیں اور تین سو مدرس کی تنخواہ میں شامل ہوجاتے ہیں، اور تقریباً ۱۴/ سو روپیہ امدادی چندہ سے دئے جاتے ہیں، اس سے پورے سال کی تنخواہ پوری نہیں ہوتی بستی والوں کا خیال ہے کہ چرم قربانی وزکوٰۃ کا پیسہ اکٹھا کیا جائے اور مدرس کی تنخواہ اس میں سے ادا کی جائے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ہماری بستی کے چار آدمی فضیلۃ الدکتور...... فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سعودیہ عربیہ کے پاس بجنور پہنچے، اور چرم قربانی اور زکوٰۃ کے بارے میں معلومات کی، انہوں نے اس پر بلا دلیل فرمادیا کہ ہر جگہ مدرسہ میں

Marfat.com

چرم قربانی یا زکوٰۃ کا پیسہ لگایا جاسکتا ہے، ان صاحب نے جب یہ رقم لگانے کی اجازت دے دی، تو بستی والے اس ضد پر ہیں کہ چرم وغیرہ کا پیسہ لگایا جائے؟ آپ جواب تحریر فرمائیں کہ کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ اور چرم قربانی کی قیمت کا مصرف فقراء ہیں، اور اس کی ادائیگی کے لئے لازم ہے کہ فقراء و مستحقین کو بلاعوض مالک بنادیا جائے، اور تنخواہ میں اس رقم کا خرچ کرنا بلاعوض نہیں؛ بلکہ خدمت کے عوض ہوتا ہے، اس لئے زکوٰۃ و چرم قربانی کا پیسہ براہِ راست مدرسین کی تنخواہ میں خرچ کرنا درست نہیں، بستی والوں کو چاہئے کہ وہ تنخواہ کا انتظام امدادی چندہ سے کریں اور اس مقصد کے لئے صدقہ کی رقومات جمع نہ کریں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

لأن الزكوٰة يجب فيها تمليك المال لأن الإيتاء في قوله تعالىٰ: ﴿وَآتُوا الزَّكوٰةَ﴾ يقتضي التمليك. (تبيين الحقائق ٢/١١٨، البحر الرائق ٢/٢٠١ كوئٹه)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا ...... لا يصرف إلى بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت – إلى قوله – لعدم التمليك وهو الركن. (شامي ٣/٢٩١-٢٩٣ زكريا، ٢/٣٤٤ كراچی)

ولا يعطى أجر الجزار منها؛ لأنه كبيع؛ لأن كلا منهما معاوضة؛ لأنه إنما يعطى الجزار بمقابلة جزره، والبيع مكروه، فكذا ما في معناه. (درمختار مع الشامي ٩/٤٧٥ زكريا، البحر الرائق ٨/١٧٨، الهداية، الأضحية ٤/٤٥٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱۱/۲۳ھ

سخت مالی بحران کے سبب حیلۂ تملیک کرکے زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ دینا؟

سوال (۳۰۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: زید ایک صاحبِ نصاب شخص ہے، اس کے علاقہ میں ایک مکتب ومدرسہ تقریبا ۲۵ یا ۳۰ سال قبل بچوں کو ضروری دینی تعلیم دینے کی غرض سے قائم کیا گیا تھا، زمانہ قیام کے چند برسوں کے بعد مکتب و مدرسہ مذکورہ مسلکی اختلاف کا شکار ہوا، متعلقہ موضع اور اطراف کے باشندگان کے عدم مالی وفکری تعاون کی وجہ سے مکتب و مدرسہ مذکور میں تعلیم وتدریس کا کام عرصہ سے ملتوی رہا، انہیں حالات کے پیش نظر متولی مدرسہ نے بچوں کو ضروریات دین کی بنیادی تعلیم دینے کے لئے ایک مدرس کا نظم کیا اور ملازم کی تنخواہ اور دیگر ضروریات مدرسہ کے واسطہ مالی تعاون کی درخواست کی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ مکتب و مدرسہ میں نادار طلبہ کو ضروریاتِ دین کی تعلیم دینے کی غرض سے مقرر کئے گئے مدرس یا ملازم کی تنخواہ اور دیگر اخراجات کے لئے امدادی یا چندے کی رقم مہیا نہ ہونے کی وجہ سے انتہائی دقت و پریشانی کا سامنا ہونے کے سبب شدید مجبوری کی حالت میں حیلۂ تملیک کے ذریعہ مد زکوٰۃ کی رقم کا استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور مکتب و مدرسہ مذکور کی اعانت مد زکوٰۃ سے مذکورہ حالات کے پیشِ نظر کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ شدید ضرورت کے پیشِ نظر زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کی رقومات حیلۂ تملیک کے بعد مدرسین کی تنخواہوں میں لگانے کی گنجائش ہے، پھر بھی حتی الامکان کوشش کی جائے کہ زکوٰۃ کے علاوہ امدادی رقومات حاصل ہوں، اور ان سے مدرسہ کی ضروریات پوری کی جائیں۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان في بريرة ثلاث سنن ...... ودخل رسول الله صلى الله عليه وسلم والبرمة تفور بلحم، فقرب إليه خبز وأدم من أدم البيت، فقال: ألم أر برمة فيها لحم؟ قالوا: بلىٰ! ولكن ذلك لحم تصدق به على بريرة، وأنت لا تأكل الصدقة، قال: هو عليها صدقة ولنا هدية. (صحيح لبخاري، الطلاق / باب لا يكون بيع الأمة طلاقاً رقم: ٥٢٧٩، فتح الباري ٥٠٥/١٢ دار الكتب العلمية بيروت)

قال الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوي تحت قوله: ''ولنا هدية'' أي إن

Marfat.com

أهدتها إلينا بريرة، ...... فإذا تصدق على الفقير شيء صار ملكه، فله أن يهديه ويهبه للغني، ولكل من لا تحل له الصدقة. (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح ۲۹۲/٤ دار النوادر)

وقال الملا علي القاري: قال الطيبي: إذا تصدق على المحتاج بشيء ملكه، فله أن يهدي به إلى غيره الخ، وهو معنى قول ابن الملك: فيحل التصدق على من حرم عليه بطريق الهدية. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۲۹۲/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

لو أراد صرفها إلى بناء المسجد أو القنطرة لا يجوز، فإن أراد الحيلة فالحيلة أن يتصدق به المتولي على الفقراء، ثم الفقراء يدفعونه إلى المتولي، ثم المتولي يصرف إلى ذلك كذا في الذخيرة. (الفتاوى الهندية ٤٧٣/٢ دار الفكر بيروت)

وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء.

(درمختار / باب المصرف ٢٦٤/٣ دار إحياء التراث العربي بيروت، ٢٩٣/٣ زكريا، تبيين الحقائق ١٢٠/٢)

والحيلة لمن أراد ذلك أن يتصدق ينوي الزكاة على فقير، ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه، فيكون لصاحب المال ثواب الصدقة، ولذلك الفقير ثواب هذه الصرف. (الفتاوى التاتارخانية ۲۰۸/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لوگوں کے چندہ نہ دینے کی وجہ سے زکوٰۃ کی رقم تملیک کر کے تنخواہ میں خرچ کرنا؟

سوال (۳۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں ایک مکتب عرصہ دراز سے چل رہا ہے، جس میں ۶/ مدرسین تعلیمی کام کو

Marfat.com

انجام دے رہے ہیں، مکتب میں اس وقت تقریباً ۲۰۰ ربچے تعلیم حاصل کررہے ہیں، امداد کی رقم سے اس مدرسہ کو اب تک چلایا جاتا رہا ہے؛ لیکن علاقہ کی خاصی بے توجہی کی وجہ سے مدرسین کی تنخواہ پوری کرنا مشکل ہورہا ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں مکتب کے لئے زکوٰۃ کی رقم تنخواہ میں استعمال کرنے کے لئے شریعتِ مطہرہ میں کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زکوٰۃ کی رقم کی تملیک کرکے مدرسوں کی تنخواہوں میں خرچ کرنا ضرورۃً جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۰۴/۶)

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تحل الصدقة لغني ...... أو جار فقير يتصدق عليه فيهدي لك أو يدعوك. (سنن أبي داؤد ۲۳۲/۱ رقم: ۱۸۴۱)

وحيلة التكفين بها التصدق على الفقير، ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المسجد. (شامي ۱۹۱/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں لگانے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی؟

سوال (۳۰۵): - اگر زکوٰۃ کا روپیہ بغیر تملیک کے تعمیر میں لگادیا گیا، تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہونے اور تعمیر کے صحیح ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ کیا تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم لگانے سے زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں لگانے سے معطیین کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور اس رقم کو تعمیر پر خرچ کرنے والے لوگ صرف شدہ رقمِ زکوٰۃ کے ضامن ہوں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۷/۹ ڈابھیل)

Marfat.com

عن أنس بن مالک رضي الله عنه أنه قال: أتى رجل من بني تميم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إذا أديت الزكاة إلى رسولک فقد برئت منها إلى الله وإلى رسوله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم! إذا أديت الزكاة إلى رسولي فقد برئت منها، لک أجرها وإثمها على من بدّلها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ١٦٤/٤ رقم: ٧٢٨٣ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطير السقايات وإصلاح الطرقات ...... وكل ما لا تمليک فيه. (شامي ٣٤٤/٢ كراچی، ٢٩١/٣ زكريا)

ولا يجوز أن يبني بالزكاة المسجد، وكذا القناطر. (الفتاویٰ الهندية ١٨٨/١)

كما تستفاد من عبارة الدر: ولو خلط زكاة موكليه ضمن وكان متبرعاً.

(درمختار ٢٦٩/٢ كراچی، ١٨٨/٣ زكريا)

سئل عمر الحافظ عن رجل دفع إلى الآخر مالاً، فقال له هذا زكاة مالي، فادفعها إلي فلان فدفعها الوكيل إلى الآخر، هل يضمن؟ قال نعم، وله التعيين.

(الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٢٨/٣ زكريا، البحر الرائق ٣٧١/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۵/۱۱/۱۴۱۱ھ

سخت مجبوری میں زکوٰۃ، صدقات اور چرم کی رقم تملیک کے بعد مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں لگانا؟

سوال (۳۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا زکوٰۃ صدقۂ فطر اور چرم قربانی کی رقم تعمیر مسجد وعیدگاہ اور تعمیر مدرسہ میں صرف ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ اگر صرف نہیں ہوسکتی تو ان رقومات کا ان مقامات میں صرف کرنے یا جائز سمجھنے والے کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟ ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ تو کہتے ہیں کہ ہم نے بطور

Marfat.com

قرض لے لیا ہے، یا تحویل یا حیلہ کرلیا ہے، تو شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ، صدقات اور چرم قربانی کی رقم مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں صرف نہیں کی جاسکتی ہے، اور اس مقصد کے لئے مروجہ حیلۂ تملیک بھی جائز نہیں ہے؛ تاہم اگر سخت ضرورت کی وجہ سے شرعی حیلۂ تملیک کے بعد یہ رقم لگائی گئی ہے، تو اس جگہ سے انتفاع میں حرج نہیں۔

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا تحل الصدقة لغني ...... أو جار فقير يتصدق عليه فيهدي لک أو يدعوک. (سنن أبي داؤد ۱/۲۳۲ رقم: ۱۸۴۱)

ولا تدفع الزكاة لبناء مسجد؛ لأن التمليک شرط فيها ولم يوجد، وكذا بناء القناطر وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد، وكل ما لا تمليک فيه، وإن أريد الصرف إلى هذه الوجوه صرف إلى فقير، ثم يأمر بالصرف إليها فيثاب المزكي والفقير. (مجمع الأنهر ۱/۲۲۲ دار إحياء التراث بيروت)

لا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات، وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار، والحج والجهاد، وكل ما لا تمليک فيه. (شامي ۳/۲۹۱ زكريا)

وحيلة التكفين بها التصدق على الفقير، ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمير المسجد. (شامي ۳/۱۹۱ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کا پیسہ صرف کرنا؟

سوال (۳۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محلہ محل سرائے میں مسجد کی تعمیر ہو رہی ہے، وہاں پر چندہ کی رسید پر "مسجد و مدرسہ" ایک ہی پرچہ پر چھپا ہوا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ پیسہ مسجد و مدرسہ دونوں میں سے کسی ایک پر یا دونوں

Marfat.com

پر برابر یا کم وبیش کر کے حسبِ موقع خرچ کیا جاسکتا ہے، اس طرح کی رسیدات وچندہ وخرچہ کہاں تک مناسب ہے؟ کیا اس طرح کے چندہ میں زکوٰۃ کا روپیہ وپیسہ دیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعمیر خواہ مدرسہ کی ہو یا مسجد کی، اس میں زکوٰۃ کا روپیہ نہیں لگایا جاسکتا، زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مصرف کا پایا جانا ضروری ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن الثوري قال: الرجل لا يعطي زكاة ماله ...... في كفن ميت ولا دين ميت ولا بناء مسجد ......الخ. (المصنف لعبد الرزاق ١١٢/٤ رقم: ٧١٦٣)

لا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات. (شامي ٣٤٤/٢ كراچی، ٢٩١/٣ زکریا)

لا إلى ذمي ...... وبناء مسجد. (البحر الرائق ٢٤٣/٢ كوئٹه)

لا يجوز أن يبنى بالزكاة؛ لأن التمليك شرط فيها، ولم يوجد، وكذا لا يبنى لها القناطر والسقايات. (تبيين الحقائق / باب المصرف ١٢٠/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۹/۷ھ

زکوٰۃ کی رقم سے مکتب یا مدرسہ کے لئے جگہ خریدنا؟

سوال (۳۰۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کی رقم سے مکتب یا مدرسہ کے لئے جگہ کا خریدنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم سے براہِ راست مکتب یا مدرسہ کی جگہ خریدنا جائز نہیں ہے، یہ غریبوں کا حق ہے؛ لہٰذا انہیں پر خرچ کرنا لازم ہے۔

Marfat.com

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

أما رکنه فهو: التملیک لقوله تعالیٰ: ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ [الأعراف: ١٤١]

والإیتاء: هو التملیک لقوله تعالیٰ: ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ فلا تتأدی بطعام الإباحة وبما لیس بتملیک رأساً من بناء المساجد ونحو ذٰلک، وبما لیس بتملیک من کل وجه: (بدائع الصنائع / ما یسقط بعد الوجوب ١٨٩/٢ زکریا)

وعلی هٰذا یخرج صرف الزکاة إلی وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقایات وإصلاح القناطر، وتکفین الموتی ودفنهم أنه لا یجوز؛ لأنه لم یوجد التملیک أصلاً. (بدائع الصنائع / رکن الزکاة ١٤٢/٢ زکریا، شامي ٦٢/٢ کراچی، ٢٩١/٣ زکریا، الفتاوی الهندیة ١٨٨/١، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ٢٠٨/٣ زکریا، مجمع الأنهر ٢٢٢/١ دار إحیاء التراث العربي بیروت، البحر الرائق ٢٤٣/٢ کوئٹه)

لا إلی بناء مسجد. (درر الحکام شرح غرر الأحکام / بناء المساجد من مال الزکاة ١٨٩/١ الشاملة)

قال – رحمه الله –: "وبناء مسجد" أي لا یجوز أن یبنی بالزکاة السمجد؛ لأن التملیک شرط فیها ولم یوجد، وکذا لا یُبنی بها القناطر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل ما لا تملیک فیه. (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق / باب المصرف ١٢٠/٢، وفي الشاملة ٣٠٠/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ اسلامیہ کی چھت تعمیر کرنا؟

سوال (۳۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ اسلامیہ میں زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ اسلامیہ کی چھت تعمیر ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یا کس طرح

Marfat.com

لگا سکتے ہیں؟ جب کہ مدرسہ ہٰذا میں بیرونی طلبہ بھی رہتے ہیں، قیام وطعام کا مدرسہ ہی کفیل ہے، طلبہ کے قیام کی زیادہ پریشانی ہے؛ لہٰذا درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں آگاہ فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی رقم براہِ راست کسی مدرسہ کی تعمیر اور تنخواہ میں لگانی جائز نہیں ہے، اور چھوٹے چھوٹے مکاتب جن کے مصارفِ زکوٰۃ کی رقم کے بغیر بھی پورے ہوسکتے ہوں، ان کے لئے زکوٰۃ کی رقم وصول کرنا بھی جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ وہاں مصرفِ زکوٰۃ موجود نہیں ہے۔ (امداد الاحکام ۶۴۳/۳، ایضاح المسائل ۱۱۸)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار، وكل ما لا تمليك فيه. (شامي ۳٤٤/۲ كراچی، ۲۹۱/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۲/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مسجد میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانے کی کوئی صورت ہے؟

سوال (۳۱۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کا پیسہ مسجد میں کس صورت میں لگایا جاسکتا ہے کہ زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے اور پیسہ بھی پاک ہوجائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں زکوٰۃ کا روپیہ لگانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۷۰/۹ ڈابھیل)

لا يصرف إلى بناء نحو مسجد. (درمختار ۳٤٤/۲ كراچی، ۲۹۱/۳ زكريا)

ولا يجوز الحج والعتق وبناء المسجد من زكاة ماله؛ لأنهم مأمورون

Marfat.com

بالإيتاء للفقير، وهو عبارة عن التمليک من الفقير، ولم يوجد. (الفتاوى الولوالجية، الزكاة / فيما يقع عن الزكاة وفيما لا يقع إلى آخره ۱/ ۱۸۰ دار لكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۹/۷ھ

زکوٰۃ کے پیسہ سے مسجد کا سامان خریدنا؟

سوال (۳۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صدقہ وزکوٰۃ کے روپئے سے مسجد کے لئے نل، غسل خانہ کی بالٹی اور وضو کے لوٹے خرید سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صدقاتِ واجبہ اور زکوٰۃ کی رقم مسجد کے کسی کام میں نہیں لگائی جاسکتی، اس میں صرف امداد ہی کا پیسہ لگانا چاہئے۔

أما ركنه فهو: التمليک لقوله تعالىٰ: ﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ [الأعراف: ١٤١] والإيتاء: هو التمليک لقوله تعالىٰ: ﴿وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ فلا تتأدى بطعام الإباحة وبما ليس بتمليک رأساً من بناء المساجد ونحو ذٰلک، وبما ليس بتمليک من كل وجه. (بدائع الصنائع / ما يسقط بعد الوجوب ٢/ ١٨٩ زكريا)

وعلى هٰذا يخرج صرف الزكاة إلى وجوه البر من بناء المساجد ...... أنه لا يجوز؛ لأنه لم يوجد التمليک أصلاً. (بدائع الصنائع / ركن الزكاة ٢/ ١٤٢ زكريا، مجمع الأنهر ١/ ٢٢٢ دار إحياء التراث العربي بيروت، البحر الرائق ٢/ ٢٤٣ كوئته)

قال – رحمه الله –: "وبناء مسجد" أي لا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد؛ لأن التمليک شرط فيها ولم يوجد، وكذا لا يُبنى بها القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليک فيه. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق / باب المصرف ٢/ ١٢٠، وفي الشاملة ١/ ٣٠٠)

Marfat.com

ولا يجوز أن يبني بالزكوة المسجد ......، وكل ما لا تمليك منه. (الفتاوى الهندية ١/١٨٨، شامي ٢/٦٢ كراچى، ٣/٢٩١ زكريا، كذا في الفتاوى التاتارخانية ٣/٢٠٨ زكريا، درر الحكام شرح غرر الأحكام ١/١٨٩ الشاملة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۱۲/۲۳ھ

زکوٰۃ، صدقہ اور چرم قربانی کی رقم مسجد کے بیت المال میں جمع کرنا؟

سوال (۳۱۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ، صدقۂ فطر، چرمِ قربانی کی رقم مسجد کے بیت المال کے لئے جمع کی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کے فنڈ میں زکوٰۃ فطرہ چرم قربانی وغیرہ کی رقم جمع کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ مسجد میں زکوٰۃ وغیرہ کا مصرف نہیں پایا جاتا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

ومصرف الزكاة هو فقير، وهو من له أدنى شيء ومسكين من لا شيء له، ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً. (شامي ٣/٢٨٣-٢٩١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدارس میں رقوم زکوٰۃ کی فراہمی اور طریقۂ استعمال

نوٹ:- ذیل میں استفادہ کے لئے حضرت الاستاذ کا ''مدارس میں رقوم زکوٰۃ کی فراہمی اور طریقۂ استعمال سے متعلق ادارۃ المباحث الفقہیۃ (جمعیۃ علماء ہند) کے دسویں فقہی اجتماع (منعقدہ ممبئی حج ہاؤس ۱۴۳۴ھ) کے لئے لکھا گیا مقالہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ (از مرتب)

سوال (۳۱۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مدارسِ اسلامیہ کے نظام کو چلانے کے لئے زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقوم مسلمانوں سے

Marfat.com

وصول کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کیا ہر چھوٹے بڑے مدرسہ کے لئے؟ یا کچھ مخصوص صفات یا معیار کے حامل مدرسوں کے لئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مدارس میں مصارف زکوۃ بالفعل موجود ہیں، مثلاً: وہاں نادار اور غریب بچے مقیم ہوں اور ان کے قیام و طعام کا انتظام من جانب مدرسہ ہو، تو ایسے مدارس میں اخراجات کی تکمیل کے لئے زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقومات وصول کرنا اور انہیں مصارف پر خرچ کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے؛ لیکن وہ مدارس جہاں مصرف زکوٰۃ بالفعل موجود نہ ہوں، مثلاً: چھوٹے مکاتب جہاں مقامی بچے آتے ہیں اور پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور ان کے قیام وطعام کا انتظام نہیں ہے، ایسے مدارس کے اخراجات صرف امدادی رقومات سے پورے کئے جانے چاہئے، ان کے لئے زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقومات وصول کرنا جائز نہیں ہوگا، زکوٰۃ کا تعلق چونکہ ایک فرض کی ادائیگی سے ہے اس لئے اربابِ مدارس کو خوفِ آخرت پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی نازک ذمہ داری ادا کرنی چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۹/۵۹۴ ڈابھیل، محمودیہ ۱۴/۲۹۷-۲۹۸، میرٹھ کتاب المسائل ۲/۲۷۴)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِى سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ [التوبة: ٦٠]

مصرف الزكاة ...... هو فقير ...... وفي سبيل الله ...... قيل: طلبة العلم ...... يصرف المزكي إلى كلهم أو إلى بعضهم ...... ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحةً...... فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك. (شامي / باب المصرف ٣٤٠/٢-٣٤٤ كراچی)

ولا يحل أن يسأل شيئا من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب ولو سأل الكسوة لا شتغاله عن الكسب بالجهاد أو طلب العلم جاز أو محتاجاً. (شامي ٢٥٧/٢ كراچی)

سئل عن معلم له خليفة في المكتب يعلم الصبيان ويحفظهم ويكتب

Marfat.com

ألواحهم ولم يستأجره بشيءٍ معلوم وما اشترط شيئاً والمعلم يعطيه في الأحايين دراهم بنية الزكاة هل يجوز عن الزكاة؟ قال: نعم! إلا أن يكون بحيث لو لم يعطه لم يعمل له ذلك في مكتبه. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۲۰۹-۲۱۰ زکریا)

سوال (۳۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا طلبہ علم دین اور دینی کاموں (مثلاً تدریس، تصنیف اور تبلیغ) میں مصروف علماء دین زکوٰۃ کا مصرف ہیں؟ اگر ہیں تو کیا فقر کی شرط کے ساتھ یا غنی ہوکر بھی؟ نیز مصارفِ زکوٰۃ کی منصوصہ مدات میں سے کس مد میں شامل ہوکر یہ مصرف بنیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلبہ علوم دین اور دینی کاموں میں مصروف علماء وغیرہ اگر فقیر ونادار ہوں (اور دیگر کوئی مانع بھی نہ ہو) تو زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقومات سے ان کی مدد کرنا بلاشبہ جائز ہے؛ لیکن یہ شرط ہے کہ یہ تعاون کسی عمل کے عوض میں نہ ہو یعنی تنخواہ وغیرہ کے طور پر نہ دیا جائے بلکہ بطورِ تبرع بلاعوض دیا جائے۔

اور اگر دینی مدارس کے طلبہ مالدار ہوں اور وہ مسلسل طلب علم میں مشغول ہوں تو اگرچہ بعض فقہی عبارتوں سے ایسے طلبہ پر براہ راست زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے؛ لیکن علامہ شامیؒ کی نظر میں احوط اور اوجہ بات یہ ہے کہ یہ جواز فقر کے ساتھ مشروط ہو، اور صاحب درمختار علامہ حصکفی رحمہ اللہ کا ایسے طلباء کے لئے زکوٰۃ کے جواز کو ﴿الْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا﴾ پر قیاس کرنا محل نظر ہے؛ کیوں کہ عاملین بیت المال کے لئے کام کرتے ہیں، جب کہ طلبہ خود اپنی ذات کے لئے تحصیل علم میں مشغول ہیں دونوں کو ایک درجہ میں رکھنا سمجھ میں نہیں آتا۔

أما قوله تعالى: ﴿وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ عبارة عن جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله تعالى وسبيل الخيرات إذا كان محتاجاً. (بدائع لصنائع ۲/ ۱۵٤ زکریا)

قلت: وهو كذلك، والأوجه تقييده بالفقير ويكون طلب العلم مرخصاً لجواز سؤال من الزكوٰة وغيرها، وإن كان قادراً على الكسب إذ بدونه لا يحل

Marfat.com

له السؤال. (شامي ۲۸٦/۳ زكريا)

ولو دفعها المعلم خليفة إن كان بحيث يعمل له لم يعطه صح وإلا (وتحته في الشامية) قوله: إلا لا، أي لأن المدفوع يكون بمنزلة العوض. (شامي ۳٥٦/۲ كراچي)

سئل عن معلم له خليفة في المكتب يعلم الصبيان ويحفظهم ويكتب ألواحهم ولم يستأجره بشئ معلوم، وما اشترط شيئا والمعلم يعطيه في الأحايين دراهم بنية الزكاة هل يجوز عن الزكاة؟ قال: نعم: إلا أن يكون بحيث لو لم يعطه لم يعمل له ذلك في مكتبه. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الزكاة ۲۰۹/۲ - ۲۱۰، قديم، مسائل بهشتی زیور ۳۲٤)

سوال (۳۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: الف: کیا زکوٰۃ وغیرہ صدقاتِ واجبہ کی رقوم کا طلبہ کو مالک بنانا ہی ضروری ہے؟ یا مالک بنائے بغیر بھی طلبہ کی مصلحتوں اور ضروریات میں مہتمم صاحب کا اپنے طور پر خرچ کردینا مالک بنانے کے قائم مقام ہوجائے گا؟

ب:- طلبہ علم دین اور دینی امور میں مصروف عمل علماء دین کو ''فی سبیل اللہ'' کے تحت شامل مانتے ہوئے انہیں زکوٰۃ کا مصرف قرار دیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: الف: - زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے زکوٰۃ کی رقم یا رقم سے خریدی گئی اشیاء مصرف میں خرچ کرنا ضروری ہے؛ لہٰذا مہتمم ضرورت مند طلبہ کو براہ راست زکوٰۃ کی رقم تملیکاً دینے کا بھی مجاز ہے، اور اس رقم سے ان کے کھانے، پینے کپڑے وغیرہ کا انتظام بھی کرسکتا ہے؛ تاکہ یہ اشیاء ضرورت مند طلبہ پر براہ راست صرف ہوجائیں، لیکن ایسی ضرورتیں جن میں تملیک نہیں پائی جاتی، مثلاً: بجلی، عمارت اور کتابیں وغیرہ تو ان مدات میں براہ راست زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقومات صرف کرنا مہتمم کے لئے درست نہ ہوگا؛ بلکہ ان مدات میں صرف کرنے سے پہلے تملیک ضروری ہے۔

Marfat.com

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحةً (وتحته في الشامية) فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك. (شامي ٢٩١/٣ زكريا)

إذا كان يعول يتيماً ويجعل مايكسوه ويطعمه من زكوة ماله ففي الكسوة لاشك في الجواز لوجود الركن وهو التمليك، وأما الطعام فما يدفعه إليه بيده يجوز أيضاً لما قلنا بخلاف ما يأكله بلا دفعٍ إليه. (شامي ١٧٢/٣ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ٢١٤/٣ رقم: ٤١٥٩ زكريا)

ب: -اور طلباء اور علماء کو اجر وثواب اور عمومی مصداق کے اعتبار سے تو فی سبیل اللہ کے تحت داخل کیا جاسکتا ہے لیکن مصرف زکوٰۃ کے اعتبار سے فی سبیل اللہ کا مصداق مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں؛ لہٰذا اس کو بنیاد بنا کر طلباء وعلماء پر براہ راست زکوٰۃ صدقات کی رقومات صرف کرنا صحیح نہ ہوگا۔

وقيل طلبة العلم (درمختار) وقال الشامي: وهل يبلغ طالب رتبة من لازم صحبة النبي صلى الله عليه وسلم تلقى الأحكام عنه كأصحاب الصفة، فالتفسير بطالب العلم وجيه خصوصاً. (شامي ٣٤٢/٢ كراچی)

وفي سبيل الله وهم الغزاة وموضع الرباط يعطون ما ينفقون في غزوهم كانوا أغنياء أو فقراء. (تفسير قرطبي ١٨٥/٨)

وأما قوله تعالىٰ: ﴿وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ – إلى قوله – فالمراد هو الغازي الفقير رقبةً ويداً أو رقبة بأن كان منقطعاً عن ماله فيكون فقيراً يداً غنياً رقبةً. وفي المضمرات: إن ابن السبيل هو الذي لا يقدر على ماله وهو غني. (فتاوى تاتارخانية زكريا ٢٠٤/٣ رقم: ٤١٣٥)

وأما قوله تعالى: ﴿وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ عبارة عن جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله تعالىٰ وسبيل الخيرات إذا كان محتاجاً. (بدائع الصنائع ١٥٤/٢ زكريا)

Marfat.com

سوال (۳۱۶):-کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر تملیک ضروری ہی ہو تو مدارس میں تملیک کا جو مروجہ طریقہ ہے، جس میں مستحق پر کسی نہ کسی درجہ میں دباؤ ہوتا ہے کہ وہ بہر صورت مدرسہ کو واپس ہی کر دے، وہ کہاں تک درست ہے؟ کیا اس طریقہ پر تملیک کا عمل مکمل ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کی کوئی بے غبار صورت آپ کے ذہن میں ہو تو تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مروجہ تملیک میں فقیر کو مالک بنا دینے کے بعد مصارف میں خرچ کرنے کی ترغیب تو دی جا سکتی ہے، لیکن اس پر دباؤ بنانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ ایسے شخص سے تملیک کرائی جائے جو اچھی طرح مسئلہ سے اور اسکی نزاکت سے واقف ہو اور اجر وثواب کے حصول کے ذوق وشوق میں وہ اپنی ملکیت کو بشاشت کے ساتھ مصارف میں خرچ کرنے پر راضی ہو، اور اس طرح ذہن سازی ارباب مدارس کیلئے کوئی مشکل نہیں ہے، اور ضرورت کے وقت اس طرح کا حیلہ کرنے کی گنجائش فقہاء کی عبارت سے ماخوذ ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم: أتى بلحم تصدق به على بريرة فقال هو علها صدقة وهو لنا هدية. (صحيح البخاري ۲۰۲/۱ رقم: ۱٤٧٣، مسلم شريف ٣٤٥/١ رقم: ١٠٧٤)

والحيلة له أن يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه، فيكون للمتصدق ثواب الصدقة ولذلك الفقير ثواب بناء المسجد والقنطرة. (الفتاوى الهندية ٣٩٢/٦، الفتاوى التاتارخانية ٢٠٨/٣ رقم: ١٤١ زكريا، شامي ١٩١/٣ زكريا)

لايجوز الزكاة الا إذا قبضها الفقير. (المحيط البرهاني ٢١٤/٣ كوئته)

سوال (۳۱۷):-کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: بعض مدارس میں یہ طریقہ ہے کہ کسی مستحق یا محتاج شخص سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنے طور پر قرض لے کر مدرسہ کی فلاں ضرورت میں خرچ کردو، اور خرچ کے بعد اس کو مدزکوٰۃ سے اتنی رقم دے دی جاتی ہے، جس سے وہ اپنے قرض کی ادائیگی کرسکے، کیا یہ صورت درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ سے وابستہ کوئی سرمایہ دار شخص اگر اپنی ذاتی رقم سے کسی فقیر شخص کو قرض دے اور یہ فقیر شخص اس رقم کو ضروریات مدرسہ میں لگالے تو اس فقیر کے قرضہ کی ادائیگی میں مدرسہ میں موجود زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے کی گنجائش ہوگی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس تدبیر کی تائید فرمائی، اور ضرورت کے وقت یہ صورت اپنانے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی قدیم: ۲۱۸/۴، جدید ۵۰۶/۲)

الدفع إلی من علیه الدین أو من الدفع إلی الفقیر کذا في المضمرات.

(الفتاویٰ الهندیة ۱۸۸/۱)

سوال (۳۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی عمارت کی تعمیر کے سلسلہ میں بعض دفعہ مہتمم صاحب کسی ایک مال دار شخص یا چند افراد کی کمیٹی سے کہتے ہیں کہ آپ خود یا لوگوں سے قرض لے کر مدرسہ کی عمارت بنوادیں، پھر ہم اس کی ادائیگی کسی طرح کردیں گے، پھر مہتمم صاحب زکوٰۃ کی رقم سے ان حضرات کا دین ادا کردیتے ہیں تو کیا رقوم زکوٰۃ یا دیگر صدقاتِ واجبہ سے ان حضرات کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے؟ اور یہ صورت ﴿والغارمین﴾ کے تحت شامل ہوکر جائز قرار دی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ کی تعمیر کے سلسلہ میں سوال میں جو صورت لکھی گئی ہے اس میں زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقومات لگانا درست نہ ہوگا، اس لئے کہ جو مالدار شخص یا کمیٹی کے افراد خود یا دوسروں سے قرضہ لے کر عمارت میں لگارہے ہیں وہ بذات خود مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں

Marfat.com

اس لئے ان کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں۔ نیز جو عمارت بنائی گئی ہے اسکے طلبہ مالک نہیں ہیں؛ لہٰذا طلبہ کی طرف سے اس رقم کی ادائیگی کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے، اور اسے ''والغارمین'' میں شامل کرنا درست نہیں کیونکہ اس سے وہی غارمین مراد ہیں جو مفلوک الحال ہوں۔

قوله تعالى: ﴿وَالْغَارِمِينَ﴾ هم الذين ركبهم الدَّين ولا وفاء عندهم به ولا خلاف فيه روى مسلم عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: أصيب رجل في عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في ثمارٍ إبتاعها فكثر دينه، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: تصدقوا عليه، فتصدق الناس عليه. (تفسير قرطبي ۱۸۳/۸-۱۸٤-۳۸)

سوال (۳۱۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض مدارس میں یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ جتنا ماہانہ خرچ بشمول مطبخ، تعلیم وتنخواہ ومدرسین وغیرہ آتا ہے، اس کو طلبہ کی تعداد پر تقسیم کرکے ہر ایک کے حصہ میں آنے والی رقم بطور فیس مقرر کردی جاتی ہے، اور ہر مہینہ فیس کے بقدر رقم بطور وظیفہ طالب علم کو مد زکوٰۃ سے دے کر اس سے مذکورہ فیس میں وصول کرلی جاتی ہے، یہ صورت کہاں تک جائز ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ واضح رہے کہ چھوٹے مدارس میں تو کسی حد تک اس پر عمل کیا جاسکتا ہے؛ لیکن بڑے مدارس جہاں طلبہ کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے، وہاں اس پر عمل درآمد غالباً مشکل ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوال میں ذکر کردہ صورت بہترین اور بے غبار ہے اور اگر توجہ کی جائے تو نہ صرف چھوٹے مدارس میں بلکہ بڑے مدارس میں بھی یہ صورت اپنائی جاسکتی ہے، اور اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف ہر مہینہ کی رقم کے بقدر وظیفہ کا اہتمام ہو بلکہ سالانہ یا چھ مہینہ کے حساب کے اعتبار سے بھی فیس کی ادائیگی اور وصولی کی شکل اپنائی جاسکتی ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲/۲۷۳، فتاویٰ رحیمیہ ۱۵۰/۵، فتاویٰ محمودیہ ۶۰۳/۹ ڈابھیل، محمود الفتاویٰ ۴۷/۲)

Marfat.com

لایصرف إلی بناء نحو مسجد، وتحته في الشامیة: و کل ما لاتملیک فیه.

(شامي ۳/ ۲۹۱ زکریا)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحةً. (شامي ۳/ ۲۹۱ زکریا)

سوال (۳۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ کے مہتمم صاحب یا ان کے مقرر کردہ سفیر کی حیثیت کیا ہے؟ کیا مہتمم صاحب کو امیر المؤمنین اور ان کے مقرر کردہ سفیر کو اسلامی حکومت کے عامل صدقات کا درجہ دیا جاسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی نصوص اور فقہی تصریحات کے علاوہ حضراتِ اکابر علماء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہم اللہ کی تحریرات وفتاویٰ میں جو کچھ نفیاً واثباتاً درج ہے، اسے بھی پیش نظر رکھتے ہوئے مدلل واطمینان بخش موقف کی وضاحت فرمائیں، نیز مہتمم بحیثیت امیر المؤمنین زکوٰۃ وصول کر کے اس میں سے سفیر کا محنتانہ اور مستحقین کی ضروریات میں از خود صرف کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو کس حد تک؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ کے مہتمم حضرات من وجہ طلبہ کی طرف سے اور من وجہ معطی حضرات کی جانب سے وکیل ہیں، طلبہ کے وکیل ہونے کے اعتبار سے زکوٰۃ کی رقم سفراء اور مہتمم کے قبضہ میں آتے ہی معطی حضرات کی زکوٰۃ کی ادائیگی سمجھی جاتی ہے؛ لیکن جب تک یہ رقم اصل مصارف میں خرچ نہ ہو معطی حضرات کے وکیل ہونے کی حیثیت سے مہتمم کا ذمہ بری نہیں ہوسکتا، اور مہتمم کو مطلقاً امیر المؤمنین کے درجہ میں اور اس کے سفراء کو عاملینِ صدقات کے درجہ میں نہیں رکھا جاسکتا اسلئے کہ اسلامی حکومت کے عاملین فقراء کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں، ان میں دونوں جہتیں نہیں پائی جاتیں، اور ہمارے اکابر میں صرف مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے سفراء مدارس کو عاملینِ صدقات کے درجہ میں رکھ کر انکے لئے بمد زکوٰۃ محنتانہ لینے کی

Marfat.com

گنجائش دی ہے؛ لیکن دیگر اکابر سے اس کی تائید منقول نہیں ہے اور اگر بالفرض مہتمم کو امیر المؤمنین کے درجہ میں رکھا جائے تو اس کی بنیاد پر اسے زکوٰۃ کی رقومات غیر مصارف میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اسلئے کہ واقعی امیر المومنین کو بھی شریعت میں پابند کیا گیا ہے کہ وہ بیت المال کی مختلف مدات کی رقومات الگ الگ رکھیں اور خلط ملط کر کے نہ رکھیں تو جب امیر المومنین کو غیر مصارف میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے تو مہتمم اور سفراء کو کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۳/۳۱۶، فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۲۷۵ میرٹھ، ۹/۵۱۱ ڈابھیل)

مستفاد: بخلاف ما إذا ضاعت في يد الساعي لأن يده كيد الفقراء. (شامي ۲/۲۷۰ کراچی)

ما يوضع في بيت المال أربعة أنواع: الأول: زكاة السوائم والعشور ...... والثاني: خمس الغنائم والمعادن والركاز...... والثالث: الخراج والجزية وما صولح عليه، والرابع: اللقطات...... وما أخذ من تركة الميت الذي مات ولم يترك وارثاً. (الفتاوى الهندية ۱/۱۹۰-۱۹۱)

قال محمدؒ: يجب أن تكون بيوت الأموال أربعة، أحدها: بيت مال الزكاة العشر والكفارات...... والثاني: بيت مال الخراج والجزية...... والثالث: بيت مال الخمس...... والرابع: بيت مال اللقطات والتركات. (الفتاوى التاتارخانية ۳/۳٤۸ رقم: ٤٠٥٤ زكريا)

سوال (۳۲۱):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مہتمم مدرسہ کی حیثیت امیر المؤمنین کی ہے، تو اس سلسلہ میں اشکال ہوگا کہ اس کی ولایت عام نہیں ہے، تو کیا ولایت کے حصول کے لئے طلبہ کی جانب سے کسی وکالت نامہ پر دستخط کرالینا، جس میں مہتمم صاحب کو ان کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار دیا گیا ہو، کافی ہوگا یا نہیں؟ واضح رہے کہ بعض مدارس میں یہ طریقہ بھی رائج ہے۔

Marfat.com

اگر وکالت نامہ کافی ہو تو کیا صرف رقم زکوٰۃ پر قبضہ کرنے کی حد تک؟ یا طلبہ کی ضروریات ومصالح میں اپنے اختیار سے خرچ کرنے کا بھی مہتمم صاحب کو اختیار رہوگا؟ اور اگر وکالت نامہ میں حسب صواب دید مہتمم صاحب کو طلبہ کی جانب سے صرف کرنے کا بھی اختیار دے دیا جائے تو مندرجہ ذیل صورتیں تحقیق طلب ہیں:

الف: -کیا صرف وظیفہ نقد، طعام، تنخواہ معلمین وخدام، روشنی اور پانی کے مصارف وغیرہ استہلاء کی مصارف میں مہتمم صاحب خرچ کرنے کے مجاز ہوں گے؟

ب: - یا دارالاقامہ، درس گاہوں، کتب خانوں، دفاتر اور مطبخ وغیرہ کی تعمیر نیز کتب خانہ کے لئے کتابوں کی فراہمی میں بھی صرف کرسکتے ہیں، جو غیر استہلاء کے مصارف ہیں؟

ج: - نیز کیا ایسے استہلاء کے مصارف جن سے براہِ راست طلبہ کی منفعت وابستہ نہیں ہوتی، مثلاً: مہمان نوازی، اجراء رسائل، دارالافتاء، شعبہ اصلاح معاشرہ اور تبلیغ وغیرہ کے اخراجات، کیا ان میں مہتمم صاحب براہِ راست رقم زکوٰۃ صرف فرماسکتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیا اس کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟ کیوں کہ نظامِ مدارس کے لئے یہ امور تقریباً ضروری یا دینی اعتبار سے مفید ہیں؟ بینوا توجروا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بعض مدارس میں وکالت نامہ پر دستخط کا جو سلسلہ جاری ہے اس پر احقر کو شرح صدر نہیں ہے اس لئے کہ اس پورے عمل میں طالب علم کو خود تصرف کا کہیں بھی اختیار نہیں ہوتا اور شروع سے اخیر تک یہ پورا معاملہ مجہول رہتا ہے، حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ جب کوئی طالب علم اپنی طرف سے ذاتی طور پر صدقات وصول کرنے کا وکیل بنائے تو وصول کرنے کے بعد محصلہ رقم پر اس طالب علم کو تصرف کا اختیار ملنا چاہئے حالانکہ مدارس میں یہ اختیار تو کجا اسکا تصور بھی نہیں ہوتا اور یہ توکیل محض کاغذی کارروائی اور دل مطمئن کرنے والی بات بن کر رہ جاتی ہے البتہ یہ حیلہ اس وقت درست ہوسکتا ہے، جب کہ ارباب مدرسہ ہر طالب علم کے نام الگ کھاتہ

Marfat.com

کھول کر اس کی طرف کوئی خاص رقم منتقل کریں جس میں وہ خود تصرف کرنے کا مجاز ہو پھر وہ مہتمم مدرسہ کو اپنے اسی کھاتے سے رقم نکالنے کی اجازت دیدے تو یہ اجازت معتبر مانی جائے گی اور پھر یہ فقیر طالب علم جن جن مدات میں خرچ کرنے کی اجازت دے گا ان میں بلاتکلف اس کی طرف سے اسے خرچ کرنا جائز ہوگا چاہے وہ استقلالی مصارف ہوں یا غیر استقلالی، حتی کہ مدرسہ کی خارجی ضروریات میں بھی خرچ کرنے کی گنجائش ہوگی۔ (مستفاد: محمود الفتاوی ۲/۴۲-۴۳)

سوال (۳۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدارس کے علاوہ دیگر دینی وملی اداروں (مثلاً جمعیۃ علماء ہند، مسلم پرسنل لاء بورڈ وغیرہ) کے لئے زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کی رقوم وصول کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو اس کے استعمال کا کیا طریقہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو ملی ادارے ملی خدمات میں مشغول ہیں ان کے لئے اولاً تو امدادی فنڈ سے رقم جمع کرنے کی کوشش ہونی چاہئے؛ لیکن اگر ضرورت متقاضی ہو تو زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کی رقومات بھی جمع کر سکتے ہیں؛ مگر خرچ کرتے وقت حکمِ شرعی کی رعایت کرنا ضروری ہے یعنی غیر مصرف میں بلا شرعی تملیک کے ان کو خرچ کرنا درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۴/۲۸۵)

کل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها الى حلال فهي حسنة. (الفتاوى التاتارخانية ۱۰/۳۱۳ زكريا)

والزكاة يجب فيها تمليك المال لأن الايتاء في قوله تعالى: ﴿وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ حقيقي التمليك. (تبيين الحقائق ۲/۱۱۸، البحر الرائق ۲/۲۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۵/۵ھ

Marfat.com

پیداوار پر زکوٰۃ اور عشر وخراج

کھیتی کے غلہ اور اس کی قیمت پر حولان حول شرط ہے یا نہیں؟

سوال (۳۲۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان کی اکثر زمین ایسی ہے جس پر عشر واجب نہیں ہے، اب کھیتی وغیرہ کی فصل یا غلہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی، تو اس کے لئے حولانِ حول شرط ہے یا نہیں؟ اسی طرح اس کی قیمت پر حولانِ حول شرط ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستان کی اکثر زمینیں غیر عشری ہیں، ان کی آمدنی کی قیمت کو دیگر نصاب کے ساتھ شامل کیا جائے گا، اور سال کے شروع میں اگر سونے چاندی یا روپے کا نصاب مکمل ہے، تو بیچ میں کھیتی کی آمدنی شامل ہونے سے الگ سے حولانِ حول کی شرط نہ ہوگی؛ بلکہ سابقہ نصاب میں شامل مان کر جب اس کا سال پورا ہوگا تو اس آمدنی کی زکوٰۃ بھی نکالی جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۹/۶۴۲ ڈابھیل)

عن مجاهد قال: سألته عن زكاة الطعام، فقال: فيما قل منه أو كثر، العشر ونصف العشر. (شرح معاني الآثار للطحاوي ٢/٨٨)

عن الزهري أنه لا يؤقت في الثمرة شيئاً، وقال: العشر ونصف العشر. (المصنف لابن أبي شيبة ٦/٤٣٩ رقم: ١٠١٢٦)

بلا شرط نصاب ولا شرط بقاء وحولان حول؛ لأن فيه معنى المؤنة.

Marfat.com

(درمختار) فيجب فيما دون النصاب بشرط أن يبلغ صاعًا، وقيل: نصفه، وفي الخضروات التي لا تبقى، وهٰذا قول الإمام، وهو الصحيح كما في التحفة. قوله: و"حولان حول" حتى لو أخرجت الأرض مراراً وجب في كل مرة لإطلاق النصوص عن قيد الحول، قوله: "لأن فيه معن المؤنة" أي في العشر معنى مؤنة الأرض: أي أجزئتها فليس بعبادة محضة. (درمختار مع الشامي / باب العشر والخراج ۲۶۶/۳ زكريا)

ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالا من جنسه ضمه إلى ماله وزكاه، سواء كان المستفاد من نمائه أو لا، وبأي وجه استفاد ضمه، سواء كان بميراث أو هبة أو غير ذٰلك. (الفتاویٰ الهندية ۱۷۵/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۴/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فصل خراب ہوجانے کے بعد مابقیہ پیداوار میں زکوٰۃ کا حکم

سوال (۳۲۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غیر عشری زمین میں اگر کسی سال فصل خراب ہوگئی اور لاگت کے برابر یا اس سے کچھ کم وبیش فصل ہوئی، تو اس صورت میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر شرعی وغیر خراجی زمینوں میں پیداوار کا حساب نہیں لگایا جاتا؛ بلکہ لاگت کو نکال کر صرف نفع کی رقم کو دیکھا جائے گا، اگر وہ خود یا دیگر جمع شدہ روپے پیسے سے مل کر نصاب تک پہنچتی ہے تو اس میں حسبِ ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس فيما دون خمسة أوسق من التمر صدقة، وليس فيما دون خمس أواق من الورق صدقة، وليس فيما دون خمس ذود من الإبل صدقة. (صحيح البخاري رقم: ۱٤٥۹، صحيح مسلم ۹۷۹، مشكاة المصابيح رقم: ۱۷۹٤)

Marfat.com

وسبب افتراضها نصاب حولي فارغ عن حاجته الأصلية. (تنویر الأبصار علی الدر المختار ۳/ ۱۷٤ زکریا)

وقيمة الأرض تضم إلى الثمنين، وفي الشامية: ويضمن أحد النقدين إلى الآخر قيمة. (شامي ۳/ ۲۳٤ زكريا)

ويسقط بهلاک الخارج من غير صنعه، وبهلاک البعض يسقط بقدره. (الفتاوى الهندية ۱/ ۱۸٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مزارع اور ربُّ الارض میں سے کس پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

سوال (۳۲۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص نصفا نصف (ایک کی زمین دوسرے کا بیج اور محنت، حاصل شدہ فصل آدھی آدھی) معاملہ کرکے کھیتی کرتا ہے، تو زکوٰۃ کس کے ذمہ کتنی ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زمین دار اور کاشت کار دونوں پر اپنی اپنی ملکیت فروخت کرنے کے بعد جو آمدنی ہو، اس میں حسبِ ضابطہ عشر یا زکوٰۃ واجب ہوگی۔

وفي المزارعة: إن كان البذر من رب الأرض فعليه ولو من العامل، فعليهما بالحصة. (درمختار، باب العشر / مطلب: هل يجب العشر على المزارعين ۳/ ۲۷۸ زكريا)

وفي المزارعة على قولهما العشر عليهما بالحصة وعلى قوله على رب الأرض؛ لكن يجب في حصته في عينه وفي حصة المزارع يكون دينا في ذمته. (البحر الرائق / باب العشر ۲/ ۲۳۷ کوئٹہ، الفتاویٰ الهندية / باب زكاة الزرع والثمار ۱/ ۱۸۷ کوئٹہ)

إذا زارع رجل رجلاً بالنصف، والبذر من رب الأرض أو من العامل

Marfat.com

فأخرجت الأرض خمسة أوسق ففيها العشر، وإن كان البذرُ بينهما نصفين فلا عشر فيها إلا أن يبلغ نصيب كل واحد منهما خمسة أوسق. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۸۱/۳ رقم: ٤٣٧٥ زكريا)

وإن كانت الأرض مشتركة بين جماعة فأخرجت طعاماً فعلى قول محمد رحمه الله تعالىٰ: يعشر إن بلغ نصيب كل واحد منهم خمسة أوسق كما بينا في السوائم. (كتاب لمبسوط للسرخسي / باب عشر الأرضين ٤٣٧/٢ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زرعی زمین کی پیداوار کا چالیسواں حصہ نکالنا؟

سوال (۳۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے زرعی زمین کی پیداوار کا چالیسواں حصہ اپنی ضروریات سے بچے ہوئے مال پر سال کے آخر میں ادا کیا، کیا اس کا یہ عمل شرعی اعتبار سے درست ہے؟ جب کہ زمین عشری نہیں ہے؟

(۲) ایک شخص نے اپنی سالانہ آمدنی میں جائیداد کے کرایہ اور زرعی زمین کی پیداوار کا کل حساب کرکے سال کے آخر میں جو رقم اس کے پاس بچی اس کا چالیسواں حصہ بمد زکوٰۃ ادا کیا، تو کیا یہ عمل کافی ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر مذکورہ زمین عشری یا خراجی نہیں ہے (جیسا کہ آج کل ہندوستان کی اکثر زمینوں کا حال ہے) تو اس کی پیداوار میں عشر یا خراج واجب نہیں ہے؛ بلکہ اس حاصل شدہ آمدنی میں مالِ زکوٰۃ کا ضابطہ جاری ہوگا، اور چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنا فرض ہوگا؛ لہٰذا مذکورہ شخص کا یہ عمل درست ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱۷، فتاویٰ محمودیہ ۴۵/۳)

(۲) یہ عمل بھی درست ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۰۵، فتاویٰ دارالعلوم ۱۱۵/۶)

Marfat.com

عن علي قال زهير: أحسبه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: هاتوا ربع العشر من كل أربعين درهماً درهم، وليس عليكم شيء حتى تتم مائتي درهم، فإذا كانت مائتي درهم ففيها خمسة دراهم، فما زاد فبحساب ذلك الخ. (سنن أبي داؤد ۱/ ۲۲۰-۲۲۱ رقم: ۱۵۷۳)

وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب مولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد وعن حاجته الأصلية. (الدر المختار مع الرد المحتار / كتاب الزكاة ۳/ ۱۷٤ زكريا، ۲/ ۲۵۸ كراچی، تبيين الحقائق / كتاب الزكاة ۲/ ۱۹ دار الكتب العلمية بيروت، هداية على فتح القدير ۲/ ۱۵۳ دار الفكر بيروت)

ليس فيما دون مائتي درهم صدقة لقوله عليه السلام: ليس فيما خمس أواق صدقة والأوقية أربعون درهمًا، فإذا مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم؛ لأنه عليه السلام كتب إلى معاذ أن خذ من كل مائتي درهم خمسة دراهم ومن كل عشرين مثقالاً من ذهب نصف مثقال. (هداية / باب زكاة المال ۱/ ۲۱۰ مكتبة بلال ديوبند)

والحديث أخرجه الإمام الدار قطني في سننه / باب ليس في الخضروات صدقة. (۲/ ۸٤ رقم: ۱۹۰۵) والثاني: أخرجه أيضاً / باب ليس في الكسر شيء. (۲/ ۸۰ رقم: ۱۸۸٦) والبيهقي في سننه الكبرىٰ / باب ذكر الخبر الذي ورد في وقص الورق. (٤/ ۲۲۸ رقم: ۷۵۲٤)

ويحتمل أن يكون احترازاً عما وجد في دار الحرب، فإن أرضها ليست أرض خراج أو عشر. (شامي ۳/ ۲۵۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/ ۲/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کیا پیداوار کا چالیسواں حصہ ادا کرنے سے عشر ساقط ہو جائے گا؟

سوال (۳۲۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کھیت کی آمدنی پر زکاۃ کی طرح چالیسواں حصہ ادا کرنا عشر کی فرضیت کو ساقط کر دیگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عشر اس زمین میں واجب ہوتا ہے جو مسلم حکومت (مثلاً مغلیہ حکومت) سے لے کر آج تک برابر کسی مسلمان کی ملکیت میں رہی ہو، یا عرصۂ دراز سے مسلمان کی ملک ہو اور اس کا کچھ پتہ نہ ہو کہ وہ کسی غیر مسلم کی ملکیت میں رہی ہے، تو ایسی زمین پر عشر واجب ہے، اگر آپ کی زمین اس دائرہ میں آتی ہے تو پیداوار کا دسواں حصہ نکالنا ضروری ہے، محض چالیسواں حصہ نکالنے سے ذمہ ساقط نہ ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۹/۴۳۶-۴۳۶ ڈابھیل)

عن سالم بن عبد اللّٰه عن أبيه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: فيما سقت السماء والعيون أو كان عشرياً العشر، وما سقي بالنضح نصف العشر. (صحيح البخاري ۱/۲۰۱ رقم: ۱٤٦١، صحيح مسلم ۱/۳۱٦ رقم: ۹۸۱)

عن العلاء بن الحضرمي رضي اللّٰه عنه قال: بعثني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلى البحرين أو إلى هجر، فكنت أتى الحائط يكون بين الإخوة يسلم أحدهم فأخذ من المسلم العشر ومن الشرك الخراج. (سنن ابن ماجة، الزكاة / باب العشر والخراج ۱/۱۳۱ رقم: ۱۸۳۱ أشرفية)

قال العلامة السندي في قوله: "فأخذ من المسلم العشر" يدل على أن الأرض الخراجية، إذا أسلم أهلها تصير عشرية. (حاشية السندي على سنن ابن ماجة ٤۲۹ دار الفكر بيروت)

كل أرض أسلم أهلها أو فتحت عنوة وقسمت بين الغانمين فهي أرض عشر؛ لأن الحاجة إلى ابتداء التوظيف على المسلم، والعشر أليق به لما فيه

Marfat.com

معنی العبادة ...... في جامع الصغير: كل أرض فتحت عنوة فوصل إليها ماء الأنهار فهي أرض خراج، وما لم يصل إليها ماء الأنهار و استُخرج منها عين فهي أرض عشر. (هداية، كتاب السير / باب العشر والخراج ۵۷٤/۲ مكتبة بلال ديوبند، كذا في الدر المختار مع الشامي، كتاب الجهاد / باب العشر والخراج ۲۹۰/٦ زكريا، مجمع الأنهر ٦٦١/١ دار إحياء التراث العربي)

وكذلك كل أرض أسلم عليها أهلها طوعا. وفي الحجة: بلا قتال ولا دعوة إلى الإسلام فإنها تكون عشرية. (الفتاوى التاتارخانية ۲۸۷/۳ رقم: ٤۳۹٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۴/۵/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا عشری زمین کا چالسواں حصہ نکالنے سے عشر ساقط ہوجائے گا؟

سوال (۳۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عشری زمین کی پیداوار کا چالیسواں حصہ نکالنے سے عشر ساقط ہوجائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب باللّٰہ التوفیق: اگر کسی جگہ واقعۃً عشری زمین پائی جائے، تو اگر اس کو قدرتی پانی مثلاً بارش یا دریا سے سیراب کیا جاتا ہے، تو کل پیداوار کا دسواں حصہ نکالنا واجب ہے، اور اگر اس زمین کو ٹیوب ویل وغیرہ کے پانی سے سینچا جاتا ہے، تو اس کل پیداوار میں سے بیسواں حصہ نکالنا ضروری ہے؛ لہٰذا اگر ایسی زمین کی آمدنی میں سے صرف چالیسواں حصہ نکالا جائے گا تو کافی نہ ہوگا؛ بلکہ درج بالا تفصیل کے مطابق پورا حصہ نکالنا ضروری ہوگا۔

أخرج البخاري عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: فيما سقت السماء والعيون أو كان عشريا، العشر وما سقي بالنضح نصف العشر. (صحيح البخاري ۲۰۱/۱، سنن الترمذي ۱۳۹/۱)

Marfat.com

وأخرج مسلم عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه يذكر أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم قال: فيما سقت الأنهار والغيم العشور وفيما سقي بالسانية نصف العشر. (صحيح مسلم ۳۱٦/۱، سنن ابن ماجة ۱۳۰/۱)

وفي المحيط: وما سقته السماء أو سقي سيحا ففيه العشر، وما سقي بغرب أو دالية أو سانية ففيه نصف العشر، وإذا سقي في بعض السنة سيحا وفي بعضها بآلة فالمعتبر هو الأغلب. (الفتاوى التاتارخانية ۲۷۷/۲ رقم: ٤۳٥۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۰/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پیداوار کی زکوٰۃ کا مصرف کیا ہے؟

سوال (۳۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہ غلہ مال کی زکوٰۃ کی طرح مستحقین کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے، یا دیگر صدقۂ نافلہ کے مصارف مثلاً مسجد ومدرسہ کی تعمیر اور مکاتب کے اساتذہ کی تنخواہ میں اس کی رقم دی جاسکتی ہے؟ غلہ کی زکوٰۃ سے متعلق جو اہم اور بنیادی امور ہوں ان کو بھی تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پیداوار کی زکوٰۃ کا مصرف عام زکوٰۃ کی طرح ہے؛ لہٰذا اسے بھی کسی مستحق زکوٰۃ کو مالک بنا کر دینا ضروری ہوگا۔ صدقاتِ نافلہ کے مصارف میں اس رقم کو خرچ کرنا صحیح نہیں۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

الزكاة هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير. (شامي ۱۷۲/۳ زکریا)

ومصرف الجزية والخراج ...... مصالحنا. (درمختار) وفي الشامية: قيد بالخراج؛ لأن العشر مصرفه مصرف الزكاة كما مر. (درمختار مع الشامي ۳٤۸/٦ زکریا)

Marfat.com

مـصرف العشر والزكاة هو فقير: وهو من له أدنى شيء، ومسكين: من لا شيء له، وعامل الخ. (درمختار ۲۸۳/۳ زکریا)

"بـاب الـمـصـرف" قـال العلامة الشيخ زين الدين الشهير بابن نجيم في شـرح كـنـز الدقائق لم يقيده في الكتاب بمصرف الزكاة ليتناول الزكاة والعشر وخـمـس الـمـعـادن مـمـا قـدمه كما أشير إليه في النهاية. هو الفقير والمسكين والـعـامـل والـمكاتب والمديون ومنقطع الغزاة وابن السبيل فيدفع إلى كلهم أو إلى صنف. (البحر الرائق / باب المصرف ۲٤٠/۲، كذا في مجمع الأنهر ۲۱۹/۱ دار إحياء التراث العربي، وبدر المنتقى في شرح الملتقى ۲۱۹/۱)

ثـم اعـلـم أن أموال بيـت الـمـال أربـعة ...... الثـانـي: الزكـاة والعشر، ومصرفهما ما بين في باب المصرف من الزكاة. (البحر الرائق ۱۱۹/۵ کوئٹہ)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا. (شامي ۲۹۱/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱۱/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہندوستان کی زمین عشری ہے یا نہیں؟

سـوال (۳۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان کی زمین عشری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن صوبہ جات میں خاتمۂ زمین داری قانون نافذ العمل ہو چکا ہے، وہاں کی زمینوں پر عشر وخراج واجب نہیں؛ کیوں کہ وہاں اصل ملکیت حکومت کی ہوتی ہے، اور جن صوبوں میں یہ قانون نہیں وہاں عام اصول کے مطابق عشر وخراج واجب ہوگا؛ تاہم بعض اکابر مفتیان کی رائے یہ ہے کہ ہر جگہ علی الاطلاق عشر وخراج کا حکم ہوگا۔ (مستفاد: عزیز

Marfat.com

الفتاوی ۳۵۸، فتاوی محمودیہ ۹/۴۵۳-۴۵۴ ڈابھیل، امداد الفتاوی ۲/۵۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۹/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟

سوال (۳۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟ بہر صورت ان کے صدقہ کی ادائیگی کس طرح ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندوستان کی زمینوں پر عام طور سے عشر وخراج کا حکم منطبق نہیں ہوتا؛ اس لئے اس کی آمدنی پر پیداوار کی زکوٰۃ کے احکام جاری نہ ہوں گے؛ البتہ دیگر اَموال میں جن اُصول وضوابط کے مطابق زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ان ہی باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے پیداوار کو فروخت کرنے کے بعد اس کی آمدنی میں سال گذرنے پر چالیسواں حصہ بطورِ زکوٰۃ واجب ہوگا؛ تاہم اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے عشر کے حساب سے غلہ ادا کردے تو یہ یقیناً خوشی کی بات ہوگی۔

قال الشيخ: اعلم أن أراضي بلاد الهند ليست بعشرية؛ لأنها أصبحت من دار الحرب، وهكذا تحقق عندي من كتب الفقه، وكذا صرح الشيخ رشيد أحمد الكنكوهي: بأن أراضيها أراضي دار الحرب، أقول: وكذا صرح قبله الشيخ الشاه عبد العزيز الدهلوي في فتاواه قال: وذكر الشيخ "محمد أعلى التهانوي" في رسالة له: بأن أراضي الهند ليست بعشرية ولا خراجية، وإنما هي الأراضي المملكة وأراضي الحوزة، وهي أراضي بيت المال. أقول: حكاه الشاه عبد العزيز في فتاواه وكذا حكى رسالة أخرى في مثله للشيخ جلال الدين التهانيسري. ثم وقفت على رسالة الشيخ جلال الدين التهانيسري ذكر فيها: أن أراضي ولاية الهند ليست على سنن واحد، ثم ذكر منها أنواعًا شتى ...... إلى أن

Marfat.com

قال: إن الأراضي إذا كانت على هٰذه الأنواع المختلفة التي سبق ذكرها لا يجوز الحكم بملكيتها أو بعدم ملكيتها ما لم يعلم أنها من أي الأنواع، فإذا علم على وجه اليقين على نوع معين من أنواع حكم على ذٰلك النوع المعين، وأما قبل العلم بذٰلك فلا يبادر إلى الفتوىٰ الخ. وراجعها ص: ۱۱-٤۱. (معارف السنن / باب ما جاء في زكاة العسل، مبحث تحقيق أراضي الهند ۲۱۸/٥-۲۱۹ مكتبة بنورية ديوبند)

هٰذا نوع ثالث لا عشرية ولا خراجية من الأراضي تسمى أراضي المملكة. (شامي، الجهاد/ باب العشر والخراج، مطلب: لا شيء على زراع الأراضي ۱۷۸/٤ كراچی، ۲۹٤/٦ زكريا)

ما وجد في دار الحرب، فإن أرضها ليست أرض خراج أو عشر. (شامي / باب الركاز ۲٥۷/۳ زكريا)

وسبب افتراضها ملك نصاب حولي ...... فارغ عن حاجته الأصلية. (تنوير الأبصار على الدر المختار ۱۷٤/۳-۱۷۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہندوستان کی اراضی اِصالۃً کس کی ملک ہیں؟ نیز کیا اَراضی ہند پر عشر واجب ہے؟

سوال (۳۳۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان کی زمین پر کیا عشر واجب ہے؟ جیسا کہ حضرت تھانویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت مفتی محمد شفیعؒ، مولانا عبدالشکورؒ وغیرہم نے تحریر فرمایا ہے، یا واجب نہیں؟ جیسا کہ صاحب مالا بدمنہ اور مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کی رائے ہے۔ نیز کیا ہندوستان میں جو زمین مسلمانوں کے پاس ہیں وہ ان کی ملک ہیں یا حکومت کی ملکیت ہیں؟ حکومت نے مسلمانوں یا دیگر لوگوں کو محض

Marfat.com

کاشت کاری کے لئے دے رکھی ہے؟ جواب جلد از جلد تحریر فرمادیں تو بہتر ہوگا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستانی زمین جو زمین داری قانون کے تحت آکر اصالۃً حکومت کے قبضہ میں آ گئی ہیں، ان پر عشر وخراج واجب نہیں ہے۔ فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۳۳۵ پر یہی صراحت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۳۳۵ میرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۷/۸/۱۸ھ

ہندوستانی زمینوں میں عشر نہیں، پیداوار پر زکوٰۃ ہے

سوال (۳۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس چار بیگھہ کھیت ہے اس میں ہر سال ساٹھ من غلہ پیدا ہوتا ہے؛ لیکن پانی اس میں مزدوری پر بٹایا جاتا ہے اس میں عشر کتنا نکلے گا؟ اور یہ عشر نکالنا حکومتِ ہند (موجودہ) میں ہم ہندوستانیوں کے لئے واجب ہے یا سنت یا مستحب؟ اگر عشر نہ نکالا جائے تو کیا ہم ہندوستانیوں میں زمین رکھنے والوں کو گناہ ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اکثر ہندوستانی زمین اس وقت نہ عشری ہے نہ خراجی؛ لہٰذا ان کا عشر نکالنا واجب نہیں؛ البتہ جتنی آمدنی ہو تو نصاب تک پہنچنے اور اس پر سال گزرنے کی صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی؛ تاہم اگر کوئی شخص عشر دیدے تو موجبِ خیر وبرکت اور باعثِ ثواب ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۹/۲۵۵ ڈابھیل)

عن علي رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: فإذا كانت لك مأتا درهم وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم. (سنن أبي داؤد ۱/۲۲۱)

وسبب افتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة

Marfat.com

العباد وفارغ عن حاجته الأصلية. (تنویر الأبصار علی الدر المختار ۳/۱۷٤-۱۷۸ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۳/۱۲/۱۴۱۳ھ

عشری زمینوں میں کل پیداوار کا عشر نکالا جائے گا

سوال (۳۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک کاشتکار نے اپنی زمین کے اندر کاشت کرنے کے لئے بیس ہزار روپیہ بیج کھاد وآب پاشی ودیگر مزدوری میں خرچ کیا، اور اس خرچ اور اس کی محنت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی زمین میں تیس ہزار روپیہ کا غلہ پیدا کیا، غلہ کی پیداوار کے بعد یہ شخص اس میں سے عشر عشرین یا اربعین نکالنا چاہتا ہے تو آیا یہ تیس ہزار کا عشر عشرین یا اربعین نکالے گا یا خرچ کردہ رقم مبلغ بیس ہزار روپیہ منہا کرکے باقی دس ہزار روپیہ میں عشر عشرین یا اربعین نکالے گا۔ مفصل تحریر فرمائیں تاکہ ادائیگی کے سلسلہ میں خلجان رفع ہوسکے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مفتی بہ قول کے مطابق ہندوستان کی زمین عشری یا خراجی نہیں ہیں، بریں بنا ان کی پیداوار میں عشر یا خراج نکالنا فرض نہیں ہے؛ البتہ نصاب پورا ہونے اور پیداوار کی فروختگی کے بعد اس کی قیمت پر بعد حولانِ حول چالیسواں حصہ نکالا جائے گا۔

وفي الشامي بحثاً في باب الركاز: ويحتمل أن يكون احترازاً عما وجد في دار الحرب؛ فإن أرضها ليست أرض خراج أو عشر. (شامي ۲/۲۷۰ کراچی، ۳/۲۵۷ زکریا، فتاوی محمودیہ ۳/۵ ٤-٤٦، امداد الفتاوی ۲/۷۱)

تاہم اگر دنیا کے کسی حصہ میں عشری زمینیں پائی جائیں تو اس کی کل پیداوار کا دسواں حصہ نکالنا ضروری ہے، زراعت وغیرہ کا خرچ منہا نہیں کریں گے۔

Marfat.com

عن ابن عمر وابن عباس رضي الله عنهما في الرجل ينفق على ثمرته فقال أحدهما: يزكيها، وقال الآخر: يرفع النفقة ويزكي ما بقي. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٥٦/٦ رقم: ١٠١٩٢ المجلس العلمي)

وكل شيء أخرجته الأرض مما فيه العشر لا يحتسب فيه أجرة العمال ونفقة البقر، وفي الينابيع: ولا يحتسب لصاحب الأرض ما أنفق على الغلّة من سقي، أو عمارة أو أجرة حافظ؛ بل يجب العشر في جميع الخارج. (الفتاوى التاتارخانية ٢٧٧/٣ زكريا، المحيط البرهاني ٢٩٠/٣، ومثله في البدائع الصنائع ١٨٥/٢)

بلا رفع مؤن أي كلف الزرع وبلا إخراج البذر لتصريحهم بالعشر في كل الخارج. (درمختار ٢٦٩/٣-٢٧٠ زكريا)

وكل شيء أخرجته الأرض مما فيه العشر لايحتسب فيه أجر العمال ونفقة البقر. (هداية / زكاة الزروع والثمار ٢٠٢/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۶/۲۵ھ

عشری زمین میں کل پیداوار سے عشر نکالا جائے گا

سوال (۳۳۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عشری زمین کا عشر نکالتے وقت کاشت پر جو اخراجات آئے ہیں وہ وضع ہوں گے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اولاً یہ واضح رہنا چاہئے کہ موجودہ دور میں ہندوستانی زمین عشری یا خراجی نہیں ہے؛ لہٰذا ان کی پیداوار میں عشر یا خراج واجب نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴۵/۳-۴۶) اب مطلقاً عشری زمینوں کے بارے میں نفس مسئلہ کے طور پر سوال کا جواب ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے:

Marfat.com

عشری زمین میں پیداوار کی کاشت پر جو اخراجات آئے ہیں وہ منہا نہیں کیے جائیں گے؛ بلکہ پوری اصل پیداوار کا دسواں حصہ نکالنا واجب ہوگا، ہاں اگر وہ زمین ڈول یا ٹیوب ویل وغیرہ سے سیراب کی گئی ہے تو پھر اس میں عشر نہیں؛ بلکہ نصف عشر یعنی بیسواں حصہ نکالنا واجب ہوتا ہے۔

عن سالم بن عبد اللّٰہ عن أبیہ رضي اللّٰہ عنہ عن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنہ قال: فیما سقت الماء والعیون أو کان عثریًا العشر، وما سقي بالنضح نصف العشر. (صحیح البخاري / باب العشر فیما یسقي من ماء السماء رقم: ۱٤۸۳، فتح الباري ٤٤٣/٤ دار الکتب العلمیة بیروت)

استدل العلامة الکاساني بہٰذا الحدیث علی وجوب العشر من غیر احتساب الأجرة والنفقة، قال: ولا یحتسب لصاحب الأرض ما أنفق علی الغلة من سقي أو عمارة أو أجر الحافظ أو أجر العمال أو نفقة البقر لقولہ علیہ السلام: "وما سقتہ السماء ففیہ العشر، وما سقي بغرب أو دالیة أو سانیة ففیہ نصف العشر". أوجب العشر ونصف العشر مطلقاً عن احتساب ہٰذہ المؤن ولأن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم أوجب الحق علی التفاوت لتفاوت المؤن، ولو رفعت المؤن لارتفع التفاوت. (بدائع الصنائع للکاساني / بیان مقدار الواجب ۱۸٥/۲ زکریا)

لایحتسب فیہ أجرة العمال ونفقة البقر؛ لأن النبي علیہ السلام حکم بتفاوت الواجب لتفاوت المؤنة فلا معنی لرفعہا. (ہدایة ۲۰۳/۱ زکوٰة الزروع والثمار)

وفي الہندیة: ولا تحسب أجرة العمال ونفقة البقر وکری الأنہار وأجرة الحافظ وغیر ذٰلک، فیجب إخراج الواجب من جمیع ما أخرجتہ الأرض عشراً أو نصفاً. کذا في البحر. (الفتاویٰ الہندیة ۱۸۷/۱، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۷۷/۳، المحیط البرہاني ۲۹۰/۳، الدر المختار ۲٦۹/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۷/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

جس کھیت کی پیداوار سیلاب کی زد میں آجائے اس کا عشر کس طرح نکالیں؟

سوال (۲۳۳۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی زمین زرخیز نہیں ہے، اکثر سیلاب کی زد میں آجاتی ہے، پیداوار سے زیادہ اس میں لاگت ہوجاتی ہے، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پوری کھیتی سیلاب کی نذر ہوجاتی ہے، اور پھر دوبارہ لاگت لگاکر کھیتی کرنی پڑتی ہے، ان کھیتوں کا سرکار کو سالانہ بیگھہ کے حساب سے ٹیکس بھی دینا پڑتا ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ ہم اس کھیت کا عشر نکالیں تو کس حساب سے نکالیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستان کی زیادہ تر زمینیں نہ عشری ہیں اور نہ خراجی، اس لئے ان کی آمدنی پر عشر یا خراج کچھ واجب نہ ہوگا؛ بلکہ حسبِ ضابطہ اگر مالک صاحبِ نصاب ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور اگر پوری کھیتی سیلاب کی نذر ہوجائے یا پیداوار سے زیادہ اس میں لاگت لگ جائے تو ایسی صورت میں اس زمین پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۱۷، فتاویٰ محمودیہ ۹/۵۵-۴۵۴ ڈابھیل)

قال الحسن: وأما أراضيهم فعليها الخراج ...... وإن عجزوا عن ذٰلك خفف عنهم ولا يكلفون فوق طاقتهم كما قال عمر رضي الله عنه. (إعلاء السنن ۱۲/۴۳۷ رقم: ۴۱۰۰ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عطاء في الرجل إذا أخرج زكاة ماله فضاعت أنها تجزئ عنه. (المصنف لابن أبي شيبة ۲/۴۰۸ رقم: ۱۰۴۹۱ دار الكتب العلمية بيروت)

مستفاد: وإن غلب على أرض الخراج الماء أو انقطع عنها أو اصطلم الزرع آفة فلا خراج عليهم. (القدوري مع الشرح الثميري ۴/۳۰)

Marfat.com

وإن هلك المال بعد وجوب الزكاة سقطت الزكاة، ولنا أن الواجب جزء من النصاب تحقيقاً للتيسير فيسقط بهلاك محله. (هداية ١/٠ ٢١ مكتبة بلال ديوبند)

فأما وجوب العشر فلا يمنع؛ لأنه متعلق بالطعام يبقى ببقائه ويهلك بهلاكه. (بدائع الصنائع ٨٥/٢ زكريا)

وأما بيان ما يسقطها بعد وجوبها فالسقط لها بعد الوجوب أحد الأشياء الثلاثة منها هلاك النصاب بعد الحول قبل التمكن من الأداء وبعده عندنا.

(بدائع الصنائع ١٦٧/٢ زكريا)

وسبب افتراضها ملك نصاب حولي ...... فارغ عن حاجته الأصلية.

(تنوير الأبصار على الدر المختار ١٧٤/٣ زكريا)

ويحتمل أن يكون احترازاً عما وجد في دار الحرب، فإن أرضها ليست أرض خراج، أو عشر. (شامي ٢٥٧/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۵/۵/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عشری زمینوں کو بٹائی پر دینے کے بعد عشر کس پر واجب ہوگا؟

سوال (۳۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جن کے پاس کھیت ہیں، کھیت والا بٹائی پر کھیت دے دیتا ہے، تو کیا دونوں کے اوپر عشر واجب ہے یا ایک پر؟ اور ہے تو کتنی مقدار ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندوستانی زمینوں میں اگرچہ عشر واجب نہیں؛ لیکن جہاں عشر واجب ہو وہاں حکم یہ ہے کہ اگر بیج بٹائی پر لینے والے نے ڈالا ہے تو عشر دونوں (مالک زمین اور عامل) پر اپنے اپنے حصہ کے بقدر واجب ہوتا ہے، اور اگر بیج صاحبِ زمین کا ہے تو اسی پر عشر لازم ہے۔

Marfat.com

الخانية: وإن دفع أرضه العشرية مزارعة إن كان البذر من قبل العامل فعلى قياس قول أبي حنيفة يكون العشر على صاحب الأرض كما في الإعارة، وعندهما في الزرع كما في الإجارة، وإن كان البذر من قبل صاحب الأرض كان العشر على صاحب الأرض في قولهم. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۸۱/۳ زکریا)

وفي المزارعة إن كان البذر من دب الأرض فعليه، ولو من العامل فعليهما بالحصة. (درمختار ۳۳۵/۲ کراچی، ۲۷۸/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۰/۱۹ھ

کیریاں (کچے آموں) کا عشر کس پر واجب ہے؟

سوال (۳۳۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچے آموں کا استعمال (کیریاں) میں بھی ہوتا ہے، اس صورت میں عشر نکالنے کی کیا صورت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر مشتری باغ خریدتے ہی کیریاں توڑلیتا ہے تو عشر بائع پر واجب ہوگا اور اگر پکنے کے بعد توڑتا ہے تو مشتری پر لازم ہوگا۔

قال في الهندية: ولو باعها والزرع بقل إن قصله المشتري في الحال يجب على البائع، ولو تركه حتى أدرك فعشره على المشتري. كذا في شرح الطحاوي. (الفتاویٰ الهندية ۱۸۷/۱)

إذا كان للرجل أرض عشرية فيها زرع ...... وإذا كان الزرع بقلاً وباع الأرض مع البقل فأدرك الزرع فالعشر على المشتري، هذا إذا باع الأرض مع الزرع، فأما إذا باع الزرع دون الأرض، والزرع قصيل، فإن كان البيع بشرط أن

Marfat.com

يـقصله المشتري فقصله، فالعشر على البائع، وإن كان البيع مطلقًا من غير شرط وتـرك الزرع حتى أدرك، فإن كان الترك بغير أجر ذكر في الأصل أن العشر على المشتري ولم يذكر فيه خلافاً. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۸۳/۳ رقم: ۴۳۸۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۷/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عشری زمین خریدنے پر مشتری پر ہی عشر واجب ہوگا

سوال (۳۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل عام طور سے سنترے اور آموں کی فصلیں مالکان باغ پیشگی فروخت کردیتے ہیں، اس صورت میں عشر مالکانِ باغ پر ہوگا یا خریدار پر؟ اور مشتری اس نے جو رقم باغ کے مالک کو دی ہے، اس کو عشر میں سے وضع کیا جائے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس صورت میں عشر خریدار پر واجب ہوگا اور جو رقم اس نے مالک کو دی ہے اسے وضع نہیں کیا جائے گا۔

ولـو بـاع الـزرع إن قبـل إدراكـه فالعشر على المشتري (درمختار) وفي الشـامـي: وشـمـل ما إذا باعه وتركه المشتري بإذن البائع حتى أدرك فعندهما عشره على المشتري. (شامي ۳۳۳/۲ كراچی، درمختار مع الشامي ۲۷۶/۳ زكريا)

رجـل لـه أرض عشـرية فيها نخل وفي النخل طلع باع ذلك كله بما في الـنـخـل من الثمر، قال أبو حنيفة: العشر على المشتري الذي يدرك ذلك في يده. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۸۴/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۷/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

مدرسہ کی عشری زمین کے نصف عشر کا غلہ مدرسہ کے طلبہ کو کھلانا؟

سوال (۲۴۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ کے پاس دس بیگھہ عشری زمین ہے جب فصل پر نصف عشر نکالتے ہیں، تو کیا یہ عشر کا غلہ اپنے ہی مدرسہ کے طلبہ پر خرچ کر سکتے ہیں یا دوسری جگہ دینا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل ہندوستان میں اکثر زمینیں غیر عشری ہیں جن میں عشر واجب نہیں ہوتا ہے؛ تاہم بالفرض اگر کسی جگہ عشری زمین کسی مدرسے کی ملکیت میں پائی جائے، تو اس کا نصف عشر مدرسہ کے مستحق طلبہ پر خرچ کرنا درست ہوگا اور مابقیہ زمین کی آمدنی حسبِ شرائط واقف مدرسہ کی ضروریات وغیرہ میں خرچ کی جائے گی۔

مصرف الزكاة والعشر هو الفقير وهو من له أدنىٰ شيء، ومسكين من لا شيء له وعامل ومكاتب ومديون وفي سبيل الله وابن السبيل. (شامي ۲۸۳/۳ زكريا)

إن العشر مصرفه مصرف الزكاة. (شامي ۳٤۸/٦ زكريا)

ثم اعلم أن أموال بيت المال أربعة ...... الثاني الزكاة والعشر، ومصرفهما ما بين في باب المصرف مِنَ الزكاة. (البحر الرائق ۱۱۹/٥ كوئٹه)

قال: وإن وضع العشر أو الزكاة في صنف واحد من غير أن يأتي به السلطان، وسعه ذٰلك بينه وبين الله تعالىٰ. واعلم أن مصارف العشر والزكاة ما يتلى في كتاب الله عز وجل في قوله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ (كتاب المبسوط للسرخسي / باب عشر الأرضين ٤٤٠/۲ دار الفكر بيروت)

مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي ٥٤۹/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

عشر میں غلہ کے بجائے اس کی قیمت کسی ادارے کو منی آرڈر کرنا؟

سوال (۳۴۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عشر فصل بیچ کر حاصل شدہ رقم دور دراز کے ادارے کو بذریعہ منی آرڈر یا ڈرافٹ وغیرہ بھیجنا درست ہے یا نہیں؟ جزوی طور پر ایسا کرنے سے عشر کی ادائیگی ہوئی یا نہیں، یا صرف فصل ہی دے کر ادائیگی ہوگی؟ واضح ہو کہ یہاں دینے والے کی نیت خاص طور پر یہ ہے کہ مقامی ادارے کو فصل ہی دیتا ہے؛ لیکن عشر فصل میں دور دراز کے ادارے کو بھی دینا چاہتا ہے جہاں محصل نہیں آتا یا نہیں آسکتا، اور نہ کسی دیگر ذرائع سے عشر فصل بھیجا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن زمینوں میں عشر واجب ہے ان میں عشر کا غلہ نکال کر اس کی رقم منی آرڈر وغیرہ سے کہیں اور دینی ادارے میں بھیج دی جائے تو یہ بھی درست ہے۔

(احسن الفتاویٰ ۴/۲۵۹)

اور عشر میں غلہ اور پھل دینا ضروری نہیں؛ بلکہ قیمت بھی دے سکتا ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۵۹)

عن الضحاک قال: ضعِ الزكاة في القرية التي أنت فيها، فإن لم يكن فيها فقراء فإلى التي تليها.

عن ميمون قال: كان يستحب أن يرسل بالصدقة إلى أبناء المهاجرين والأنصار الذين بالمدينة. (المصنف لابن أبي شيبة ٦/٤٩٥-٤٩٦ رقم: ١٠٤١١-١٠٤١٥)

قال العلامة ابن الهمام: ووجهه ما قدمناه من دفع القيم من قول معاذ لأهل اليمن، قال طاؤس: قال معاذ لأهل اليمن: إئتوني بخميس أو لبيس مكان الذرة والشعير أهون عليكم وخير لأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة. (صحيح البخاري تعليقاً / باب العرض في الزكاة على رقم: ١٤٤٨، فتح الباري ٤/٣٩٧ دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ٢/١٩٣-٢٨٠ دار الفكر بيروت)

Marfat.com

قال الحافظ في الفتح: وقد احتج به من يجيز نقل الزكاة من بلد إلى بلد.

(فتح الباري ٣٩٩/٤ بيروت)

عن طاؤس قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم معاذاً إلى اليمن وأمره أن يأخذ الصدقة من الحنطة والشعير، فأخذ العروض الثياب من الحنطة والشعير. (مصنف لابن أبي شيبة ٥٢٢/٦ رقم: ١٠٥٣٨)

ويكره نقل الزكاة من بلد إلى بلد ...... إلا أن ينقلها الإنسان إلى قرابته أو إلى قوم هم أحوج من أهل بلده لما فيه من الصلة أو زيادة دفع الحاجة. (هداية ٢٠٨/١)

وعدم الكراهة في نقلها للقريب للجمع بين أجرى الصدقة والصلة وللأحوج؛ لأن المقصود منها سدّ خلة المحتاج فمن كان أحوج كان أولىٰ وليس عدم الكراهة منحصراً في هاتين؛ لأنه لو نقلها إلى فقير في بلد آخر أورع وأصلح كما فعل معاذ لا يكره، ولهٰذا قيل: التصدق على العالم الفقير أفضل كذا في المعراج. (البحر الرائق ٢٥٠/٢ كوئٹه)

قوله: "كره" لأن فيه رعاية حق الجوار فكان أولىٰ، والمتبادر منه أن الكراهة تنزيهية، تأمل. فلو نقلها جاز؛ لأن المصرف مطلق الفقراء، درر. (الدر المحتار مع الشامي / باب المصرف ٣٠٤/٣ زكريا، كذا في الهندية ١٩٠/١، ومثله في المحيط البرهاني ٤٤٠/٢، مجمع الأنهر ٢٢٦/١ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۵/۱۲/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

صدقۃ الفطر کے مسائل

صدقۂ فطر اور زکوٰۃ میں کیا فرق ہے؟

سوال (۳۴۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صدقۂ فطر اور زکوٰۃ میں بنیادی فرق کیا ہے؟ کن کن صورتوں میں یہ لازم وواجب ہوتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صدقہ کا لفظ عام ہے، جسے واجب اور غیر واجب دونوں کے لئے بولا جاسکتا ہے۔ فطرہ اس صدقہ کو کہتے ہیں جو صاحبِ نصاب شخص پر عید الفطر میں واجب ہوتا ہے، اس کے وجوب کے لئے نصاب پر سال گذرنے کی شرط نہیں ہے۔

اور زکوٰۃ اس صدقۂ فرض کو کہتے ہیں جو صاحبِ نصاب پر سال گذرنے کے بعد فرض ہوتا ہے، جس کا تناسب چالیسواں حصہ ہے، جس کی تفصیلات کتبِ فقہ میں موجود ہے۔

الزكاة في اللغة: النماء والزيادة ...... وتطلق على المال المؤدي، وعلى أدائه على الوجه المخصوص المعين في الشرع. (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح ٢٢٧/٤ دار النوادر)

وفي اصطلاح الفقهاء ما ذكره المصنف قوله: هي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي، وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام، وملك نصاب حولي فارغ عن الدين وحوائجه الأصلية. (كنز الدقائق على البحر الرائق ٢٠١/٢-٢٠٢ كوئٹه)

Marfat.com

وهو ربع عشر النصاب. (طحطاوي على مراقي الفلاح ٣٨٩)

وفي الشرع: تمليك جزء مالٍ عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجهٍ لله تعالیٰ. (قواعد الفقه ٣١٤)

صدقة الفطر: هي ما تجب في صبح يوم عيد الفطر من الصدقة. (قواعد الفقه ٣٤٨)

وشرط عندنا ملك النصاب الفاضل عن حاجته الأصلية من غير اشتراط النماء. (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح ٢٨١/٤ دار النوادر)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر صاعاً من تمر أو صاعاً من شعير على العبد والحر والذكر والأنثى والصغير والكبير من المسلمين، وأمر بها أن تؤدّى قبل خروج الناس إلى الصلاة.

(صحيح البخاري ٢٠٤/١ رقم: ١٥٠٣، صحيح مسلم ٣١٨/١ رقم: ٩٨٦، مشكاة المصابيح رقم: ١٨١٥)

تجب على حر مسلم مكلف مالك لنصاب أو قيمته وإن لم يحل عليه الحول. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي / باب صدقة الفطر ٥٩٥ مصري) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۶/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صدقۂ فطر کے وزن کے بارے میں مدرسہ شاہی کا فتویٰ

سوال (۲۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صدقۂ فطر کا وزن آج کے مروجہ وزن سے دار العلوم اور مدرسہ شاہی میں دوکلو ہے، جب کہ دوسرے مدارس میں دوکلو پینتالیس گرام ہے، ایسا کیوں؟ اس کی تحقیق چاہئے، آپ اس کا جواب کتبِ معتبرہ سے عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صدقۂ فطر کے لئے اصل وزن نصف صاع ہے، جس

Marfat.com

کا وزن موجودہ اوزان کے اعتبار سے ۱ر کلو ۶۵۷ر گرام ۶۴۰ر ملی گرام ہوتا ہے، مدرسہ شاہی کی طرف سے اسی وزن کا اعلان کیا جاتا ہے، اور پوری تحقیق کے بعد یہ وزن مقرر کیا گیا ہے، جو لوگ اس کے خلاف اعلان کرتے ہیں، اس کی تحقیق انہیں سے کرنی چاہئے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۵۸)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر صاعاً من تمر أو صاعاً من شعير على العبد والحر والذكر والأنثى والصغير والكبير من المسلمين، وأمر بها أن تؤدى قبل خروج الناس إلى الصلاة.

(صحيح البخاري ۱/ ۲۰٤ رقم: ۱۵۰۳، صحيح مسلم ۱/ ۳۱۸ رقم: ۹۸۶، مشكاة المصابيح رقم: ۱۸۱۵)

وهي نصف صاع من بر أو دقيقه أو سويقه أو صاع تمر أو زبيب أو شعير. (حاشية الطحطاوي على المراقي ۳۹۵)

تجب نصف صاع من بر أو دقيقه أو سويقه. (تنوير الأبصار على الدر المختار ۳/ ۳۱۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۳/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقدارِ صاع سے متعلق مفتی رشید احمدؒ کی تحقیق اور دارالعلوم ومدرسہ شاہی کا فتویٰ

سوال (۲۴۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احسن الفتاویٰ جلد ۴/ ۳۷۵ پر "بسط الباع لتحقیق الصاع" رسالہ چھپاں ہے، جس میں صدقۃ الفطر کی مقدار متعین کرنے میں بہت جدوجہد کی ہے، مذکورہ بالا رسالہ کے صفحہ ۱۰ر پر اصل فتاویٰ کے ۳۸۴ر پر کچھ بحث وحساب کر لینے کے بعد تحریر فرمایا۔ تفصیل بالا سے ثابت ہوا کہ گیہوں کے ذریعہ صدقۃ الفطر ادا کرنا چاہیں تو یقینی طور پر بری الذمہ ہونے کے لئے ماشہ کے وزن ۲ر سیر ۶ ۳ر تولہ =۲٫۸۵۹ر کلو گرام گیہوں دینا ضروری ہے، نیچے تفصیل مذکور کا نقشہ دیا ہے، مذکورہ رسالہ کے

Marfat.com

بالکل ختم پر لکھا ہے کہ اگر صدقۃ الفطر میں گیہوں یا گیہوں کا آٹا دیا جائے، تو وزن ماشہ کے مطابق ۳۲ء۲ رکلو گرام دینا لازم ہے؛ البتہ اگر قیمت دینا چاہیں تو ۲۵ء۲ رکلو گرام گیہوں کی قیمت دینے کی بھی گنجائش ہے، مع ہذا ۳۲۱ء۲ رکلو گرام کی قیمت ادا کرنا افضل ہے، صدقۃ الفطر کی مقدار جو اوپر مذکور ہے اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہمارے یہاں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ودیگر مفتیانِ دار العلوم کی تحقیق پر فتویٰ دیا جاتا ہے، یعنی نصف صاع کی مقدار ۱۳۵ رتولہ ہے، جس کا واقعی موجودہ وزن ۱ رکلو ۵۷۶ رگرام ۶۴۰ رملی گرام ہوتا ہے، اس پر حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب نے ایضاح المسائل ۹۸-۱۰۱ پر اچھی بحث کی ہے، اس کا مطالعہ کیا جائے۔

قال الجوهري: الصاع الذي يكال به وهو أربعة أمداد. (الصحاح، فصل الصاد / باب العين ۳/ ۱۲۶۲)

وقال ابن الأثير: الصاع مكيال يسع أربعة أمداد. (النهاية / باب الصاد مع الواو ۲/ ۷۸، نخب الأفكار ۸/ ۱۰۰ دار اليسر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۳/۱۰/۱۴۱۳ھ

صدقۂ فطر کا وزن قدیم اور جدید اوزان کے اعتبار سے

سوال (۳۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عید الفطر کے دن جو صدقۂ فطر ادا کیا جاتا ہے، اس کا وزن پرانی تول (پکے سیر والی) سے کتنے تولہ ہوتا ہے، اور موجودہ تول سے کتنے کلو اور کتنے گرام صدقۂ فطر کا وزن ہوتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احادیث صریحہ مرفوعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کھجور، کشمش اور جو کے ذریعہ صدقۂ فطر کی مقدار ایک صاع ہے، اور گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو کے ذریعہ صدقۂ فطر کی مقدار

Marfat.com

نصف صاع ہے، اور نصف صاع کی مقدار قدیم پیمانوں کے حساب سے دو مد ہے، اور ایک صاع کی مقدار چار مد، پھر مد کی مقدار کے بارے میں حدیث میں ہے کہ مد دو رطل کا ہوتا ہے (جواہر الفقہ ۱/۴۲۴)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ بالمد وهو رطلان. وفي رواية: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ برطلين ويغتسل بالصاع. (شرح معاني الآثار ۱/۲۰۵۲)

مد صاع کا چوتھائی ہوتا ہے، اس حساب سے ایک صاع چار مد کا ہوا، اور ایک مد چار رطل کا ہوتا ہے، تو ایک صاع ۸ رطل کا ہوا، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ بالمد، رطلين، ويغتسل بالصاع ثمانية أرطالٍ. (الكامل لابن عدي ۵/۱۲ ترجمة: عمر بن موسىٰ بن وجيه رقم: ۱۱۸۷)

وعن أنس بن مالك رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتوضأ برطلين ويغتسل بالصاع ثمانية أرطال. (سنن الدار قطني رقم: ۲۱۱۹)

حضرت علامہ کشمیریؒ نے بہت تحقیق کے ساتھ صریح اور مرفوع احادیث اور خلفاء راشدین نیز کبار صحابہ وتابعین اور فقہاء مجتہدین کے اقوال وآثار سے یہ بات ثابت کی ہے کہ صدقۂ فطر کی مقدار گیہوں یا اس کے آٹے اور ستو کے ذریعہ نصف صاع یعنی ۲ مد اور ۴ رطل ہے۔

عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنها قالت: كنا نؤدي زكاة الفطر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مدين من قمح. وفي رواية: مدين من حنطة، فهٰذه أسماء تخبر أنهم كانوا يؤدون في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر مدين من قمح، ومحال أن يكونوا يفعلون هٰذا إلا بأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ لأن هٰذا لا يؤخذ حينئذ إلا من جهة توقيفية إياهم على ما يجب عليهم من ذٰلك.

معلوم ہوا کہ جن حضرات نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ”صاعا من طعام“ میں طعام سے گیہوں مراد لے کر گیہوں کے ذریعہ صدقۂ فطر کی مقدار کو کشمش اور کھجور کی

Marfat.com

طرح ایک صاع متعین کیا ہے، یہ تطوع اور نفل پر محمول ہے۔

چناں چہ علامہ بنوریؒ حضرت کشمیریؒ کی امالی نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وحمل الزيادة في حديث أبي سعيد على التطوع بدليل أن مروان بعث إلى أبي سعيد "أن ابعث إلي بزكاة رقيقك" فقال أبوسعيد للرسول: إن مروان لا يعلم أنما علينا أن تعطي لكل رأس عند كل فطر صاعاً من تمر أو نصف صاع من بر، قال: فدل على أن ما روي عنه مما زاد على ذلك كان اختياراً منه ولم يكن فرضًا. (معارف السنن ٣٠٧/٥ بنورية ديوبند)

درج ذیل احادیث وآثار سے بھی حنفیہ کا موقف "نصف صاع من بر" کی تائید ہوتی ہے۔

عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: أمر النبي صلى الله عليه وسلم بصدقة الفطر عن كل صغير وكبير حر وعبدٍ صاعاً من شعير أو صاعاً من تمر، قال: فعد له الناس بمدين من حنطة.

عن ثعلبة بن أبي صغير عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أدوا زكاة الفطر صاعًا من تمر أو صاعًا من شعير أو نصف صاع من بر أو قال قمح الخ. وروي عن علي مثل ذلك، وسنذكر ذلك في موضعه مع أنه قد روي عن عمرو عن أبي بكر أيضاً، وعن عثمان بن عفان في صدقة الفطر أنها من الحنطة نصف صاع.

عن أبي قلابة قال: أخبرني من دفع إلى أبي بكر صاع بر بين اثنين.

عن عبد الله بن نافع أن أباه سأل عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقال: إن رجل مملوك فهل في مال زكاة؟ فقال عمر: إنما زكاتك على سيدك أن يؤدي عنك عند كل فطر صاعاً من شعير أو تمر أو نصف صاع من برٍّ.

عن أبي الأشعث قال: خطبنا عثمان بن عفان رضي الله عنه فقال في خطبته: أدوا زكاة الفطر صاعاً من تمر أو صاعاً من شعير الخ. وفي رواية: عن

Marfat.com

عثمان أنه خطبهم فقال: أدوا زكاة الفطر مدين من حنطة. قال الإمام الطحاوي: فهذا أبوبكر وعمر وعثمان قد أجمعوا على ذلک مما ذكرنا. (شرح معاني الآثار ۳٤۹/۱-۳٥۰، نخب الأفكار للعيني ۱۰/ ٤۲۸-٤۲۹ دار اليسر)

اس کے علاوہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس مضمون کے آثار مروی ہیں۔

مذکورہ دلائل سے یہ بات اچھی طرح مدلل طور پر واضح ہوگئی کہ حنفیہ کے نزدیک صدقۂ فطر کی مقدار گندم اور گیہوں یا اس کے آٹا ستو کے ذریعہ نصف صاع یا ۱۳۵؍تولہ واجب ہے، اب موجودہ زمانہ کے اعتبار سے نصف صاع کی کتنی مقدار ہے؟ اس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی کی تحقیق اور یہی مدرسہ شاہی کا متفقہ موقف بھی ہے کہ موجودہ زمانہ کے اوزان کے اعتبار سے نصف صاع کی مقدار ایک کلو ۵۷۴؍گرام ۶۴۶؍ملی گرام ہے، اور ہم نے یہ مقدار حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور دیگر اکابر مفتیانِ دارالعلوم دیوبند کی تحقیق پر تجویز کی ہے۔ (دیکھئے: ایضاح المسائل ۹۸-۹۹)

تجب نصف صاع من بر أو دقيقه أو سويقه. (تنوير الأبصار على الدر المختار ۳۱۸/۳ زکریا)

وهي نصف صاع من بر وصاع من شعير. (الفتاوى الهندية ۱۹۱/۱ کوئٹہ)

وهي نصف صاع من بر أو دقيقه أو سويقه أو صاع تمر أو زبيب أو شعير. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ۳۹۵ کراچی، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح ۲٦۳ دار الكتب العلمية بيروت)

ومقدارها في الحنطة نصف صاع عند أبي حنيفة ومن الشعير والتمر صاع. (الفتاوى التاتارخانية ٤٥٤/۳ زکریا، مجمع الأنهر ۲۲۸/۱-۲۲۹ دار إحياء التراث العربي)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

عندالاحناف صدقۂ فطر میں صاع عراقی معتبر ہے

سوال (۳۴۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: صدقۂ فطر میں کس صاع کا اعتبار کیا گیا ہے؟ ائمہ کرام ومجتہدین کا اختلاف قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل واضح کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احناف کے نزدیک صاع عراقی معتبر ہے جو قدیم حساب کے اعتبار سے ۲۷۰ر تولہ کا ہوتا ہے۔اور جدید اوزان کے اعتبار سے ۳ر کلو ۱۴۹ر گرام ۲۸۰ر ملی گرام ہے۔(جواہر الفقہ اوزان شرعیہ ۲۲۴)

والصاع عند أبي حنيفة ومحمد ثمانية أرطالٍ بالعراقي ...... ولنا ما روي أنه عليه السلام كان يتوضأ بالمد رطلين ويغتسل بالصاع ثمانية أرطالٍ، وهٰكذا كان صاع عمر رضي اللّٰه عنه. (هداية ۱/۲۱۰، والحديث: أخرجه الإمام الدار قطني في سننه ۲/۱۳٤ رقم: ۲۱۱۹، والبيهقي في سننه الكبرىٰ ٤/۲۸۷ رقم: ۷۷۲٤)

اختلف في الصاع فقال الطرفان: ثمانية أرطالٍ بالعراقي، وقال الثاني خمسة أرطال وثلاث، وقيل: لا خلاف؛ لأن الثاني قدره برطل المدينة؛ لأنه ثلاثون استاراً، والعراقي عشرون، وإذا قابلت ثمانية بالعراقي بخمسة وثلاث بالمديني وجدتهما سواء. (رد لمحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار / باب صدقة الفطر ۳/۳۲۰ زكريا)

وهو ثمانية أرطال بالعراقي، والعراقي مائة وثلاثون درهماً، فالصاع ما يسع ألفاً وأربعين درهماً، وقول أبي يوسف: الصاع ما يسع خمسة أرطال وثلثاً مراده بالرطل رطل المدينة وهو ثلاثون أستاراً و رطل العراق عشرون أستاراً فيكون المجموع على القولين مائة وستين أستاراً، والأستار ستة دراهم ونصف. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ۳۹۵ كراچی)

قال ابن الأثير: الصاع مكيال يسع أربعة أمداد، والمد مختلف فيه ......

Marfat.com

وقيل: هو رطلان، وبه أخذ أبو حنيفة وفقهاء العراق فيكون الصاع ثمانية أرطالٍ.
(النهاية ٢/٤٨٧ بحواله: نخب الأفكار ١٠/٨٠٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۱/۹ھ

غریب آدمی پر صدقۂ فطر دینا واجب نہیں

سوال (۳۴۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص ہے جو کہ غریب ہے وہ صاحبِ نصاب بھی نہیں ہے، اور زکوٰۃ دینے کی حالت میں بھی نہیں ہے، تو وہ فطرہ دے سکتا ہے. کیا اسے اپنا اور اپنے بچوں کا فطرہ دینا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص غریب ہو اس پر صدقۂ فطر دینا لازم نہیں ہے، اور اگر ادا کردے تو منع بھی نہیں۔

﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ١٥٨]

قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا صدقة إلا عن ظهر غنًى. (ذكره البخاري تعليقاً ١/٣٨٤، وقد وصله الإمام أحمد في مسنده عن أبي هريرة ٢/٢٣٠)

باب صدقة الفطر: تجب على حر مسلم مكلف مالك لنصاب أو قيمته، وإن لم يحل عليه الحول عند طلوع فجر يوم الفطر ولم يكن للتجارة فارغ عن الدين وحاجته الأصلية وحوائج عياله. (نور الإيضاح على مراقي الفلاح / باب صدقة الفطر ٢٦٣ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا تجب هٰذه الصدقة إلا على حر مسلم غنيٍ، والغنى أن يملك نصاباً أو ما قيمته قيمة النصاب فاضلاً عن مسكنه. (الفتاوى التاتارخانية ٣/٥٣ ٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۳/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

جس کے پاس دو منزلہ مکان ہو اس پر فطرہ واجب ہے یا نہیں؟

سوال (۳۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے مکان کے دو حصے یا دو منزل ہیں، ایک میں وہ رہتا ہے، دوسرا کرایہ پر ہے، تو اس شخص پر فطرہ واجب ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صدقۂ فطر کے وجوب کا مدار مکان کی ملکیت پر نہیں ہے؛ بلکہ نصاب کے بقدر عید کے دن ضرورتِ اصلیہ سے زائد مال کی ملکیت پر ہے۔ بریں بنا اگر مذکورہ شخص کے پاس عید کے دن روپیہ پیسہ یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد مال ہو تو فطرہ واجب ہے ورنہ نہیں۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا صدقة إلا عن ظهر غنًى. (ذكره البخاري تعليقاً ۳۸٤/۱، وقد وصله الإمام أحمد في مسنده عن أبي هريرة ۲۳۰/۲)

يجب على كل مسلم ذي نصابٍ فاضلٍ عن حاجته الأصلية، كدينه وحوائج عياله بطلوع فجر الفطر. (تنوير الأبصار مع الدر ۳۱۰/۳-۳۲۲ زكريا)

باب صدقة الفطر: تجب على حر مسلم مكلف مالك لنصاب أو قيمته، وإن لم يحل عليه الحول عند طلوع فجر يوم الفطر ولم يكن للتجارة فارغ عن الدين وحاجته الأصلية وحوائج عياله. (نور الإيضاح على مراقي الفلاح / باب صدقة الفطر ۲٦۳ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا تجب هذه الصدقة إلا على حر مسلم غني، والغني أن يملك نصاباً أو ما قيمته قيمة النصاب فاضلاً عن مسكنه. (الفتاوى التاتارخانية ٤۵۳/۳ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۱۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

Marfat.com

فطرہ کی رقم کا مصرف؟

سوال (۳۴۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فطرہ کی رقم کس مد میں دی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فطرہ فقیر، مسکین اور مسافر وغیرہ کو دے سکتے ہیں، اور غنی، سید، بیوی، شوہر اور اصول وفروع کو نہیں دے سکتے۔ اسی طرح زکوۃ کی رقم کسی کافر کو نہیں دے سکتے؛ البتہ فطرہ کے بارے میں ایک روایت حضرات طرفینؒ سے جواز کی ملتی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

وفي الحديث المرفوع الصحيح قال عليه السلام: تؤخذ من أغنيائهم فترد على فقرائهم ...... الخ. (متفق عليه، مشكاة المصابيح رقم: ١٧٧٢، صحيح البخاري رقم: ١٤٩٦، صحيح مسلم رقم: ١٩)

قال علي بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه: ليس لوالد حق في صدقة مفروضة الخ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ١٣٠/١٠ رقم: ١٣٥٠٩ دار الكتب العلمية بيروت)

ومصرف هٰذه الصدقة ما هو مصرف الزكوٰة. (الفتاوىٰ الهندية ١٩٤/١)

ولا يدفع إلى أصله وإن علا، وفرعه وإن سفل، ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً. ولا يدفع إلى بني هاشم ......، وأما أهل الذمة فلا يجوز صرف الزكاة إليهم بالاتفاق، ويجوز صرف صدقة التطوع إليهم بالاتفاق، واختلفوا في صدقة الفطر والنذور والكفارات، قال أبو حنيفة ومحمدؒ: يجوز إلا أن فقراء المسلمين أحب إلينا. (الفتاوى الهندية ١٨٨/١) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۸/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نانا، نانی اور بہن کو صدقۂ فطر دینا؟

سوال (۳۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نانا یا نانی یا بہن کو صدقۂ فطر دے دیا تو ادا ہوجائے گا یا نہیں؟ ائمۂ کرام ومجتہدین کا اختلاف قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل واضح کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نانا یا نانی کو صدقۂ فطر دینے سے ادا نہ ہوگا، بہن کو دینے سے ادا ہوجائے گا۔

أي أصله وإن علا كأبويه وأجداده وجداته من قبلها. (شامي ٢/٣٤٦ كراچی، ٣/٢٩٣ زكريا)

ولا يدفع إلى أصله وإن علا، وفرعه وإن سفل. (الفتاوى لهندية ١/١٨٨) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱/۹ھ

صدقہ کی رقم بھانجی کو دینا؟

سوال (۳۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سائل کی حقیقی بھانجی بیوہ ہوگئی ہے، بیوہ کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، وہ محنت ومزدوری اور امدادِ عزیز واقارب سے زندگی بسر کررہی ہے، تو کیا وہ صدقہ کی مستحق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صدقہ کی رقم آپ اپنی حاجت مند بھانجی کو دے سکتے ہیں۔

عن سلمان بن عامر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الصدقة على المسكين صدقة وهي على ذي الرحم أثنان صدقة وصلة. (صحيح ابن حبان ١٤٣/٥ رقم: ٣٣٢٣ دار الفكر بيروت، صحيح البخاري ١٩٨/١ رقم: ١٤٦٦)

Marfat.com

ویجوز صرفها إلی من لا یحل له السوال إذا لم یملک نصاباً. (عالمگیري ۱۸۹/۱)

قال في الهندية: الأفضل في الزكاة والفطر والنذور الصرف أولاً إلی الإخوة والأخوات ثم إلی أولادهم. (الفتاوی الهندية ۱۹۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس پر فطرہ واجب نہ ہو اس کا فطرہ دینا؟

سوال (۳۵۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس کے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ وہ فطرہ دے سکے، تو کیا اس کے اوپر بھی فطرہ واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب ہے تو کیا وہ اپنے اوپر خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو صاحبِ نصاب نہ ہو اس پر فطرہ واجب نہیں ہے۔

قال النبي صلی اللّٰه علیه وسلم: لا صدقة إلا عن ظهر غنًی. (ذكره البخاري تعليقاً ۳۸٤/۱، وقد وصله الإمام أحمد في مسنده عن أبي هريرة ۲۳۰/۲)

باب صدقة الفطر: تجب علی حر مسلم مكلف مالک لنصاب أو قيمته، وإن لم يحل عليه الحول عند طلوع فجر يوم الفطر ولم يكن للتجارة فارغ عن الدين وحاجته الأصلية وحوائج عياله. (نور الإيضاح علی مراقي الفلاح / باب صدقة الفطر ۲٦۳ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا تجب هٰذه الصدقة إلا علی حر مسلم غني، والغنی أن يملک نصاباً أو ما قيمته قيمة النصاب فاضلاً عن مسكنه. (الفتاوی التاتارخانية ٤٥۳/۳ زكريا)

تجب الخ علی ذي نصاب فاضل عن حاجته الأصلية. (لتنوير مع الدر المختار ۳٦۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۱۱/۱۴۱۹ھ

Marfat.com

فطرہ کی آمدنی مسجد مدرسہ کی دیوار یا غسل خانہ میں لگانا؟

سوال (۳۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فطرہ کی آمد کو مسجد یا مدرسہ کی دیواریں یا غسل خانہ یا وضو خانہ میں کہیں لگا سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فطرہ کی آمدنی صرف غرباء کا حق ہے، اس مسجد کی کسی بھی ضرورت میں لگانا جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن الثوري قال: الرجل لا يعطي زكاة ماله ...... في كفن ميت ولا دين ميت ولا بناء مسجد......الخ. (المصنف لعبد الرزاق ١١٢/٤ رقم: ٧١٦٣)

لا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات. (شامي ٣٤٤/٢ كراچی، ٢٩١/٣ زكريا)

لا إلى ذمي ...... وبناء مسجد. (البحر الرائق ٢٤٣/٢ كوئٹه)

لا يجوز أن يبنى بالزكاة؛ لأن التمليك شرط فيها، ولم يوجد، وكذا لا يبنى لها القناطر والسقايات. (تبيين الحقائق / باب المصرف ١٢٠/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

مصرف هذه الصدقة ما هو مصرف الزكاة. (الفتاوى الهندية ١٩٤/١)

ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد. (الفتاوى الهندية ١٨٨/١، شامي ٢٩١/٣ زكريا، البحر الرائق ٢٤٢/٢ كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فطرہ اور زکوٰۃ کی رقم غیر مسلم کو دینا؟

سوال (۳۵۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: فطرہ وزکوٰۃ کی رقم غیر مسلم کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زکوٰۃ کی رقم غیر مسلم کو نہیں دی جاسکتی، اور فطرہ بھی مسلمان ہی کو دینا اولیٰ ہے۔

عن إبراهيم بن مهاجر قال: سألت إبراهيم عن الصدقة على غير أهل الإسلام؟ فقال: أما الزكاة فلا، وأما إن شاء رجل أن يتصدق فلا بأس. عن الحسان قال: لا يعطى المشركون من الزكاة ولا شيء من الكفارات. عن جابر بن زيد قال: قد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم في أهل الذمة من الصدقة والخمس. (مصنف ابن أبي شيبة ٦/٥١٦-٥١٧ رقم: ١٠٥١٠-١٠٥١١-١٠٥١٥)

عن سعيد بن جبير رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تصدقوا إلا على أهل دينكم ...... الخ. (المصنف لابن أبي شيبة ٦/٥١٤ رقم: ١٠٤٩٩)

وأما الحربي المستأمن فلا يجوز دفع الزكوٰة والصدقة الواجبة إليه بالإجماع. (الفتاوى الهندية ١/١٨٨)

وأما أهل الذمة ...... واختلفوا في صدقة الفطر والنذور والكفارات، قال أبوحنيفة ومحمد: يجوز إلا أن فقراء المسلمين أحب إلينا. (الفتاوى الهندية ١/١٨٨، كذا في الفتاوى التاتارخانية ٣/٢١٢ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

Marfat.com

عام صدقہ کے مسائل

بیوی بچوں کو نفلی صدقہ دینا؟

سوال (۳۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے جب سے صدقہ کرتے رہنے کے فضائل سنے، تو زید روزانہ صدقہ کرتا رہتا ہے، کبھی کسی غریب کو یتیم مسکین کو، کبھی مدرسہ کے کسی بچے کو، کبھی امام اور مؤذن کو، کبھی کسی مدرس کو، کبھی کسی گھر پر آئے ہوئے رشتہ دار کو پیسے دیتا رہتا ہے، زید نے کسی عالم سے سنا ہے کہ اپنی بیوی اور بچوں کو اور اپنے والدین کو صدقہ کرنے کا بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے؛ بلکہ اہل وعیال کو صدقہ کرنے کا زیادہ ثواب ہے، تو زید نے اپنی بیوی اور بچوں کو صدقہ دینا شروع کر دیا۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا شرعاً نفلی صدقات اپنے بیوی بچوں کو بھی دئے جاسکتے ہیں؟ اور ان کا وہی ثواب ہے جو کسی غریب کو دینے کا؟ جیسے کہ زید کا معمول ہے؟ شرعاً جو حکم ہو واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی بچوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرنے سے انشاء اللہ صدقہ کا ثواب ملے گا؛ بلکہ احادیثِ شریفہ میں گھر والوں اور رشتہ داروں پر خرچ کرنے کو افضل ترین صدقہ کہا گیا ہے؛ لیکن یہ یاد رہے کہ بیوی بچوں پر زکوۃ اور صدقاتِ واجبہ خرچ نہیں کئے جاسکتے۔

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه يقول: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: أفضل الصدقة ما كان عن ظهر غنى وأبدأ بمن تعول. (صحيح ابن حبان ۵/۱۴۴ رقم: ۳۳۳۴ دار الفكر بيروت)

Marfat.com

عن سليمان بن عامر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الصدقة على المسكين صدقة وهي على ذي الرحم اثنان صدقة وصلة. (صحيح ابن حبان ١٤٣/٥ رقم: ٣٣٣٣ دار الفكر، صحيح البخاري ١٩٨/١ رقم: ١٤٦٦)

لا خلاف بين الفقهاء في جواز التصدق على الأقرباء والأزواج صدقة التطوع؛ بل صرح بعضهم: بأنه يسن التصدق عليهم ولهم أخذها، ولو كانوا ممن تجب نفقته على المتصدق. (الموسوعة الفقهية ٣٣١/٢٦ بيروت)

رجل تصدق على ابنه الصغير داراً جاز. (فتاویٰ السراجية ٤٠٩)

ولا يصح دفعها ...... أصل المزكي وفرعه وزوجته. (طحطاوي على المراقي ٧٢٠ أشرفية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۲/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِمداد کے خانہ میں عطیہ اور تعاون لکھوانا؟

سوال (۳۵۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسلم جماعتیں حوادث میں امداد دیتی ہیں، میں نے ان کو انٹرسٹ کی رقم دے دی، جماعت کے لوگ رسید دیتے ہیں، امداد کے خانہ میں عطیہ، تعاون یا امداد لکھوا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امداد کے خانہ میں عطیہ، تعاون، امداد وغیرہ لکھوانا درست ہے۔

مستفاد بهٰذه العبارة: إشارة إلى أنه لا اعتبار بالتسمية فلو سماها هبة أو قرضاً تجزيه في الأصح. (شامي ١٨٧/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱۱/۲۷ھ

Marfat.com

کیا صدقاتِ واجبہ اور زکوٰۃ کی طرح صدقاتِ نافلہ میں بھی تملیک شرط ہے؟

سوال (۳۵۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ غریب مستحق کو دے کر مالک بنانا ضروری ہے، بغیر مستحق زکوٰۃ اور تملیک کے ادئیگی زکوٰۃ نہیں ہوتی ہے، تو کیا صدقاتِ نافلہ کو بھی غریب و مستحق زکوٰۃ تک پہنچانا اور مالک بنانا ضروری ہے؟ اگر صدقاتِ نافلہ غیر مستحق کو یا مسجد و مدرسہ میں دیا جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب سے مسئلہ معلوم کیا تھا، تو انہوں نے فرمایا کہ صدقاتِ نافلہ کو بھی غریب مستحق کو دے کر مالک بنانا ضروری ہے، جس طرح زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ میں ضروری ہوتا ہے، اور ہر طرح کے صدقات وزکوٰۃ چاہے وہ نافلہ ہوں یا واجبہ، سب میں تملیک اور مستحق تک پہنچانا ضروری ہے، اس لئے یہ مسئلہ باعثِ تشویش ہوگیا، حضور والا مفتی شبیر احمد صاحب اور مفتی محمد سلمان صاحب زید مجدہما اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صدقۂ نافلہ کی دو جہتیں ہیں، اور دونوں میں مستقل ثواب ہے:

اول صدقہ:- تو یہ صدقہ اسی وقت بنے گا، جب کہ مستحق پر خرچ کیا جائے۔

دوم تبرع واحسان:- اس معنی کے اعتبار سے صدقۂ نافلہ کو مستحق اور غیر مستحق دونوں پر خرچ کیا جاسکتا ہے، اور اس میں تملیک وغیرہ کی کوئی شرط نہیں، ثواب دونوں صورتوں میں ملتا ہے، جس میں حالات اور تقاضوں کے اعتبار سے کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۹/۶۴۲ ڈابھیل)

قال الشيخ عبد الحق محدث الدهلوي في اللمعات: تحت حديث إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس وأنها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد.

(صحيح مسلم ١٠٧٢)

Marfat.com

أما قوله صلى الله عليه وسلم فكان لا تجوز له الصدقة نافلة كانت أو واجبة، وأما لآله صلى الله عليه وسلم فلا تجوز الزكاة، ويجوز سائر الصدقات.

(لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح ٤/ ٢٩ دار النوادر)

وقيد بالزكاة؛ لأن النفل يجوز للغني كما للهاشمي، وأما بقية الصدقات المفروضة والواجبات كالعشر والكفارات والنذور وصدقة الفطر، فلا يجوز صرفها للغني، لعموم قوله عليه الصلوٰة والسلام: لا تحل صدقة لغني. خرج النفل منها؛ لأن الصدقة على الغني هبة. (البحر الرائق ٢/ ٢٤٥، مثله في الدر المختار ٣/ ٣٠٠ زكريا)

فأما الصدقة على وجه الصلة والتطوع فلا بأس به، وكذٰلك يجوز النفل للغني. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٣/ ٢١٤ رقم: ٤١٥٥ زكريا)

فأما التطوع فيجوز الصرف إليهم. (الفتاوى الهندية ١/ ١٨٩، كذا في مجمع الأنهر ١/ ٢٢٤ بيروت)

اعلم أن الصدقة تستحب بفاضل عن كفايته وكفاية من يمونه ......

والأفضل أن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء. (شامي ٢/ ٣٥٧ كراچی، ٣/ ٣٠٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/ ۳/ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صدقہ کا جانور کتنی عمر کا ہونا ضروری ہے؟

سوال (۳۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صدقہ کے لئے کتنی عمر کا جانور ہونا چاہئے؟ سال بھر سے کم عمر کے جانور کا صدقہ ہوجائے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نفلی صدقہ میں تو کسی بھی عمر کا جانور دے سکتے ہیں؛

Marfat.com

لیکن صدقہ واجبہ، نذر یا قربانی میں اگر بکرا ہو تو کم از کم ایک سال کا اور کٹرا، گائے وغیرہ دو سال اور اونٹ کم از کم پانچ سال کا ہونا لازم ہے۔

وهو ابن خمس من الإبل، وحولين من البقر والجاموس، وحول من الشاة. (تنویر الأبصار ٩/٦٦ ؛ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صدقہ کا گوشت تقسیم کر کے مابقیہ اپنے استعمال میں لانا؟

سوال (۳۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صدقہ کا گوشت بانٹنے کے بعد تھوڑا بہت استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز یہ بھی وضاحت فرمادیں کہ صدقہ کے جانور کی عمر کتنی ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر یہ گوشت صدقۂ نافلہ کا ہے، یعنی نذر یا منت یا زکوٰۃ وغیرہ کی رقم کا نہیں ہے، تو اس کو اپنے ذاتی استعمال میں لانا بھی درست ہے، مگر یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ آج کل لوگوں نے بالخصوص بیماروں کی شفایابی کے لئے بکرے کے صدقہ کو ضروری سمجھ لیا ہے؛ حالاں کہ اس التزام کی شریعت میں کوئی اصل نہیں؛ بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر اس عقیدے سے بکرا وغیرہ ذبح کیا جائے کہ یہ مریض کی بیماری کو دور کرنے والا اور اس کی بلا کو ٹالنے کا ذریعہ ہوگا، تو ایسا بکرا مردار کے حکم میں ہے، جس کا کھانا امیر وغریب کسی کے لئے جائز نہیں، بہر حال صدقہ میں بکرے کا التزام محض جہالت ہے، بہتر یہ ہے کہ اس جاہلانہ رسم کو ختم کرنے کے لئے بکرے کے بجائے روپئے پیسے وغیرہ کا صدقہ کیا جائے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵/۳۰۸)

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ﴾ [المائدة: ٣]

Marfat.com

لو ذبح شاة علی النصب من الأنصاب أو علی قبر من القبور، وقصد به التقرب إلی صاحب القبر أو صاحب النصب وذکر اسم اللّٰہ علیها لا تحل.

(فتاوی عزیزي ۱/ ۳٦ بحواله حاشیة: فتاوی محمودیه ۲۰/ ۲۳٦ میرٹھ)

لا یجوز لخادم الشیخ أخذه ولا أکله ولا التصرف فیه بوجه من الوجوه إلا أن یکون فقیراً أوله عیال فقراء عاجزون عن الکسب وهم مضطرون فیأخذونه علی سبیل الصدقة المبتدأة وأخذه أیضاً مکروه، ما لم یقصد الناذر التقرب إلی اللّٰہ وصدقة إلی الفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ. (حاشیة الطحطاوي علی الدر المختار / قبیل باب الاعتکاف ۱/ ٤۱۷ دار الکتب العلمیة بیروت، بحواله حاشیة: فتاوی محمودیه ۲۰/ ۲۳٦ میرٹھ، البحر الرائق ۲/ ۲۹۸ کوئٹه)

أما صدقة التطوع فیجوز دفعها إلی هولاء (الوالدین وإن علوا والمولودین وإن سفلوا) والدفع إلیهم أولی؛ لأن فیه أجرین: أجر الصدقة، وأجر الصلة، وکونه دفعًا إلی نفسه من وجه لایمنع صدقة التطوع، قال النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم: نفقة الرجل علی نفسه صدقة، وعلی عیاله صدقة الخ. (بدائع الصنائع ۲/ ۱٦۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱۱/۲۲ھ

جانور صدقہ کرتے وقت کچھ گوشت اپنے لئے مختص کرنا؟

سوال (۳۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی مسلمان نے کوئی جانور کسی مدرسہ میں بطور صدقہ دیا ہے، تو کیا اس صدقہ کی چیز کو کوئی ایسا شخص جو صاحب نصاب نہ ہو کھا سکتا ہے؟ اور اگر کسی مال دار نے کوئی جانور صدقہ کیا ہو اور صدقہ کرتے وقت یہ نیت کی ہو کہ جانور ذبح ہو جانے کے بعد دو کلو گوشت میں اپنے گھر کے لئے رکھوں

Marfat.com

گا اور باقی مدرسہ میں صدقہ ہے، تو کیا یہ مال دار شخص ۲ رکلو گوشت کھا سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صدقۂ واجبہ یا منت میں دیئے جانے والے جانور کے گوشت کے مستحق صرف وہی لوگ ہیں جو صاحبِ نصاب نہیں ہیں؛ لہٰذا صاحبِ نصاب شخص کو اسے نہیں کھانا چاہئے، اور اگر نفلی صدقہ ہے تو اس میں سے عام لوگوں کو بھی کھانے کی گنجائش ہے۔ اور جس جانور کے بارے میں مالک نے یہ نیت کی ہو کہ اس میں سے دو کلو گوشت میں خود استعمال کروں گا اور بقیہ صدقہ کروں گا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ یہ گوشت کا صدقہ ہے اور جو حصہ اس نے اپنے لئے نکالا ہے وہ صدقہ میں شامل نہ ہوگا۔

باب المصرف هو الفقير، وهو من يملك ما لا يبلغ نصابًا و لا قيمته من أي مال كان ولو صحيحًا مكتسبًا. (مراقی الفلاح ۷۱۹ دیوبند)

ويجوز دفع الزكاة إلى من يملك ما دون النصاب. (البحر الرائق / باب المصرف ۴۱۹/۲ زکریا)

ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب، وإن كان صحيحًا مكتسبًا كذا في الزاهدي. (الفتاوى الهندية ۱۸۵/۱)

أما صدقة التطوع فيجوز دفعها إلى هؤلاء (الوالدين وإن علوا والمولودين وإن سفلوا) والدفع إليهم أولى؛ لأن فيه أجرين: أجر الصدقة، وأجر الصلة، وكونه دفعًا إلى نفسه من وجه لايمنع صدقة التطوع، قال النبي صلى الله عليه وسلم: نفقة الرجل على نفسه صدقة، وعلى عياله صدقة الخ. (بدائع الصنائع ۱۶۲/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۸/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

جس جانور کو صدقہ کردیا ہو اس کا گوشت کھانا؟

سوال (۳۶۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا صدقہ کرنے کے بعد اس میں سے کچھ حصہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مثال کے طور پر ایک بکرا اللہ کے نام چھوڑا گیا، اب اس کو کاٹ کر اس کا سارا کا سارا گوشت فقیر وفقراء کو دے دیا جائے یا کچھ رکھ بھی سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر بکرا نذر کا ہے، یعنی یہ نذر مان رکھی تھی کہ اگر فلاں کام ہوگیا تو اللہ کے لئے بکرا قربان کروں گا، اور وہ کام ہوگیا تو اس بکرے میں صرف فقراء کا حق ہے، وہ خود اسے استعمال نہ کرے، اسی طرح کسی مال دار کو بھی نہ کھلائے، اور اگر نذر کا نہیں ہے؛ بلکہ ویسے ہی صدقہ ہے تو خود بھی اس میں سے کھا سکتا ہے۔

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي. (سنن الترمذي رقم: ٦٥٢، سنن أبي داؤد رقم: ١٦٣٤، سنن الدارمي رقم: ١٦٧٩، مشكاة المصابيح رقم: ١٨٣٠)

نذر أن يضحى ولم يسم شيئاً عليه شاة ولا يأكل منها. (الفتاوى الهندية ٢٩٥/٥)

مصرف الزكاة وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة. (رد المحتار على الدر المختار ٣٣٩/٢ كراچی، ٢٨٣/٣ زكريا)

وقيد بالزكاة؛ لأن النفل يجوز للغني كما للهاشمي، وأما بقية الصدقات المفروضة والواجبة كالعشر والكفارات والنذور وصدقة الفطر فلا يجوز صرفها للغني لعموم قوله عليه السلام: لا تحل صدقة لغني. (البحر الرائق ٢٤٥/٢ كوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۴ھ

Marfat.com

والدہ کا بچا ہوا مال مسجد میں ثواب کی نیت سے دینا؟

سوال (۳۶۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد شریف کی والدہ کا انتقال ہوگیا، جن کا کچھ روپیہ گھر میں جمع کیا ہوا ملا، اور چاندی کی چوڑیاں جو کہ وہ پہنے تھیں بازار میں فروخت کردی گئیں، اور کچھ پیسہ کفن سے بچا، اس طرح ان سب کو ملاکر ۶۰۰/ روپے کی رقم بنی، جس کو محمد شریف اور اس کی بہنوں نے بخوشی مسجد کو دے دیا، اور دونوں بہنوں نے مزید سو سو روپیہ مسجد کو مرحومہ کی طرف سے دیئے، کیا اس رقم کو مسجد میں دینا درست ہے یا خیرات کرنا بہتر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں ۶۰۰/ روپے کے اصل مالک محمد شریف اور اس کی بہنیں تھیں، اب اگر وہ اپنی خوشی سے وہ رقم مسجد میں دے دیں تو کوئی حرج نہیں، مسجد میں یہ رقم لگائی جاسکتی ہے؛ کیوں کہ یہ صدقۂ نافلہ کے درجہ میں ہے۔

فأما التطوع فيجوز الصرف إليهم. (الفتاویٰ الہندیۃ ۱۸۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیمار شخص نے بکرا صدقہ کرنے کی وصیت کی تھی اور صدقہ کردی بکری؟

سوال (۳۶۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے ایک لڑکے کے بیمار ہونے پر ایک بکرا صدقہ کرنا بول دیا تھا، کیا بکرے کے بدلہ بکری دو یتیم بچوں کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ان بچوں کے پاس نہ زمین ہے نہ گھر، ان کا باپ پہلے ہی مرگیا تھا، اور ماں کو ہمارے یہاں کے ظالموں نے ماردیا تھا اور زمین کے پیسے بھی نہیں دئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جانوروں میں نر ومادہ کے درمیان منافع میں زیادہ

Marfat.com

فرق نہیں ہوتا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں بکرے کے بجائے بکری کا صدقہ کرنا بھی درست ہے۔

لقلة التفاوت في الأعراض فلا يفسد العقد بعدمه بمنزلة وصف الذكورة والأنوثة في الحيوانات. (هداية ۱۹/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۶/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کچھ صدقہ کرنا چاہتی تھی اس سے پہلے ہی انتقال ہو گیا

سوال (۳۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے، ان کا کچھ سامان صدقہ کرنے کا ارادہ تھا؛ لیکن وہ نہیں کر سکیں، اب اس کا کیا مسئلہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: وارثین پر میت کی طرف سے صدقہ کرنا ضروری نہیں ہے، یہ ان کی مرضی پر ہے، اگر بخوشی صدقہ کر دیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر صدقہ نہ کریں تو ان سے مؤاخذہ نہ ہوگا۔

من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم. (شامي ۱۵۲/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۸/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہندو سائل کے ساتھ کیا معاملہ کریں؟

سوال (۳۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی ہندو سائل دروازہ پر آکر سوال کرے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کو دینا بہتر ہے یا نہیں دینا چاہئے؟ جواب سے نوازیں۔

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندو سائل کے بارے میں اگر ضرورت مند ہونے کا گمان غالب ہو تو اسے کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرنا چاہئے؛ البتہ زکوٰۃ کی رقم اسے دینا درست نہ ہوگا۔

عن إبراهيم بن مهاجر قال: سألت إبراهيم عن الصدقة على غير أهل الإسلام؟ فقال: أما الزكاة فلا، وأما إن شاء رجل أن يتصدق فلا بأس. عن الحسان قال: لا يعطى المشركون من الزكاة ولا شيء من الكفارات. عن جابر بن زيد قال: قد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم في أهل الذمة من الصدقة والخمس. (المصنف لابن أبي شيبة ٦/١٦ ٥-٥١٧ رقم: ١٠٥١٠-١٠٥١١-١٠٥١٥)

عن سعيد بن جبير رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تصدقوا إلا على أهل دينكم ...... الخ. (المصنف لابن أبي شيبة ٦/٥١٤ رقم: ١٠٤٩٩)

وأما أهل الذمة فلا يجوز صرف الزكاة إليهم بالاتفاق، ويجوز صرف صدقة التطوع إليهم بالاتفاق. (الفتاوى الهندية ١/١٨٨، هداية ١/٢٠٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٢/١١/١٤٣١ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کتاب الحج

Marfat.com

مسائلِ حج

حاجیوں سے دعاؤں کی درخواست کرنا؟

سوال (۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حجاجِ کرام سے دعا کی درخواست کرنا کیسا ہے؟ اور ان کی دعاؤں کی تاثیر کیا ہے؟ کیا حاجی کی دعا صرف سفرِ حج کے دوران ہی قبول ہوتی ہے یا سفرِ حج سے آنے بعد بھی؟ اور کتنے دن تک حاجی کی دعا قبول ہونا احادیث شریفہ سے ثابت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج اور عمرہ کے لئے جانے والے لوگوں سے دعا کی درخواست کرنا مسنون ہے، چناں چہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو جب عمرہ میں جانے کی اجازت دی تو آپ نے فرمایا: "يا أخي لا تنسانا في دعائک" [illegible] متعدد روایات سے حاجی سے دعا اور استغفار کے لئے کہنا اور اس کی دعا اور شفاعت کا قبول ہونا ثابت ہے، اس لئے حجاج کرام سے دعاؤں کی درخواست کرنا چاہئے۔ اور بعض روایات سے چالیس دن تک حاجی کی دعا کا قبول ہونا بھی ثابت ہے۔

عن عمر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذَا لَقِيتَ الْحاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَصَافِحْهُ وَمُرْهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهُ، فَإِنَّهُ مَغْفُورٌ لَهُ. (مسند احمد ۶۹/۲، سنن أبي داؤد رقم: ۱۴۹۸، البحر العميق ۶۹/۱)

عن أبي موسى الأشعري رضي اللّٰه عنه رفعه إلى النبي صلى اللّٰه عليه

Marfat.com

وسلم قال: اَلْحَاجُّ يَشْفَعُ فِيْ اَرْبَعِ مِائَةٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ. (رواه البزار، الترغيب والترهيب ٢٥٩ رقم: ١٧١٦)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يُغْفَرُ لِلْحَاجِّ وَلِمَنْ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ. (رواه البزار وابن خزيمة والحاكم، الترغيب والترهيب ٢٦٠ رقم: ١٧٢٤)

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ دَعَاهُمْ فَاَجَابُوْهُ وَسَأَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ. (رواه البزار ورواته ثقات، الترغيب والترهيب ٢٦٠ رقم: ١٧٢١)

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يُسْتَجَابُ لِلْحَاجِّ مِنْ حِيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ اِلٰى اَنْ يَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَفَضْلَ اَرْبَعِيْنَ. (البحر العميق ٦٩/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۲/ ۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حاجی سفرِ حج پر کس طرح روانہ ہو؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عازمین حج کے لئے سفرِ حج پر روانگی کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی طریقہ یہ ہے کہ ریا ونمود سے بچتے ہوئے بلا کسی اہتمام والتزام کے انفرادی طور پر اپنے احباب واقارب سے مل لے، کوئی جانے کے دن ہی کی قید نہیں؛ بلکہ پہلے بھی مل سکتا ہے، اور سادگی کے ساتھ دوگانہ سفر ادا کر کے سفر پر روانہ ہوجائے۔

عن أبي هريرة رضي الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا خرجت من منزلك فصل ركعتين تمنعانك مخرج السوء، وإذا دخلت منزلك فصل

Marfat.com

ركعتين تمنعانك مدخل السوء. (رواه البزار مسند أبي حمزة أنس بن مالك رقم: ٨٥٦٧ ورجاله موثقون، مجمع الزوائد ٥٧٢/٢، الأحاديث المنتخبة ٢٢٥، وأخرج نحوه البيهقي في شعب الإيمان زاد فيه: إلى الصلاة ٤٦١/٤ رقم: ٢٨١٤)

ومفاده اختصاص صلاة ركعتي الفرض في البيت. (شامي ٤٦٦/٤ زكريا، كتاب المسائل ٧٤/٣-٧٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۱/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حاجیوں کا قافلہ کی شکل میں مردوں عورتوں کے ساتھ روانہ ہونا؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض جگہوں پر یہ دستور ہے کہ عازمین حج کو سفر حج پر رخصت کرتے وقت ایک خاص مسجد میں خاص وقت پر جمع کیا جاتا ہے، جہاں مرد اور عورتوں کا علیحدہ علیحدہ نظم ہوتا ہے، وہاں علماء کے بیانات ہوتے ہیں، بعدہ اجتماعی دعاء ہوتی ہے، اس کے بعد قافلہ کی شکل میں عازمین حج لوگوں سے ملاقات کرتے ہوئے گذرتے ہیں، اور سواری پر جاکر بیٹھ جاتے ہیں، حج کے لئے سفر کرنے والی عورتوں کے ساتھ عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے، اور یہ عورتیں بھی سواری تک رخصت کرتی ہیں، جس میں عموماً بے پردگی ہوتی ہے، یہ سلسلہ وقفہ وقفہ سے اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ اس بستی کے عازمین حج کا آخری قافلہ روانہ نہ ہوجائے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ عازمین حج کا کسی خاص مسجد میں متعین وقت پر جمع ہونا اور وہاں اجتماعی دعا کا ہونا اس کے بعد قافلہ کی شکل میں لوگوں سے ملاقات کرتے ہوئے جانا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شہرت اور ریا ونمود سے اجتناب اور اخلاص وللّٰہیت حج کی روح ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے کجاوہ (جس پر صرف ۴ ردرہم قیمت کی ایک چادر پڑی ہوئی تھی) پر حج کا سفر فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا:

Marfat.com

اللّٰهم حجة لا رياء فيها و لا سمعة. (سنن ابن ماجة ۲۱۳)

(یعنی اے اللہ میں ایسے حج کو چاہتا ہوں جس میں کوئی ریاکاری اور شہرت کا جذبہ نہ ہو)

سوال میں ذکر کردہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ اور شریعت کے منشاء کے بالکل خلاف ہے، پھر اجتماعی طور پر خاص وقت میں مسجد میں جمع ہوکر دعا کرنا اور اس کے لئے باقاعدہ اعلان کرنا اور دعوت دینا وغیرہ بھی ایسے لوازمات میں سے ہے، جن کا کسی شرعی دلیل سے ثبوت نہیں ہے، اور اس میں عورتوں کا نکلنا اور بے پردگی ہونا صریح منکر ہے۔ فتاویٰ رحیمیہ میں مجالس الابرار سے نقل کیا گیا ہے۔

ومن منكراتهم أيضاً خروج النساء عند ذهابهم وعند مجيئهم، فالواجب على المرأة قعودها في بيتها وعدم خروجها من منزلها وعلى الزوج منعها من الخروج ولو أذن لها كانا عاصيين. یعنی حاجیوں کے جاتے اور آتے وقت ان کو رخصت کرنے اور ان کے استقبال کے لئے عورتوں کا نکلنا معیوب ہے، عورت کو تو گھر ہی میں رہنا چاہئے اور شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایسی جگہ جانے سے روکے، اگر شوہر نہ روکے گا تو عورت کے ساتھ ساتھ وہ بھی گنہگار ہوگا۔ (مجالس الابرار ۱۴۵ بحوالہ: فتاویٰ رحیمیہ ۴۸/۲، فتاویٰ محمودیہ ۲۰۲/۳، کتاب المسائل ۴۷-۴۶/۳)

عن أبي الأحوص قال: قال عبد اللّٰه: المرأة عورة وأقرب ما تكون من ربها إذا كانت في قعر بيتها، فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (المصنف لابن أبي شيبة ۳۸٤/۲ رقم: ۷٦۹۸، سنن الترمذي رقم: ۱۱۷۳، مسند البزار ٤۲۷/٥ رقم: ۲۰٦۱، صحيح ابن خزيمة ۹۳/۳ رقم: ۱٥۸٥، صحيح ابن حبان ٤۱۲/۱۲ رقم: ٥٥۹۸ الشاملة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۸/۱۱/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سفرِ حج کو جاتے وقت گھر میں دوگانہ ادا کرنا؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: سفرِ حج کے لئے رخصت ہوتے وقت نفل نماز اپنے گھر پر پڑھنا بہتر ہے یا مسجد میں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آج کل کے حالات میں دوگانہ سفر گھر ہی میں ادا کرنا چاہئے؛ تاکہ شہرت وغیرہ سے بچا جاسکے، علامہ شامیؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ سفر کی نماز جانے سے پہلے گھر میں پڑھی جائے۔

ومفاده اختصاص صلاة ركعتي السفر بالبيت. (شامي ٤/٤٦٦ زكريا)

عن أبي هريرة رضي الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا خرجت من منزلك فصل ركعتين تمنعانك مخرج السوء، وإذا دخلت منزلك فصل ركعتين تمنعانك مدخل السوء. (رواه البزار مسند أبي حمزة أنس بن مالك رقم: ٨٥٦٧ ورجاله موثقون، مجمع الزوائد ٥٧٢/٢، الأحاديث المنتخبة ٢٢٥، وأخرج نحوه البيهقي في شعب الإيمان زاد فيه: إلى الصلاة ٤٦١/٤ رقم: ٢٨١٤)

وإذا أراد الخروج يصلي ركعتي السفر في بيته، وفي الخانية: يصلي ركعتين قبل أن يخرج من بيته وكذا بعد الرجوع إلى بيته. (غنية الناسك ٣٨ كراچی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۱/۱۷ ۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حجاجِ کرام کا اپنے قافلہ میں کسی عالم دین کو امیر الحجاج بنانا؟

سوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل مروجہ حج وزیارت ٹور والے مشہور عالم دین کو امیر الحجاج بنا کر اپنا قافلہ کے ساتھ لے جاتے ہیں؛ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کے ٹور میں آئیں، تو ایسا کرنا صحیح ہے یا غلط؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: کسی واقف کار عالم دین کو حج کے قافلہ کے ساتھ لے جانے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں؛ بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے؛ تاکہ اس کی نگرانی میں عازمین حج اپنے مناسک صحیح طرح انجام دے سکیں۔

ولا بد من رفيق صالح يذكره إذا نسي وإن تيسر مع هٰذا كونه من العلماء فأولىٰ جدا، ويجب أن يصحب عالما متأهلا يعلمه. (غنية الناسك ٣٦ ادارة القرآن كراچی)

وليلتمس الحاج رفيقاً صالحاً راغباً في الخير كارهاً للشر ليعينه على مبارّ الحج ومكارم أخلاق السفر، ويمنعه بعلمه وعمله من سوء ما يطرأ على المسافر من الضجر والضيق ومساوئ الأخلاق، وليذكره بالله رؤيته، ويعود على مرافقته بركته. (البحر العميق ٢٩٩/١ المكتبة المكية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۲/۱۴۱۸ھ
الجواب صحیح شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کا امام امیر الحجاج بن کر جائے یا امامت کرے؟

سوال (۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر وہ امیر الحجاج مسجد کی امامت کی ذمہ داری والا ہو، تو کیا اس کا ہر سال امیر الحجاج بن کر جانا افضل ہے؟ یا مفوضہ ذمہ داری کا نبھانا افضل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر اس امام کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ امامت کی ذمہ داری انجام دینے والے معتبر شخص کا انتظام ہو جائے تو ہر سال بھی وہ امام سفر حج کر سکتا ہے۔

ولا بد من رفيق صالح يذكره إذا نسي وإن تيسر مع هذا كونه من العلماء

Marfat.com

فأولىٰ جداً، ويجب أن يصحب عالما متأهلا يعلمه. (غنية الناسك ٣٦ ادارة القرآن كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۲/۱۴۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج کے سفر پر جانے والے کو ’’حاجی‘‘ کہنا؟

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص حج کرنے گیا، ابھی راستہ میں ہی تھا کہ اس کو کسی نے ’’حاجی‘‘ کہا، تو کیا اس کو حاجی کہنا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص حج کے سفر پر جارہا ہے، اس کو مآل کے اعتبار سے ابھی سے ’’حاجی‘‘ کہنا بھی درست ہے، جیسے کسی طالب علم کو مولوی بننے سے پہلے ہی ’’مولوی‘‘ کہہ دیا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۴/۲۱/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حاجیوں کو ’’الحاج‘‘ کیوں کہا جاتا ہے؟

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو لوگ حج کرتے ہیں انہیں ’’الحاج‘‘ لکھا جاتا ہے، تو جو لوگ نماز پڑھتے ہیں انہیں نمازی اور جو زکوٰۃ دیتے ہیں انہیں ’’زکاتی‘‘ کیوں نہیں کہا جاتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دیگر عبادات کی بہ نسبت حج کرنے والوں کی تعداد کم ہوتی ہے، اس لئے بطور امتیاز حج کرنے والوں کو حاجی لکھ دیا جاتا ہے، اور بقیہ عبادات کرنے

Marfat.com

والوں کو نمازی یا زکاتی نہیں لکھا جاتا؛ کیوں کہ ان اعمال کے کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں ہوتے ہیں کہ اس صفت سے امتیاز کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا؛ تاہم ریا کاری اور شہرت کی غرض سے اپنے کو حاجی کہلوانا مذموم ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۱۸۳/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۷/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج مقبول کی علامات

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حاجی کے حج قبول ہونے کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ وہ حج سے فراغت کے بعد گناہوں کے کام چھوڑ دے، مثلاً داڑھی رکھ لے، معاملات صحیح ہوجائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یقیناً حج مقبول کی علامت یہی ہے کہ آدمی سابقہ گناہوں کو بالکل ترک کردے اور حج کے ذریعہ سے اس کی زندگی میں خوش گوار دینی انقلاب آجائے، جو شخص اس معاملہ میں کوتاہی کرتا ہو اور حج کے بعد بھی گناہوں پر جما رہتا ہو، وہ بلا شبہ حج مقبول کی ایک علامت سے محروم سمجھا جائے گا؛ تاہم ان معاصی کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کا حج ادا نہیں ہوا، ادا ہونا الگ بات ہے اور قبول ہونا الگ بات ہے۔

قيل: هو المقبول، ومن علامات القبول أنه إذا رجع يكون حاله خيراً من الحال الذي قبله. (عمدة القاري ١٨٨/١، فتح الباري ٩٩/١)

والقبول المترتب عليه الثواب يبتني على أشياء: كحل المال والإخلاص كما لو صلى مرائيا أو صام واعتاب، فإن الفعل صحيح لكنه بلا ثواب. (شامي، الحج / مطلب: فيمن حج بمال حرام ٤٥٣/٣ زكريا، ٤٥٦/٢ كراچی)

وإذا حج الإنسان ولم يتب خشي عليه عدم القبول. (البحر العميق ٢٤/١ ؛

Marfat.com

مؤسسة الريان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱؍۴؍۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شراب سے توبہ کئے بغیر حج کو جانا؟

سوال (۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جو کہ شرابی ہے، بغیر توبہ کئے امسال وہ حج کو جارہا ہے، کیا اس کا حج کو اس طرح جانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ شخص شراب سے توبہ کرے تو کس طرح کرے؟ اگر یہ شخص توبہ نہ کرے اور مسلمانوں کی دعوت کرے، تو مسلمان اس کے یہاں دعوتِ طعام میں شریک ہوں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شراب پینا عنداللہ سخت ترین گناہ ہے، جس پر قرآن وحدیث میں سخت ترین وعید آئی ہے، اس لئے اگر کوئی شخص شراب کا عادی ہو تو اس کو یہ عمل چھوڑ کر توبہ واستغفار کرنا چاہئے؛ تاہم اگر ایسا شخص بغیر توبہ کئے حج کو چلا جائے، تو اس کا حج ادا ہو جائے گا؛ لیکن شراب کا گناہ بغیر توبہ کے معاف نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶؍۲۷)

قال اللّٰہ تعالی: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ، فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [المائدة: ۹۰]

وصفة التوبة إن كانت عن ذنب فيما بينه وبين الله تعالیٰ كالزنا وشرب الخمر أن يستغفر الله تعالى باللسان، وأن يندم على فعله في الماضي، وأن يتركه في الحال، وأن يعزم على تركه في الاستقبال. (البحر العميق ۱؍۲۵۴)

وقال تعالیٰ: ﴿وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلاً صَالِحاً وَآخَرَ سَيِّئاً عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ، إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾. [التوبة: ۱۰۲]

ایسا شخص جو برسرعام گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو گو کہ اس کے فسق کی بنا پر اس کو اپنے جرم اور گناہ

Marfat.com

کا احساس دلانے کی خاطر تعلقات کے ختم کرنے کی گنجائش ہے؛ لیکن تعلقات کا ختم کرنا زیادہ مفید نہیں ہے، میل جول رکھ کر اصلاح کی کوشش زیادہ کار آمد ہے؛ اس لئے ایسا شخص اگر دعوت وغیرہ کرے تو اس کو قبول کر لینا چاہئے اور آنے جانے کے تعلقات کو برقرار رکھ کر اس کو گناہ سے باز رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۹/ ۴۱۴-۴۱۵ میرٹھ)

وحاصل ذلک أن الهجران إنما يحرم إذا کا من جهة غضب نفساني، أما إذا کان علی وجه التغليظ علی المعصية والفسق، أو علی وجه التأديب کما وقع مع کعب بن مالک وصاحبيه، أو کما وقع لرسول الله صلی الله عليه وسلم مع أزوجه، أو لعائشة مع ابن الزبير رضي الله عنهم فإنه ليس من الهجران الممنوع، والله سبحانه أعلم. (تکملة فتح الملهم ٥/ ٣٠٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۶۰/ ہزار روپئے جمع کر کے ۳۵/ ہزار میں حج کرانے کی اسکیم چلانا؟

سوال (۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موسم حج سے تقریباً پانچ یا چھ ماہ قبل عازمین حج کے لئے حکومت کی جانب سے کبھی کبھی اس طرح اعلان ہوتا ہے، کہ جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہوں وہ فوراً ساٹھ ہزار روپیہ نقد جمع کرادیں، حکومت انہیں ۳۵/ ہزار میں حج کرائے گی، اور حج سے واپسی کے بعد ۲۵/ ہزار روپئے واپس کر دے گی، تو کیا اس طرح سے پانچ چھ ماہ قبل ۶۰/ ہزار روپئے نقد حکومت کے حوالے کر کے ۳۵/ ہزار میں حج کر لینا کیسا ہے؟ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر کوئی اس طرح سے حج کرے تو کیا اس کا حج کرنا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں حکومت کی طرف سے جو حج کی اسکیم لکھی گئی ہے، وہ ہمارے علم میں نہیں ہے، حج کمیٹی کا دستور یہ ہے کہ وہ زرمبادلہ کی رقم واپس کر دیتی ہے، اور

Marfat.com

ہوائی جہاز کے کرائے اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی رہائش کی اجرت وغیرہ حاجی سے وصول کرتی ہے، اور یہ کل رقم مل کر کٹےگری کے فرق کے اعتبار سے کم وبیش ہوتی ہے، اگر ایسی صورت کے بارے میں سوال ہے تو یہ معاملہ شرعاً درست ہے

وأما بيان أنوعها فنقول: إنها نوعان: نوع يرد على منافع الأعيان كاستيجار الدور والأراضي والدواب والثياب، وما أشبه ذلك ...... وأما حكمها: فوقوع الملك في البدلين ساعة فساعة. (الفتاوى الهندية ٤/ ٤١١ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۵/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج وعمرہ کی ایک اسکیم اور اس کا حکم؟

سوال (۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہاں ضلع ویلور میں ایک اسکیم شروع ہوئی ہے، یہ اسکیم صرف عمرہ یا حج کو جانے والوں کے لئے ہے، اس کے شرائط وضوابط درج ذیل ہیں:

(۱) ماہانہ کم از کم فی فرد ایک ہزار روپیہ جمع کرنا ہوگا، اور اس طرح دس سال تک جمع کرنا ہوگا۔

(۲) درمیان میں اگر کسی ممبر کو اس اسکیم سے دست بردار ہونا چاہے تو اپنی جگہ دوسرے کو تیار کر کے داخل کرنا ہوگا، اور وہ اب تک کی کل رقم جمع کرے؛ تاکہ پہلے شخص کو دست برداری کے موقع پر اس کی جمع شدہ رقم دی جاسکے۔

(۳) پندرہ افراد کی تکمیل پر ایک شخص کو بیس پر دو، تیس پر تین کو سالانہ حج یا عمرہ کو جانے کے لئے ہر شخص کو ایک لاکھ بیس ہزار روپے دیئے جائیں گے۔

(۴) دس سال کی مدت سے پہلے حج یا عمرہ کرنے والے حج وعمرہ سے فراغت کے بعد اپنی باقی رقم حسبِ سابق میعاد پوری ہونے تک ادا کرنا ہوگا۔

Marfat.com

(۵) خدانخواستہ بعد حج وعمرہ ان کا انتقال ہوگیا، تو اس کے ورثہ کو اس کی میراث میں سے ادا کرنا ہوگا، وارث کی تعیین شروع ہی میں کردی جائے گی، اور وہ وارث بھی اقرار وقبول کرنے کے ساتھ ساتھ دستخط بھی کرنا ہوگا۔

(۶) حج وعمرہ سے پہلے اگر خدانخواستہ یہ اللہ کو پیارا ہوگیا تو اس کے وارث کو حج وعمرہ کرنا ہوگا۔

(۷) سال بھر میں جمع شدہ رقم بینک میں رہے گی، سود کی رقم کے متعلق دس سال کی مدت پوری ہونے کے بعد یعنی تمام شرکاء کے حج وعمرہ سے فارغ ہونے کے بعد سوچا جائے گا۔

(۸) ایک ہزار سے زائد بھی جمع کرسکتے ہیں، مگر کم از کم ایک ہزار ہی ہوگی۔

(۹) ہر سال ماہ ربیع الاول میں قرعہ ڈالا جائے گا، خواہش منداحباب کا قرعہ ہی سے فیصلہ ہوگا، جو کسی وجہ سے اگلے سالوں یا میعاد پوری ہونے پر حج وعمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں، ان کا نام قرعہ میں نہیں ڈالا جائے گا، اگر مناسب وجائز ہو تو بندہ بھی اس اسکیم میں شامل ہونا چاہتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں اسکیم کی شرط نمبر۵ اور شرط نمبر۶ میں دیگر وارثین کی حق تلفی کا خطرہ یقینی طور پر ہوگا، اور میت کی زندگی میں قول وقرار کا کوئی اعتبار نہیں؛ اس لئے کہ وارث کے حق میں وصیت شرعاً معتبر نہیں ہوتی، نیز اس معاملہ میں دراصل دیگر شرکاء کی طرف سے قرض کی تحصیل قرعہ پر موقوف ہے، اس اعتبار سے اس میں قمار کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے؛ لہٰذا یہ اسکیم شرعاً مشتبہ اور قابل اشکال ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

عن شرجيل بن مسلم سمعت أبا أمامة رضي الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث، الحديث. (أخرجه أبو داؤد ۱/۳۹٦ رقم: ۲۸۷۰)

وسمي القمار قماراً؛ لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص. (شامي ۹/۵۷۷

Marfat.com

کریا، ۳/٦ ٤٠ کراچی، فتاویٰ محمودیه ٤٠٢/١٦ ڈابھیل، ایضاح النوادر ١٢٥/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲۰۰ رلوگوں سے ۳۰۰-۳۰۰ ر روپیہ جمع کر کے قرعہ اندازی سے ایک شخص کو حج کے لئے بھیجنا؟

سوال (۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جس کا مقصد مالی اعتبار سے کمزور مسلمانوں کو حج کی طرف راغب کرنا، اور وہ یوں ہے کہ دوسو لوگوں سے فی کس ۳۰۰ ر روپیہ اکٹھا کرتا ہے، دوسو آدمی مکمل ہوجانے پر ان دوسو پرچیوں میں سے ایک آدمی کا انتخاب بذریعہ قرعہ اندازی کے کرتا ہے، اس قرعہ اندازی میں منتخب ہونے والا آدمی باقی ایک سوننانوے آدمیوں کو ۳۰۰ ر روپیہ کی رسید دیتا ہے اور دیتے وقت پیسہ ادا کرنے والے کے سامنے یہ واضح کر دیتا ہے کہ قرعہ اندازی میں تمہارا انتخاب نہ ہونے کی صورت میں یہ تمہارے روپیوں سے قرعہ اندازی میں منتخب آدمی کو حج کے لئے روانہ کر دیا جائے گا، نیز یہ بھی واضح کر دیتا ہے کہ منتخب شخص ہی کو حج کرنے کا حق ہوگا، پیسوں کی ادائیگی کا مطالبہ قابلِ قبول نہ ہوگا، نیز حج کی تمام کارروائی وروانگی وصول کرنے والے شخص کے ذمہ ہوگی۔ تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ مندرجہ بالا طریقہ سے شرعاً کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ منتخب شخص کا حج ہوگا یا نہیں؟ (جو غیر منتخب اشخاص کی رضامندی سے ہوگا)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غور کرنے سے معلوم ہوا کہ حج کے لئے پیسہ جمع کرنے کی یہ شکل بھی درحقیقت ایک طرح کی لاٹری اور جوئے کی شکل ہے، اور لینے والے کے لئے اپنے جمع کردہ ۳۰۰ ر روپیہ سے زیادہ لینا قطعاً حرام ہے اور قمار میں داخل ہے، اور اس روپیہ کو حج جیسے مقدس فریضہ میں خرچ کرنا بھی نہایت جسارت اور شقاوت کی بات ہے، اس رقم سے اداشدہ حج مقبول نہ ہوگا۔

Marfat.com

وفيه معنى القمار؛ لأن التمليك لا يحتمل التعليق لإفضائه إلى معنى القمار. (كذا في البناية في شرح الهداية / باب البيع الفاسد ۱۵۸/۸ نعيميه ديوبند)

ويجتهد في تحصيل نفقة حلال، فإنه لا يقبل بالنفقة الحرام، كما ورد في الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها و لا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول، ولا يعاقب عقاب تارك الحج. (شامي، كتاب الحج / مطلب: فيمن حج بمال حرام ۴۵٦/۲ كراچی، ۴۵۳/۳ زكريا، الفتاوى الهندية ۲۲۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۰/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کم پیسوں میں حج کرنے کی نیت سے خدام الحجاج کی معیت میں حج کرنا؟

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جولوگ خدام کی حیثیت سے ملک عرب مکہ و مدینہ جاتے ہیں، اور ایجنٹ کے ذریعہ جاتے ہیں، اوران خدام حجاج سے ایجنٹ کرایہ اور محنت ورسائی کے اعتبار سے تقریباً چالیس ہزار روپیہ وصول کرتے ہیں، کیا اس طریقہ سے خدامِ حجاج کا جانا درست ہے یا نہیں؟ خدام کا کہنا یہ ہے کہ ہم کم پیسوں میں حج اور عمرہ ادا کرلیں، دل میں خلوصِ نیت بھی ہے، کیا یہ دینی کام اس طریقہ سے کرنا جائز اور درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں اگر ایجنٹ یہ کہتا ہے کہ میں خدام الحجاج کو بھیجنے، ویزا لگوانے اور ٹکٹ وغیرہ کا انتظام کروانے کی محنت کے عوض میں متعین طور پر چالیس ہزار روپیہ لوں گا، تو یہ عقد اجارہ ہے جو شرعاً جائز ہے؛ لہٰذا خدام الحجاج کے نام پر اس طرح حجاز مقدس جانا شرعاً درست ہے۔

Marfat.com

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: ...... ومن استاجر أجيراً فليعلمه أجره. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ١٩٨/٦ رقم: ١١٦٥١)

أخرج عبد الرزاق عن الثوري في رجل يكتري من رجل إلى مكة، ويضمن له الكرى نفقته إلى أن يبلغ، قال: لا، أن يوقت أياماً معلومة، وكيلاً معلوماً من الطعام يعطيه إياه كل يوم. (المصنف لعبد الرزاق / البيوع ٢١٤/٨ رقم: ١٤٩٣٨، بحواله: التعليقات على الفتاوى التاتارخانية ١٠١/١٥ زكريا)

لا تصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة. (هداية ٢٧٧/٤)

كذا استفيد من هٰذه الجزئية: استأجره ليصيد له أو يحطب له فإن وقت لذٰلك وقتاً جاز ذٰلك. (درمختار، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ٦٢/٦ دار الفكر بيروت، ٨٥/٩ زكريا)

وكذا يستفاد جوازه من مسئلة أجرة السمسار له، فإن وقت لذٰلك. (درمختار، باب ضمان الأجير / مطلب في أجرة الدلال ٦٣/٦ دار الفكر بيروت، ٨٧/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۶/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج سبسڈی کی رعایت سے فائدہ اُٹھانا

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حجاجِ کرام کو مرکزی حکومت کرایہ کی دوتہائی رقم حج سبسڈی کے نام سے دیتی ہے، بعض لوگوں کے قول کے مطابق یہ حاجیوں سے پیشگی وصول کردہ کرایہ کی رقم سے وصول شدہ سودی رقم ہوتی ہے، اور یہ سودی رقم سے ملی ہوئی رعایت حج سبسڈی کے نام سے دی جاتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حکومت کی جانب سے دی جانے والی اس سودی رقم سے حج کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ سودی رقم نہ بھی ہو بلکہ حکومت اپنے خزانے سے دیتی ہو جبکہ حکومت کا مال

Marfat.com

مکمل حلال ہونا بھی محل نظر ہے، تو حج جیسے مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے اس رعایت کا حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مناسب ہے یا نہیں؟ براہ کرم مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج سبسڈی حکومت ہند کی طرف سے حجاج کے لئے تعاون کی ایک شکل ہے، اس لئے حجاج کو اس رعایت سے فائدہ اٹھانے میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے، اور حکومت پر اقتدار اعلیٰ غیر مسلموں کو حاصل ہے، اس لئے ان کے آپسی معاملات اگرچہ سودی ہوں پھر بھی ان کا تعاون لینا منع نہیں ہے، اور سبسڈی کی رقم کا سودی رقم سے ادا کئے جانے کا دعویٰ بجائے خود محتاج دلیل اور غیر معقول ہے۔ (مستفاد: کتاب الفتاویٰ ۴/۱۱۰)

وهدية أهل الحرب أي للإمام وإلا فهي للآخذ فقط. (تقريرات الرافعي على حاشية ابن عابدين / باب العشر ۱۳۹ زكريا)

وأما الهدية للمشركين وأهل الكتاب، وقبول هداياهم كل ذلك جائز، إذا كانوا ذمة لنا، وكذلك إذا كانوا أهل حرب. (إعلاء السنن، كتاب الهبة / باب الهدية للمشركين وقبول الهدية منهم ۱۶/۱۴۶ إدارة القرآن كراچی)

قال العلامة التهانوي: إن الهدية والصدقة والهبة والعطية معانيها متقاربة.

(إعلاء السنن، كتاب الهبة / باب في قبول الهبة ۱۶/۸۱ دار الكتب العليمة بيروت)

وأهل الذمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين؛ لأنهم التزموا أحكام الإسلام فيما يرجع إلى المعاملات. (الفتاوى الهندية ۴/۴۰۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۲/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حکومتی سبسڈی سے فائدہ اٹھا کر حج کرنا؟

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: حج اسلام کا پانچواں رکن ہے، جو صاحبِ استطاعت اہلِ ایمان پر فرض ہے، اور ادائیگی حج کے لئے حاجی کی ذاتی ملکیت کا زادِ راہ ہونا ضروری ہے۔ ہمارے ملک سے جو حجاج حج کمیٹی کی معرفت اس فریضہ کو انجام دیتے ہیں، ان کے سفر کے کرایہ میں حکومتِ ہند ایک حصہ سبسڈی دیتی ہے، جس کی وجہ سے ان کا ہوائی سفر دوسرے ذرائع سے حج کرنے والے حجاج کے مقابلہ میں کافی کم ہوتا ہے، نیز زرمبادلہ کی شرح بھی کم ہوتی ہے، سال گذشتہ ممبئی کے اخبارات میں سعودی عرب کے علماء سے منسوب یہ بیان شائع ہوا تھا کہ حکومت یا کسی اور طرح سے سبسڈی سے فائدہ لے کر ادا کیا ہوا حج صحیح نہیں ہوگا، یا ادا نہیں ہوگا۔ برائے مہربانی اس بات کا خلاصہ کریں کہ حکومت کی سبسڈی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیا ہوائی حج صحیح ہوگا یا نہیں، اور ادا ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حجاجِ کرام کو حکومت کی طرف سے دی جانے والی سبسڈی کی رقم ایک عطیہ اور تبرع ہے، جس کے لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اور سبسڈی لے کر حج کرنے میں حج کی عبادت میں کسی طرح کی خرابی نہیں آتی، جن علماء کی طرف سے سبسڈی لینے کی ممانعت منسوب کی گئی ہے اور سبسڈی لے کر حج کرنے والوں کے حج کی ادائیگی سے انکار کیا گیا ہے، ان کی بات بے اصل اور بے دلیل ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۷/۱۹۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۶/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہلِ اقتدار کے سودی معاملات کے باوجود حج سبسڈی سے فائدہ اُٹھانا جائز ہے

سوال (۱۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج اسلام کا مقدس اہم بنیادی اور آخری فریضہ ہے، جو ہر صاحبِ استطاعت پر شرائط کے ساتھ صرف ایک بار فرض ہے، یعنی وہ شخص جو مکمل طور پر سفر خرچ، حرمین شریفین میں قیام وطعام پر

Marfat.com

نیز غیر حاضری میں اہل وعیال اور متعلقین کا نان ونفقہ اور دیگر ضروریات پوری کرنے کی حیثیت رکھتا ہے، اس پر فریضہ حج لازم آتا ہے، اسلام اس کے لئے تکلفات قرض اور کسی کے احسان کو پسند نہیں کرتا، ہمارے ملک ہندوستان سے عازمین حج بڑی تعداد میں مرکزی حج کمیٹی کے ذریعہ سفر کرتے ہیں اور پرائیویٹ ٹورز اور ٹراولس کے ذریعہ حج کرنے والوں کی بھی خاصی تعداد ہے، سینٹرل حج کمیٹی حکومتِ ہند کا ایک ادارہ ہے جس کا کام پلی گریم پاس یعنی عارضی پاس پورٹ بنانا، زرمبادلہ دینا، حرمین شریفین میں قیام کا انتظام کرنا وغیرہ ہے، بحری جہاز میں کرایہ کم تھا، اس وقت سبسڈی دی جاتی تھی یا نہیں؟ اس کا علم نہیں؛ لیکن جب سے وہ بند ہوئے اور ہوائی جہاز سے سفر شروع ہوا تو کرایہ میں بھی زبردست اضافہ ہوگیا، اس وقت مسلمان قائدین کی درخواست پر حکومتِ ہند نے کرایہ میں سبسڈی کے نام سے رعایت دینی شروع کی، ہوائی جہاز ایئر انڈیا کی چارٹر ہو یا کسی بھی ایئر لائنس کی ہو، حکومت ہر ایئر لائنس کو فی کس 770 ڈالر تقریباً 35,000 روپئے اپنی طرف سے ادا کرتی ہے، جب کہ حاجیوں سے کرایہ صرف 12,000 لیتی ہے، بقیہ 23,000 روپئے اپنی طرف سے ادا کرتی ہے، امسال جو ایک لاکھ حاجی سنٹرل حج کمیٹی کے ذریعہ حج کے سفر پر گئے ہیں، ان کی طرف سے حکومت نے 225 کروڑ روپیہ ادا کیا ہے، یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ وہ رقم کہیں مشکوک تو نہیں؟ حکومت سبسڈی آخر کس مد سے دیتی ہے؟ عام طور پر حجاج اس سے ناواقف ہوتے ہیں؛ لیکن اب یہ بات علم وشعور میں آنے لگی ہے کہ حکومت اس کو احسان سمجھتی ہے اور ملک کے دیگر طبقات میں اس کا اظہار بھی کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ مراعات واحسانات میں سبسڈی کو گنایا اور جتلایا جاتا ہے، یہ کہنا کہ حکومت ہم سے بہت سے ٹیکس وصول کرتی ہے اور پھر وہی رقم ہمیں سبسڈی کے نام سے دے دیتی ہے، کہاں تک صحیح ہے؟ جب کہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ حکومت کی طرف سے بہت سے فلاح وبہبودی کے کام عوام کے لئے بلا تفریق مذہب وملت انجام دئے جاتے ہیں، جیسے اسکول چلانا، ہسپتال چلانا اور سڑکیں بنوانا وغیرہ، اسی طرح یہ کہنا کہ حکومت جب دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو ان کے مذہبی تہواروں

Marfat.com

میلوں کے لئے رعایتیں دیتی ہے، تو مسلمانوں کو بھی وہ رعایتیں حاصل کرنی چاہئے، کہاں تک صحیح ہے؟ مسلمان کی اپنی ایک شان ہے، اس کا امتیاز ہے، دوسروں کی نقالی کرنا بالخصوص فریضۂ اسلام کی ادائیگی میں اس کو کیا زیب دیتا ہے؟

ملت کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ حج کے لئے مسلمان کو شرائط کی روشنی میں خود کفیل ہونا چاہئے، تکلفات، احسانات اور بالخصوص حکومت کے زیر احسان حج کرے، یہ امر روحِ اسلام کے خلاف معلوم ہوتا ہے، پتہ نہیں یہ سبسڈی صرف ہمارے سیکولر ملک میں ہے یا دیگر اسلامی ممالک میں بھی اس کی نظیر پائی جاتی ہے، حضرات علماء کرام سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حج سبسڈی حکومتِ ہند کی طرف سے حجاجِ کرام کے تعاون کی ایک شکل ہے، مسلمانوں کو اس رعایت سے فائدہ اٹھانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اور حکومت پر اقتدارِ اعلیٰ چوں کہ غیر مسلموں کو حاصل ہے، اس لئے ان کے آپسی معاملات اگر چہ سودی ہوں، پھر بھی ان کا تعاون لینا منع نہیں ہے۔

وهدية أهل الحرب أي للإمام وإلا فهي للآخذ فقط. (تقريرات الرافعي على حاشية ابن عابدين / باب العشر ١٣٩ زكريا)

وأما الهدية للمشركين وأهل الكتاب، وقبول هداياهم كل ذلك جائز إذا كانوا ذمة لنا، وكذلك إذا كانوا أهل حرب. (إعلاء السنن، كتاب الهبة / باب الهدية للمشركين و قبول الهدية منهم ١٤٦/١٦ إدارة القرآن كراچی)

قال العلامة التهانوي: إن الهدية والصدقة والهبة والعطية معانيها متقاربة.

(إعلاء السنن، كتاب الهبة / باب في قبول الهبة ٨١/١٦ دار الكتب العلمية بيروت)

وأهل الذمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين؛ لأنهم التزموا أحكام

Marfat.com

الإسلام فيما يرجع إلى المعاملات. (الفتاوى الهندية ٤/ ٥٠٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۲/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹریول ایجنسی کا اپنے ایجنٹ کو فری حج پر بھیجنا؟

سوال (۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ٹریول ایجنسیاں سفرِ حج پر بھیجنے والوں کے لئے جگہ جگہ ایجنٹ مقرر کرتی ہیں، اور ان ایجنٹوں سے مثال کے طور پر یہ طے کر لیتی ہیں کہ اگر آپ نے دس آدمیوں کے فارم بھرا کر ان کے سفرِ حج کی فیس ہمارے دفتر میں بھیج کر جمع کرادی، تو ہم ایک آدمی کو حج کے سفر کی سہولیات فری مہیا کرائیں گے، اس طرح اپنے مفادِ خاص کی خاطر مقررہ تعداد کے لوگ حج کے فارم بھروا کر بھیجنا اور یہ کام صرف اس لئے کرنا کہ میں نے اگر ٹریول ایجنسیوں کی مقررہ تعداد پوری کردی، تو وہ ٹریول ایجنسی مجھے حج بیت اللہ کا اہم فریضہ بلا کسی میرے خرچ کے ادا کرادے گی، یا اگر مقررہ تعداد پوری نہ ہوئی، تو باقی روپیہ اپنے پاس سے جمع کرا کر کمیشن کے روپیہ کے ساتھ حج کی ادائیگی کرادے گی، اس میں مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں: اس طرح حج جیسے ایک اہم اور مقدس فریضہ کی ادائیگی کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اس طرح کے کمیشن کی شریعتِ مقدسہ کی روشنی میں جائز وناجائز ہونے کے اعتبار سے بھی روشنی ڈالی جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی مقررہ عمل اور محنت پر کوئی متعین اجرت مقرر کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے، مسئولہ صورت میں جب کہ ٹریول ایجنسی اپنے ایجنٹ کو دس آدمیوں کے فارم بھروانے پر اس کے حج کے اخراجات اپنی طرف سے دینے کا وعدہ کر رہی ہے، تو یہ ایجنٹ کی محنت یعنی افراد کو تیار کرنے اور ان سے فارم بھروانے کا معاوضہ سمجھا جائے گا، اور اس کی اپنی ذاتی کمائی میں شامل ہوگا؛ لہٰذا اس رقم سے اس کے لئے حج کے سفر پر جانا بلا شبہ درست ہوگا۔

Marfat.com

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: ...... ومن استاجر أجيراً فليعلمه أجره. (السنن الكبرى للبيهقي ١٩٨/٦ رقم: ١١٦٥١)

أخرج عبد الرزاق عن الثوري في رجل يكتري من رجل إلى مكة، ويضمن له الكرى نفقته إلى أن يبلغ، قال: لا، أن يوقت أياماً معلومة، وكيلاً معلوماً من الطعام يعطيه إياه كل يوم. (المصنف لعبد الرزاق/ البيوع ٢١٤/٨ رقم: ١٤٩٣٨، بحواله: التعليقات على الفتاوى التاتارخانية ١٠١/١٥ زكريا)

لا تصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة. (هداية ٢٧٧/٤)

كذا استفيد من هذه الجزئية: استأجره ليصيد له أو يحطب له فإن وقت لذلك وقتاً جاز ذلك. (درمختار، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ٦٢/٦ دارالفكر بيروت، ٨٥/٩ زكريا)

وكذا يستفاد جوازه من مسئلة أجرة السمسار له، فإن وقت لذلك. (درمختار، باب ضمان الأجير / مطلب في أجرة الدلال ٦٣/٦ دار الفكر بيروت، ٨٧/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۸/۱/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج کرنے سے حق العبد ساقط نہیں ہوگا

سوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص حج بیت اللہ کے لئے جارہا ہے، اس کے اوپر میرا حق ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شخص پر میرا حق باقی رہے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ شخص پر آپ کے واجب حق کی ادائیگی لازم ہے، حج کرنے سے وہ حق ہرگز ساقط نہ ہوگا؛ تا آں کہ وہ ادا نہ کردے، یا آپ اپنا حق معاف نہ کردیں۔

Marfat.com

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما الخ. (صحيح البخاري رقم: ١٧٧٣، صحيح مسلم رقم: ٤٣٧)

(هذا الحديث) تدل على محو جميع السيئات الصغائر و الكبائر غير حقوق العباد في أرجح الأقوال عند العلماء ...... أما حقوق العباد ومظالمهم لابد من ردها إلى أصحابها. (التصوير النبوي للقيم الخلقية و التشريعية / العمرة إلى العمرة والحج المبرور ١/١١٩ الشاملة)

و أما حقوق العباد فلا تسقط بالهجرة والحج إجماعاً. (مرقاة المفاتيح ١/١٧٩ تحت رقم: ٢٨ دار الكتب العلمية بيروت)

قال القاضي عياض: أجمع أهل السنة أن الكبائر لا يكفرها إلا التوبة، و لا قائل بسقوط الدين، ولو حقا لله تعالىٰ: كدين الصلاة والزكاة، فالحج يغفر الذنوب ويزيل الخطايا، إلا حقوق الآدميين، فإنها تتعلق بالذمة، حتى يجمع الله أصحاب الحقوق ليأخذ كل حقه. (الفقه الإسلامي وأدلته: وهل الحج أفضل من الجهاد ٣/١٢ حقانيه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۵/۱۱/۱۴۱۱ھ

جب شیعہ کافر ہیں تو حج کرنے کیوں جاتے ہیں؟

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا شیعہ بالاتفاق کافر ہیں؟ اگر بالاتفاق کافر ہیں تو پھر وہ حج کرنے کیوں جاتے ہیں؟ اور اگر حج کرنے جاتے ہیں تو حکومتِ وقت کافروں کو حج کرنے کی اجازت کیوں کردیتی ہے؟ اس لئے کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اگر شیعہ بالاتفاق کافر ہیں، تو پھر ان کو یعنی کافروں کو حج کی اجازت کیوں دی گئی؟ اور اگر اجازت دی گئی تو یہ بات اس پر دلیل ہے کہ شیعہ بالاتفاق کافر نہیں ہے،

Marfat.com

حکومتِ وقت کا ان کو حج کی اجازت دینا ان کے مسلمان ہونے کی دلیل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل کے اثناعشری شیعہ جو صراحۃ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کفر، تحریفِ قرآن اور عقیدۂ امامت کے قائل ہیں، ان کے بارے میں علماء امت سلف خلف کا اتفاق ہے کہ وہ اپنے باطل عقائد کی بنا پر دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، سعودی حکومت اگر آج ان کو اپنی سیاسی مجبوریوں کی بنا پر حج کی اجازت دیتی ہے، تو اس سے ان کے کفر کا حکم نہیں بدل سکتا، محض حج کے لئے جانا کسی کے ایمان کی دلیل نہیں ہے، کوئی کافر بھی مسلمان کے نام سے پاسپورٹ بنا کر اس وقت حج کو جا سکتا ہے، تو کیا محض اس وجہ سے اس کو مسلمان کہہ دیا جائے گا؟

لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي اللّٰه عنها أو أنكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية في علي أو أن جبرئيل غلط في الوحي أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن. (شامي، باب المرتد / مطلب مهم: في حكم سب الشيخين ٢٣٧/٤ كراچی، ٣٧٨/٦ زكريا، الفتاوى الهندية ٢٦٤/٢ كوئٹہ، طحطاوي على الدر / باب المرتد ٤٨٣/٢ دار المعرفة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۹/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حج کے شرائط وجوب

کیا صاحبِ نصاب پر حج فرض ہے؟

سوال (۲۱) :-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شرعی اعتبار سے جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی، یا ساڑھے سات تولہ سونا، یا اس کے برابر مال ودولت ہو، تو شریعت اسے صاحبِ نصاب ٹھہراتی ہے؛ لیکن موجودہ دور میں چاندی کا بازاری بھاؤ زیادہ سے زیادہ ۷۰/روپیہ تولہ کے حساب سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت ۳۶۷۵ روپیہ ہوتی ہے، تو اس حساب سے جس شخص کے پاس ۳۶۷۵ روپیہ ہو، وہ صاحبِ نصاب ہوگیا؛ لیکن ۳۶۷۵ /روپیہ میں ایک تولہ سونا نہیں خریدا جاسکتا، اور باقی فرائض بھی انجام نہیں دئے سکتے، جو شخص صاحبِ نصاب ہے اس پر حج فرض ہے؛ لیکن وہ ۳۶۷۵ /روپیہ میں حج نہیں کرسکتا، اور جو شخص صاحبِ نصاب ہوتے ہوئے حج نہ کرے وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟ کیوں کہ موجودہ دور میں مندرجہ بالا صاحبِ نصاب حج نہیں کرسکتا؛ اس لئے کہ حج کا خرچہ تقریباً ۵۲ یا ۵۳/ہزار روپیہ ہیں، تو موجودہ بالا صاحبِ نصاب اگر حج کئے بغیر مرجائے تو کیا وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حج ہر صاحبِ نصاب پر فرض نہیں ہے؛ بلکہ اس پر فرض ہے جس کے پاس مکہ مکرمہ جانے آنے وغیرہ کا مکمل خرچ ضروریاتِ اصلیہ سے زائد موجود ہو، اس مقدار کے مالک ہوجانے پر بغیر عذر کے حج نہ کرنا موجبِ گناہ ہے، اور جس شخص کے پاس اتنی رقم نہ ہو، اس پر حج فرض نہیں ہے، وہ اگر حج کو نہ جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

Marfat.com

عن ابن عمر رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله! ما يوجب الحج؟ قال: الزاد والراحلة. (سنن الترمذي، الحج / باب ما جاء في إيجاب الحج بالزاد والراحلة ١٦٨/١ رقم: ٨١٠)

عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم في قوله تبارك وتعالى: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ قال: قيل: يا رسول الله! ما السبيل؟ قال: الزاد والراحلة. (المستدرك للحاكم / المناسك ٦٢٢/٢ رقم: ١٦١٣، سنن الدار القطني/ الحج ١٩٤/٢ رقم: ٢٣٩٧)

عن ابن عباس رضي الله عنه في قوله تعالى: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ قال: السبيل أن يصح بدن العبد، ويكون له ثمن زاد وراحلة من غير أن يَجْحفَ به. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الحج / باب الرجل يطيق المشي ولايجد زادا ولا راحلة الخ ٤٤٥/٦ رقم: ٨٧٢٤)

فرض مرة على الفور على مسلم حر مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة فضلاً عما لا بد منه. (التنوير مع الدر المختار ٤٥٥/٢-٤٦١ كراچی، ٤٥٠/٣-٤٦٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٢١٩/١ كوئٹه، هداية / كتاب الحج ٢٣١/١، كنز الدقائق / كتاب الحج ٧٣/١، البحر الرائق ٣١١/٢ كوئٹه، بدائع الصنائع ٣٠١/٢ زكريا)

وأما تفسير الزاد والراحلة فهو إن ملك من المال مقدار ما يبلغه إلى مكة ذاهباً وجائياً راكبًا لا ماشياً بنفقة وسط لا إسراف فيها ولا تقتير، فاضلاً عن مسكنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثيابه وأثاثه ونفقة عياله وخدمه وكسوتهم وقضاء ديونه. (بدائع الصنائع ٢٩٧/٢، كذا في الفتاوىٰ الهندية ٢١٧/١ كوئٹه، لدرالمختار مع الرد لمختار، كتاب الحج / مطلب: في قولهم يقدم حق لعبد على حق لشرع ٤٦٢/٢ كراچی، ٤٦١/٣- ٤٦٢ زكريا) فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم

کتبه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرله ١٦/١٠/١٤١٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

پونے چھ تولہ سونا اور ۵۰/ تولہ چاندی کی ملکیت پر حج کی فرضیت کا حکم

سوال (۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے پاس تقریباً پونے چھ تولہ سونا اور ۴۰--۵۰/ تولہ چاندی ہے، اس کے علاوہ روپیہ پیسہ کچھ نہیں، تو کیا میرے اوپر حج فرض ہے؟ نیز قربانی کا حکم بھی تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۶/ تولہ سونا اور ۴۰--۵۰/ تولہ چاندی کی موجودہ قیمت تقریباً ڈیڑھ لاکھ ہوتی ہے، یہ مقدار موجودہ دور میں حج کے سفر کے لئے ناکافی ہے، اس لئے آپ پر حج فرض نہیں؛ لیکن مذکورہ ملکیت کی بنیاد پر قربانی اور زکوٰۃ حسبِ شرائط واجب ہے۔

وتفسير ملك الزاد والراحلة أن يكون له مال فاضل عن حاجته، وهو ما سوى سكنه ولبسه وخدمه وأثاث بيته قدر ما يبلغه إلى مكة. (الفتاوى الهندية ۲۱۷/۱ زكريا)

وشرائطها: الإسلام والإقامة واليسار الذي يتعلق به وجوب صدقة الفطر بأن ملك مائتي درهم أوعرضا يساويها. (درمختار مع الشامي، كتاب الأضحية ٤٥٢/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۶/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۷۰/ ہزار کی ملکیت پر حج فرض نہیں ہے

سوال (۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص کے پاس ۷۰/ ہزار روپیہ کا انتظام ہو جائے اور ابھی پتہ نہیں کہ حج کے ایام تک یہ رقم باقی رہے گی یا نہیں؟ تو کیا اس شخص پر حج فرض ہو جائے گا؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ۷۰/ہزار روپئے اس زمانہ میں حج کے لئے کافی نہیں ہیں؛ اس لئے محض اتنی رقم کے مالک ہونے سے حج فرض نہ ہوگا۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً﴾. [آل عمران: ۹۷]

فرض مرة على الفور على مسلم حر مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة فضلاً عما لا بد منه. (التنوير مع الدر المختار ٢/ ٥٥ ٤-٤٦١ كراچی، ٣/ ٤٥٠-٤٦٢ زكريا، الفتاوى الهندية ١/ ٢١٩ كوئٹه، هداية / كتاب الحج ١/ ٢٣١، كنزالدقائق / كتاب الحج ١/ ٧٣، البحر الرائق ٢/ ٣١١ كوئٹه، بدائع لصنائع ٢/ ٣٠١ زكريا)

وأما تفسير الزاد والراحلة فهو إن ملك من المال مقدار ما يبلغه إلى مكة ذاهباً وجائياً راكبًا لا ماشياً بنفقة وسط لا إسراف فيها ولا تقتير، فاضلاً عن مسكنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثيابه وأثاثه ونفقة عياله وخدمه وكسوتهم وقضاء ديونه. (بدائع الصنائع ٢/ ٢٩٧، كذا في لفتاوى الهندية ١/ ٢١٧ كوئٹه، الدر لمختار مع الرد المختار، كتاب الحج / مطلب: في قولهم يقدم حق العبد على حق لشرع ٢/ ٤٦٢ كراچی، ٣/ ٤٦١- ٤٦٢ زكريا)

قال الكاساني: ومن كان صحيح البدن، قادر على المشي، وله زاد، فقد استطاع إليه سبيلاً، فيلزمه فرض الحج. (بدائع الصنائع، المناسك، فصل في شرائط فرضيته ٢/ ٣٠٥ بيروت، اللباب في شرح الكتاب ١٦٤١، هداية ١/ ٢٣١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صاحب جائیداد پر حج کی فرضیت

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: اگر کسی کے پاس صرف زمین ہو، الگ سے روپیہ پیسہ، سونا چاندی وغیرہ کچھ نہ ہو، اور اس کی پیداوار سے اس کا سالانہ خرچ اچھی طرح چل جاتا ہو، تو کیا ایسے شخص پر حج کرنا واجب ہوگا؟ یا وجوب حج کے لئے سفر حج کے اخراجات کے بقدر الگ سے روپیہ پیسہ ہونا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر کوئی شخص اتنی جائیداد اور زرعی زمینوں کا مالک ہو کہ اس کی کچھ مقدار بیچ کر اس کے لئے حج کے ضروری اخراجات مہیا ہوسکیں اور وہ واپس آ کر مابقیہ زمین کی پیداوار سے گذر بسر کر سکے، تو اس پر حج فرض ہوگا، اور اگر اتنی مقدار میں زمین نہ ہو تو حج فرض نہیں ہے۔

وإن كان له من الضياع ما لو باع مقدار ما يكفي الزاد والراحلة يبقى بعد رجوعه من ضيعته قدر ما يعيش بغلته الباقي، يفترض عليه الحج وإلا فلا. (غنية الناسك ٢٠-٢١، ومثله في الفتاوى التاتارخانية ٤٧٢/٣، الفتاوى الهندية ٢١٨/١، خانية ٢٨٣/١-٢٨٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۶/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کے پاس سات بیگھہ زمین ہو اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟

سوال (۲۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی عمر ستر سال ہے، ان کے پاس سات بیگھہ زمین ہے، ایک لڑکا سرکاری اسکول کا ماسٹر ہے، جسے اٹھارہ ہزار روپیہ ملتا ہے، دوسرا لڑکا کسان ہے، کسان کے دو لڑکے ہیں، جو سالانہ دو لاکھ انکم کرتا ہے، زید کے پاس ایک بچی ہے، جسے بہت پہلے یعنی ۳۰ سال پہلے ایک سرکاری معلم کے رشتہ از دواج میں منسلک کر دیا گیا ہے، زید حج کرنے کے لئے رقم اپنے بچوں سے مانگتے ہیں، تو زید کے لڑکے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ آپ پر حج فرض نہیں ہے؛ اس لئے کہ ہم لوگوں کے پاس بچیاں

Marfat.com

ہیں جو شادی کے لائق ہیں، زید کھیتی بیچنا چاہتا ہے، تو ان کے لڑکے خرید نے والوں کو سختی سے منع کر دیتا ہے، زید کے دماغ میں یہ بس چکا ہے کہ میں حج کے فریضہ سے بری ہوں یا نہیں؟ زید پر حج فرض ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر آپ کی ملکیت والی سات بیگھہ زمین کی قیمت اس قدر ہے کہ اس میں سے حج کے اخراجات کے بقدر بیچنے کے بعد اتنی زمین بچ جائے کہ اس کی آمدنی سے آپ کے کھانے پینے کے مصارف پورے ہو سکتے ہوں، تو آپ پر زمین کا مذکورہ حصہ بیچ کر حج کو جانا فرض ہوگا، اور اگر زمین کم قیمت ہے یا آپ کے ضروری اخراجات اتنے زیادہ ہیں کہ حج کے صرفہ کے بقدر فروختگی کے بعد بقدر ضرورت زمین نہیں بچے گی تو آپ پر حج فرض نہیں ہے، اور بہر صورت آپ کے بچوں پر آپ کے حج کا خرچہ دینے کی ذمہ داری نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ خرچ کر دیں تو ان کے لئے بڑی سعادت کی بات ہوگی۔

وإن كـان له من الضياع ما لو باع مقدار ما يكفي الزاد والراحلة يبقى بعد رجـوعـه مـن ضيـعتـه قدر ما يعيش بفلته الباقي افترض عليه الحج، وإلا لا. (غنية الناسك ٢٠ إدارة القرآن كراچی، شامي ٤٩١/٣ زكريا، البحر العميق ٣٨١/١، الفتاوى التاتارخانية ٤٧٢/٣ رقم: ٤٨٧٧ زكريا، أنوار مناسك ١٦٩)

ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك، والإجارة دون الإعارة والإباحة، سواء كانت الإباحة من جهة من لا منة له عليه كالوالدين والمولدين، أو من غيرهم كالأجانب كذا في السراج الوهاج. (الفتاوى الهندية ٢١٧/١ دار إحياء التراث العربي، الفتاوى التاتارخانية ٤٧١/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۰/۱۲ ۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کیانابالغ سمجھ دار بچے پر حج فرض ہے؟

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا نابالغ سمجھ دار بچے پر حج فرض ہے؟ یعنی اگر اس کے پاس اتنا پیسہ ذاتی ملکیت میں جمع ہوجائے، جس مقدار سے سفر حج کے اخراجات پورے ہوجائیں تو کیا اس بچے پر حج کرنا فرض ہوگا؟ یا بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا؟ نیز اگر وہ نابالغی کی حالت میں حج کرلے تو کیا اس کی طرف سے یہ حج فرض مانا جائے گا یا نفل؟ اور بلوغ کے بعد دوبارہ حج کرنا ضروری ہوگا یا وہی حج فرض کی طرف سے کافی ہوجائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو بچہ سمجھ بوجھ رکھتا ہو وہ اگر حج کے تمام ارکان ادا کرلے تو اس کا حج صحیح ہوجاتا ہے؛ لیکن وہ اس کے حق میں نفل شمار ہوتا ہے۔

ولو أن الصبي حج إذا كان قبل البلوغ فلا يكون ذلك عن حجة الاسلام ويكون تطوعًا. (هندية ۳۱۷/۱، ومثله في البدائع ۲۹۳/۲، خانية ۲۸۱/۱)

أما الصبي يعقل الأداء فيصح منه أداء الحج بنفسه إجماعاً. (غنية الناسك ۱۳)

كتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱/۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا شوال میں عمرہ کرنے سے حج فرض ہوجاتا ہے؟

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسا شخص کہ جس پر حج فرض نہ ہو اور وہ رمضان المبارک میں عمرہ کے لئے جائے، اور رمضان میں عمرہ کرنے کے بعد شوال کے مہینہ میں مکہ مکرمہ جاکر اس نے دوبارہ عمرہ کیا، اور پھر اپنے وطن واپس آگیا، تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ کیا اس کے اوپر شوال میں عمرہ کرنے کی وجہ سے حج فرض ہوجائے گا یا نہیں؟ اور اگر وہ اپنا حج فرض پہلے ادا کرچکا تھا، تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی ایسا شخص جس پر حج فرض نہ تھا وہ رمضان میں عمرہ کرنے گیا، پھر عید کے بعد شوال کے مہینہ میں اس نے مکہ معظمہ جا کر عمرہ کرلیا، تو اس بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے پاس حج کے ایام تک قیام کے مصارف واسباب مہیا ہیں، تو اس پر حج کرنا فرض ہوگا اور اگر اتنے مصارف نہیں ہیں تو اس پر حج فرض نہ ہوگا۔

اور اگر حج تک رکنے کے مصارف تو ہیں؛ لیکن حکومت کی طرف سے اجازت نہ ہونے کی بنا پر رکنا مشکل ہے، تو ایسی صورت میں بعض مفتیان کرام نے حج کی فرضیت کا قول کیا ہے۔ (دیکھئے: احسن الفتاویٰ ۵۲۹/۴)

اور جو شخص اپنا حج فرض پہلے کر چکا ہے اس پر شوال میں عمرہ کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا، اس کا مذکورہ مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مستفاد: والحاصل أن الزاد لا بد منه ولو لمكي كما صرح به غير واحد كصاحب الينابيع والسراج الخ، الفقير الأفاقي إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكي. قال شارحه: أي حيث لا يشترط في حقه إلا الزاد و(لا) الراحلة. (شامي ٤٥٨/٤-٤٥٩ زكريا، زبدة لمناسك ٢١، كما أفاده في غنية الناسك بحثاً ٣٢٨-٣٢٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۶/۳/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا نفلی عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جائے گا؟

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا یہ عمرہ محض نفلی ہے، واجب یا منذور نہیں ہے، بس دل میں اللہ کا گھر دیکھنے کی تمنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار روضۂ اقدس پر حاضری کی آرزو ہے، زادِ راہ بھی بھائیوں نے اپنی خوشی سے مہیا کرنے کی امید دلائی ہے، تو کیا بعد میں حج کرنا میرے لئے ضروری ہوگا؟ جب کہ حج اور ... بندہ کو از خود استطاعت آج ہے اور نہ کل ہونے کی امید ہے۔

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمرہ کے بعد اگر آپ کے پاس اتنا خرچ ہو کہ آپ حج کے وقت تک وہاں رہ سکیں اور کوئی قانونی رکاوٹ بھی نہ ہو، تو آپ پر حج فرض ہو جائے گا؛ لیکن اگر آپ کے پاس حج کے وقت تک رکنے کا خرچ نہ ہو یا قانونی رکاوٹ ہو، تو ایسی صورت میں محض عمرہ کرنے سے حج فرض نہ ہوگا۔

والفقير الآفاقي إذا وصل إلى الميقات صار كالمكي، فيجب عليه وإن لم يقدر على الراحلة (فتح ولباب) وينبغي أن يراد به الفقير المتنفل لنفسه ليخرج الفقير المأمور، فإنه إذا وصل إلى الميقات لايصير كالمكي؛ لأن قدرته بقدرة غيره، وهي لا تعتبر، فلا يجب عليه الخ. (غنية الناسك ١٨ إدارة القرآن كراچی)

مستفاد: والحاصل أن الزاد لابد منه ولو لمكي كما صرح به غير واحد كصاحب الينابيع والسراج ...... الفقير الآفاقي إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكي قال: شارحه: أي حيث لا يشترط في حقه إلا الزاد ولا الراحلة. (شامي ٣/٤٥٩-٤٥٨ زكريا)

قال الرافعي في قوله: إلا الزاد والراحلة لعل فيه حذف "لا" النافية قبل "الراحلة" مع حذف العطف. (تقريرات الرافعي ١٥٦، أحسن الفتاوى ٤/٥٢٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج فرض ہونے کے بعد ادا کرنے سے پہلے انتقال ہو گیا؟

سوال (۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی زندگی میں بحالتِ صحت حج کا ارادہ کیا، درخواست دی اور وہ منظور بھی ہو گئی، کرایہ کی رقم بھی جمع ہو چکی ہے، اس کے بعد زید کی طبیعت خراب ہوئی، یہاں تک کہ زید کا انتقال ہو گیا، حج ادا نہ ہو سکا؛ تھا، اب ایسی صورت میں ان کا حج بدل کرانا ضروری ہے یا نہیں، جب کہ ادا [illegible] حج بھی [illegible]؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید نے اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کی ہے، تو صورتِ مسئولہ میں ان کی وصیت نافذ کرتے ہوئے ان کی جانب سے حج بدل ان کے مال سے کرانا ضروری ہے؛ تاہم اگر سفرحج کی رقم ان کے ایک تہائی ترکہ سے زائد بیٹھتی ہو، تو ورثہ کی اجازت سے ہی اس مد میں زائد رقم میت کے مال سے لگانا درست ہوگا۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر أن عمر بن الخطاب رضي اللّٰہ عنہ سئل عن الوصیۃ فقال عمر: الثلث وسط من المال لا بخس ولا شطط. (لسنن لکبري ۳۶۹ رقم: ۱۲۸۳۹)

وتجوز بالثلث للأجنبي......، لا الزیادۃ علیہ إلا أن تجیز ورثتہ بعد موتہ، وھم کبار. (درمختار / کتاب الوصایا ۶/ ۶۵۰ کراچی، ۱۰/ ۳۳۹ زکریا)

ففي مناسک السروجي: لو مات رجل بعد وجوب الحج ولم یوص بہ فحج رجل عنہ......، قال أبوحنیفۃ: یجزیہ إن شاء اللّٰہ، وبعد الوصیۃ یجزیہ من غیر المشیئۃ. (شامي، کتاب الحج / باب الحج عن الغیر ۲/ ۶۰۰ کراچی، ۴/ ۱۶ زکریا، کذا في الفتاویٰ الھندیۃ ۱/ ۲۵۸ کوئٹہ)

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنہ أن امرأۃ من جھینۃ جاء ت إلی النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالت: إن أمي نذرت أن تحج، فلم تحج حتی ماتت، أفأحج عنھا، قال: حجي عنھا، أرأیت لو کان علی أمّک دین أکنت قاضیۃ؟ اقضو اللّٰہ، فاللّٰہ أحق بالوفاء. (صحیح البخاري، جزاء الصید / باب الحج والنذر عن المیت والرجل یحج عن المرأۃ ۱/ ۲۴۹ رقم: ۱۸۱۵ ف: ۱۸۵۲)

ومن مات وعلیہ فرض الحج ولم یوص بہ، لم یلزم الوارث أن یحج عنہ، وإن أحب أن یحج عنہ حجَّ، وأرجو أن یجزیہ إن شاء اللّٰہ تعالیٰ. (الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب المناسک / باب الوصیۃ بالحج ۳/ ۶۶۷ رقم: ۵۳۱۴ زکریا، بدائع الصنائع / وأما بیان

Marfat.com

حكم مورث الحج عن الغير ۳/۱ ۲۹ دارالكتب العلمية بيروت، كذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري / باب الحج عن الغير ۳۰۶ مصری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۱۰/۱۶ھ

حج فرض ہونے کے بعد حج نہ کرسکنے کی وجہ سے فقراء پر رقم تقسیم کرنا؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی ایسی مجبوری کی شکل میں کہ خود حج کا سفر کرنے سے قاصر ہے، خواہ مرد خواہ عورت، تو کیا ایسی شکل میں یہ ہوسکتا ہے کہ اتنی رقم جو خود سفر حج میں خرچ ہوتی ہو، اس کو کسی ایسی مد میں لگایا جاسکتا ہے کہ حج کے ثواب کا بدل ہو جائے، اگر ہے تو ان مددوں کی وضاحت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق: جس پر حج فرض ہو؛ لیکن وہ بیماری یا کمزوری کی وجہ سے یا عورت محرم نہ ملنے کی وجہ سے حج نہ کرسکے، تو فقراء وغیرہ کو رقم صدقہ کرنے سے حج کا ثواب حاصل نہ ہوگا؛ بلکہ حج کے ثواب کے حصول کی شکل یہی ہے کہ حج بدل کرالیا جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم ۶/۵۳۲، فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۲۱۸ ڈابھیل)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان الفضل رديف النبي صلى الله عليه وسلم فجاء ت امرأة من خثعم، فجعل الفضل ينظر إليها وتنظر إليه، فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يصرف وجه الفضل إلى الشق الآخر، فقالت: إن فريضة الله أدركت أبي شيخاً كبيراً لا يثبت على الراحلة، أفأحج عنه؟ قال: نعم، وذلك في حجة الوداع. (صحيح البخاري، جزاء الصيد / باب حج المرأة عن الرجل ۱/ ۲۵۰ رقم: ۱۸۱۷ ف: ۱۸۵۵)

Marfat.com

أخرج الترمذي وأبو داؤد عن أبي رزين العقيلي – واللفظ للأول – أنه أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن أبي شيخ كبيرٌ لا يستطيع الحج ولا العمرة ولا الظعن، قال: حج عن أبيك واعتمر. (سنن الترمذي، الحج ٨٤ باب منه ١٨٦/١ رقم: ٩٣٣، سنن أبي داؤد، المناسك / باب الرجل يحج عن غيره ٢٥٢/١ رقم: ١٨١٠)

العبادة المالية تقبل النيابة. (درمختار / باب الحج عن الغير ١٣/٤ زكريا)

وفي العبادات البدنية المعتبر الوسع، ولا يعتبر العجز للحال؛ لأن الحج فرض العمر، فيعتبر فيه عجز مستغرق لبقية العمر ليقع به اليأس عن الأداء بالبدن، فقلنا: إن كان عجزه بمعنى لا يزول أصلا كالزمانة، يجوز الأداء بالنائب مطلقًا، وإن كان عارضاً يتوهم زواله بأن كان مريضا أو مسجونا، فإذا أدى بالنائب كان ذلك مراعى، فإن دام به العذر إلى أن مات تحقق اليأس عن الأداء بالبدن، فوقع المؤدي موقع الجواز، وإن برئ من مرضه تبين أنه لم يقع فيه اليأس عن الأداء بالبدن، فكان عليه حجة الإسلام، والمؤدي تطوع له. (المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك / باب الحج عن الميت وغيره ١٣٨/٢ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا حج کا ویزا نہ ملنا مانع وجوبِ ادا ہے؟

سوال (۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک صاحبِ ثروت اور مال دار شخص ہے، کئی سال سے مسلسل حج کا ویزا لگانے کی کوشش کررہا ہے؛ لیکن حکومتی رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک اس کو حج کا ویزا نہ مل سکا، تو کیا ویزا نہ ملنے کی وجہ سے حج میں تاخیر کے سبب زید گنہگار تو نہیں ہوگا؟ اور اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سعودی حکومت کی طرف سے حج کے انتظامات کے

Marfat.com

پیشِ نظر ہر ملک میں مسلم آبادی کے تناسب سے حج کے لئے ویزوں کا کوٹہ مقرر ہے، اس مقررہ تعداد سے زیادہ ویزے نہیں دئے جاتے۔ اسی طرح ویزے کے اجراء کے لئے دیگر شرائط بھی لازمی کردی گئی ہیں، جن کو پورا کئے بغیر ویزا ملنا مشکل ہوتا ہے۔

بریں بنا اگر کوئی شخص صاحبِ استطاعت ہو اور تندرست بھی ہو؛ لیکن کوشش کے باوجود اسے حج کا ویزا نہ مل پائے، تو اس کے حق میں وجوبِ ادا کی شرط نہیں پائی جائے گی، اور اس بنا پر حج میں تاخیر کا گناہ اسے نہ ہوگا؛ تاہم اس پر لازم ہے کہ وہ ہر سال ویزے کی کوشش کرتا رہے، اور زندگی سے مایوس ہونے کے وقت اپنی طرف سے حج کی وصیت کرے۔

فالمحبوس والخائف من السلطان كالمريض لا يجب عليهما أداء الحج بأنفسهما ولكن يجب عليهما الاحجاج أو الايصاء به عند الموت عندهما. (غنية الناسك ٢٤، ومثله في فتح القدير ٤١٧/٢-٤١٨ زكريا، الفتاوى الهندية ٢١٨/١، إعلاء السنن ٨/١٠ كراچی، البحر الرائق ٣١١/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۶/۳/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج کی فرضیت فارم بھرنے اور ویزا آنے پر ہوتی ہے یا اشہرِ حج کے آنے پر؟

سوال (۳۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج کی فرضیت کا وقت ہمارے ملک میں مسلمان پر کب لازم ہوگا؛ کیوں کہ حج کے فارم حج پر جانے سے تقریباً ۵/ مہینے پہلے بھرے جاتے ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ حج کی فرضیت مسلمان پر شوال میں ہوگی یا جس وقت حج کے فارم بھرے جاتے ہیں؟ امداد الاحکام ۱۵۷/۲ پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ حج کا وقت ہندوستان میں شوال کے مہینے سے شروع ہوتا ہے۔ فإنه وقت خروج الحاج منه. دارالافتاء سے اس سلسلہ میں وضاحت مطلوب ہے۔

Marfat.com

ہمارے یہاں ایک صاحب رمضان میں اس لائق ہوئے کہ حج کرسکیں، مگر اس وقت فارم نہیں بھرا جاسکتا تھا، آئندہ سال تک عمر نے وفا نہ کی، تو کیا شریعت ان کو گنہگار اور تارکِ حج شمار کرے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستان سے جو شخص حج کو جاتا ہے، وہ پرائیویٹ ٹور کے ذریعہ ذی قعدہ؛ بلکہ ذی الحجہ کے مہینہ میں بھی جاسکتا ہے، اس لئے جس شخص کے پاس حج کے مہینوں (شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن) میں حج کو جانے کی استطاعت اور قدرت ہوجائے اس پر حج فرض ہوجائے گا، اب اگر اس نے کوشش کی؛ لیکن کامیابی نہ ملی، تو وہ گنہگار تو نہ ہوگا؛ لیکن اس پر آئندہ حج کی وصیت ضروری ہوگی؛ تاکہ اس کی وفات کے بعد اس کے مال سے اس کا حج بدل کرایا جاسکے۔

عن ابن عباس والفضل رضي اللّٰه عنهما أو أحدهما عن الآخر قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من أراد الحج فليتعجل، فإنه يمرض المريض وتضل الراحلة وتعرض الحاجة. (مسند الإمام أحمد بن حنبل ۱/ ۳۵۵ رقم: ۳۳۴۰، سنن ابن ماجة، لمناسك / باب الخروج إلى لحج ۲/ ۲۰۷ رقم: ۲۸۸۳، المستدرك للحاكم / لمناسك ۲/ ۶۳ رقم: ۱۶۴۵)

فالمحبوس والخائف من السلطان كالمريض لا يجب عليهما أداء الحج بأنفسهما؛ ولكن يجب عليهما الإحجاج أو الإيصاء به عند الموت عندهما. (غنية الناسك ۲۴ إدارة لقرآن كراچی، فتح القدير ۲/ ۴۱۷ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۲۱۸ كوئٹه، إعلاء السنن ۱۰/ ۸ كراچی، لبحر الرائق ۲/ ۳۱۱ كوئٹه)

على الفور في العام الأول عند الثاني، وهو الإتيان به في أول أوقات الإمكان. (درمختار ۳/ ۴۵۴ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/ ۱۰/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

Marfat.com

کیا پیروں سے معذور شخص پر حج فرض ہے؟

سوال (۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص پر حج فرض ہے؛ لیکن چلنے پھرنے کے لئے دونوں ہاتھوں میں لکڑی لے کر چلتا ہے اور بار بار پیشاب کی حاجت ہونے کی وجہ سے پریشانی زیادہ ہے، دیر تک روکنا بھی مشکل ہے، ایسی حالت میں حج بدل کرایا جا سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وہ شخص معذور ہے، یعنی بلا کسی سہارے کے نہیں چل سکتا، تو اس پر حج فرض نہیں ہے، خواہ وہ کتنا ہی مال دار ہو اور نہ اس پر حج بدل کرانا فرض ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن عباس رضي الله عنهما قال: كان الفضل رديف رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم، فجاء ت امرأة من خثعم، فجعل الفضل ينظر إليها وتنظر إليه وجعل النبي يصرف وجه الفضل إلى الشق الآخر، فقالت: يا رسول اللّٰہ! إن فريضة الله على عباده في الحج أدركت أبي شيخاً كبيراً لا يثبت على الراحلة، أفأحج عنه، قال: نعم، وذلک في حجة الوداع. (صحيح البخاري، المناسك / باب وجوب الحج وفضله ۲۰۵/۱ رقم: ۱۴۹۱، مسند أحمد ۵/۴ رقم: ۱۶۲۲۴)

ومنها سلامة البدن حتى أن المقعد والزمن والمفلوج ومقطوع الرجلين لا يجب عليهم حتى لا يجب عليهم الإحجاج، إن ملكوا الزاد والراحلة ولا الإيصاء في المرض. (الفتاوىٰ الهندية ۲۱۸/۱)

ولا يجب على مقعد ومفلوج وشيخ كبير......، وظاهر الرواية عنهما وجوب الإحجاج عليهم، ويجزيهم إن دام العجز، وإن زال أعادوا بأنفسهم. (شامي ۴۵۹/۲ كراچی، ۴۵۷/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۷/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

سلسل البول والے مریض پر استطاعت کے باوجود حج فرض نہیں ہے

سوال (۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید پیشاب کی دائمی بیماری میں مبتلا ہے اور بوڑھا بھی ہے، جس کی وجہ سے بوتل اور نلکی ان کی پیشاب کے اخراج کے لئے لگی رہتی ہے، ایسا شخص حج کی استطاعت کے باوجود حرم میں داخل ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسے دائمی مریض پر حج کو جانا فرض نہیں ہے اگر چہ وہ مال دار ہی ہو، اسے چاہئے کہ اپنی طرف سے حجِ بدل کرادے، بعد میں اگر اس کا مرض ختم ہوجائے اور وہ صاحبِ استطاعت ہوتو پھر اسے خود حج کرنا ہوگا۔

كـذا صحة الجوارح؛ لأن العجز دونها لازماً، وأما المقعد فعن أبي حنيفة أنه يجب؛ لأنه يستطيع بغيره، فأشبه المستطيع بالراحلة، وعن محمد رحمه الله أنه لا يجب؛ لأنه غير قادر على الأداء بنفسه، بخلاف الأعمى. (هداية ۱۵۳/۲ مكتبة البشرىٰ كراچی)

حتـى إن الـمـقـعـد والـزمن والمفلوج ومقطوع الرجلين لا يجب عليهم الإحـجـاج إذا مـلـكـوا الـزاد والـراحـلة، ولا الإيصاء به في المرض. ...... وكذا المريض؛ لأنه بدل الحج بالبدن، وإذا لم يجب المبدل لا يجب البدل. (فتح القدير ۳۲۶/۲، كذا في التعليقات على الهداية ۱۵۳/۲ مكتبة البشرىٰ كراچی)

وفـي الذخيرة: ثم إنما يسقط فرض الحج عن الإنسان باحجاج غيره إذا كـان الحاج وقت الأداء عاجزاً عن الأداء بنفسه ودام عجزه إلى أن مات، أما إذا زال عجزه بعد ذلك فلا يسقط عنه حج الفرض. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۴۸/۳ ٦ زكريا)

ولا يـجـب عـلـى مـقـعـد ومفلوج وشيخ كبير ......، وظاهر الرواية عنهما

Marfat.com

وجوب الإحجاج عليهم، ويجزيهم إن دام العجز، وإن زال أعادوا بأنفسهم.

(شامي ٢/ ٤٥٩ كرچی، ٣/ ٤٥٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹/۱۰/۱۴۱۳ھ

مقروض پر حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال (۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احقر نے اپنی سب زمین بیٹوں کو تقسیم کردی تھی، اس کے بعد دو بیٹوں کے حصے ۱۴-۱۴/ بسوے زمین احقر نے ان سے خرید لی، ایک کو نقد رقم دے کر اور دوسرے کو ایک پلاٹ دے کر یہ دونوں حصے ۲۸/ بسوہ زمین میری ملک میں آ گئی، جس میں سے ۱۸/ بسوہ زمین ایک لاکھ تیس ہزار کی فروخت ہوئی ہے، جس میں سے ایک چھوٹے بیٹے کا قرض ۷۰/ ہزار روپئے ادا کرنا ہے، باقی اپنی ضروریات سامنے ہیں، کیا اس صورت میں احقر پر حج فرض ہوجاتا ہے، صورتِ حال واضح کردی گئی ہے، جواب کا انتظار ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں قرض کی رقم نکال کر آپ کی ملکیت میں صرف ساٹھ ہزار روپیہ باقی بچتے ہیں، اور اتنی رقم آج کل مصارف حج اور گھر والوں کے خرچ کے لئے کافی نہیں ہے؛ لہٰذا آپ پر ابھی حج فرض نہیں ہوا ہے۔

الحنفية قالوا: الاستطاعة هي القدرة على الزاد والراحلة بشرط أن يكونا زائدين عن حاجاته الأصلية كالدين الذي عليه. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ٣٥١، كذا في الدر المختار مع الشامي ٣/ ٤٦٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

وسعت کے بعد مقروض ہوجانے سے حج کا حکم

سوال (۳۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد صاحب بنگال میں کوئلہ کی کان میں سرکاری نوکری کرتے تھے، اس دوران کبھی زیادہ روپے پیسے جمع ہوئے یا نہیں؟ مجھے اس کے متعلق معلوم نہیں؛ لیکن ۱۹۹۲ء میں میرے والد نوکری سے رٹائر ہوگئے، اس وقت قریب قریب ڈھائی تین لاکھ روپے والد صاحب کو ملے تھے، اور اس وقت کوئی قرض وغیرہ بھی والد صاحب کے ذمہ نہیں تھا۔

اب مسئلہ قابلِ غور یہ ہے کہ میرے والد کے ذمہ حج فرض ہوا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کوئی بحث نہیں؛ لیکن اگر فرض ہو چکا ہے تو پھر اب کیا حکم ہے؟ جب کہ اس وقت حالت یہ ہے کہ میرے والد کے اوپر بہت زیادہ قرض ہو چکا ہے، اور کھیت وغیرہ بھی اتنا نہیں ہے جس میں سے کچھ فروخت کرکے اس فریضہ کو ادا کرسکیں، اور نہ ہی کوئی پیشہ یا تجارت ہے، اب کوئی ذریعہ یا صورت نہیں ہے اور نہ ہی آئندہ کوئی ایسی امید ہے، جس سے میرے والد فریضہ حج کو ادا کرسکیں، تو کیا کوئی ایسی صورت شریعت میں موجود ہے کہ حج کیے بغیر ہی مسئلہ حل ہو جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موجودہ دور میں ڈھائی لاکھ کے اندر اطمینان اور فراغت کے ساتھ حج کیا جاسکتا ہے، بریں بنا مسئولہ صورت میں اگر آپ کے والد صاحب کے پاس حج کرنے کے بقدر رقم اتنی مدت تک رہی کہ اگر وہ حج کرنا چاہتے تو کرلیتے، تو ان پر حج فرض ہو چکا ہے، اور بعد میں مقروض ہوجانے اور مذکورہ رقم کے خرچ ہو جانے کے باوجود ان سے حج کی فرضیت ساقط نہ ہوگی؛ بلکہ جس طرح بھی ہو سکے زندگی میں حج کرنے کی کوشش کریں، اور اگر حج کرنے کا مرتے وقت تک انتظام نہ ہو، تو وصیت کرکے جائیں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار مسلسل کرتے رہیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ

Marfat.com

سَبِيلًا﴾ [آل عمران: ۹۷]

عن طارق قال: سمعت ابن أبي أوفى رضي الله عنه يسأل عن الرجل يستقرض ويحج، قال: يسترزق الله ولا يستقرض، قال: وكنا نقول: لا يستقرض إلا أن يكون له وفاء. (السنن الكبرى للبيهقي ٥٤٤/٤ رقم: ٨٦٥٤ دار الكتب العلمية بيروت)

من جاءه وقت خروج أهل بلده، أو أشهر الحج وقد استكمل سائر شرائط الوجوب والأداء وجب عليه الحج من عامه، ووجب أداؤه بنفسه، فيلزمه التأهب والخروج معهم فلو لم يحج حتى مات فعليه الإيصاء به، وكذلك لو لم يحج حتى افتقر تقرر وجوبه دينا في ذمته ولا يسقط عنه بالفقر.

(غنية الناسك ١٤ قديم، ٣٣ إدارة القرآن كراچی)

ووسعه أن يستقرض ويحج الخ، أما إن علم أنه ليس له جهة القضاء أصلاً فالأفضل عدم الاستقراض؛ لأن تحمل حقوق الله تعالىٰ أخف من ثقل حقوق العباد. (غنية الناسك ٣٣، ومثله في الدر المختار مع الشامي ٤٥٥/٣ زكريا، خانية على الفتاوىٰ الهندية ٢٨٤/١، البحر العميق ٣٨٦/٩، طحطاوي على المرقي ٣٩٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلے قرض ادا کرے یا حج کرے؟

سوال (۳۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کے اوپر قرض ہے اور وہ حج کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس کا حج ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر ادا ہوگا تو حج اسلام ادا ہوگا، یا پھر پہلے اس کو قرض ادا کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مناسب یہ ہے کہ پہلے قرض ادا کرے پھر حج کو جائے؛

Marfat.com

لیکن اگر قرض کی ادائیگی سے پہلے ہی حج کرلے تو اس کا حج اسلام ادا ہوجائے گا، بعد میں حج کرنا لازم نہیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مطل الغني ظلم. (صحيح البخاري، كتاب الاستقراض وأداء الديون / باب مطل الغني ظلم رقم: ۲٤۰۰، فتح الباري ٦/ ۷۸ بيروت)

وإن كان في ماله وفاء بالدين يقضي الدين ولا يحج، ويكره الخروج إلى الغزو والحج لمن عليه الدين. (قاضي خان ۱/ ۲۸۳، الفتاوى الهندية ۱/ ۲۲۱)

كذا الغريم لمديون لا مال له يقضي به ...... وعن قضاء ديونه حالةً أو مؤجلةً. (غنية الناسك ۲۰ إدارة القرآن كراچی، كذا في الشامي ۳/ ٤٥٤ زكريا)

الحنفية قالوا: الاستطاعة هي القدرة على الزاد والراحلة بشرط أن يكونا زائدين عن حاجاته الأصلية كالدين الذي عليه. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ۳٥۱، كذا في الدر المختار ۳/ ٤٦۰ - ٤٦۱ زكريا)

ولو حج الفقير ثم استغنى لم يحج ثانيا؛ لأن شرط الوجوب التمكن من الوصول إلى موضع الأداء. (مجمع الأنهر ۱/ ۳۸٤ مكتبه فقيه الأمت، فتاوى رحيميه ٥/ ۲۲٤- ۲۲٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۵/۶/۴ھ

جس پر حج فرض نہ ہو اس کا قرض لے کر حج کرنا؟

سوال (۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک غریب کسان ہوں، میں اپنے رشتہ دار سے قرض لے کر حج بیت اللہ کرنا چاہتا ہوں، میں اپنے رشتہ داروں کا قرض انشاء اللہ دس سال کے عرصہ میں واپس ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ تو

Marfat.com

معلوم یہ کرنا ہے کہ میرا حج قابلِ قبول ہے یا نہیں؟ اگر قبولیت کی کوئی شکل ہو، تو میں آئندہ سال حج کا فارم بھروں، اور اگر نہیں تو میں اپنا ارادہ ملتوی کروں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آپ پر حج واجب نہیں ہے تو قرض کا بوجھ اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ تاہم اگر قرض لے کر حج کو گئے تو حج ہو جائے گا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ [ال عمران: ۹۷]

عن طارق قال: سمعت ابن أبي أوفى رضي اللّٰه عنه يسأل عن الرجل يستقرض ويحج، قال: يسترزق اللّٰه ولا يستقرض، قال: وكنا نقول: لا يستقرض إلا أن يكون له وفاء. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٤/٥٤٤ رقم: ٨٦٥٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن محمد بن المنكدر أنه كان يستقرض ويحج، فقيل له: تستقرض وتحج؟ فقال: إن الحج أقضى للدين. (المصنف لابن أبي شيبة ٨/٧٩٦ رقم: ١٦١١٤ المجلس لعلمي)

ووسعه أن يستقرض ويحج الخ، أما إن علم أنه ليس له جهة القضاء أصلاً فالأفضل عدم الاستقراض؛ لأن تحمل حقوق اللّٰه تعالىٰ أخف من ثقل حقوق العباد. (غنية الناسك ٣٣، ومثله في الدر المختار مع الشامي ٣/٤٥٥ زكريا، خانية على الهندية ١/٢٨٤، البحر العميق ١/٣٨٦، طحطاوي على المراقي ٣٩٧) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۲/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دکان بیچ کر حج کرنا؟

سوال (۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس پانچ دوکانیں اور رہنے کے لئے ایک مکان ہے، چار دوکانیں کرایہ پر ہیں، زید

Marfat.com

خود بھی دوکان کرتا ہے، اتنا پیسہ نہیں ہے کہ حج کر سکے، کیا اس کے ذمہ دوکان بیچ کر حج کرنا فرض ہے؟ جب کہ صورتِ حال یہ ہے کہ اگر دوکانوں کا کرایہ نہ آئے تب بھی گذر بسر ہو سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو ضرورت سے زائد دوکانیں ہیں، اگر ان کی قیمت اتنی ہے کہ وہ مصارفِ سفرِ حج میں کافی ہو جائے، تو مسئولہ صورت میں زید پر زائد دوکانیں فروخت کر کے حج کو جانا لازم ہے۔

بخلاف الفاضل عنه من مسكن أو عبد أو متاع أو كتب شرعية أو أنية......، تثبت بها الاستطاعة. (شامي ٤٦٠/٣ زكريا)

وإن كان له من الضياع مالو باع مقدار ما يكفي الزاد والراحلة يبقى بعد رجوعه من ضيعته قدر ما يعيش بفلته الباقي افترض عليه الحج، وإلا لا. (غنية الناسك ٢٠، شامي ٤٩١/٣ زكريا، البحر العميق ٣٨١/١، الفتاوى التاتارخانية ٤٧٣/٣ زكريا، انوار مناسك ١٦٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۴/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلے شادی کرے یا حج؟

سوال (۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے پاس اپنے بچوں کی شادی کے لئے پیسہ رکھا ہوا تھا، اور شادی کی تاریخ بھی قریب ہی تھی، اسی دوران حج کا وقت آ گیا، تو یہ شخص پہلے حج کرے یا اپنے بچوں کی شادی کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر شادی کی ضرورت ہے اور حج کا وقت آ جائے تو اولاً حج کرے، اور اگر حج کے وقت میں دیر ہو تو شادی کرنے کو ترجیح ہوگی۔ یہی حکم اپنے بچوں کی شادی

Marfat.com

وغیرہ کا ہے کہ بچوں کی شادی کی وجہ سے حج کو مؤخر نہ کیا جائے۔

له ألف وخاف العزوبة إن كان قبل خروج أهل بلده فله التزوج ولو وقفه لزمه الحج. (غنية الناسك ٢٠، شامي ٤٩١/٣ زكريا، البحر العميق ٣٨١/١، الفتاوى التاتارخانية ٤٧٣/٣، الفتاوى الهندية ٢١٧/١، فتح القدير ٤١٣/٢ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۶/۳/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی کی شادی کی وجہ سے حج فرض ہوجانے کے بعد مؤخر کرنا؟

سوال (۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جو کہ ہندوستان کا رہنے والا ہے اس کے پاس اتنے پیسے تھے کہ وہ حج کو جاسکے؛ لیکن اس کی ایک بیٹی بھی تھی جس کی عمر شادی کی ہوچکی تھی، پیسے اس کے پاس اتنے ہی تھے کہ وہ یا تو حج کو جاسکتا تھا، یا بیٹی کی شادی کرسکتا تھا، گھر والوں کا اصرار تھا کہ بیٹی کی شادی کرو؛ لیکن اس شخص نے حج پر جانا مقدم سمجھا اور حج پر چلا گیا، اس طرح اس نے حج کا فریضہ تو ادا کرلیا؛ لیکن اس فریضہ کی ادائیگی میں سارے پیسے ختم ہوگئے۔

اب صورت یہ ہے کہ پیسے نہ ہونے کی وجہ سے بیٹی کی شادی میں تاخیر ہونے کا امکان ہے، دوبارہ اتنا پیسہ اکٹھا کرنے میں اتنا وقت لگ سکتا ہے کہ بیٹی کی شادی کی عمر ہی خدانخواستہ نکل جائے، اگر عمر نہ نکلے تو بھی جس بیٹی کی شادی ابھی ہوجانی چاہئے تھی، اس بیٹی کی شادی میں امکانی تاخیر کا خیال ہی گھر والوں کے لئے ایک تکلیف دہ امر ہے، خیال پیدا ہوتا ہے کہ بیٹی کی شادی کے اسباب (پیسے) کو فریضہ حج کی ادائیگی میں خرچ کرنے کے اس عمل کو کیا سمجھا جائے، اللہ رب کائنات ہے اور ہر چیز پر قادر ہے، وہ کسی کام کے لئے کسی سبب کا محتاج نہیں، بغیر کسی سبب کے بھی وہ سب کچھ کرسکتا ہے، بغیر کسی سبب کے قادر ہوتے ہوئے بھی وہ کچھ نہیں کرتا، جب اللہ قادر ہوتے ہوئے بھی اسباب کا سہارا لیتا ہے، تو ہم محتاج ہوکر اسباب پیدا کرنے کی کوشش کریں، تو اس میں شرم کی کوئی بات نہیں اور نہ ہی کوئی

Marfat.com

برائی ہے، ہاں بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھنا چاہئے اسباب پر نہیں، تاریخ گواہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب بھی پیدا کئے اور کامیابی کے لئے دعائیں بھی مانگیں، جنگیں بھی لڑیں اور صلح بھی کیں، بدر کے میدان میں جب تین سو تیرہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک ہزار کافروں کا لشکر سامان حرب سے لیس کھڑا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں فتح ونصرت کی دعائیں بھی مانگی تھیں، اور میسر اسباب (مؤمنین) کے ساتھ کفار کا مقابلہ بھی کیا تھا، یہ اللہ کا اپنے بندوں پر احسان اور کرم ہے کہ وہ بندوں کے پیدا کئے ہوئے کسی سبب کے بغیر بھی انہیں کامیابی عطا کرسکتا ہے، ابرہہ نے جب اپنے ہاتھی والے لشکر کے ساتھ خانہ کعبہ کو ڈھانے کے ارادہ سے مکہ پر حملہ کیا تھا تو عبد المطلب کے پاس کوئی فوج نہیں تھی، وہ کسی طرح ابرہہ کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے، عبدالمطلب اس وقت خانہ کعبہ کے متولی تھے، انہوں نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر اللہ سے دعاء مانگی اور کہا کہ اے اللہ اپنے گھر کو تو ہی بچا سکتا ہے اللہ نے مدد بھیجی، آسمان سے ابابیلوں کو غول نمودار ہوا جس نے ابرہہ کے لشکر پر کنکریوں سے حملہ کردیا، ابابیلیں اپنی چونچ سے چھوٹی چھوٹی کنکریاں گراتی تھیں، وہ کنکریاں ایسی تھیں کہ ہاتھی پر بھی گرجاتیں تو ہاتھی وہیں ڈھیر ہوجاتا تھا، اس طرح اللہ نے ابرہہ کے لشکر کو تباہ کیا اور اپنے گھر کی حفاظت کی اللہ چاہتا تو ابرہہ کے لشکر کو بغیر کسی سبب کے بھی تباہ کرسکتا تھا، اور وہ لشکر جہاں کھڑا تھا وہیں بغیر کسی ظاہری سبب کے ریت میں مل سکتا تھا، لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا؛ بلکہ اس نے اس لشکر کو تباہ کرنے کے لئے سبب (ابابیلیں) پیدا کیا، اللہ مسبب الاسباب ہے وہ چاہے تو ہماری کسی کوشش کے بغیر بھی ہماری ضرورتیں پوری کرنے کے اسباب پیدا کرسکتا ہے؛ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اپنی کوششیں ترک کردیں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں، ہمارا دین ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتا۔

سوال:- بے شک اللہ چاہے تو غیب سے ایسے اسباب پیدا فرماسکتا ہے کہ اس بیٹی کی شادی آناً فاناً ہوجائے؛ لیکن یہ بہتر ہوتا کہ وہ شخص پہلے بیٹی کی شادی کرتا اس کے بعد جب استطاعت ہوتی تو حج پر جاتا، اس معاملہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے مفصل جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص پر حج فرض ہوجائے تو اس پر جلد از جلد اس فریضہ کی ادائیگی لازم ہے، لڑکی کی شادی یا اس جیسے عذر کی وجہ سے حج کو مؤخر کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور آپ نے سوال میں جن موہوم خیالات کی ترجمانی کی ہے، ان کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے، شریعت کی نظر میں حج وعمرہ کا سفر فقر کا سبب نہیں؛ بلکہ مال داری میں اضافہ کا سبب ہے؛ چنانچہ ایک حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ کثرت سے حج وعمرہ کرنے سے غنا نصیب ہوتا ہے، اور تجربہ اس کا شاہد ہے؛ اس لئے یہ سمجھنا کہ حج کرنے سے آدمی ایسا فقیر ہوجائے گا کہ بعد میں بچی کی شادی کرنے کے لائق نہ رہے گا محض جہالت کی بات ہے، ایسے خیالات سے اجتناب کی ضرورت ہے۔ (انوار مناسک ۱۶۸)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: **تابعوا بین الحج والعمرة، فإنهما ینفیان الفقر والخطایا كما ینفي الكیر خبث الحدید.** (المعجم الكبیر للطبراني ١١/١٤٦، سنن الترمذي ١/١٦٧، جامع الأحادیث رقم: ١١١٤٢)

ونقل العلي المتقي الهندي عن مسند الفردوس عن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه: **الحج قبل التزویج.** (كنز العمال، الحج والعمرة / الفصل الثالث في آداب الحج ومحظوراته ٥/١٠ رقم: ١١٨٧٦ دار الكتب العلمیة بیروت)

وفي الینابیع: إن كان له مقدار ما یحج به وعزم علی التزوج، ذكر ابن شجاع عن أبي حنیفة أنه یحج ولا یتزوج. (الفتاویٰ التاتارخانیة ٣/٤٧٣ رقم: ٤٨٨٢ زكریا)

سئل أبوحنیفة عمن له مال: أیحج به أم یتزوج؟ قال: یحج به. (البحر العمیق / الباب الثالث في مناسك الحج ١/٣٨١ المكتبة المكیة مكة المكرمة)

قال الشامي بحثا: أما لو خافه فالتزوج واجب لا فرض، فیقدم الحج الفرض علیه. (شامي ٣/٤٦١ زكریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۹/۵/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حج کرے یا بیوی کا مہر ادا کرے؟

سوال (۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ابھی اپنی بیوی کا مہر ادا نہیں کیا اور وہ حج کا ارادہ رکھتا ہے؛ لیکن کیفیت یہ ہے کہ اگر وہ بیوی کا مہر ادا کرتا ہے تو حج کو نہیں جا پائے گا، ایسا شخص پہلے مہر ادا کرے یا حج کو جائے یا بیوی سے مہر معاف کرائے؟ اور کیا بیوی کا مہر معاف کرنا یا کرانا درست ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسے شخص کو چاہئے کہ بیوی سے کچھ دنوں کی مہلت لے لے اور حج کرنے کے بعد آکر اس کے مہر کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔ اور مہر معاف کرانے کا مطالبہ کرنا یہ کسی حال میں شوہر کے شایانِ شان نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۸/۲۸۰، امداد الاحکام ۳/۱۵۶)

إذا اجتمعت الحدود وفيها حق العبد يبدأ بحق العبد. (شامي ٣/٦٢ ٤ زكريا)

ثم المراد من الاستطاعة يملك الزاد والراحلة أن يكون عنده مال فاضل عن حوائجه الأصلية ...... وفي السراجية: وقضاء ديونه. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣/٤٧١ زكريا)

الحنفية قالوا: الاستطاعة هي القدرة على الزاد والراحلة بشرط أن يكونا زائدين عن حاجاته الأصلية كالدين الذي عليه. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ٣٥١، كذا في الدر المختار ٣/٤٦٠ زكريا)

وعن قضاء ديونه حالة أو مؤجلة، والمراد ديون عباد ...... وأصدقة نسائه ولو مؤجلة هذا هو حد الغنى للحج في ظاهر الرواية. (غنية الناسك ٢٠ إدارة القرآن كراچی)

ويكره الخروج إلى الغزو والحج لمن عليه الدين. (فتاویٰ قاضي خان ١/٣١٣، كذا في الفتاویٰ الهندية ١/٢٢١)

وأما تفسير الزاد والراحلة فهو إن ملك من المال مقدار ما يبلغه إلى مكة ذاهباً وجائياً راكبًا لا ماشياً بنفقة وسط لا إسراف فيها ولا تقتير، فاضلاً عن

Marfat.com

مسکنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثیابه وأثاثه ونفقة عیاله وخدمه وکسوتهم وقضاء دیونه. (بدائع الصنائع ۲/ ۲۹۷، کذا في الفتاوی الهندیة ۱/ ۲۱۷ کوئٹہ، الدر المختار مع الرد المحتار، کتاب الحج / مطلب: في قولهم یقدم حق العبد علی حق الشرع ۲/ ٤٦۲ کراچی، ۳/ ٤٦۱- ٤٦۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/ ۴/ ۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو بیویوں میں سے ایک بیوی کا نفقہ دیئے بغیر حج کو جانا کیسا ہے؟

سوال (۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے شادی کی، شادی کے ایک سال کے بعد زید کی بیوی کے بچہ پیدا ہوا، اسی دوران زید نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال دیا، زید کی بیوی اپنی ماں کے گھر چلی آئی، آج پانچ سال ہوگئے ہیں کہ زید کی بیوی اپنی ماں کے گھر چلی آئی، زید نے اپنی بیوی کو ابھی تک کسی قسم کا خرچ وغیرہ نہیں دیا، اور نہ ہی اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی، یہاں تک کہ بیوی کو صورت تک نہیں دکھائی، صرف اپنے بچہ کے لئے ماہ وار پانچ سو روپیہ دیتا تھا، اب آٹھ ماہ سے وہ بھی دینا بند کردیا ہے، یہاں تک کہ عید پر کپڑے وغیرہ بھی نہیں دئے، زید کی یہ دوسری شادی ہے، اب زید اپنی پہلی والی بیوی کے ہمراہ حج کرنے کے لئے جارہا ہے، جب کہ زید کی دوسری بیوی پریشانیوں میں مبتلا ہے، اب اسے ایک منٹ کے لئے سکون نہیں ہے، کیا زید کے لئے دونوں بیویوں کے حقوق برابر ہیں، کیا ایسی صورت میں حج بیت اللہ کے لئے جاسکتا ہے، جب کہ ابھی زید نے اپنی بیوی سے کوئی فیصلہ نہیں کیا؟ کیا بیوی کی اجازت کے بغیر وہ حج کو جاسکتا ہے؟ زید اپنی بیوی کا خرچ مار کر حج کے لئے جارہا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر واقعی زید کی بیوی مظلومہ ہے اور بغیر کسی معقول وجہ کے اسے نفقہ سے محروم کیا گیا ہے، تو زید کا یہ عمل ظلم ہے اور وہ سخت گنہگار ہے،

Marfat.com

اسے اپنی اس بیوی کے حقوق بھی ادا کرنے چاہئیں، احادیثِ طیبہ میں دو بیویوں کے درمیان برابری اور انصاف کرنے کی سخت تاکید وارد ہوئی ہے۔

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (سنن الترمذي رقم: ۱۱٤۰، سنن أبي داؤد رقم: ۲۱۳٤، مشكوٰة المصابيح ۲/۲۷۹ رقم: ۳۲۳٦، مرقاة المفاتيح ٦/۳٥۲ بيروت)

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود حج کو جاتے وقت زید کا اس بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں ہے، اس کا حج بلاشبہ صحیح ہوجائے گا۔ ہاں اگر دوسری بیوی سے اجازت لے کر اسے خوش کردے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أراد سفراً أقرع بين نسائه، فأيهن خرج سهمها خرج بها معه. (صحيح البخاري رقم: ۲٦۸۸، صحيح مسلم رقم: ۲۷۷۰، مرقاة المفاتيح ٦/۳٤۹ رقم: ۳۲۳۲ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا قسم في السفر دفعاً للحرج فله السفر بمن شاء منهن، والقرعة أحب تطبيباً بقلوبهن. (درمختار ۳/۲۰٦ كراچی، ٤/۳۸٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۰/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکان بنانے کی شدید ضرورت کے باوجود نفلی حج کرنا

سوال (۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احقر کے پانچ بیٹے ہیں اور پانچوں علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں، جب ان کو علیحدہ کیا گیا تھا، تو زمین مکان جو میرے پاس تھا، تقسیم کردیا گیا تھا، احقر اور اہلیہ چھوٹے بیٹے کے ساتھ رہتے ہیں، وہ ناکارہ ہے، سارا بوجھ خرچ کا احقر پر ہے، مکان خستہ ہے۔ اب سے پہلے اس میں تقریباً پینتیس ہزار روپے خرچ کئے، مگر کوئی سہولت نہیں بن سکی ہے، اسی مکان میں اہلیہ تقریباً پچاس بچیوں کو دینی

Marfat.com

تعلیم دیتی ہے، اب مکان کی صورتِ حال یہ ہے کہ برسات میں پانی اندر داخل ہوگیا، جس کے باہر نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے، اگر بھراؤ کرا کر اونچا کرتا ہوں تو تمام دروازے اٹھانے ہوں گے، اس طرح بہت خرچ ہوگا، اس کے بعد دو صورتیں پیش آئیں گی۔

(۱) ہمارے مرنے کے بعد دوسرے بیٹے مکان میں اپنا حصہ بنا کر چھوٹے لڑکے سے جھگڑا کریں گے۔

(۲) ہمارا ارادہ دوسری بار والدین کی طرف سے حج کرنے کا تھا وہ نہیں ہوسکے گا، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جب بیٹوں کو اپنی حیات میں علیحدہ کر کے ان کے حصص دیے گئے، تو کیا مرنے کے بعد وہ چھوٹے بیٹے سے کچھ لینے کا حق رکھتے ہیں، دوسرے فرض حج ادا کرنے کے بعد مذکورہ بالا صورت میں والدین کی طرف سے حج کرنا بہتر ہے، یا مکان کو سدھارنا ضروری ہے؟ جس میں ہر طرح کی تکلیف ہے، برسات اور گرمی میں سخت پریشانی کا سامنا کرنا ہوتا ہے، از روئے شرع صحیح عمل کیا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آپ نے جائیداد تقسیم کر کے اپنے لڑکوں کو علیحدہ کر کے دے دیا ہے، تو وہ اس کے مالک ہوگئے، آپ کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اپنے چھوٹے بیٹے کو بھی اسی کے برابر حصہ ہبہ کر کے اس کے نام رجسٹرڈ کرادیں؛ تاکہ آئندہ کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہ، اور جب کہ آپ کو مکان بنانے کی ضرورت ہے، نہ بنانے کی صورت میں مشقتوں کا سامنا ہوسکتا ہے، تو اس صورت میں نفلی حج کے بجائے مکان کی ضروری تعمیر کا مشورہ مناسب ہے۔

فرض مرة على الفور على مسلم حر مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة فضلاً عما لا بد منه. (التنوير مع الدر المختار ۲/۰۵۵-۴۶۱ کراچی، ۳/۴۵۰-۴۶۲ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۱/۲۱۹ کوئٹه، هدایة / کتاب الحج ۱/۲۳۱، کنزالدقائق / کتاب الحج ۱/۷۳، البحر الرائق ۲/۳۱۱ کوئٹه، بدائع الصنائع ۲/۳۰۱ زکریا)

Marfat.com

وأما تفسير الزاد والراحلة فهو إن ملك من المال مقدار ما يبلغه إلى مكة ذاهباً وجائياً راكبًا لا ماشياً بنفقة وسط لا إسراف فيها ولا تقتير، فاضلاً عن مسكنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثيابه وأثاثه ونفقة عياله وخدمه وكسوتهم وقضاء ديونه.

(بدائع الصنائع ۲/۲۹۷، كذا في الفتاوى الهندية ۱/۲۱۷ كوئٹه، الدر المختار مع الرد المختار، كتاب الحج / مطلب: في قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع ۲/۴۶۲ كراچی، ۳/۴۶۱ - ۴۶۲ زكريا)

فاضلاً عن حوائجه الأصلية ...... كمسكنه ...... وعن نفقة عياله ممن تلزمه نفقته وهي الطعام والكسوة والسكنىٰ. (غنية الناسك ۱۹ إدارة القرآن كراچی)

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (درمختار مع الشامي ۸/۴۹۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوبارہ حج کرنا ضروری ہے یا اپنے بچوں کی جائز ضروریات پورا کرنا

سوال (۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی آدمی اپنے گناہ معاف کرانے کی غرض سے دوبارہ حج پر جانا چاہتا ہے، جب کہ اس کے بچوں کی دیگر جائز ضروریات بھی اس پر فرض ہیں، تو یہاں اس کا دوبارہ حج پر جانا ضروری ہے یا اپنے بچوں کی ضرورت کو پورا کرنا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر اس کے پاس اتنا انتظام ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل وعیال بسہولت کھانے پینے اور رہنے کی ضروریات پوری کرسکیں، تو اسے حج کو جانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر صورتِ حال ایسی ہے کہ اس کے جانے کی وجہ سے بچے بھوکے رہیں گے، اور ان کی لازمی ضروریات پوری نہ ہوسکیں گی، تو ایسے شخص کے لئے حج کو جانے کی اجازت نہیں ہے؛ بلکہ اپنے بچوں کی کفالت کا نظم لازم ہے۔

Marfat.com

فرض مرة على الفور على مسلم حر مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة فضلاً عما لا بد منه. (التنوير مع الدر المختار ٢/٥٥-٤٦١ كراچی، ٣/٤٥٠-٤٦٢ زكريا، الفتاوى الهندية ١/٢١٩ كوئٹه، هداية / كتاب الحج ١/٢٣١، كنز الدقائق / كتاب الحج ١/٧٣، البحر الرائق ٢/٣١١ كوئٹه، بدائع الصنائع ٢/٣٠١ زكريا)

فاضلاً عن حوائجه الأصلية ...... كمسكنه ...... وعن نفقة عياله ممن تلزمه نفقته وهي الطعام والكسوة والسكنىٰ. (غنية الناسك ١٩ إدارة القرآن كراچی)

وفضلاً عن نفقة عياله ممن تلزمه نفقته تتقدم حق العبد إلى حين عوده الخ. (درمختار ٣/٤٦٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۰/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کی جائیداد سے ملے ہوئے حصہ کو فروخت کر کے حج کرنا

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والدین نے اپنی حیات (زندگی) میں میرا حصہ میرے نام کر دیا تھا، اور بھائیوں میں برابر کا عدالتی تقسیم بھی ہو چکا ہے، اور میں نے حج کا ارادہ بھی کر لیا ہے، کیا میں اس زمین کو فروخت کر کے حج کر سکتا ہوں؟ اور مکان زمین خرید سکتا ہوں یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل جواب عنایت کریں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو حصہ آپ کی ملکیت اور قبضہ میں ہے اس کو آپ اپنی مرضی سے فروخت کر سکتے ہیں، اور اس کی قیمت اپنی ضروریات میں حسبِ منشا خرچ کرنے کے مجاز ہیں، کسی دوسرے کو اس میں دخل دینے کی اجازت نہیں ہے، اور اگر اس کی قیمت سے آپ حج کرنا چاہیں تو حج کرنا بھی جائز ہے۔

Marfat.com

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملک. (بيضاوي شريف ۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۳۰/۱/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرام کمائی سے حج مقبول نہیں

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص تقریباً دس سال سے حرام مال کمار ہا ہے اور اِسی دوران اُس نے حج اور بہت سارے اَعمالِ خیر بھی کیے، تو آیا ایسے شخص کا حج قبول ہوا یا نہیں؟ نیز اب وہ شخص حلال روزی کمانا چاہتا ہے، تو کیا اسی حرام مال کے ذریعہ وہ حلال روزی کی خاطر کاروبار کرسکتا ہے، اور توبہ کے ذریعہ اس کی معافی ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حرام مال سے کیا گیا حج مقبول نہیں ہے؛ تاہم اس کے ذمہ سے فریضہ ادا ہو چکا، اب اسے چاہئے کہ حرام کمائی سے توبہ کرے اور نئے کاروبار میں صریح حرام کمائی نہ لگائے؛ بلکہ قرض لے کر کاروبار کرے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۵۱۸)

وروي عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا خرج الحاج حاجاً بنفقةٍ طيبةٍ ووضع رجله في الغرز فنادى: لبيک اللّٰهم لبيک. ناداه مناد من السماء: لبيک وسعديک، زادک حلال، وراحلتک حلال، وحجک مبرور غير مأزور، وإذا خرج بالنفقة الخبيثة فوضع رجله في الغرز، فنادى: لبيک. ناداه مناد من السماء لا لبيک ولا سعديک زادک حرام، ونفقتک حرام، وحجک مأزور غير مبرور. (رواه الطبراني في الأوسط، الترغيب والترهيب مكمل ٤٦٢ رقم: ١٧٤٨)

Marfat.com

فإن الحج في نفسه مأمور به، وإنما يحرم من حيث الإنفاق، وكأنه أطلق عليه الحرمة؛ لأن للمال دخلا فيه، فإن الحج عبادة مركبة من عمل البدن والمال كما قدمناه، ولذا قال في البحر: ويجتهد في تحصيل نفقة حلال، فإنه لايقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث، مع أنه يسقط الفرض عنه معها، ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول، ولا يعاقب عقاب تارك الحج. (شامي ۴۵۳/۳ زكريا، مجمع الأنهر ۲۶۱/۱، الفتاوىٰ الهندية ۲۲۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرام مال سے سفر حج

سوال (۴۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص کے پاس اتنا پیسہ حرام کا ہو جس کی وجہ سے اس پر حج فرض ہوتا ہو، تو کیا وہ شخص اس حرام مال سے حج کرے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حرام مال سے حج کرنا جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر کرلے گا تو فریضہ ساقط ہوجائے گا اور حج میں حرام مال خرچ کرنے کا گناہ بھی ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴۷۹/۱۵، امداد الفتاویٰ ۵۱۸/۲)

ويجتهد في تحصيل نفقة حلال، فإنه لايقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث، مع أنه يسقط الفرض عنه معها، ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول، ولا يعاقب عقاب تارك الحج. (شامي ۴۵۳/۳ زكريا)

فلا تجب بإباحة ولا بمال حرام؛ لكن لو حج به جاز؛ لأن المعاصي لاتمنع الطاعات، فإذا أتى بها لا يقال: إنها غير مقبولة، كما في مكروهات صلاة

Marfat.com

الخزانة، ذكره القهستاني. (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر ۲٦۱/۱ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۶/۳/۲۲ھ

سودی آمیزش والی رقم سے حج کرنا؟

سوال (۴۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے پاس اتنی رقم ہے کہ ہم دونوں میاں بیوی حج بیت اللہ کو جاسکیں؛ لیکن اس میں تقریباً دس ہزار روپیہ بینک کے سود بھی ہیں، تو میں ان دس ہزار روپیوں کو اپنی ضرورت میں لگا سکتا ہوں یا نہیں؟ اور ان روپیوں کو اپنے فریضۂ حج میں استعمال کرسکتا ہوں یا نہیں؟ میرے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے کہ میں دوسرے سے لے کر حج کو جاسکوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سودی رقم سفرِ حج کے صرفہ میں یا اپنی ضروریات میں استعمال کرنی ہرگز جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ رقم غریبوں کو بلانیتِ ثواب تقسیم کرنی لازم ہے، اگر آپ کو سفرِ حج کے لئے رقم کی ضرورت ہو، تو کسی سے قرضِ حسن لے لیں۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أيها الناس! إن اللّٰه طيب لا يقبل إلا طيبًا – الحديث بطوله – وفيه: ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يديه إلى السماء يا رب! يا رب! ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذي بالحرام، فأنى يستجاب لذلك.

(صحيح مسلم ۳۲٦/۱ رقم: ۱۰۱۵، سنن الترمذي ۱۲۸/۲ رقم: ۲۹۸۹، مسند أحمد رقم: ۸۳٤۸، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۸/۲ رقم: ۱۱۱۸، المصنف لعبد الرزاق ۱۹/۵ رقم: ۸۸۳۹)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي ۵۵۳/۹ زكريا)

Marfat.com

ولا بمال حرام، ولو حج به سقط عنه الفرض لكنه لا تقبل حجته، كما ورد في الحديث، ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله، فلا يثاب لعدم القبول، ولا يعاقب عقاب تارك الحج، كما إذا صلى في أرض غصب ...... والحيلة لمن ليس معه إلا مال حرام أو فيه شبهة أن يستدين للحج من مال حلال ليس فيه شبهة ويحج به، ثم يقضي دينه من ماله، ذكر قاضي خان. (غنية الناسك ۲۱-۲۲ إدارة القرآن كراچی، شامي ۴۵۳/۳ زكريا، مجمع الأنهر ۲۶۱/۱)

إذا أراد الرجل أن يحج بمال حلال فيه شبهة فإنه يستدين للحج و يقضي دينه من ماله، كذا في فتاوىٰ قاضي خان في المقطعات. (الفتاوىٰ الهندية ۲۲۰/۱ دار إحياء التراث العربي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲؍۷؍۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک سے ملی ہوئی سودی رقم سے حج کو جانا جائز نہیں

سوال (۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کو بینک میں جمع کردہ روپے سے زائد روپے بھی دیے گئے اور وہ اس زائد روپیہ کو لے کر حج کرنا چاہتا ہے، تو کیا وہ اس زائد روپے سے حج کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر جواز کی صورت ہے تو کیوں اور اگر عدم جواز کی صورت ہے، تو کیسے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج حلال مال سے کرنا چاہئے، حرام مال سے کیا گیا حج مقبول نہیں ہوتا؛ لہٰذا بینک سے ملے ہوئے سود کے روپئے سے ہرگز حج نہ کیا جائے، حدیث میں ہے کہ جو شخص حرام مال سے حج کو جاتا ہے اور سواری پر سوار ہوکر لبیک کہتا ہے، تو آسمان سے فرشتہ اسے جواب دیتا ہے کہ ''لا لبیک لا سعدیک'' (یعنی تیری لبیک غیر مقبول ہے) تیرا توشہ حرام ہے،

Marfat.com

تیرا خرچہ حرام ہے، تیرا حج معصیت ہے، مبرور نہیں ہے۔

وروي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خرج الحاج حاجاً بنفقةٍ طيبةٍ ووضع رجله في الغرز فنادى: لبيك اللّٰهم لبيك. ناداه منادٍ من السماء: لبيك وسعديك، زادك حلال، وراحلتك حلال، وحجك مبرور غير مأزور، وإذا خرج بالنفقة الخبيثة فوضع رجله في الغرز، فنادى: لبيك. ناداه منادٍ من السماء لا لبيك ولا سعديك زادك حرام، ونفقتك حرام، وحجك مأزور غير مبرور. (رواه الطبراني في الأوسط، الترغيب والترهيب مكمل ٢٦٤ رقم: ١٧٤٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۱۱/۹ھ

سودی قرض سے کئے گئے کاروبار کی آمدنی سے حج کرنا؟

سوال (۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بینک سے قرض بصورت لون لیتا ہے اور کاروبار بھی کرتا ہے، اسی روپیہ سے زید صاحبِ نصاب ہوگیا اور اس پر حج فرض ہوگیا، تو زید کو اس بینک والے روپیہ سے جو آمدنی ہوئی ہے، اس سے حج کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ قرض لینا کسی شکل میں جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ اس قرض کی ادائیگی اگر کریں تو زائد رقم بینک کو دینی پڑتی ہے جو سود کی شکل ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بینک کو سود دینا جائز نہیں ہے اور چوں کہ بینک سے لئے ہوئے قرض میں سود دینا لازمی ہوتا ہے، اس لئے بلا شدید ضرورت کے بینک سے قرض لینا بھی ممنوع ہے؛ لیکن جو روپیہ بینک سے لیا ہے اس سے کئے گئے کاروبار کی آمدنی حلال ہوتی ہے؛ اس لئے کہ اس میں سود کی رقم کی ملاوٹ نہیں ہے، سودی رقم تو وہ ہے جو بینک کو دی جائے گی؛ لہٰذا

Marfat.com

صورتِ مسئولہ میں ایسی آمدنی سے حج کرنا درست ہوگا۔

عن علي رضي الله عنه مرفوعًا كل قرض جر منفعةً فهو ربا . (إعلاء السنن ٥٦٦/١٤ رقم: ٤٨٥٨، وكذا في المصنف لعبد الرزاق ١٤٦/٨ رقم: ١٤٦٦٢)

عن مالك أنه بلغه أن رجلاً أتى عبد الله بن عمر، فقال يا أبا عبد الرحمن! إني أسلمت رجلاً سلفاً واشترطت عليه أفضل مما أسلفته، فقال عبد الله بن عمر: فذلك الربا......الخ . (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٢٧٧/٨ رقم: ١١٠٩٦)

كذا تستفاد من العبارة الآتية: القرض لا يتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا يبطله ......، وفي الخلاصة: القرض بالشرط حرام والشرط لغو. (درمختار، كتاب البيوع / باب المرابحة والتولية ١٦٥/٥-١٦٦ كراچی، ٣٩٤/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۱/۱۲/۱۴۱۳ھ

مخلوط کمائی کی رقم سے حج کرنا؟

سوال (۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس رقم کو جو مخلوط کمائی سے حاصل ہوئی ہے، حج کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حرام اور مشتبہ آمدنی سے حج کرنے سے اگرچہ فریضہ ادا ہوجائے گا؛ لیکن حرام آمدنی خرچ کرنے کا گناہ ہوگا، اور اجر وثواب سے محرومی ہوگی، اس لئے لازم ہے کہ حج میں بالکل بے غبار رقم لگائی جائے، اگر اپنے پاس غیر مشتبہ مال نہ ہو تو کسی سے قرضِ حسنہ لے کر حج کیا جائے۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يكسب عبدٌ مال حرامٍ، فيتصدق منه فيقبلَ منه، ولا يُنفق منه،

Marfat.com

فيبارك له فيه ولا يتركه خلفَ ظهره إلا كان زادَه إلى النار. إن الله لا يمحو السيءَ بالسيءِ؛ ولكن يمحو السيء بالحسن، إن الخبيث لا يمحو الخبيث.

(أخرجه البغوي في شرح السنة ١٠/٨ رقم: ٢٠٣٠، مسند أحمد ٣٨٧/١، بحوله: مرقاة المفاتيح ١٧/٦)

لو اختلفا بحيث لا يتميز يملكه ملكاً خبيثاً لكن لا يحل له التصرف فيه مالم يؤد بدله. (شامي ٣٠٢/٧ زكريا)

فلا تجب بإباحة ولا بمال حرام؛ لكن لو حجّ به جاز؛ لأن المعاصي لا تمنع الطاعات فإذا أتى بها لا يقال إنها غير مقبولة، كما في مكروهات صلاة الخزانة، ذكره القهستاني. (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر ٢٦١/١ بيروت)

إذا أراد الرجل أن يحج بمال حلال فيه شبهة فإنه يستدين للحج ويقضي دينه من ماله. (الفتاویٰ الهندية ٢٢٠/١)

ويجتهد في تحصيل نفقة الحلال فإنه لايقبل الحج بنفقة الحرام، كما ورد في الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها، ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج. (شامي ٤٥٣/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۰/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مغصوبہ جائیداد واپس کئے بغیر حج کرنا؟

سوال (۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسجد و دیگر لوگوں کی زمین وجائداد واپس کئے بغیر اس کا حج مقبول ہوسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس کا فریضہ حج تو ادا ہو جائے گا؛ لیکن غصب وغیرہ کا گناہ بدستور باقی رہے گا، جب تک وہ حق داروں کا حق ادا نہ کردے، اس وقت تک گناہوں سے پاک نہ ہوگا۔

Marfat.com

عن سعيد بن زيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أخذ شبراً من الأرض ظلماً فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح البخاري رقم: ۳۷۹۸، صحيح مسلم رقم: ۱٦۱۰، مرقاة المفاتيح مع المشكاة المصابيح ۱۲۷/٦ رقم: ۲۹۳۸ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حج لله فلم يرفث ولم يفسق، رجع كيوم ولدته أمه، قال الملا علي القاري تحت هذا الحديث: اعلم أن ظاهر الحديث يفيد غفران الصغائر والكبائر السابقة؛ لكن الإجماع على أن الكفران مختصة بالصغائر من السيئات التي لا تكون متعلقة بحقوق العباد من التبعات، فإنه يتوقف على إرضائهم. (مرقاة المفاتيح ٤۲۳/٥ تحت رقم: ۲٥۰۷ دار الكتب العلمية بيروت)

وإن كانت عن ذنب يتعلق بالعباد فإن كانت من مظالم الأموال فتتوقف التوبة منها مع ما قدمناه في حقوق الله تعالىٰ على الخروج عن الأموال بإرضاء الخصم إما بأن يتحلل من أهلها أو يردها إليهم أو إلى منْ يقوم مقامه من وكيل أو وارث. (البحر العميق / الباب الرابع في مقدمات السفر وآدابه ٤۲٥/۱-٤۲٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۹/۹/۷ھ

ایڈووکیٹ اور وکالت کی آمدنی سے حج کرنا اور اس آمدنی کا حکم؟

سوال (۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص ایڈووکیٹ ہے، کچہری میں پرکٹس کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ اس سے حاصل شدہ آمدنی سے حج فرض ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ وکالت کی آمدنی شرعاً جائز ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو کیا مطلقاً حرام ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کچہری میں وکیل کا اس طرح وکالت کرنا کہ اپنے صحیح عمل یا وقت پر مقررہ اجرت لے اور ناحق مقدمہ کی پیروی نہ کرے، تو فی نفسہٖ وکالت جائز ہے، اور اس پر حاصل شدہ آمدنی بھی حلال ہے؛ لہٰذا اس طرح کی آمدنی کسی وکیل کے پاس اتنی ہو جس سے حج فرض ہو جاتا ہے، تو اس کو حج کرنا لازم ہے؛ لیکن اگر عمل معصیت یا وقت واجرت کی تعیین نہ ہو، نیز ناحق مقدمہ کی پیروی یا ظالم کی اعانت ہو، جیسا کہ آج کل اکثر وکیلوں کا پیشہ ہے، تو اس طرح وکالت کا پیشہ جائز نہیں؛ اس لئے اس سے ملی ہوئی رقم حرام ہے؛ لہٰذا اس مال پر حج فرض نہیں ہوگا؛ البتہ اگر حاصل شدہ مال حرام سے زائد بقدر استطاعت مال حلال ہو، تو حج فرض ہو جائے گا؛ تاہم اگر کسی نے مال حرام سے حج کرلیا تو فریضہ ساقط ہو جائے گا، مگر حج مقبول کا ثواب نہیں ہوگا، اور ساتھ میں حرام مال خرچ کرنے کا گناہ بھی ہوگا۔ (فتاوی محمودیہ ۱۳؍۲۷۷، ۳؍۲۰۶، امداد الفتاوی ۲؍۱۶۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يأتي على الناس زمانٌ لا يُبالي المرءُ ما أخذَ منه، أمن الحلال أم من الحرام؟ (صحيح البخاري رقم: ۲۰۵۹، بحواله: مرقاة المفاتيح، كتاب لبيوع / باب الكسب وطلب الحلال ۷/۶ رقم: ۲۷۶۱)

لا يجوز أخذ الأجرة على المعاصي ......؛ لأن المعصية لا يتصور استحقاقها بالعقد فلا يجب عليه الأجر، وإن أعطاه الأجر وقبضه لا يحل له ويجب عليه رده على صاحبه. (مجمع الأنهر ۲/ ۳۸۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

والإجارة على المعصية باطلة. (الفتاوى التاتارخانية ۱۵/ ۱۳۲ زكريا)

ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه ويورث عنه؛ لأن الخلط استهلاك إذا لم يمكن تمييزه عند أبي حنيفة، وقوله: أرفق إذ قلما يخلو مال عن غصب، وهذا إذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل عنه يوفي دينه وإلا فلا زكاة، كما لو كان الكل خبيثاً. كما في النهر عن

Marfat.com

الحواشي السعدية. (الدر المختار ۳/ ۲۱۷ زکریا)

ویجتهد في تحصیل نفقة الحلال فإنه لایقبل الحج بنفقة الحرام، کما ورد في الحدیث مع أنه یسقط الفرض عنه معها، ولا تنافي بین سقوطه وعدمه قبوله فلا یثاب لعدم القبول ولا یعاقب عقاب تارک الحج. (شامي ۳/ ۴۵۳ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۲/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گورنمنٹ کی طرف سے اسکولوں کی تعمیر کے لئے دیئے گئے روپیوں سے حج کرنا

سوال (۵۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گورنمنٹ ایک شخص کو دولاکھ روپیہ دیتی ہے کالج بنانے کے لئے، اب وہ شخص ڈیڑھ لاکھ میں کالج بنوادیتا ہے اور پچاس ہزار بچالیتا ہے، آیا اس رقم سے حج کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ نیز اگر حج کرلیتا ہے تو کیا وہ حج مقبول ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ شخص گورنمنٹ کا وکیل ہے؛ لہٰذا جتنا روپیہ کالج کی تعمیر میں خرچ ہوا اتنا ہی گورنمنٹ سے لینا درست ہے، اس سے زائد جو پیسہ دھوکہ دے کر لیا جائے گا، وہ خیانت ہوگی، جو قطعاً جائز نہیں ہے، اور اس طرح کے پیسہ کو سفرِ حج میں استعمال کرنا بھی منع ہے؛ تاہم اگر استعمال کرے گا تو اس کا حج فرض ادا ہوجائے گا، اور بہر حال زائد روپیہ گورنمنٹ کو لوٹانا لازم ہے۔

عن أبي هریرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أیها الناس! إن اللّٰه طیب لا یقبل إلا طیبًا – الحدیث بطوله – وفیه: ثم ذکر

Marfat.com

الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يديه إلى السماء يا رب! يا رب! ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذي بالحرام، فأنى يستجاب لذلك.

(صحيح مسلم ۳۲۶/۱ رقم: ۱۰۱۵، سنن الترمذي ۱۲۸/۲ رقم: ۲۹۸۹، مسند أحمد رقم: ۸۳٤۸، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۸/۲ رقم: ۱۱۱۸، المصنف لعبد الرزاق ۱۹/۵ رقم: ۸۸۳۹)

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: من غشنا فليس منا. (صحيح مسلم رقم: ۱۰۲، الترغيب والترهيب مكمل ٤۰۰ رقم: ۲۷۳۸)

ويجتهد في تحصيل نفقة الحلال فإنه لايقبل الحج بنفقة الحرام، كما ورد في الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها، ولا تنافي بين سقوطه وعدمه قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج. (شامي ٤٥۳/۳ زكريا)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي ٥٥۳/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

میقات کے مسائل

میقات سے احرام باندھے بغیر گذر جانا؟

سوال (۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص میقات سے احرام باندھے بغیر گذر گیا، تو کیا اس پر حج وعمرہ کرنا واجب ہو جائے گا؟ کیا اس کے لئے میقات واپس آکر دوبارہ احرام باندھنا ضروری ہوگا؟ یا جس جگہ پر وہ موجود ہو، وہیں سے احرام کی نیت کر کے تلبیہ کہنا کافی ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میقات سے باہر رہنے والا مکلّف مسلمان اگر مکہ (یا حدودِ حرم) کے لئے عازم سفر ہو خواہ یہ سفر کسی بھی مقصد سے ہو، اور وہ میقات سے احرام باندھے بغیر گذر جائے تو اس پر حج یا عمرہ کی ادائیگی اور احرام باندھنے کے لئے میقات کی طرف لوٹنا واجب ہے، اگر وہ احرام باندھنے کے لئے میقات نہیں لوٹے گا، یا میقات سے تجاوز کر جانے کے بعد احرام باندھے گا تو بہرصورت وہ گنہگار رہوگا اور دم بھی لازم ہوگا، اور بغیر کسی عذر کے حدودِ میقات کے اندر احرام باندھنے کا گناہ الگ ہوگا؛ البتہ اگر کوئی عذر درپیش ہو مثلاً وقت تنگ پڑنے یا رفقاء سفر سے بچھڑ جانے کا خوف ہونے کی وجہ سے میقات تک واپس آئے بغیر احرام باندھ لیا، تو اس پر صرف میقات سے بلا احرام گذرنے کا گناہ ہوگا، واپس نہ لوٹنے کا گناہ نہ ہوگا؛ لیکن میقات سے احرام نہ باندھنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنہما أن النبي صلی اللّٰہ علیہ

Marfat.com

وسلم قال: لا تجاوزوا المواقيت إلا بإحرام. (المصنف لابن أبي شيبة ٥٢/٤ بيروت)

عن سعيد بن جبير رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يجاوز أحد الوقت إلا محرم. (المصنف لابن أبي شيبة ٧٠٢/٨ رقم: ١٥٧٠٢ المجلس العلمي)

عن داؤد عن مجاهد أنه قال له: إذا جئتَ من بلد آخر فلا تجاوز الحدَّ حتى تحرم. (المصنف لابن أبي شيبة ٧٠٣/٨ رقم: ١٥٧٠٤ المجلس العلمي)

وأخرج البيهقي بلفظ: "لا يدخل أحد مكة إلا محرم" قال الحافظ: إسناده جيد. (نيل الأوطار ١٨١/٤، إعلاء السنن ٢١/١٠ رقم: ٢٥٦٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: إذا جاوز الوقت فلم يحرم حتى دخل مكة رجع إلى الوقت فأحرم، وإن خشي إن رجع إلى الوقت فإنه يحرم ويهريق لذلك دماً. (فتح القدير ٤٢٦/٢-٤٣٣ بيروت)

آفاقي مسلم مكلف أراد دخول مكة أو الحرم ولو لتجارة أو سياحة وجاوز آخر مواقيته غير محرم، ثم أحرم أو لم يحرم أثم، ولزمه دم وعليه العود إلى ميقاته الذي جاوزه. (غنية الناسك ٦٠، ومثله في الفتاوى الهندية ٢٥٣/١)

ومن دخل أي من أهل الآفاق مكة أو الحرم بغير إحرام فعليه أحد النسكين أي من الحج والعمرة، وكذا عليه دم المجاوزة أو العود. (مناسك ملا علي قاري ٨٧، ومثله في البحر العميق ٦١٨/٣، درمختار ٦٢٦/٣ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ٥٥٢/٣ زكريا)

فإن لم يعد ولا عذر له أثم اخرى لتركه العود الواجب. (غنية الناسك ٦٠، ومثله في الفتاوى التاتارخانية ٥٥٢/٣، الفتاوى الهندية ٢٥٣/١، درمختار ٦٢١/٣ زكريا)

فإن كان له عذر كخوف الطريق، أو الانقطاع عن الرفقة، أو ضيق الوقت أو مرض شاق ونحو ذلك فاحرم من موضعه ولم يعد إليه لم يأثم بترك العود وعليه الاثم والدم بالاتفاق. (غنية الناسك ٦٠، البحر العميق ٦١٩/٣، الدر المختار ٦٢٢/٣،

Marfat.com

الفتاویٰ الهندية ۱/ ۲۵۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۶/ ۳/ ۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طوافِ وداع کئے بغیر میقات سے باہر چلے جانا؟

سوال (۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص طوافِ وداع کئے بغیر میقات سے باہر چلا جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر کوئی شخص طوافِ وداع کے بغیر میقات سے باہر چلا گیا، تو اگر وہ طواف کی ادائیگی کے لئے حرم واپس آئے گا، تو اس کے لئے نیا احرام باندھنا ضروری ہوگا، اگر نئے احرام کے بغیر آ گیا تو دم لازم ہوگا، اور اس معاملہ میں طوافِ وداع اور طوافِ زیارت کا حکم الگ الگ ہے۔

ولو طاف أكثر طواف الزيارة ولم يطف للصدر إن كان بمكة أو لم يجاوز الميقات يعود بغير إحرام، فيطوف ما بقي عليه، ويطوف للصدر....... وإن رجع إلى أهله فعليه دمان بالاتفاق: دم لترك أقل طواف الزيارة، ودم لترك طواف الصدر، وإن أراد أن يعود إلى مكة يعود بإحرام جديد بالعمرة. (الفتاوى التاتارخانية ۳/ ۶۰۸ رقم: ۵۱۵۸ زكريا)

ولو ترك كلّه أو أكثره ولا يتحقق الترك إلا بالخروج من مكة؛ لأنه ما دام فيها لم يطالب به ما لم يرد السفر، فعليه شاة إن لم يرجع، وعليه الرجوع حتمًا ليطوف ما لم يجاوز الميقات، وبعده يخير بين إراقة الدم والرجوع بإحرام جديد بعمرة، . (غنية الناسك / باب الجنايات ۲۷۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۶/ ۳/ ۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

آفاقی شخص کا اپنی ذاتی ضرورت سے حدودِ حل میں داخل ہونا؟

سوال (۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ہندوستان کا باشندہ مثلاً اپنی کسی ذاتی ضرورت یا کاروباری کام سے جدہ گیا، تو کیا اس پر بھی احرام باندھنا ضروری ہوگا؟ جب کہ اس کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں ہے؟ اور اگر جدہ پہنچ کر مکہ معظمہ جانے کا ارادہ بن گیا، تو اب کیا حکم ہے؟ احرام باندھ کر ہی مکہ معظمہ جائے گا یا بغیر احرام بھی جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آفاقی شخص حدودِ حل میں جانے کا ارادہ کرے، تو اس پر احرام باندھنا لازم نہیں ہے، مثلاً ہندوستان کا کوئی شخص اپنی ضرورت سے جدہ جانا چاہتا ہے، تو اس کے لئے احرام باندھ کر جانے کا حکم نہیں ہے۔ اور اگر آفاقی شخص اپنے کسی کام سے جدہ گیا، پھر وہاں جاکر ارادہ ہوا کہ مکہ معظمہ بھی حاضری دے دیں، تو اس کے لئے احرام باندھ کر مکہ جانا لازم نہیں؛ بلکہ بلا احرام جاسکتا ہے؛ لیکن اگر عمرہ یا حج کا ارادہ ہو تو احرام باندھنا ہوگا۔

عن طاؤس أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يدخل مكة قطُّ إلا محرمًا إلا يومَ فتح مكة. (المصنف لابن أبي شيبة ۲۲۸/۸ رقم: ۱۳۶۹۷ المجلس العلمي)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: لا يدخل مكة أحدٌ بغير إحرام إلا الحطابون والعمّالون وأصحاب منافعها. (المصنف لابن أبي شيبة ۲۲۷/۸ رقم: ۱۳۶۹۱ المجلس العلمي)

أما لو قصد موضعاً من الحل كخليص وجده حل له مجاوزته بلا إحرام.

(درمختار ۴۸۲/۳ زكريا، ومثله في البحر الرائق ۴۹/۳ كراچی، الدر المنتقى ۳۹۳/۱)

ومن جاوز وقته يقصد مكاناً في الحل، ثم بدا له أن يدخل مكة فله أن يدخلها بلا إحرام. (البحر الرائق ۴۹/۳ كراچی، الفتاوى التاتارخانية ۵۵۳/۳، منحة الخالق

Marfat.com

۲/۲ ٥٥ زكريا، غنية الناسك ٥٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۱/۱۴۳۶ھ

جدہ اور میقات سے متعلق صاحبِ فتاویٰ کی ایک تحقیق

نوٹ:- موضوع کی مناسبت سے قارئین کے افادہ کے لئے میقات کے بارے میں ضروری معلومات حضرت الاستاذ کی تالیف ''کتاب المسائل'' کے حوالہ سے ذیل میں درج ہیں۔ (مرتب)

میقاتِ زمانی:

حج کے مناسک کی ادائیگی کے لئے شرعاً ایک وقت مقرر ہے، جس کو ''میقاتِ زمانی'' کہا جاتا ہے، یہ شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ اس وقت سے پہلے حج کا کوئی عمل مثلاً طوافِ زیارت یا سعی وغیرہ ادا کرنا معتبر نہیں ہے، اور حج کا احرام باندھنا بھی ان مہینوں سے پہلے مکروہِ تحریمی ہے؛ اس لئے شوال کا مہینہ شروع ہونے کے بعد ہی حج کے اعمال کا آغاز کرنا چاہئے۔

وأما الميقات الزماني فأشهر الحج، وهي: شوال وذو القعدة وعشر من ذي الحجة، كما روي عن العبادلة الثلاثة. (غنية الناسك ٤٩، درمختار ٤٧٤/٣ زكريا)

وفائدة التوقيت بها ابتداءاً أنه لو فعل شيئاً من أفعال الحج قبلها لا يجزيه.

(غنية الناسك ٤٩، درمختار ٤٧٤/٣، ومثله في الفتاوىٰ الهندية ٢١٦/١، الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٨٦/٣)

وحتى لو أحرم به قبلها يكره تحريماً مطلقاً. (غنية الناسك ٤٩، درمختار ٤٧٤/٣ زكريا)

میقاتِ مکانی

جس طرح مناسک حج کی ادائیگی کے لئے وقت متعین ہے، اسی طرح جگہیں بھی متعین ہیں جن کو ''میقاتِ مکانی'' کہا جاتا ہے، اس اعتبار سے ساری دنیا درج ذیل تین حصوں میں بٹی ہوئی ہے:

وأما الميقات المكاني فيختلف باختلاف الناس فإنهم في حق المواقيت

Marfat.com

أصناف ثلاثة: أهل الأفاق وأهل الحل وأهل الحرم. (غنية الناسك ٥٠، الفتاوى التاتارخانية ٣/ ٥٥٠، شامي ٣/ ٤٧٨ زكريا، بدائع الصنائع ٢/ ٣٧١)

(ا) **حرم**:- یہ بیت اللہ شریف کے اردگرد کا مخصوص علاقہ ہے، جس کی تعیین سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نشان دہی پر کی تھی، اور اس کے نشانات حکومت کی طرف سے نصب ہیں۔ اس کی مشہور حدود درج ذیل ہیں:

(۱) تنعیم:- یہ طریق المدینۃ المنورہ پر واقع ہے، یہاں اس وقت شاندار "مسجد عائشہ" بنی ہوئی ہے، یہ جگہ حرم مکی سے ساڑھے سات کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

(۲) نخلہ:- یہ طائف اور مکہ کے درمیان حرم مکی سے ۱۳ر کلومیٹر دور ہے۔

(۳) اضاۃ لبن:- اسے "عکیشیہ" بھی کہا جاتا ہے، اس کا فاصلہ مسجد حرام سے ۱۶ر کلومیٹر ہے۔

(۴) جعرانہ:- یہ بھی طائف کی جانب واقع ہے، اور مسجد حرام سے ۲۲ر کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

(۵) حدیبیہ:- جسے "شمیسیہ" بھی کہا جاتا ہے، اس کا فاصلہ بھی ۲۲ر کلومیٹر ہے۔

(۶) جبل عرفات:- اس کو "ذات السلیم" بھی کہتے ہیں، اس جانب کا فاصلہ بھی ۲۲ر کلومیٹر ہے۔ (اطلس السیرۃ النبویہ/ شوقی ابوالخلیل ۲۵۳)

ان حدود کے اندر رہنے والے کو اہل حرم یا مکی کہا جاتا ہے۔

وعلى الحرم علامات منصوبة في جميع جوانبه نصبها إبراهيم الخليل عليه الصلاة والسلام، وكان جبرئيل عليه السلام يريه مواضعها. (شامي ٣/ ٤٨٥ زكريا، غنية الناسك ٥٩)

(۲) **حِلّ**:- یہ حرم اور خارجی میقات کا درمیانی حصہ ہے، یہاں کے رہنے والوں کو اہل حل یا حلی کہا جاتا ہے، اور ان کے لئے بلا احرام حدود حرم میں جانے کی فی الجملہ اجازت ہے۔ (جب کہ حج یا عمرہ کا قصد نہ ہو)

Marfat.com

وهم أهل داخل المواقيت إلى الحرم، والمراد بالداخل غير الخارج الخ، وحل لهم دخول مكة بلا إحرام ما لم يردوا نسكاً. (غنية الناسك ٥٥، ومثله في الدر المختار مع الشامي ۴۸۳/۳ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ٥٥١/٣، الفتاوى الهندية ٢٢١/١)

(۳) **آفاق:-** یہ دنیا کا وہ تمام علاقہ ہے جو میقات سے باہر ہے، یہاں کے رہنے والوں کو ''آفاقی'' کہا جاتا ہے، اور ان کے لئے احرام کے بغیر میقات سے گذرنا ممنوع ہے۔ (جب کہ ان کا حدودِ حرم میں جانے کا ارادہ ہو)

ولا يجوز للأفاقي أن يدخل مكة بغير إحرام نوى النسك أولا. (الفتاوى الهندية ٢٢١/١، ومثله في الدر المختار مع الشامي ٤٨٢/٣ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ٥٥١/٣)

اہلِ آفاق کی میقات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ میقاتوں کا تعین ثابت ہے:

(۱) **ذو الحلیفہ:-** یہ اہلِ مدینہ اور وہاں سے گذرنے والوں کے لئے میقات ہے، یہ مدینہ منورہ سے طریق ہجرت پر چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، یہاں ایک شاندار ''مسجدِ میقات'' بنی ہوئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں یہیں سے احرام باندھا تھا۔ اس مقام سے مکہ معظمہ کا فاصلہ ۴۱۰ رکلومیٹر ہے۔

(۲) **جُحفہ:-** جو لوگ مصر وشام سے تبوک ہوتے ہوئے مکہ کا سفر کریں، ان کے لئے ''جحفہ'' میقات ہے۔

آج کل یہ جگہ متعین نہیں ہے؛ اس لئے اس کے قریب ''رابغ'' نامی ساحلی قصبہ سے احرام باندھا جاتا ہے، جو طریق بدر پر واقع ہے، اس جگہ سے مکہ معظمہ کی مسافت ۱۸۷ رکلومیٹر ہے۔

(۳) **قرن المنازل:-** نجد سے آنے والے لوگوں کے لئے ''قرن المنازل'' میقات ہے، اس مقام کو آج کل ''السیل'' کہا جاتا ہے، یہاں سے مکہ معظمہ کا فاصلہ تقریباً

Marfat.com

۸۰؍کلومیٹر ہے۔

(۴) **یلملم**:- یہ اہل یمن کے لئے میقات ہے، اس کو آج کل ''سعدیہ'' کہا جاتا ہے، یہاں سے مکہ معظّمہ کا فاصلہ ۱۲۰؍کلومیٹر یا اس سے کچھ زائد ہے۔

(۵) **ذات العرق** :- یہ عراق کی طرف سے آنے والوں کے لئے میقات ہے، امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اہل عراق کے سوال کے جواب میں اس کے میقات ہونے کی صراحت فرمائی تھی۔ یہاں سے مکہ معظّمہ کی مسافت ۹۰؍کلومیٹر ہے۔

نیز بعض روایات میں ''وادیٔ عقیق'' نام کی میقات کا بھی ذکر ہے، جو مدائن کی طرف سے آنے والوں کے لئے میقات قرار دی گئی، یہ جگہ ''ذاتِ عرق'' کے قریب ہے۔

اس کے علاوہ جو لوگ جس جانب سے بھی حرم کے لئے آئیں گے، ان کو مذکورہ مواقیت کی سیدھ سے گذرنے سے پہلے احرام باندھنا لازم ہوگا، خواہ وہ خشکی پر سفر کر رہے ہوں یا ہوائی جہاز سے سفر ہو رہا ہو۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: وقت رسول الله صلى الله عليه وسلم لأهل المدينة ذا الحليفة ولأهل الشام الجحفة ولأهل نجد قرن المنازل ولأهل اليمن يلملم، فهن لهن ولمن أتى عليهن من غيرهن لمن كان يريد الحج والعمرة، فمن كان دونهن فمهله من أهله، وكذلك حتى أهل مكة يهلون منها.

(صحيح البخاري ١/ ٢٠٦ وغيره)

أخبرني أبو الزبير أنه سمع جابر بن عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه يسئل عن المهل فقال: أحسبه رفع إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: مهل أهل المدينة من ذى الحليفة والطريق الأخر الجحفة، ومهل أهل العراق من ذات عرق، ومهل أهل نجد من قرن، ومهل أهل اليمن من يلملم. (صحيح مسلم ١/ ٣٧٥، نخب الأفكار ٦/ ٣٦)

Marfat.com

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم وقّت لأهل الشرق العقيق. (سنن الترمذي ۱/۱۷۱، انوار مناسك حاشيه ۱۴۲)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم وقت لأهل المدائن العقيق، ولأهل البصرة ذات عرق، ولأهل المدينة ذا الحليفة، ولأهل الشام الجحفة. (الطبراني في المعجم الكبير رقم: ۷۲۱، نخب الأفكار ۳۸، حاشيه: أنوار مناسك ۱۴۲)

قال العيني في نخب الأفكار: فإن الآثار اختلفت فيمن وقّت لأهل العراق ذات عرق، ففي بعضها أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه هو الذي وقت ذلك إذ العراق فتح في زمانه، والصحيح الذي عليه الإثبات أن النبي صلى الله عليه وسلم هو الذي وقته. وفي صحيح البخاري: أن عمر رضي الله عنه وقته ورجحه بعض أهل العلم بما ذكرناه من أنها فتحت في زمانه، وأنها كانت في حياة النبي صلى الله عليه وسلم ذات كفر، وهذا الاحتجاج باطل؛ لأن الشام كانت حينئذٍ دار كفر، أيضاً بإجماع النقلة. (نخب الأفكار طبع: الوقف الخيري المدني ديوبند ۳۰/۶، وأنظر: الدر المختار ۴۷۸/۳ زكريا، الفتاوى الهندية ۲۲۱/۱، الفتاوى التاتارخانية ۵۵۹/۳)

’’جدہ‘‘ کی حیثیت کیا ہے؟

اس وقت سعودی عرب میں عازمین حج کی آمد کا سب سے بڑا مرکز شہر ’’جدہ‘‘ ہے، جو بحر احمر کے ساحل پر آباد ہے، یہاں نہایت عظیم الشان وسیع وعریض ایئرپورٹ ہے، اور دنیا کی اہم ترین بندرگاہ ہے۔ جدہ سے مکہ معظمہ کا فاصلہ تقریباً ۸۰؍ کلومیٹر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جدہ حج وعمرہ کے مسائل میں ’’حل‘‘ میں ہے یا ’’آفاق‘‘ میں؟ اگر ’’حل‘‘ میں ہے تو یہ میقات کے اندر ہے یا بجائے خود میقات ہے؟ چوں کہ اس موضوع پر علماء نے بہت زیادہ بحثیں کی ہیں؛ اس لئے تمام مباحث وجزئیات سامنے رکھ کر راقم الحروف نے جو سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص آفاق سے ایسے

Marfat.com

راستہ سے جدہ پہنچے کہ اس کا گذر کسی عین میقات سے نہ ہو، مثلاً مصر اور سوڈان سے بحری راستہ سے آنے والے لوگ، یا افریقہ اور مغرب وغیرہ سے ہوائی راستہ سے آنے والے حجاج، تو ان کے لئے جدہ اکثر علماء کے نزدیک میقات کے حکم میں ہے؛ لہٰذا وہ جدہ آ کر احرام باندھ سکتے ہیں، پہلے سے احرام باندھنا ان پر لازم نہیں ہے؛ لیکن جو حضرات مذکورہ پانچ متعینہ مواقیت میں سے کسی عین میقات سے گذر کر آئیں، مثلاً مدینہ منورہ سے طریق الہجرۃ سے مکہ معظمہ جانے والا شخص یقیناً ''ذوالحلیفہ'' سے گذرے گا، جو متعین میقات ہے، اب اگر وہ ذوالحلیفہ سے احرام نہ باندھے؛ بلکہ جدہ آ کر احرام باندھے تو اس کے لئے جدہ میقات نہیں ہے؛ کیوں کہ فقہاء کا اصول ہے کہ: ''عین میقات سے گذرنے والے کے لئے بعد میں محاذات سے گذرنے کا کوئی اعتبار نہیں''، اور جدہ عین میقات نہیں؛ بلکہ محاذات یا مسافت کے اعتبار سے میقات کے حکم میں ہے؛ اس لئے مدینہ سے خشکی کے راستہ سے آنے والے شخص کے لئے جدہ تک احرام کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہوگا؛ لہٰذا اگر وہ جدہ سے احرام باندھے گا تو مذکورہ اصول کے مطابق اس پر دمِ جنایت واجب ہونا چاہئے؛ البتہ مدینہ منورہ سے بذریعہ ہوائی جہاز جدہ آنے والے شخص کا گذر عین میقات ذوالحلیفہ سے نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ ''ذوالحلیفہ'' کی محاذات سے گذر کر جدہ پہنچتا ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں اگرچہ اولیٰ یہی ہے کہ پہلی محاذات سے قبل احرام باندھ لیا جائے؛ لیکن دوسری محاذات تک مؤخر کرنے کی بھی گنجائش ہے؛ لہٰذا مدینہ منورہ سے ہوائی سفر کر کے جدہ آ کر احرام باندھنے کی گنجائش ہوگی۔

ہندو پاک اور دیگر مشرقی علاقوں سے جو ہوائی جہاز جدہ جاتے ہیں، ان کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ''قرن المنازل'' کی عین میقات سے گذرتے ہیں؛ لہٰذا مذکورہ اصول کے تحت ہوائی سفر کرنے والے حجاج کے لئے ''قرن المنازل'' کی میقات سے قبل احرام باندھنا لازم ہے، اور جدہ تک احرام کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر یہ تحقیق ہو جائے کہ جہاز کا گذر عین ''قرن المنازل'' سے نہیں ہوا؛ بلکہ اس کی محاذات سے ہوا ہے، تو ایسے لوگوں کے لئے جدہ جا کر بھی احرام باندھنے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ جدہ کلی طور پر مطلق میقات نہیں ہے؛ بلکہ اسے محاذات یا مسافت کے اعتبار سے ہی میقات کے حکم میں رکھا گیا ہے۔ (راقم الحروف نے اس موضوع پر مفتی مدینہ منورہ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے ایک طویل گفتگو کی تھی، موصوف کی رائے بھی یہی تھی کہ جو شخص کسی عین میقات سے گذر کر آیا ہو، اس کے لئے کوئی بھی محاذاتی جگہ بشمول جدہ میقات نہیں بن سکتی، اسے کسی نہ کسی عین میقات پر واپس جانا پڑے گا) واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولو لم يمر بها تحرى وأحرم إذا حاذى أحدها وأبعدها أفضل (در مختار) وقال الشامي: كذا في الفتح، ومفاده أن وجوب الإحرام بالمحاذاة إنما يعتبر عند عدم المرور على المواقيت، أما لو مر عليها فلا يجوز له مجاوزة آخر ما يمر عليه منها، وإن كان يحاذي بعده ميقاتاً آخر. (رد المحتار ٣/ ٤٢٦ بيروت، ومثله في الفتاوى الهندية ١/ ٢٢١، البحر الرائق ٢/ ٥٥٧ زكريا)

تنبيه:- فلو مر بميقات ومحاذاة الثاني لا تعتبر المحاذاة. (غنية لناسك ٥٣)

تنبيه :- فلو كان يمر بواحد منها عيناً فلا تعتبر المحاذاة بعده. (غنية الناسك ٥٤)

وإن لم يعلم المحاذاة فعلى مرحلتين عرفيتين من مكة كجدة من طرف البحر، فإنها على مرحلتين عرفيتين من مكة وثلاث مراحل شرعية. (غنية الناسك ٥٤، ومثله في الفتاوى الهندية ١/ ٢٢١، فتح القدير ٢/ ٤٢٦، البحر الرائق ٢/ ٥٥٧ زكريا)

نوٹ:- شہر "جدہ" "جحفہ (رابغ)" اور "یلملم" کے درمیان واقع ہے، اب اگر نقشہ کے اعتبار سے جحفہ سے یلملم تک لکیر کھینچی جائے تو یہ لکیر مقام "بحرہ" سے گذرتی ہے جو جدہ سے کچھ فاصلہ پر مکہ معظمہ کے راستہ پر واقع ہے، اس اعتبار سے جدہ "حل" سے باہر ہو جاتا ہے، جیسا کہ "زبدۃ المناسک" میں حضرت مولانا شیر محمد صاحب سندھیؒ نے ایک نقشہ بنا کر اس کی وضاحت

Marfat.com

فرمائی ہے؛ لیکن بہت سے جزئیات سے یہ واضح ہے کہ فقہاء نے جدہ کو ''حل'' کے اندر شمار فرمایا ہے، اور آج تک لوگوں کا عمل بھی اسی پر ہے کہ جدہ کو حل میں داخل سمجھتے ہیں، اور جدہ کے لوگ بے تکلف احرام کے بغیر مکہ معظمہ آتے جاتے ہیں، اس لئے جدہ کو اقرب المواقیت یعنی ''قرن المنازل'' کے بقدر مسافت (۸۰رکلومیٹر) پر واقع ہونے کے اعتبار سے حل میں داخل ماننا چاہئے، جو آفاق والوں کے لئے بحکم میقات ہے۔ (مرتب)

أما لو قصد موضعًا من الحل كخليص و جدة حل له مجاوزته بلا إحرام.

(درمختار ۴۲۷/۳ بیروت، درمختار ۴۸۲/۳ زکریا، الدر المنتقى ۳۹۳/۱)

و مما يجب التيقظ له سكان جدة الخ، و أهل الأودية القريبة من مكة غالباً يأتون في سادس أو سابع ذي الحجة بلا إحرام، ويحرمون للحج من مكة فعليهم دم المجاوزة لكن بعد توجههم إلى عرفات ينبغي سقوطه عنهم بوصولهم إلى أول الحل ملبيين. (غنية الناسك ۵۷، ومثله في منحة الخالق ۵۹/۲ ۵ زکریا، شامي ۴۸۴/۳ زکریا)

[اہل علم حضرات ''جدہ'' کے متعلق مزید مباحث کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ فرماسکتے ہیں: (۱) زبدۃ المناسک، مؤلفہ: مولانا شیر محمد سندھی ۵۵-۶۴۔ (۲) احسن الفتاویٰ، مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ ۵۶۶-۵۷۴۔ (۳) انوار مناسک، مؤلفہ: مولانا مفتی شبیر احمد صاحب، ۲۴۴-۲۴۷۔ (۴) فتاویٰ محمودیہ جدید مطبوعہ ڈابھیل، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ۳۷۵-۳۷۹، اس کے حاشیہ میں بھی اچھی بحث ہے۔ (مرتب)]

اہلِ حل کی میقات:

جو لوگ حل میں رہتے ہیں وہ اگر حج وعمرہ کا ارادہ کریں تو ان کے لئے پورا علاقۂ حل میقات ہے؛ البتہ اپنی جائے سکونت سے احرام باندھنا ان کے لئے افضل ہے۔

و أما ميقات أهل الحل الخ، فالحل للحج و العمرة وإحرامهم من دويرة أهلهم أفضل. (غنية الناسك ۵۵، ومثله في الدر المختار مع الشامي ۴۸۴/۳ زکریا، البحر الرائق

Marfat.com

۹/۲ ٥٥ زكريا، تبيين الحقائق ٢ /٢٤٨)

اہلِ حرم کی میقات:

اہل حرم اگر حج کا ارادہ کریں تو پورا دائرۂ حرم ان کے لئے میقات ہے، اور اگر عمرہ کا ارادہ کریں تو حدودِ حِل مثلاً تنعیم وغیرہ میں جاکر احرام باندھنا ضروری ہوگا۔

وأما ميقات أهل الحرم ......، فالحرم للحج فيحرمون من دورهم ومن المسجد أفضل، وجاز تاخيره إلى آخر الحرم والحل للعمرة، والأفضل إحرامهما من التنعيم من معتمر عائشة رضي الله تعالىٰ عنها. (غنية الناسك ٥٧-٥٨، درمختار ٤٨٤/٣ زكريا، البحر الرائق ٥٦٠/٢ زكريا، تبيين الحقائق ٢٤٨/٢)

نوٹ:- جو حجاج حج تمتع کا عمرہ کرنے کے بعد مکہ معظمہ میں مقیم رہتے ہیں، وہ اہل حرم کے حکم میں ہیں؛ لہٰذا وہ حج کا احرام اپنے کمروں سے باندھیں گے، اور مسجدِ حرام میں جاکر احرام کی نیت کریں تو فضیلت زیادہ ہوگی۔

وكذلك أي مثل حكم أهل الحرم كل من دخل الحرم من غير العلة، وإن لم ينو الإقامة به كالمفرد بالعمرة والمتمتع أي من أهل الآفاق. (مناسك كبير ٨٣، شامي ٤٨٤/٣ زكريا، البحر الرائق ٣١٩/٢ زكريا)

میقات کی حکمت:

شاہی دربار میں حاضری کے کچھ آداب اور ضوابط ہوتے ہیں، اسی اعتبار سے احکم الحاکمین رب العالمین کے دربار میں حاضری کے آداب بھی مقرر ہیں۔ میقات کی پابندیاں اسی قبیل سے ہیں کہ جو شخص باہر سے دربارِ خداوندی میں حاضری کے ارادہ سے اندر آئے، اس کے لئے میقات پر پہنچتے ہی احرام کی پابندی لازم ہے، اور احرام کی حالت کمال عاجزی کی حالت ہے، جس میں آدمی اپنی سب شان وشوکت کو اتار کر ایک عاجز بندے کی شکل میں ننگے سر اور کھلے پاؤں حاضر ہوتا

Marfat.com

ہے، اس حکم میں امیر غریب، بادشاہ یا رعایا میں کوئی فرق نہیں ہے، اس عالی دربار میں سب کو یکساں انداز میں حاضر ہونے کا حکم ہے۔

ولأن هٰذه بقعة شريفة لها قدر و خطر عند الله تعالىٰ، فالدخول فيها يقتضي التزام عبادة إظهاراً لشرفها على سائر البقاع. (بدائع الصنائع ۲/ ۳۷۱ زكريا)

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری

۶/ ۳/ ۱۴۳۶ھ

○❖○

Marfat.com

احرام کے مسائل

احرام کی حقیقت کیا ہے؟

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کسے کہتے ہیں؟ کیا احرام کا مطلب احرام کی چادریں پہننا ہے؟ یا احرام کا مطلب تلبیہ پڑھنا ہے؟ اگر احرام کا مطلب تلبیہ پڑھنا ہے تو جو شخص بولنے پر قادر نہ ہو تو وہ احرام کی نیت سے تلبیہ کس طرح ادا کرے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: احرام؛ دراصل نیت اور تلبیہ (یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر خداوندی) کے اجتماع سے عبارت ہے، یعنی حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لینے سے احرام شروع ہوجاتا ہے، خاص کپڑوں یا ہیئت کا نام احرام نہیں ہے۔ اور گونگا شخص جو بولنے پر قادر نہ ہو اس کے لئے صرف احرام کی نیت کرنا کافی ہے، اس پر زبان ہلانا لازم نہیں ہے۔

الإحرام شرعاً: الدخول في حرمات مخصوصة أي التزامها غير أنه، لا يتحقق شرعاً إلا بالنية مع الذكر، والمراد بالذكر التلبية ونحوها. (شامي ٣/٤٨٥ زكريا، منحة الخالق ٢/٥٦٠ زكريا، فتح القدير ٢/٤٢٩)

وكذا لا يشترط أي لصحة الإحرام هيئة أي، صورية ولا حالة. (مناسك كبير ٩٤)

ولا يلزم العاجز عن النطق كأخرس وأمي تحريك لسانه. (درمختار)

ونقل الشامي بحثاً: فينبغي أن لا يلزمه في الحج الأولىٰ؛ لأن القراءة فرض

Marfat.com

قطعي و التلبية أمر ظني. (شامي ۱۸۱/۲-۱۸۲ زکریا)

قال الرافعي: قوله ولكن يحتاج إلى الفرق بين التحريمة و التلبية يظهر أنه على القول بلزوم التحريك في التحريمة يلزمه في التلبية و القراءة أيضاً، ومقابله عدم اللزوم في الكل وهو المختار. (تقريرات الرافعي ۱۵۹/۲)

قال الحموي في شرح الأشباه: قوله الأخرس يلزمه تحريك اللسان الصحيح أنه لا يجب عليه تحريك اللسان، قال في المحيط: الأخرس والأمي افتتحا بالنية أجزأهما؛ لأنهما أتيا بأمضى ما في وسعهما، في شرح منية المصلي ولا يجب عليهما تحريك اللسان عندنا وهو الصحيح. (الأشباه والنظائر ۱۸۵ قديم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۳/ ۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام کیسا ہو؟

سوال (۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کے کپڑے کیسے ہونے چاہئیں؟ کیا احرام کے لئے سفید کپڑا ہی ضروری ہے؟ اگر کسی شخص نے رنگین کپڑوں میں احرام باندھ لیا، تو اس کے بارے میں حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرد کے احرام کے لئے جن کپڑوں کا استعمال کیا جائے ان میں ازار یعنی لنگی کم از کم ناف سے لے کر گھٹنے تک ہونی چاہئے؛ تاکہ ستر اچھی طرح ڈھک جائے اور رداء یعنی چادر ایسی لمبی ہونی چاہئے جو (اضطباع کے وقت) داہنے کندھے سے نکال کر بائیں کندھے پر بسہولت سے آجائے۔ اور احرام میں مردوں کے لئے سفید کپڑوں کا استعمال افضل ہے۔ اگر کسی نے سفید کے علاوہ کوئی اور دوسرا رنگ مثلاً کالا، لال، پیلا یا ہرا وغیرہ استعمال کرلیا تو

Marfat.com

بھی درست ہے، یا رنگین اونی چادر یا رزائی وغیرہ اوڑھ لی تو بھی کوئی حرج نہیں۔

يستحب لبس إزار من السرة إلى الركبة ورداء على ظهره، ويسن أن يدخله تحت يمينه ويلقيه على كتفه الأيسر (در مختار) هذا يسمى إضطباعاً وهو مخالف لقول البحر: والرداء على الظهر والكتفين والصدر، وههنا عزاه القهستاني للنهاية، وعزاه في شرح اللباب للبرجندي عن الخزانة، ثم قال: وهو موهم أن الاضطباع يستحب من أول أحوال الإحرام وعليه العوام وليس كذلك، فإن محله المسنون قبيل الطواف إلى انتهائه لا غير الخ. (شامي ۴۸۸/۳ زكريا، غنية الناسك ۷۱)

أبيضين ككفن الكفاية في العدد والصفة غير مخيطين. (غنية الناسك ۷۱، شامي ۴۸۸/۲ زكريا، البحر الرائق ۵۶۲/۲ زكريا، تبيين الحقائق ۲۵۰/۲)

وفي أسودين وكذا في أخضرين وأزرقين وفي مرقعة. (غنية الناسك ۷۱، ومثله في الشامي ۴۸۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا اور خوشبو لگانا؟

سوال (۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا، کنگھی کرنا، تیل لگانا، بدن اور کپڑوں پر خوشبو لگانے وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احرام سے پہلے غسل کرنا اور غسل کے بعد بدن میں عطر لگانا مسنون ہے، اور کنگھی کرنا، اسی طرح غسل کرنے کے بعد سر اور داڑھی میں تیل لگانا مستحب

Marfat.com

ہے؛ البتہ کپڑوں میں ایسی گاڑھی خوشبو لگانا جس کا اثر بعد تک باقی رہے ناجائز ہے۔ معمولی درجہ کی خوشبو اگرچہ لگا سکتے ہیں؛ لیکن نہ لگانا ہی بہتر ہے۔

ويسن بعد الغسل أن يستعمل الطيب في بدنه إن كان عنده، وإلاّ فلا يطلبه. (غنية الناسك ۷۰، ومثله في درمختار مع الشامي ۴۸۸/۳ زكريا، اللباب ۱۶۶/۱، تبيين الحقائق ۲۵۱/۲، البحر الرائق ۵٦۲/۲ زكريا، مجمع الأنهر ۲٦۷/۱)

أما الثوب فلا يجوز أن يطيب بما تبقى عينه بعد الإحرام الخ، والأولىٰ أن لا يطيب ثوبه. (غنية الناسك ۷۰، ومثله في البحر الرائق ۵٦۲/۲ زكريا، مجمع الأنهر ۲٦۷/۱، الفتاوىٰ الهندية ۲۲۲/۱، درمختار مع الشامي ۴۸۸/۳ زكريا)

ويستحب أن يسرّح رأسه عقيب الغسل. (غنية الناسك ۷۰، ومثله في تبيين الحقائق ۲۵۱/۲، الدر المنتقى ۲٦۷/۱، اللباب ۱٦٦/۱)

وأن يدهنه بأيّ دهن كان مطيباً كان أو غير مطيبٍ وكذا لحيته. (غنية الناسك ۷۰، ومثله في الفتاوىٰ التاتارخانية ۴۸٦/۳، الفتاوىٰ الهندية ۲۲۲/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/ ۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گرم کپڑے میں احرام باندھنا؟

سوال (۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام گرم کپڑے کا باندھ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احرام میں گرم کپڑے کا استعمال بھی درست ہے؛ البتہ رنگ سفید ہو تو بہتر ہے۔

عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

Marfat.com

إن أحسن ما زرتم الله به في قبوركم ومساجدكم البياض. (سنن ابن ماجة، اللباس / باب البياض من اللباس ۱۱۸۱/۲ رقم: ۳٥٦۸)

عن سمرة بن جندب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألبسوا ثياب البياض فإنها أطهر وأطيب. (سنن ابن ماجة، اللباس / باب البياض من الثياب ۱۱۸۱/۲ رقم: ۳٥٦۷ اللباس والزينة ۸٦-۸۷)

وكونه أبيض أفضل من غيره. (شامي ٤۸۱/۲ كراچى)

أبيضين ككفن الكفاية في العدد والصفة غير مخيطين. (غنية الناسك ۷۱، شامي ٤۸۸/۲ زكريا، البحر الرائق ٥٦۲/۲ زكريا، تبيين الحقائق ۲٥۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۲/۱۱/۱۴۱۹ھ

احرام کی لنگی درمیان سے سی کر پہننا؟

سوال (۶۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہاں بمبئی حج ہاؤس میں حج کے ایام میں حج وعمرہ کرنے کا اور احرام کا کپڑا باندھنے کا طریقہ بتایا جاتا ہے، اس میں ہم احرام کا کپڑا باندھنے کے لئے بتاتے ہیں کہ یہ دونوں کپڑے بغیر سلے ہوئے ہوں اور اس میں کوئی گانٹھ یا پن وغیرہ نہ لگائی جائے اس میں جو نیچے کا کپڑا باندھا جاتا ہے، سلائی نہ ہونے کی وجہ سے اس کا باندھنا دشوار ہوتا ہے، دوسرے اس میں ستر کے کھلنے کا بھی خطرہ رہتا ہے، اگر درمیان میں ایک سلائی مار کر دونوں کناروں کو جوڑ دیا جائے تو باندھنے میں بھی بڑی سہولت ہوگی اور دوسرے اس میں ستر کے کھلنے کا بھی خطرہ نہیں رہے گا، آیا اس طرح سے نیچے کے کپڑے کو درمیان میں ایک سلائی مارنے سے احرام میں کسی طرح کی کوئی کمی یا نقص تو واقع نہیں ہوگا۔ اس مسئلہ کو واضح فرمادیں تو حاجیوں کے لئے احرام کا کپڑا باندھنے میں اور ستر کے چھپانے میں بڑی سہولت ہوجائے گی۔

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: افضل یہی ہے کہ احرام کی لنگی بالکل سلی ہوئی نہ ہو؛ لیکن اگر کشفِ عورت کے اندیشہ سے اسے درمیان سے سی کر پہنا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، اس کی وجہ سے کوئی جنایت لازم نہیں آتی۔ (معلم الحجاج ۱۱۴)

الأفضل أن لا يكون فيه خياطة أصلاً، وإن زرر أحدهما أو خلّله بخلال أو ميل أو عقده بأن ربط طرفه بطرفه الآخر أو شده على نفسه بحبل ونحوه أساء ولا شيء عليه. (غنية الناسك ۷۱، شامي ۴۹۹/۳ زكريا، البحر الرائق ۶۸/۲ ۵ زكريا)

وإن غزر طرفيه في إزاره فلا بأس به. (غنية الناسك ۳۶ قديم)

فخرج ما خيط بعضه ببعض لا بحيث يحيط بالبدن، مثل المرقعة فلا بأس بلبسه. (غنية الناسك ٤٤ قديم، مستفاد: [illegible]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ احرام میں مسواک کا حکم

سوال (۶۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی حالت میں مسواک کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسواک ہر حال میں کرنا مسنون ومستحب ہے؛ لہٰذا حالتِ احرام میں مسواک کرنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عشر من الفطرة ...... السواك الخ. (سنن أبي داؤد رقم: ۵۳، صحيح مسلم رقم: ۲۶۱)

وقد اختلف العلماء، فقال بعضهم: إنه من سنة الوضوء، وقال آخرون:

Marfat.com

إنه من سنة الصلاة، وقال آخرون: إنه من سنة الدين وهو الأقوىٰ، نقل ذٰلک عن أبي حنيفة، وفي الهداية: أن الصحيح استحبابه. (بذل المجهود / باب السواك ١٤/١ ٣ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي أعظم جراه)

فقد قلنا: إن الاستياک عندنا مستحب عند الصلاة، وفی غیر وقت الصلاة کما تقدم عن التاتارخانية، وقد حققه الشامي في رد المحتار. (بذل المجهود ٣٢٣/١ جديد)

عن أبي أيوب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربع من سنن المرسلين ...... والسواک الخ. (سنن الترمذي ٢٠٦/١ رقم: ١٠٨٦)

قال في إمداد الفتاح: وليس السواک من خصائص الوضوء، فإنه يستحب في حالات: منها: تغير الفم والقيام من النوم وإلى الصلاة ودخول البيت والاجتماع بالناس وقراءة القرآن؛ لقول أبي حنيفة: إن السواک من سنن الدين فتستوي فيه الأحوال كلها ......الخ. وفي القهستاني: ولا يختص بالوضوء كما قيل؛ بل سنة على حدة على ما في ظاهر الرواية. وفي حاشية الهداية: أنه مستحب في جميع الأوقات. (شامي، كتاب الطهارة / مطلب في دلالة المفهوم ٢٣٣/١-٢٣٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۵/۱۱/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ احرام میں وضو غسل کے بعد کپڑے سے منہ صاف کرنا؟

سوال (۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حالتِ احرام میں وضو غسل کے بعد کپڑے سے منہ صاف کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حالتِ احرام میں وضو اور غسل کے بعد تولیہ وغیرہ سے

Marfat.com

منہ پوچھنا مکروہ ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے؛ لیکن اس کی وجہ سے جنایت لازم نہیں آتی۔

وتغطية ربع الرأس، أو الوجه كالكل. (درمختار ۵۷۹/۳ زکریا)

ولا يغطي المحرم رأسه ولا وجهه. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۵۷۷/۳ زكريا)

إذا غطى رأسه أو وجهه ولو امرأة كلاً أو بعضاً بمعتاد وهو ما يقصد به التغطية عادة كالقلنسوة والعمامة مخيطاً كان أو غيره ودام عليه زماناً ولو ناسياً أو عامداً عالماً أو جاهلاً مختاراً أو مكرهاً. (غنية الناسك ۲۵٤، كذا في الفتاوىٰ الهندية ۲٤۲/۱، البحر الرائق ۱۳/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱۰/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام باندھنے کے بعد غسل کی حاجت پیش آگئی؟

سوال (٦٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر احرام باندھنے کے بعد غسل کی حاجت پیش آئے، تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ کیا ہمیں وہی احرام پہننا ہے یا دوسرا نیا احرام باندھنا چاہئے؟ یا پرانے ہی احرام کو کچھ تھوڑا دھوکر استعمال کرنا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دوسرا احرام بھی پہن سکتے ہیں اور پہلے والے کو دھوکر بھی پہنا جاسکتا ہے؛ اس لئے کہ اصل مقصود طاہر رہنا ہے، متعین کپڑا مقصود نہیں ہے۔

ومن مستحباته: لبث ثوبين جديدين أو غسيلين. (غنية الناسك ٦٧، البحر الرائق ۳۲۰/۲ کوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۸/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

احرام کی حالت میں کوّے کو مارنا؟

سوال (٦٧): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیث شریف میں احرام کی حالت میں کوّے کو مارنے کی اجازت ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کوا چوں کہ شاطر اور موذی قسم کا جانور ہے اور جس زمانہ میں جانوروں پر سفر ہوتا تھا، تو کوّے اونٹنی وغیرہ کے بدن پر جو زخم ہو جاتے تھے، ان کو نوچ کھانے کے لئے جھپٹتے تھے، اس طرح قافلہ والوں کو پریشان کرتے تھے، بریں بنا ان کووں کو مارنے پر کوئی جزاء واجب نہیں کی گئی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۷/۴۴۷)

قال عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما قالت حفصة: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: خمس من الدواب لاحرج على من قتلهن: الغراب والحدأة والفارة والعقرب، والكلب العقور. (صحيح البخاري ١/٢٤٦ رقم: ١٨٢٩، فتح الباري ٤/٥٢ دار الكتب العلمية بيروت، صحيح مسلم ١/٣٨١، سنن الترمذي ١/١٧١)

فالغراب ينقر ظهر البعير، وينزع عينه إذا كان مسيراً، ويختلس أطعمة الناس. (عمدة القاري ١٠/١٨٣)

ولا شيء بقتل غراب. (درمختار / باب الجنايات ٣/٦٠٧ زكريا)

وليس في قتل الغراب ...... جزاء لقوله عليه السلام: خمس من الفواسق يقتلن في الحل والحرم ...... وقال: يقتل المحرم الفارة والغراب الخ. (هداية ١/٢٨٢)

واستثنى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الخمس الفواسق ...... والغراب فإنها مبتديات بالأذى، والمراد به الغراب الذي يأكل الجيف هو المروي عن أبي يوسف. (هداية ١/٢٧٧، فتح القدير ٣/٨٢ دار الفكر بيروت)

Marfat.com

إنما أمر بقتل الغراب في الحرم؛ لأنه يقع على دبر البعير. (الفتاوی التاتارخانية ۵۵۷/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سیدھے مدینہ منورہ جانے والا شخص احرام کہاں سے باندھے؟

سوال (۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ حاجیوں کو حج سے پہلے ہی مدینہ بھیج دیا جاتا ہے، کیا ایسا حاجی بھی احرام باندھ کر جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص ہندوستان سے سیدھا مدینہ جانے کا ارادہ کرے، اس کے لئے یہاں سے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جائے گا تو میقات (ذوالحلیفہ) سے احرام باندھے گا۔

وجاز تقديمه أي الإحرام وعليها أي المواقيت لا تأخيره عنها لقاصد متعلق بقوله جاز، دخول مكة ولو لحاجة أي للحج أو للعمرة أو لحاجة أخرى، قيد بقصد الدخول؛ لأنه لو لم يقصد ذلك ليس عليه أن يحرم (غرر الأحكام) قوله: قيد بقصد الدخول؛ لأنه لو لم يقصد ذلك ليس عليه أن يحرم، أي بأن قصد الآفاقي موضعاً من الحل داخل الميقات كخليص وجُدَّةَ، فإذا حل به التحق بأهله، فله أن يدخل مكة بلا إحرام. (درر الحكام شرح غرر الأحكام / تقديم الإحرام على المواقيت ۲۱۸/۱ المكتبة الشاملة، مجمع الأنهر ۳۰۳/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت)

ومن جاوز وقته يقصد مكاناً في الحل، ثم بدا له أن يدخل مكة فله أن يدخلها بغير إحرام. (البحر الرائق / باب مجاوزة الميقات بغير إحرام ۴۹/۳ کراچی)

أما لو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا إحرام.

Marfat.com

(در مختار ۴۸۲/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

كتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ احرام میں عورت کے لئے سفید کپڑا پہننا

سوال (۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عورت کے لئے احرام کی حالت میں کسی طرح کے لباس کی ممانعت ہے؟ ہمارے یہاں یہ مسئلہ مشہور ہے کہ عورت سفید کپڑے نہیں پہن سکتی، مکروہ ہے، ایسے ہی عورت سفید کپڑے پہن کر حج کو نہ جائے؛ بلکہ رنگین کپڑے پہنے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا عورت کو سفید کپڑا پہننا ممنوع یا مکروہ ہے؟ یا حج کو جاتے وقت اگر کوئی عورت سفید کپڑے پہن لے تو کوئی حرج ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عورت حالتِ احرام میں کسی بھی رنگ کا کپڑا پہن سکتی ہے، اس کے لئے سفید یا کسی بھی رنگ کی تخصیص نہیں ہے؛ البتہ خوشبو میں رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم أن رجلاً سأله ما يلبس المحرم؟ فقال: لا يلبس القميص ولا العمامة ولا السراويل ولا البرنس ولا ثوباً مسه الورس أو الزعفران. (صحيح البخاري ۲۵/۱ رقم: ۱۳٤)

وتلبس من المخيط ما بدا لها كالروع والقميص الخ، ولكن لاتلبس الحرير والمزعفر والمعصفر. (كذا في غنية الناسك ٩٤)

ولو لبس مصبوغاً بعصفر أو ورس أو زعفران مشبعاً يوماً فعليه دم وفي أقله صدقة. (مناسك ملا علي القاري ۳۲۰، غنية الناسك ۲٤٥، بدائع الصنائع ٤١٥/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

كتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

عورت کا حالتِ احرام میں میک اَپ کرکے اِدھر اُدھر گھومنا؟

سوال (۷۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت افسوس کے ساتھ لکھ رہی ہوں کہ میری بعض بہنیں احرام کی حالت میں بھی میک اَپ کرتی ہیں اور غیر مردوں سے چہرہ چھپائے بغیر اِدھر اُدھر گھومتی ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عورتوں پر احرام کی حالت میں پردہ اسی طرح لازم ہوتا ہے جیسا کہ غیر احرام میں لازم ہے، اس لئے احرام میں بے پردہ رہنا جائز نہیں، نیز عورت کا احرام میں میک اَپ کرنا بھی درست نہیں ہے، میک اَپ میں عموماً خوشبودار اَشیاء استعمال ہوتی ہیں، مثلاً کریم، پاؤڈر وغیرہ، اس سے جنایت لازم آتی ہے، اور بہت سی صورتوں میں دم واجب ہوجاتا ہے، اس لئے خواتین کو بحالتِ احرام ایسی چیزوں سے بچنا لازم ہے۔

أخرج الطبراني عن عائشة رضي الله عنها حديثا طويلاً طرفه: وما من امرأة تنزع خمارها في غير بيت زوجها إلا كشفت الستر فيما بينها وبين ربها.

(المعجم الأوسط ۲۷۹/۲ رقم: ۳۲۸۶)

عن أبي الأحوص قال: قال عبد الله: المرأة عورة وأقرب ما تكون من ربها إذا كانت في قعر بيتها، فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (المصنف لابن أبي شيبة ۳۸٤/۲ رقم: ۷٦۹۸، سنن الترمذي رقم: ۱۱۷۳، مسند البزار ٤۲۷/٥ رقم: ۲۰٦۱، صحيح ابن خزيمة ۹۳/۳ رقم: ۱٥۸٥، صحيح ابن حبان ٤۱۲/۱۲ رقم: ٥٥۹۸ الشاملة)

عن أم سلمة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تطيبي وأنت محرمة ولا تمسي الحناء فإنه طيب. (المعجم الكبير للطبراني ٤۱۸/۲۳ رقم: ۱۰۱۲، معرفة السنن والآثار ۲٦/٤ رقم: ۲۸٦۱، نصب الراية، الحج / باب الجنايات ۱۲٤/۳)

والإسلام قد حرم على المرأة أن تكشف شيئاً من عورتها أمام الأجانب

Marfat.com

خشية الفتنة. (روائع البيان ۱۶۲/۲، بحواله: فتاوی محمودیه ۹۵/۲۸ میرٹھ)

ثم اعلم أن المحرم رجلاً كان أو امرأة ممنوع عن استعمال الطيب، فإن طيب محرم بالغ عضواً كاملاً فعليه دم، فإن طيب أقل من عضو تجب الصدقة هو الصحيح. (البحر العميق ۸۲۸/۲)

والمحرم رجلاً كان أو امرأة ممنوع من استعمال الطيب، فإذا طيب عضواً كاملاً فعليه دم، وفي أقله صدقة أي في الصحيح. (مناسك ملا علی القاري ۳۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام کی حالت میں عورت کا زیور اور چوڑیاں پہننا؟

سوال (۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں اہل علم کے گھرانے کی عورتوں کا کہنا ہے کہ اور ممکن ہے کہ اہل علم نے عورتوں کو بتایا ہو کہ عورت جب حج کو جائے تو احرام کی حالت میں ناک سے لونگ کانوں سے بالی اور بندے، پاؤں سے پٹی یا پازیب، ہاتھوں سے کنگن یا چوڑی وغیرہ اور انگلیوں سے انگوٹھی یہ سب چیزیں احرام کی حالت میں نکال دینا چاہئے، اور عورت کو احرام میں ایسا ہو جانا چاہئے جیسے کہ میت کفن پہنے ہو۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا مذکورہ چیزیں احرام میں ممنوع ہیں، اور اہل علم کی گھرانے کی عورتوں کا یہ کہنا صحیح ہے، یا عورت حج کو جاتے وقت یا احرام کی حالت میں سب چیزیں پہن سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احرام کی حالت میں عورت کے لئے زیورات اور چوڑیاں وغیرہ پہننے کی اجازت ہے، جن عورتوں نے اس کے خلاف مسئلہ بتایا ہے وہ غلط ہے۔

عن صفية بنت شيبة أنها قالت: كنت عند عائشة إذ جاء تها امرأة من

Marfat.com

نساء بني عبد الدار، يقال لها: تملک، فقالت لها: يا أمير المؤمنين إن ابنتي فلانة حلفت أن لا تلبس حليها في الموسم، فقالت عائشة: قولي لها إن أم المؤمنين تقسم عليک إلا لبست حليک كله. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ۸٤/٥ رقم: ۹۰۷۸ دار الكتب العلمية بيروت، كذا في المصنف لابن أبي شيبة ٤۰۷/۸ رقم: ۱٤٤۱۳)

عن عبيد الله بن عمر عن نافع أن نساء عبد اللّٰه بن عمر وبناته كنَّ يلبسن الحلي وهنَّ محرمات. (المصنف لابن أبي شيبة ٤۰۷/۸ رقم: ۱٤٤۱٤ المجلس العلمي)

وتلبس الحرير والذهب وتتحلى بالحلي ما شاءت. (غنية الناسك ۹٤)

ولا بأس لها أن تلبس الحرير والذهب، وتتحلى بأي حلية شاءت عند عامة العلماء. وعن عطاء أنه كره ذٰلک، والصحيح قول العامة لما روي أن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما كان يلبس نساءهُ الذهب والحرير؛ ولأن لبس هٰذه الأشياء من باب التزين والمحرم غير ممنوع من الزينة. (بدائع الصنائع ٤۱۰/۲ نعيمية ديوبند)

ويجوز للمحرمة أن تلبس الحرير والحلي، كذا في الكرخي. (الجوهرة النيرة ۱٥۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حجِ افراد میں مناسک حج کی ادائیگی سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں

سوال (۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے افراد کا احرام باندھا، اب معلم حج سے پہلے ہی مدینہ منورہ بھیجتا ہے، تو کیا حالتِ احرام ہی میں مدینہ منورہ آئے گا یا احرام کھول کر جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ احرام باندھتے وقت افراد کی نیت کی ہے تو

Marfat.com

جب تک مناسک حج ادا نہ کرے احرام کھولنا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں مدینہ منورہ کے سفر اور وہاں قیام کے دوران زید کا احرام بدستور بندھا رہے گا، اور دس ذی الحجہ کو منی میں جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد ہی زید احرام سے باہر آئے گا۔

قال في المبسوط: والإفراد بالحج أن يحج أولاً ثم يعتمر بعد الفراغ من الحج أو يؤدي كل نسك في سفر على حدة أو يكون أداء العمرة في غير أشهر الحج. (غنية الناسك ٢١١)

والثاني أنه إذا أتم الإحرام بحج أو عمرة لايخرج عنه إلا بعمل ما أحرم به. (درمختار ٤٨٠/٢ كراچی، ٤٨٦/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۱۲/۱۴۱۱ھ

اشہرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد ذوالحلیفہ سے حج افراد کا احرام باندھنا؟

سوال (۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج افراد کا ارادہ ہے، ہندوستان سے عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کیا، حج سے پہلے مدینہ منورہ چلا گیا، اب مدینہ منورہ کی واپسی پر ذوالحلیفہ ہے، اور وہاں سے حج افراد ہی کا احرام باندھنا ہے، تو اس کے لئے افراد کا احرام باندھنا صحیح ہوگا یا نہیں؟ کیوں کہ پہلی میقات یلملم ہے، دوسری میقات ذوالحلیفہ ہے؛ لہٰذا حج کے احرام کے سلسلہ میں پہلی میقات کا اعتبار ہوگا یا دوسری میقات کا اعتبار ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں اگرچہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھتے وقت حج افراد کی نیت کی ہو پھر بھی یہ حج تمتع ہوجائے گا؛ کیوں کہ اشہر حج میں عمرہ کرکے وہ مدینہ منورہ گیا ہے، پس المام تام نہیں پایا گیا؛ لہٰذا اس کا تمتع مدینہ منورہ کے سفر سے باطل نہ ہوگا۔

Marfat.com

عـن عبـد الله بن عمر رضي الله عنهما أنه كان يقول: من اعتمر في أشهر الحج فـي شـوال أو ذي القـعدة أو في ذي الحجة قبل الحج، ثم أقام بمكة، حتى يدركه الحج فهو متمتع إن حج، وعليه ما استيسر من الهدى، فإن لم يجد فصيام ثلاثة أيام في الحج وسبعة إذا رجع. (المؤطا لإمام مالك، الحج / باب ما جاء في التمتع ٢٤١ رقم: ٦٢)

أن المتمتع هو الذي اعتمر في أشهر الحج و حج من عامه ذٰلک في سفر واحد ولا يلم بأهله فيما بينهما إلماماً صحيحًا. (الفتاویٰ لتاتارخانية ٦٢١/٣ رقم: ٥١٩١ زكريا)

التـمتـع هو أن يفعل العمرة أو أكثر أشواطها في أشهر الحج. (تنوير الأبصار على الدر ٥٣٥/٢ كراچی، ٥٦١/٣ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/۳/۱۴۱۱ھ

متمتع شخص عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا؟

سوال (۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: راقم الحروف کے برادر خورد حج ٹور کے مہتمم ہیں، ہوتا یہ ہے کہ موسم حج کے ابتدائی دنوں میں یہ اپنا ٹور لے کر وطن سے پرواز کر جاتے ہیں، میقات سے احرام باندھ کر حج تمتع وعمرہ کی نیت کرتے ہیں، مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد عمرہ کی ادائے گی پوری کر کے احرام کھول دیتے ہیں، اور ۲۰، ۲۲ روز مقیم مکہ رہ کر حج سے ۱۲ یا ۱۳ روز قبل مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہوجاتے ہیں، حج سے دو روز قبل ان کی واپسی حج کے مدینہ سے بجانب مکہ ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ:

(۱) اس وقت مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ سے جو احرام باندھا جائے گا، کیا حج قران کی نیت سے احرام باندھا جا سکتا ہے، کیا اس طرح سے حج قران ممکن ہوسکتا ہے، اور اس کی فضیلتیں حاصل ہوسکتی ہیں؟

(۲) کیا ہم وطن سے روانگی کے وقت میقات پر صرف عمرہ کی نیت کریں مکہ پہنچ کر عمرہ ادا

Marfat.com

کر کے احرام کھول دیں، اور مدینہ سے واپسی کے بعد ذوالحلیفہ کی میقات سے حج قران کی نیت کر کے احرام باندھیں تو حج قران ہوگا یا نہیں؟

فی الحال ہم یہ کرتے ہیں کہ ذوالحلیفہ سے عمرہ کی نیت کر کے مکہ آتے ہیں، عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیتے ہیں، اور ۷/ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر منی کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں، ازراہ لطف وعنایت مذکورہ بالا سوالات کے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جوابات عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ صورت میں جو آفاقی شخص اشہر حج میں عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا اس کو وہاں سے لوٹتے وقت قران کا احرام باندھنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور اگر اس نے ذوالحلیفہ سے قران کا احرام باندھ ہی لیا تو اس پر لازم ہے کہ عمرہ کا احرام فسخ کر کے دم جنایت ادا کرے، اگر عمرہ کا احرام فسخ نہیں کیا اور آکر دوبارہ عمرہ کر لیا تو بھی دم جنایت واجب ہوگا، اور بہر صورت وہ قارن نہیں ہوگا؛ بلکہ متمتع ہی کہلائے گا، اور تمتع کا دم شکر اس پر واجب رہے گا، اس مسئلہ میں گو کہ صاحبین کا اختلاف ہے؛ لیکن فتوی امام صاحب کے قول پر ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ مسئولہ صورت میں مدینہ سے واپسی کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر آئے، جیسا کہ آپ نے اپنا معمول لکھا ہے، اس صورت میں امام صاحب اور صاحبینؒ کے نزدیک بالاتفاق تمتع درست رہتا ہے، اور کوئی دم جنایت واجب نہیں۔

وكذا لو خرج إلى الآفاق لحاجة، فقرن لايكون قارنا عند أبي حنيفة رحمه الله، وعليه رفض أحدهما، ولا يبطل تمتعة؛ لأن الأصل عنده أن الخروج في أشهر الحج إلى غير أهله فالإقامة بمكة فكأنه لم يخرج، وقرن من مكة الخ.

(غنية قديم/ ۱۱۵، مستفاد: انوار مناسك/ ۳۰۹، زبدة المناسك/ ۳۰)

ولو عاد بعد ما حل من عمرته إلى غير أهله في موضع لأهله التمتع والقران وحج من عامه ذلك كان متمتعاً عند أبي حنيفة وصار كأنه لم يخرج

Marfat.com

من مكة وعندهما لا يكون متمتعاً ويكون لحوقه بهٰذا الموضع كلحوقه بأهله. (الجوهرة النيرة ۲۰٦/۱، غنية الناسك ۲۱۳ جديد)

أما إذا رجع إلى غير بلده كان متمتعًا عند أبي حنيفة ويكون كأنه لم يخرج من مكة، وعندهما لا يكون متمتعاً ويكون كأنه رجع إلى بلده ولا فرق عندهما بين أن ينوي الإقامة في غير بلده خمسة عشر يومًا أو لم ينو. (الجوهرة النيرة ۲۰۵/۱)

كوفي قدم العمرة في أشهر الحج ففرغ منها وحلق أو قصر ثم اتخذ بمكة أو البصرة داراً ثم حج من عامه فهو متمتع، اعلم بأن هٰذه المسألة على أربعة أوجه: ...... الوجه الثالث: إذا خرج من المواقيت وعاد إلى أهله ثم حج من عامه ذٰلك، وفي هٰذا الوجه هو ليس بمتمتع. (الفتاوى التاتارخانية ۶۲۹/۳ رقم: ۵۲۰۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۱/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متمتع شخص عمرہ کا احرام باندھ کر ۷-۸/ ذی الحجہ کو مکہ پہنچا؟

سوال (۷۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی نے حج تمتع کی نیت سے احرام باندھا اور وہ مکہ ۷-۸/ ذی الحجہ کو پہنچے، تو وہ عمرہ کا احرام کس طرح کھولے؟ اور پھر اس عمرہ کی قضاء ہوگی یا نہیں؟ عمرہ کے احرام سے نکلنے کی کیا صورت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی متمتع شخص عمرہ کا احرام باندھ کر ۷-۸/ ذی الحجہ کو مکہ معظّمہ پہنچا، تو اس پر اولاً عمرہ کرنا لازم ہے، عمرہ کے اعمال سے فارغ ہو کر حلق کرائے، پھر حج کا احرام باندھ کر منیٰ اور عرفات جائے؛ البتہ اگر متمتع شخص ایسے وقت مکہ معظّمہ پہنچا کہ اگر عمرہ میں

Marfat.com

مشغول ہوگا تو وقوفِ عرفہ چھوٹ جائے گا، مثلاً عین ۹ رذی الحجہ کو پہنچا، تو اس پر لازم ہے کہ عمرہ کا احرام فسخ کردے، اور حج کا احرام باندھ لے، بعد میں ایک دم دے اور عمرہ کی قضا کرلے۔

أن المتمتع هو الذي اعتمر في أشهر الحج و حج من عامه ذلک في سفر واحد ولا يلم بأهله فيما بينهما إلماماً صحيحًا. (الفتاویٰ لتاتارخانية ۶۲۱/۳ رقم: ۵۱۹۱ زکریا)

ويتحلل منها أي من العمرة إن شاء بالحلق، أو بالتقصير. (مجمع الأنهر، كتاب الحج / باب القران والتمتع ۲۸۹/۱ دار إحياء التراث العربي)

ولم يأخذ أبو حنيفة أيضا بذلک؛ لأنها كانت عنده رافضة لعمرتها، والرافضة عنده عليها دم للرفض وعليها عمرة. (عمدة القاري ۱۲۳/۱۰ بيروت، ۴۲۲/۱۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۵/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

جنایاتِ احرام

بھول چوک یا ناواقفیت کی وجہ سے جنایت کا ارتکاب کرنا

سوال (٧٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص سے لاعلمی اور مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی امر ممنوع صادر ہوگیا، یا بھول چوک سے کوئی جنایت کر بیٹھا، اور ممنوعاتِ احرام میں سے کسی امر کا ارتکاب کرلیا، تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ آیا اس پر کوئی کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر بھول چوک یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی جنایت ہوجائے، مثلاً بھول کر خوشبو لگالی تو بھی کفارہ واجب ہوگا۔

عن أم سلمة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تطيبي وأنت محرمة، ولا تمسي الحناء فإنه طيب. (المعجم الكبير للطبراني ٢٣/٤١٨ رقم: ١٠١٢، معرفة السنن والآثار، المناسك / باب لبس المعصفرات ٤/٢٦ رقم: ٢٨٦١، نصب الراية، الحج / باب الجنايات ٣/١٢٤)

ثم لا فرق في وجوب الجزاء فيما اذا جنى عامداً او خاطئاً الخ او ناسياً أو جاهلاً بالمسئلة. (مناسك ملا علي القاري ٢٩٩)

الواجب دم على محرم بالغٍ ولو ناسيا أو جاهلاً أو مكرهاً، إن طيب عضوًا كاملاً ولو فمه بأكل طيب كثير أو ما يبلغ عضواً لو جمع. (درمختار ٣/٥٧٢-٥٧٣

Marfat.com

زکریا، منحة الخالق ۳/۳ کوئٹہ، البحر الرائق ۷/۳، حاشیة لطحطاوي ۷٤۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جان بوجھ کر جنایت کا ارتکاب کرنا؟

سوال (۷۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر جنایت کا ارتکاب کرلیا تو کیا محض فدیہ دینے کی وجہ سے اس کا ذمہ ساقط ہوجائے گا، یا وہ جان بوجھ کر جنایت کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے گنہگار بھی ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر محرم نے جان بوجھ کر جنایت کی ہے تو گنہگار ہوگا اور محض فدیہ کی وجہ سے وہ گناہ معاف نہیں ہوگا؛ بلکہ توبہ اور استغفار ضروری ہے۔ آج کل بہت سے مال دار سہولت پسند لوگ بلا کسی خاص عذر کے جان بوجھ کر جنایت کے مرتکب ہوتے ہیں، اور پھر دم جنایت دے کر سمجھتے ہیں کہ ہماری ذمہ داری پوری ہوگئی، تو یہ بڑی جہالت اور جسارت کی بات ہے، ایسی غلطی کرکے اپنے حج کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

وذكر ابن جماعة عن الائمة الاربعة انه ان ارتكب محظور الاحرام عامداً يأثم ولا تخرجه الفدية والعزم عليها عن كونه عاصياً. (مناسك ملا علي القاريؒ ۲۹۸، شامي ۵۷۲/۳ زكريا، غنية الناسك ۲٤۲)

قال النووي: وربما ارتكب بعض العامة شيئاً من هذه المحرمات، وقال: انا افدى متوهما انه بالتزام الفداء يتخلص من وبال المعصية وذلك خطأ صريح وجهل قبيح. (مناسك ملا علي القاري ۲۹۸، شامي ۵۷۲/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کیا وجوبِ دم کیلئے جنایت کا ۱۲ر گھنٹے تک پایا جانا شرط ہے؟

سوال (۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے آپ کی کتاب ''کتاب المسائل ۳/۱۵۱'' حج کی جنایات کے بیان میں یہ لکھا ہوا دیکھا کہ جو شخص دن یا رات میں کسی جنایت کا مرتکب ہو تو اس پر دم لازم ہے اور پھر آپ نے بریکٹ میں بارہ گھنٹے کا ذکر کیا ہے، تو احقر کا سوال یہ ہے کہ دن ورات میں گھنٹوں کے اعتبار سے فرق ہوتا رہتا ہے کبھی دن بڑا ہوتا ہے اور رات چھوٹی ہوتی ہے اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں میں بارہ گھنٹے کی تحدید درست ہوگی؟ یہ کہاں سے ماخوذ ہے؟ وضاحت فرمائیں کہ اگر نو گھنٹے کے دن یا رات ہوں تو بھی بارہ گھنٹے کی تحدید ہوگی یا اصل دن ورات کے گھنٹوں کا اعتبار ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب باللّٰہ التوفیق: ''کتاب المسائل'' میں دم جنایت کے وجوب کے لئے ۱۲ر گھنٹے کی قید لگانے میں احقر سے تسامح ہوا ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ دم جنایت کا مدار ۱۲ر گھنٹے پر نہیں ہے؛ بلکہ ایک کامل دن یا ایک کامل رات جنایت کے پائے جانے پر ہے، پس اگر کسی زمانے میں ۱۰ر گھنٹے کی رات ہو رہی ہو اور پوری رات جنایت پائی گئی، تو دم واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر دن کے گھنٹوں میں کمی بیشی ہو اس کا بھی اعتبار کیا جائے گا؛ البتہ اگر درمیان دن یا درمیان رات سے جنایت شروع ہوئی، تو پھر اس میں ۱۲ر گھنٹے معتبر ہوں گے؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ بارہ گھنٹے کی تحدید ہر صورت پر صادق نہیں آتی؛ بلکہ بعض صورتوں کے ساتھ خاص ہے اور اس کو مطلق معیار بنانا درست نہ ہوگا، آپ کے توجہ دلانے پر احقر مشکور ہے، آئندہ اشاعت میں مذکورہ عبارت سے بارہ گھنٹے کی تحدید حذف کردی جائے گی۔ جزاکم اللّٰہ أحسن الجزاء۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۴/۱۶۰، فتاویٰ حقانیہ ۴/۲۶۵)

أو لبس مخيطا أو ستر رأسه يوما كاملا أو ليلة كاملة. (درمختار) وتحته في الشامي: الظاهر أن المراد مقدار أحدهما فلو لبس من نصف النهار إلى نصف الليل من غير انفصال أو بالعكس لزمه دم، كما يشير إليه قوله: وفي الأقل صدقة. (درمختار مع الشامي ۳/۵۷۷ زكريا)

Marfat.com

أو زرَّ عليه طيلسانا يومًا كاملا فعليه دم لوجود الارتفاق الكامل بلبس المخيط إذا المزرر مخيط. (بدائع الصنائع / محظورات الإحرام ۲/ ٤١١ زكريا)

وإن لبس ثوبا مخيطا أو غطى رأسه يوما كاملا فعليه دم. (هداية ۲۸۹/۱)

وكذا لزمه دم لو لبس ثوباً مخيطا على وجه المعتاد يوما كاملا أو ليلة كاملة؛ لأن الارتفاق الكامل الحاصل في اليوم حاصل في الليلة. (مجمع الأنهر ٤٣١/١، عناية مع فتح القدير ۲٦/۳-۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۶/۳/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک محرم کا دوسرے محرم کو کپڑا پہنا دینا؟

سوال (۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی محرم نے دوسرے محرم کے کپڑوں پر مذاق میں یا زبردستی خوشبو لگادی، یا اس کے سر پر ٹوپی لگادی، یا اس کو جوتا یا خفین پہنایا، جس سے اس کے ٹخنے ڈھک گئے، تو ایسی صورت میں جزاء لازم ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کس پر ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر ایک محرم شخص نے دوسرے محرم یا غیر محرم شخص کو سلا ہوا کپڑا پہنایا، یا خوشبو لگائی یا اس کے سر اور چہرے کو ڈھانک دیا تو ڈھانکنے والے محرم پر کوئی جزاء واجب نہیں؛ البتہ جس کو کپڑا پہنایا ہے اور خوشبو لگائی ہے اس پر جزاء واجب ہوگی۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: قام رجل فقال يا رسول الله! ما ذا تأمرون أن نلبس من الثياب في الإحرام، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تلبسوا القميص والسراويلات ولا العمائم ولا البرانس الخ. (صحيح البخاري ٢٤٨/١ رقم: ١٨٣٨، صحيح مسلم ٣٧٢/١ رقم: ١١٧٧)

وليس على الفاعل المحرم في ذلك شيءٌ. (مناسك ملا علي القاري ٣٣٤، غنية

Marfat.com

الناسك ۱ ٢٤، منحة الخالق ١٦/٣، البحر الرائق ٧/٣ زكريا، الفتاوى الهندية ٢٤٣/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۶/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محرم کے لئے خوشبودار تیل وغیرہ لگانا؟

سوال (۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی حالت میں خوشبودار تیل، کریم، شیمپو اور خوشبودار صابن استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز استعمال کرلی تو کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احرام کی حالت میں مذکورہ چیزوں کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اگر کسی شخص نے خوشبودار کریم، تیل یا شیمپو اور صابن وغیرہ بدن پر لگالی، اور ایک مکمل عضو پر یا بار بار اس کا استعمال کیا، تو اس کے اوپر جزا کے طور پر ایک دم واجب ہوگا، اور اگر تیل کریم وغیرہ پورے عضو پر نہیں لگایا، یا صابن سے صرف ایک بار ہاتھ یا سر وغیرہ دھویا، تو صرف صدقہ واجب ہوگا؛ البتہ احرام کی حالت میں بغیر خوشبو کے صابن کے استعمال سے کوئی جزاء لازم نہیں ہوتی۔

عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما أنه كره شم الريحان للمحرم. (معرفة السنن والآثار للبيهقي ٢٢/٤ رقم: ٢٨٥٢، السنن الكبرىٰ للبيهقي ١٢٥/٧ رقم: ٩١٨٧ بيروت)

وأما المطيب منهما وهو ما ألقي فيه الأنوار كدهن البنفسج والياسمين والورد والبان والخيرى وما أشبه ذٰلک، فإذا ادهن به عضواً كبيراً كاملاً فعليه دم بالاجماع؛ لانه طيب، وفي الاقل منه صدقة. (غنية الناسك ٢٤٨-٢٤٩)

ولو غسل رأسه او يده باشنان فيه الطيب فان كان من رآه سماه اشناناً فعليه صدقة الا ان يغسل مراراً فدم. (غنية الناسك ٢٤٩)

هشام عن محمد لو غسل المحرم يده بأشنان فيه طيب، فإن كان إذا نظروا إليه قالوا: هٰذا أشنان، ففيه الصدقة، وإن قالوا: هو طيب فعليه الدم.

Marfat.com

(الفتاوىٰ التاتارخانية ۵۹۲/۳ رقم: ۵۱۱۵ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۲۴۱/۱، فتح القدير ۲۸/۳ بيروت، خانية ۲۸۹/۱، شامي ۵۷۷/۳ زكريا)

ولو غسل رأسه بالحرض والصابون والسدر ونحوه الى مما لا رائحة فيه لا شيء عليه اى بالاجماع. (مناسك ملا علی قاری ۳۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۶/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محرم کے لئے کس قسم کا کپڑا استعمال کرنا ممنوع ہے؟

سوال (۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا پہننے پر وجوبِ جزا کی کیا تفصیل ہے؟ اگر کسی شخص نے سلا ہوا کپڑا پہن کر فوراً اتار دیا تو کیا اس پر بھی دم واجب ہوگا؟ نیز کس طرح کا کپڑا پہننے پر دم واجب ہوگا؟ اگر کسی نے صرف ''نیکر'' سلا ہوا پہنا؛ تا کہ ستر چھپا رہے، تو کیا اس کے پہننے پر بھی دم واجب ہوگا، وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہر وہ کپڑا جو جسم کے کسی بھی حصہ کا احاطہ کر لے، محرم کے لئے ایک دن یا ایک رات پہننے پر ایک دم واجب ہوگا، اگر اس سے کم پہنا ہے تو صدقہ ادا کرے گا، اور اگر پہن کر فوراً اُتار دیا، یعنی ایک گھنٹے سے بھی کم پہنا، تو صرف ایک مٹھی گیہوں ادا کرنا واجب ہوگا۔ (معلم الحجاج ۲۲۶)

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: قام رجل فقال يا رسول الله! ما ذا تأمرون أن نلبس من الثياب في الإحرام، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تلبسوا القميص والسراويلات ولا العمائم ولا البرانس الخ. (صحيح البخاري ۲۴۸/۱ رقم: ۱۸۳۸، صحيح مسلم ۳۷۲/۱ رقم: ۱۱۷۷)

إذا لبس المحرم الذكر المخيط وهو الملبوس المعمول على قدر البدن

Marfat.com

أو على قدر عضو منه بحيث يحيط به ...... لبساً معتاداً ......، فعليه الجزاء. (غنية الناسك ٢٥٠، ومثله في الفتاوى الهندية ٢٤٢/١، شامي ٤٩٩/٣ زكريا)

فإذا لبس مخيطاً يوماً كاملاً أو ليلة كاملة فدم، المراد مقدار أحدهما، فلو لبس من نصف النهار إلى نصف الليل من غير انفصال أو بالعكس لزمه دم، وفي أقل من يوم وليلة صدقة الخ، وفي أقل من ساعة قبضة من بر أو قبضتان من شعير. (غنية الناسك ٢٥١، خانية ٨٨/١، درمختار ٥٧٧/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام کی لنگی میں نیفہ لگانا یا بیلٹ وغیرہ سے باندھنا؟

سوال (۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی لنگی کو اگر کوئی شخص رسی یا بیلٹ سے باندھ لے؛ تاکہ کھل کر نہ گر جائے، اور ستر محفوظ رہے یا لنگی کے اوپر نیفہ لگا کر اس میں پائجامہ کی طرح کمر بند ڈال کر باندھے، تو کیا ان دونوں صورتوں میں ایسا کرنے والے پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احرام کی لنگی کو رسی یا بیلٹ کے ذریعہ باندھنا یا لنگی میں نیفہ سلوا کر ازار بند ڈالنا مکروہ ہے، مگر اس کی وجہ سے کوئی جنایت لازم نہیں، اور اگر لنگی باندھنے کے بعد اوپر سے بیلٹ وغیرہ باندھی ہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں، کراہت اسی وقت ہے جب کہ بیلٹ کے ذریعہ سے لنگی کو باندھا گیا ہو۔

وكذا يكره له إذا اتّزر أن يعقد على إزاره بحبل أو نحوه، ومع هذا إذا فعل لا شيء عليه. (البحر العميق ٧٩٤/٢)

وشد الهميان في وسطه. سواء كانت النفقة له أو لغيره، وسواء كان فوق الإزار أو تحته؛ لأنه لم يقصد به حفظ الإزار، بخلاف ما إذا شد إزاره بحبل

Marfat.com

مثلاً. (غنیة الناسك ۹۲، معلم الحجاج ۱۱٤-۱۱۵)

وكذا يكره أن يغرز أطراف إزاره أو يشد الإزار والرداء بحبل أو غيره، فإن فعل فلا شيء عليه. (هداية السالك ۵۷٤/۲، البحر العميق ۷۹٤/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احرام کی حالت میں خفین پہننا؟

سوال (۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا محرم احرام کی حالت میں خُفین پہن سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حالتِ احرام میں خفین پہننا منع ہے؛ لہٰذا اگر کوئی محرم حالت احرام میں ایک دن اس طرح خفین پہنے رہا کہ اس کو قدم کی ابھری ہوئی ہڈی کے نیچے سے کاٹا نہیں تھا تو دم واجب ہوگا۔ اور اگر ابھری ہوئی ہڈی کے نیچے سے کاٹ کر چپل نما بنا کر پہنا ہے تو اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: قام رجل فقال يا رسول الله! ما ذا تأمرون أن نلبس من الثياب في الإحرام، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تلبسوا القميص ...... إلا أن يكون أحد ليست له نعلان فليلبس الخفين وليقطع أسفل من الكعبين الخ. (صحيح لبخاري ۲٤۸/۱ رقم: ۱۸۳۸، صحيح مسلم ۱۷۲/۱ رقم: ۱۱۷۷)

ولبس الخفين قبل القطع يوماً فعليه دم. (غنية الناسك ۲۵٤، شامي ۵۰۰/۳ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ۵۷٦/۳، بدائع الصنائع ٤۱۰/۲ زكريا)

وإن لبسهما بعد القطع اسفل من موضع الشراك فلا شيء عليه. (غنية الناسك ۲۵٤، خانية ۲۸۵/۱، بدائع الصنائع ٤۰٦/۲ زكريا، شامي ۵۰۰/۳ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ۵۷٤/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

احرام کی حالت میں پسینہ صاف کرنا

سوال (۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی حالت میں پسینہ صاف کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالت احرام میں سر یا چہرے کا پسینہ ہاتھ سے پونچھنے میں کوئی حرج نہیں؛ البتہ کپڑے یا ٹیشو پیپر سے پسینہ پونچھنا کراہت سے خالی نہیں؛ اس لئے کہ اس میں ایک طرح سے چہرہ یا سر کا ڈھکنا لازم آتا ہے، اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے ہوا گر کسی نے ایسا کرلیا تو بہتر ہے کہ صدقہ دے دے۔

نعم لو وضع يديه بلا ثوب على رأسه أو وجهه كالأنف وغيره ...... لا بأس به، ولو غطى كل رأسه. (غنية الناسك ١١١ سهارنفور)

إذا غطى رأسه ووجهه ...... أو نائما ...... فعليه الجزاء، فإذا غطى جميع رأسه أو وجهه والربع منهما كالكل ...... يوما أو ليلة والمراد مقدار أحدهما فعليه دم. وفي الأقل من يوم أو من الربع صدقة. (غنية الناسك ٢٥٤، مناسك ملا علي القاري ٣٠٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۲/۳/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ احرام میں چہرہ پر ''ماسک'' لگانا؟

سوال (۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی حالت میں جراثیم سے بچنے کے لئے ''ماسک'' لگانے کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل جراثیم سے بچنے کے فیشن میں بحالتِ احرام

Marfat.com

چہرے پر ''ماسک'' لگانا عام ہوگیا ہے، تو اس بارے میں شرعی حکم اچھی طرح یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ احرام میں اس طرح ''ماسک'' پہننا مردوں اور عورتوں سب کے لئے بلاشبہ ممنوع ہے، اور جزاء کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ''ماسک'' اتنا چوڑا ہے کہ اس سے چوتھائی چہرہ ڈھک جاتا ہے اور یہ ''ماسک'' مسلسل بارہ گھنٹے لگائے رکھا تو دم واجب ہے، اور اگر ''ماسک'' کی چوڑائی چوتھائی چہرے سے کم ہو یا اسے ۱۲ر گھنٹے سے کم لگایا تو صدقۂ فطر واجب ہوگا؛ اس لئے بہر حال احرام کی حالت میں ''ماسک'' نہیں لگانا چاہئے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم محرمات، فإذا حاذوا بنا سدلت إحدانا جلبابها من رأسها على وجهها، فإذا جاوزونا كشفناه. (سنن أبي داؤد ۱/۲۵۴ رقم: ۱۸۳۳)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: لا يعصب المحرم رأسه بسير ولا خرقة. (المصنف لابن أبي شيبة ۸/۱۶۶ رقم: ۱۳۴۵۱)

ولو عصب رأسه أو وجهه يوماً أو ليلةً فعليه صدقة إلا أن يأخذ قدر الربع فدم. (غنية الناسك ۲۵۴، الفتاوی الهندية ۱/۲۴۲، شامي ۳/۴۹۸ زکریا)

ولا يغطي المحرم رأسه ولا وجهه، والمحرمة لا تغطي وجهها، وإن فعلت ذلک، إن كان يوماً إلى الليل فعليها دم، وإن كان أقل من ذلک فعليها صدقة. (الفتاوی التاتارخانية ۳/۵۷۸، خانية على الفتاوی الهندية ۱/۲۸۹، بدائع الصنائع ۲/۴۱۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۶/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام کی حالت میں سوتے ہوئے چہرہ ڈھکنا؟

سوال (۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی حالت میں اگر چہرہ ڈھک جائے تو کیا حکم ہے؟ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوتے ہوئے بے خبری میں چہرہ ڈھک گیا، مثلاً چہرے پر کپڑا آگر گیا یا اپنا ہاتھ ہی عادت کے مطابق چہرے

Marfat.com

پر رکھا گیا، تو بے اختیار چہرا ڈھک جانے کی وجہ سے بھی دم واجب ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر حالتِ احرام میں سوتے ہوئے ہاتھ سے چہرہ ڈھک لیا، تو اس سے کوئی جنایت لازم نہیں آتی؛ لیکن اگر کپڑے یا رومال وغیرہ سے چہرہ یا سر یا ان دونوں کا چوتھائی حصہ بارہ گھنٹے تک مسلسل ڈھکا رہا، تو دم جنایت واجب ہے، اور اگر اس سے کم ڈھکا رہا تو صدقہ واجب ہوگا۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: لا يعصب المحرم رأسه بيسر ولا خرقة. (المصنف لابن أبي شيبة ۱٦٦/٨ رقم: ۱۳٤٥۱)

نعم لو وضع يديه بلاثوب على رأسه أو وجهه كالأنف وغيره الخ، لا بأس به ولو غطّى كل رأسه. (غنية الناسك ۱۱۱ سهارنپور)

إذا غطى رأسه ووجهه ......، أو نائماً الخ فعليه الجزاء، فإذا غطى جميع رأسه أو وجهه والربع منهما كالكل الخ، يوماً أو ليلةً، والمراد مقدار أحدهما فعليه دم، وفي الأقل من يوم أو من الربع صدقة. (غنية الناسك ٢٥٤، مناسك ملا علي القاري ۳۰۸، انوار مناسك ۲۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام کی حالت میں داڑھی یا مونچھ کے بال کاٹنا؟

سوال (۸۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی حالت میں بدن کے بال کاٹنا یا مونڈنا یا اکھاڑنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے حلال ہونے سے پہلے چوتھائی سر کے بال منڈوائے یا داڑھی تراشی اور مونچھ وغیرہ بنوائی، تو اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کسی محرم نے حلال ہونے کے وقت سے قبل ہی سر یا

Marfat.com

داڑھی کے چوتھائی حصہ کے بال منڈائے یا کتروائے، تو اس پر دم واجب ہوگا۔ اور اگر مونچھوں کو منڈوائے یا ترشوائے، تو اس پر صدقہ واجب ہوگا۔

عن كعب بن عجرة رضي الله عنه قال: وقف عليَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم بالحديبية ورأسي يتهافت قملاً، فقال: يؤذيك هوامك؟ قلت: نعم، قال: فأحلق رأسك أو احلق. قال: في نزلت هٰذه الآية: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ﴾ إلى آخرها، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ”صم ثلاثة أيام أو تصدق بفرق بين ستة أو نسك مما تيسر. (رواه البخاري ۲٤٤/۱ رقم: ۱۸۱٤، صحيح مسلم ۳۸۲/۱ رقم: ۱۲۰۱، إعلاء السنن ۳٦٥/۱۰ بيروت)

عن خصيف قال: أخذت من شارب محمد بن مروان وأنا محرم، فسألت سعيد بن جبير، فأمرني أن أتصدق بدرهم. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الحج / باب في المحرم يقص من شارب الحلال ۱۷۲/۸ رقم: ۱۳٤۷٤)

عن مجاهد في حرام قص شارب حلال؟ قال: يتصدق بدرهم. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الحج / باب في المحرم يقص من شارب الحلال ۱۷۲/۸ رقم: ۱۳٤۷٥)

متى حلق عضواً مقصوداً بالحلق من بدنه قبل أوان التحلل فعليه دم، وإن حلق ما ليس بمقصود فصدقة كذا في المبسوط، ولا فرق في الحلق ..ن أن يحلق لنفسه أو يحلق له غيره بأمره أو بغير أمره. (غنية الناسك ۲۵۵)

فالواجب دم لو حلق ربع رأسه او ربع لحيته فصاعداً. (غنية الناسك ۲۵٦، درمختار مع الشامي ۵۷۹/۳ زكريا، البناية ۳۳۳/٤، البحر الرائق ۱۵/۳ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۲٤۳/۱)

ولو حلق شاربه كله أو بعضه فعليه صدقة وهو المذهب الصحيح؛ لأنه بعض اللحية ولا يبلغ ربع المجموع. (غنية الناسك ۲۵۷، شامي ۵۸۰/۳ زكريا، البحر العميق ۸۵۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/٦/۱۴۳٦ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حالتِ احرام میں زیر ناف یا بغل کے بال مونڈنا؟

سوال (۸۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی حالت میں زیر ناف بال مونڈنا اور بغل کے بال کاٹنا یا چمٹی سے اکھاڑنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالتِ احرام میں موئے زیر ناف، دونوں بغل یا گردن کے بال مونڈنے سے دم واجب ہے۔

عن ليث عن عطاء وطاؤس ومجاهد: أنهم قالوا في المحرم: إذا نتف إبطه أو قلّم أظفاره فإن عليه الفدية. (المصنف لابن أبي شيبة ۲۰۳/۸ رقم: ۱۳۶۰٤ المجلس العلمي)

إذا نتف المحرم من إبطه وهو كثير الشعر قدر ثلث أو ربع فعليه دم. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۵۸٤/۳ رقم: ۵۰۹۱ زكريا)

وإن حلق رقبته أو عانته أو نتف إبطيه فعليه دم. (غنية الناسك ۲۵۷)

الواجب دم على محرم ...... أو حلق إحدىٰ إبطيه أو عانته أو رقبته (درمختار) وفي الشامية: أعني الإبط أو العانة والرقبة مقصود بالحلق وحده، فيجب به دم. (درمختار مع لشامي ۵۸۰/۳ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۲٤۳/۱، لبحر الرائق ۱۷/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۶/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ احرام میں بیماری کی وجہ سے بال ٹوٹ گئے

سوال (۸۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عمرہ یا حج کا احرام باندھا، اور وضو کرتے وقت داڑھی کے بال بہت کثرت سے ٹوٹتے ہیں، اس میں ارادہ کو کوئی دخل نہیں؛ بلکہ زید کو یہ پہلے ہی سے عارضہ اور عذر ہے، تو اب احرام کی حالت میں جب جب وضو کرے گا تو بے شمار بال ٹوٹیں گے، تو ان کا فدیہ یا دم کیا ہوگا؟ اور اتنا بار

Marfat.com

بار فدیہ یا دم زید کیسے ادا کرے گا، جو شرعی حکم ہو بیان فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرض کی وجہ سے جو بال ٹوٹیں گے، ان پر کوئی فدیہ وغیرہ واجب نہیں ہے۔

بخلاف ما إذا تناثر شعر بالمرض أو النار. (شامي ۵۴۹/۲ کراچی، شامي ۵۷۹/۳ زکریا)

لا يخفى أن الشعر إذا سقط بنفسه لا محظور فيه لاحتمال قلعه قبل إحرامه، وسقوطه بغير قلعه ...... بخلاف ما إذا تناثر شعره بالمرض أو النار فلا شيء عليه. (غنية الناسك / باب الجنايات ۲۵۸ إدارة القرآن کراچی)

وفي البحر: إذا تناثر شعره بالمرض أو النار فلا شيء عليه؛ لأنه ليس للزينة ...... وإنما هو شين، كذا في المحيط. (البحر الرائق ۹/۳، مناسك ملا علي القاري // باب الجنايات ۳۲۸ کراچی، انوار مناسک ۵۳۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۹/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام کی حالت میں ناخن کاٹنا؟

سوال (۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی حالت میں ناخن کاٹنے کا کیا حکم ہے؟ اور ناخن کاٹنے پر وجوب دم وصدقہ کیا تفصیل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی محرم شخص ایک ہی مجلس میں اپنے دونوں ہاتھ اور پیروں کے ناخون کاٹے یا ایک ہی ہاتھ یا پیر کے ناخون کاٹے، تو اس پر دونوں صورتوں میں ایک دم واجب ہوگا۔

اور اگر ایک ہاتھ یا ایک پیر سے کم (یعنی پانچ سے کم) ناخون کاٹے تو اس پر ہر ناخون کے

Marfat.com

عوض صدقۂ فطر کے بقدر صدقہ واجب ہوگا۔

عن ليث عن عطاء وطاؤس ومجاهد: أنهم قالوا في المحرم: إذا نتف إبطه أو قلّم أظفاره فإن عليه الفدية. (المصنف لابن أبي شيبة ٢٠٣/٨ رقم: ١٣٦٠٤ المجلس العلمي)

عن أشعث قال: كان الحسن يكره أن يأخذ المحرم من رأس الحلال - يعني: من شعره - أو يقلمه. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الحج / باب في المحرم يقص من شارب الحلال ١٧٢/٨ رقم: ١٣٤٧٦)

إذا قص أظافير يديه أو رجليه أو يد أو رجل واحدةٍ في مجلس واحد فعليه دم واحد. (مناسك ملا علي القاري ٣٣٠-٣٣١)

أو قص أظفار يديه أو رجليه أو الكل في مجلس واحد، فلو تعدد المجلس تعدد الدم إلا إذا اتحد المحل ...... أو يد أو رجل إذ الربع كالكل. (درمختار مع الشامي ٥٨٠/٣ زكريا، الفتاوى الهندية ٢٤٤/١، اللباب ١٨٣/١، خانية على الهندية ٢٨٨/١)

وليس للمحرم أن يقص أظافيره قبل الحلق، إذا قلم المحرم جميع أظافيره فعليه دم واحد، وإن قلم أظفار كف فعليه دم، وإن قلم أقل كف فعليه صدقة. (الفتاوى التاتارخانية ٥٨٦/٣ رقم: ٥١٠٠ زكريا، تبيين الحقائق ٣١١/٢)

وإن قلم أقل من يد أو رجل فعليه صدقة لكل ظفر نصف صاع. (مناسك ملا علي قاري : ٣٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ٦/٣/١٤٣٦ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام کی حالت میں مچھر اور چیونٹی وغیرہ کو مارنا؟

سوال (٩١):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی حالت میں مچھر، کھٹمل، چیونٹی وغیرہ مارنے کا کیا حکم ہے؟ کیا مارنے والے محرم پر دم وغیرہ واجب ہوگا یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احرام کی حالت میں موذی مچھر اور چیونٹی کو مارنا درست ہے؛ لیکن جو چیونٹی موذی نہ ہو اس کا مارنا جائز نہیں؛ تاہم اس کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم نہیں ہوتا۔

عن سعيد بن المسيب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يقتل المحرم الحية والذئب. (أخرجه أبو داؤد وابن أبي شيبة وسعيد بن منصور ورجاله ثقات، فتح الباري ٤/٣٠، إعلاء السنن ١٠/٣٨٨ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يقتل باقي هوام الأرض وحشراتها كبعوض ونمل يؤذي وهو السود والصفر وما لا يؤذي لا يحل قتلها، وإن كان لايجب بقتلها الجزاء. (غنية الناسك ٢٨٩، ومثله في الهداية ١/٣٠٢، مبسوط سرخسي ٤/١٠١ بيروت، درمختار مع الشامي ٣/٦٠٨ زكريا، الفتاوى السراجية ١/١٨٤، بدائع الصنائع ٢/٤٢٦ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۶/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام کی حالت میں بیوی سے دل لگی کرنا؟

سوال (۹۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احرام کی حالت میں بیوی سے دل لگی کی باتیں کرنا کیسا ہے؟ کیا اس سے دم واجب ہوگا اور حج فاسد ہو جائے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی محرم نے حالت احرام میں مقدمات جماع کو اختیار کیا، مثلاً بیوی سے مباشرتِ فاحشہ کی، بوسہ لیا، یا شہوت کے ساتھ چھولیا، تو ان صورتوں میں چاہے انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، بہرصورت اس پر دم واجب ہوگا؛ لیکن دواعیٔ جماع سے حج فاسد نہیں ہوتا۔

عن علي رضي الله عنه قال: من قبل امرأته وهو محرم فليهرق دما. (السنن الكبرى للبيهقي ٧/٣٦٩ رقم: ٩٨٩٠)

Marfat.com

عن عكرمة قال: إذا لمس المحرم أو غمز امرأته فعليه كفارة يتصدق بها. (المصنف لابن أبي شيبة ٦٦/٨ رقم: ١٢٩٨٧-المجلس العلمي)

عن الحسن أنه سئل عن رجل باشر وهومحرم؟ قال: عليه بدنة، قلت: فإن أنزل الماءَ الأعظم؟ قال: كان الحسن يقول: هو بمنزلة المجامع، عليه الحج من قابل. (المصنف لابن أبي شيبة ٦٧/٨ رقم: ١٢٩٨٩ المجلس العلمي)

عن إبراهيم: في المحرم يقبل امرأته أو يغمز امرأته لشهوة؟ قال: عليه دم. (المصنف لابن أبي شيبة ٦٥/٨ رقم: ١٢٩٧٨ المجلس العلمي)

بشر عن أبي يوسف محرم قبّل امرأته بشهوة فعليه دم، وإن اشتهت هي فعليها دم أيضاً، وإن لم تشته فلا شيء عليها، ولو قبلها بغير شهوة فلا شيء عليه ...... ولو عانقها بشهوة يجب عليه الدم أو لم ينزل، وفي الجامع الصغير الحسامي: وإن لمس فأمنىٰ فعليه دم أنزل. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٥٨٢/٣ رقم: ٥٠٨٣ زكريا، وكذا في الفتاوىٰ الهندية ٢٤٤/١)

حتى لو وطئ فيما دونهما أي من الأفخاذ ونحوها ......، أو لمس أي مس بلا حائل أو عانق أو باشره أي مباشرة فاحشة ...... لم يفسد أي بالإجماع. (مناسك ملا علي القاريؒ ٣٣٥)

تجب شاة إن قبّل أو لمس بشهوة؛ لأن الدواعي محرمة لأجل الإحرام مطلقاً فيجب الدم مطلقاً. (البحر الرائق ١٤/٣-١٥ كوئٹہ، غنية الناسك ٢٦٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۳/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

طواف سے متعلق مسائل

مکہ معظّمہ میں قیام کے دوران طواف افضل ہے یا عمرہ؟

سوال (۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مکہ معظمہ میں قیام کے دوران کثرتِ طواف افضل ہے یا عمرہ کرنا اور نفل نماز پڑھنا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مکہ معظّمہ میں قیام کے دوران عمرہ کی کثرت افضل ہے یا طواف کی؟ تو اس بارے میں قدرے تفصیل ہے، اگر اتنے وقت تک طواف میں مسلسل مشغول رہتا ہے کہ اس میں عمرہ کیا جاسکتا ہے تو طواف افضل ہے، اور اگر اتنی مدت تک طواف میں مشغول نہیں رہتا؛ بلکہ طواف میں کم وقت لگاتا ہے، تو ایسی صورت میں عمرہ کرنا طواف سے زیادہ فضیلت وثواب کا باعث ہوگا۔ اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ سات طوافوں کا ثواب ایک عمرہ کے مانند ہے۔

والطواف افضل من العمرة اذا شغل به مقدار زمن العمرة. وقد قيل سبع اسابيع من الاطوفة كعمرة. (غنية الناسك ١٣٨، مناسك ملا على قارى ٤٦٧، ومثله فى الشامى زكريا ٥١٧/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طواف کیسے کریں؟

سوال (۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: اگر کوئی شخص طواف کی حالت میں اپنا چہرہ بیت اللہ شریف کی جانب کر لے، تو کیا اس کا طواف باطل ہو جائے گا، پھر اس کا دہرانا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر نہ دہرائے تو دم وغیرہ واجب ہوگا یا نہیں؟ مدلل جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: الف:- آدابِ طواف میں سے یہ ہے کہ اپنی نظر چلنے کی جگہ پر رکھے، اِدھر اُدھر نظر نہ دوڑائے۔ بریں بنا اگر کوئی شخص بحالتِ طواف بیت اللہ شریف کو دیکھے جب کہ اس کا سینہ اور پیر بیت اللہ کی جانب نہ ہو، تو اس کا یہ فعل محض مکروہ تنزیہی یعنی خلافِ اولیٰ قرار دیا جائے گا، طواف کا اعادہ یا دم وغیرہ اس کے ذمہ واجب نہ ہوگا۔

وصون النظر عن كل ما يشغله، وينبغي أن لا يجاوز بصره محل مشيه كالمصلي لايجاوز بصره محل سجوده؛ لأنه الأدب الذي يحصل به اجتماع القلب. (غنية الناسك في بغية المناسك ۱۲۲، احسن الفتاوی ۵۴۸/۴)

ب:- طواف کی حالت میں بیت اللہ شریف کو اپنی بائیں جانب رکھنا واجب ہے؛ لٰہذا اگر کوئی شخص طواف کا کوئی بھی حصہ اس طرح ادا کرے کہ بیت اللہ شریف اس کے بائیں جانب نہ رہے (مثلاً اُلٹا طواف کرے، یا چہرہ وسینہ یا پیٹھ بیت اللہ شریف کی طرف کر کے طواف کرے) تو وہ طواف درست نہ ہوگا، مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے اس کا اعادہ ضروری ہے، اگر اعادہ نہ کیا تو دم لازم ہوگا۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قدم مكة أتى الحجر فاستلمه، ثم مشى على يمينه فرمل ثلاثاً ومشى أربعًا.

(صحيح مسلم / باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم ۴۰۰/۱ رقم: ۱۲۱۸، السنن الكبرىٰ للبيهقي ۱۴۷/۵ رقم: ۹۳۲۲ دار الكتب العلمية بيروت)

ومن واجبات الطواف التيامن فيه: وهو الابتداء من يمين الحجر جاعلاً

Marfat.com

البيت على يساره ..... ولنا قوله تعالىٰ: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ [الحج: ۲۹] مطلقاً عن شرط البداءة باليمين أو اليسار. وفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم محمول على الوجوب وبه نقول كذا ذكره القاضي في شرح مختصر الطحاوي: أنه يجب عليه الإعادة ما دام بمكة، وإن رجع إلى أهله يجب عليه الدم، وكذا ذكر في الأصل كما حكاه صاحب البدائع. (البحر العميق ۲/ ۱۱۵۰ المكتبة المكية، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ۳/ ۶۰۲ زكريا، بدائع الصنائع ۲/ ۳۱۲ نعيمية ديوبند)

وأما جعل البيت عن يساره فاختلف فيه والأصح الوجوب. (فتح القدير ۳/ ۵۸ بيروت)

ولو عكس أعاد ما دام بمكة فلو رجع فعليه دم (درمختار) وتحته في الشامي: ولو عكس بأن أخذ عن يساره وجعل البيت عن يمينه، وكذا لو استقبل البيت بوجهه أو استدبره وطاف معترضاً كما في شرح اللباب وغيره. (شامي ۲/ ۴۹۴ كراچی، درمختار مع الشامي ۳/ ۵۰۶ زكريا)

تنبيه: — ليس شيء من الطواف يجوز عندنا مع استقبال البيت. (غنية الناسك ۱۱۳)

والحاصل أن وجوب التيامن يفيد أن من أتى بخلافه من الصور المذكورة المخالفة للتيامن في الهيئة، والكيفية يحرم عليه فعله ويجب عليه الإعادة أو لزوم الجزاء. (شرح مناسك ۷۲، غنية الناسك ۱۱۳ جديد، زبدة المناسك مع عمدة المناسك ۱۲۱)

ج: — اگر بیت اللہ کے اردگرد بھیڑ وغیرہ کچھ نہ ہو اور کوئی شخص جان بوجھ کر بحالتِ طواف چہرہ وسینہ بیت اللہ کی طرف کرے، تو وہ واجبِ تیامن کا تارک کہلائے گا، اور اس کے ذمہ اعادہ لازم ہوگا، ورنہ دم کے وجوب کا حکم لگایا جائے گا؛ لیکن اگر مطاف میں اژدحام ہو اور کسی شخص کا چہرہ یا پیٹھ بحالتِ طواف بلا ارادہ واختیار بیت اللہ شریف کی طرف ہو جائے تو معذور سمجھا جائے گا، اس کا طواف بلا کراہت درست ہوگا، نہ اس پر اعادہ لازم ہے اور نہ دم واجب ہے۔

اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے پیدل طواف کرنا واجب ہے؛ لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے

Marfat.com

کوئی شخص سواری پر طواف کرے، تو اس کا طواف بلاشبہ درست ہو جاتا ہے، اور اس کے ذمہ اعادہ یا دم وغیرہ لازم نہیں ہوتا ہے۔

وإن كان عاجزاً عن المشي أجزأه ولا شيء عليه؛ لأن التكليف بقدر الوسع. (بدائع الصنائع ۱۳۰/۲ کراچی، ۳۱۱/۲ زکریا)

ونحن نقول إذا ركب من عذر فلا شيء عليه وإلا أعاده، وإن لم يعده لزمه دم، وكذا إذا طاف زحفاً. (فتح القدير ۵۸/۳ بیروت)

أي أنه إن تركه بلا عذر لزمه دم، وإن بعذر فلا شيء عليه مطلقاً. (شامي ۵۵۳/۲ کراچی، ۵۸۵/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۲/۷ھ

حطیم کے اندر سے طواف معتبر نہیں

سوال (۹۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص عمرہ کے طواف میں پورا طواف یا طواف کے اکثر اشواط حطیم کے اندر سے کرلے تو کیا اس کا طواف صحیح ہو جائے گا یا دم واجب ہوگا؟ اور دم دینے سے اس کا طواف اور عمرہ صحیح ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اگر بعد میں طواف کا اعادہ کرلے تو کیا دم ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق: حطیم بھی دراصل بیت اللہ شریف ہی کا حصہ ہے؛ لہٰذا اس کی حدود سے باہر ہو کر طواف کرنا واجب ہے، اگر حطیم کے اندر سے طواف کیا تو ترکِ واجب کی وجہ سے دم جنایت لازم ہوگا، اور اگر بعد میں پورے طواف کا یا کم از کم خارج حطیم حصہ کا اعادہ کرلیا تو دم ساقط ہو جائے گا۔

السادس: الطواف وراء الحطيم فلو طاف للزيارة أو العمرة في جوف الحجر يعيد الطواف كله أو على الحجر فقط، والأول أفضل، فإن لم يعد فعليه

Marfat.com

دم، وأما في الطواف الواجب فينبغي أن تجب صدقة، وينبغي أن لا فرق بين الطواف الواجب والتطوع في لزوم الصدقة لما أن الطواف وراء الحطيم من كل طواف. (غنية الناسك ١١٤، مناسك ملا علي القاري ١٥٣ إدارة القران كراچی)

وراء الحطيم: وجوباً، لأن منه ستة أذرع من البيت، فلو طاف من الفرجة لم يجز (درمختار) قوله لم يجز أي على وجه الكمال قال القاري في شرح النقاية: ولو طاف من الفرجة لا يجزيه في تحقق كماله، ولابد من إعادة الطواف كله لتحققه، وإن أعاد من الحطيم وحده أجزاء، بأن ياخذ على يمينه خارج الحجر، حتى ينتهي إلى آخره، ثم يدخل الحجر من الفرجة، من الجانب الآخر، أولا يدخل الحجر، وهو افضل، بأن يرجع ويبتدئ من أول الحجر، هكذا يفعل سبع مرات ويقضي صفته من رمل وغيره، ولو لم يعد صح طوافه ووجب عليه دم اهـ. (درمختار مع الشامي / قبيل مطلب: في طواف القدوم ٥٠٧/٣ زكريا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳۶/۳/۱۴ھ

حجرِ اَسود کے بالکل سامنے کھڑے ہوکر طواف کی نیت کرنا

سوال (۹۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا طواف کی نیت کرنے کے لئے حجرِ اسود کے ٹھیک سامنے کھڑا ہونا ضروری ہے، جہاں پیر بنا ہوا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حجرِ اسود کے بالکل سامنے کھڑے ہوکر بھی نیت کرنا درست ہے۔ (مستفاد: ایضاح المناسک ۱۱۸)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: دخلنا مكة عند ارتفاع الضحى

Marfat.com

فأتى النبي صلى الله عليه وسلم باب المسجد، فأناخ راحلته ثم دخل المسجد فبدأ بالحجر فاستلمه وفاضت عيناه بالبكاء، ثم مشى على يمينه الخ. رواه مسلم وأحمد والحاكم. (الجامع الصحيح للسنن والمسانيد / ابتداء الطواف من الحجر الأسود ۲۲۰۱ ٤ الشاملة)

ويبدأ بالحجر الأسود فإذا استقبله كبر ورفع يديه ...... لما روي عن مكحول أن النبي صلى الله عليه وسلم لما دخل المسجد بدأ بالحجر الأسود فاستقبله وكبر وهلل. (بدائع الصنائع / بيان سنن الحج ۳۳۹/۲)

عن نافع قال: كان ابن عمر رضي الله عنه يدخل مكة ضحى فيأتي البيت فيستلم الحجر ويقول: باسم الله والله أكبر. (السنن الكبرى للبيهقي ۱۲۸/۵ رقم: ۹۲۵۰ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱۱/۲۵ھ

حجرِ اسود کے دائیں کنارے کھڑے ہوکر طواف کی نیت کرنا

سوال (۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حجرِ اسود کے دائیں کنارے کھڑا ہوکر نیتِ طواف کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حجرِ اسود کے دائیں کنارے (جو بیت اللہ کے دروازے کی طرف ہے) کھڑے ہوکر طواف شروع کرنا مکروہ ہے۔ (مستفاد: زبدۃ المناسک ۱۱۳)

عن خصيف بن عبد الرحمن أن مجاهداً قال له: لا تستلم الحجر من قبل الباب ولكن استقبله استقبالاً. (أخبار مكة للزرقاني / ما يقال عند استلام الركن ومن أي جانب يستلم ۲۰۱/۲ ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱۱/۲۵ھ

Marfat.com

داہنا مونڈھا حجرِ اسود کی طرف کر کے طواف شروع کرنا

سوال (۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیت اللہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوا کہ داہنا مونڈھا حجرِ اسود کے مغربی کنارے کے مقابل ہو، جہاں پیر بنا ہوا ہے، اس طرح طواف کی نیت کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیت اللہ شریف کے سامنے اس طرح کھڑے ہوکر نیت کرنا کہ داہنا مونڈھا اس کا حجرِ اسود کے اس کنارے کے مقابل ہو، جو رکنِ یمانی کی طرف ہے، اور سارا حجرِ اسود اس کے داہنی طرف رہے، نہ صرف جائز ہے؛ بلکہ بہتر ہے۔ (زبدۃ المناسک ۱۱۲)

وإذا أراد الشروع فيه أي في طواف بعده سعي، ينبغي أن يضطبع قبله بقليل ...... ثم يقف مستقبل البيت بجانب الحجر الأسود مما يلي الركن اليماني بحيث يصير جميع الحجر عن يمينه، ويكون منكبه الأيمن عند طرف الحجر، فينوي الطواف، وهٰذه الكيفية مستحبة. قال الكرماني: وهو الأكمل والأفضل عند الكل. (مناسك ملا علي القاري / صفة الطواف ۱۳۰ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۱/۲۵ھ

نیت طواف کے بعد حجرِ اسود کا استلام کرنا

سوال (۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طواف کی نیت کرنے کے بعد حجرِ اسود کے استلام کے وقت ویسے ہی کھڑے ہوکر استلام کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: طواف کے دوران ہر چکر کے ختم پر حجرِ اسود اور بیت اللہ

Marfat.com

کی طرف سینہ اور منہ کرنا مستحب ہے؛ لہٰذا صورتِ مذکورہ سنت کے مطابق ہے۔ (ایضاح المناسک ۱۱۹، زبدۃ المناسک ۱۱۵)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قدم مكة وهو يشتكي فطاف على راحلته كلما أتى على الركن استلم الركن بمحجن ...... الخ. (سنن أبي داؤد / باب الطواف الواجب رقم: ۱۸۸۱)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: طاف النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بالبيت على بعير، كلما أتى الركن أشار إليه بشيء كان عنده وكبر. (صحيح البخاري / باب التكبير عند الركن رقم: ۱۶۱۳)

وكلما مر بالحجر فعل ما ذكر من الاستلام (درمختار) وفي الهداية: وإن لم يستطع الاستلام استقبل وكبر وهلل. (درمختار مع الشامي ۳/۵۱۱ زكريا)

ويستلم الحجر في كل شوط يفتتح به إن استطاع من غير أن يوذي أحداً لما روي أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان كلما مر بالحجر الأسود استلمه؛ ولأن كل شوط طواف على حدة فكان استلام الحجر فيه مسنوناً كالشوط الأول. (بدائع الصنائع / بيان سنن الحج ۲/۱۴۷ كراچی، ۲/۳۴۲ نعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۱/۲۵ھ

حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت پیر کس طرف رہیں؟

سوال (۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت پیر کس طرح رکھے جائیں؟

طواف کرتے وقت حجرِ اسود تک پہنچ کر پیر جیسے سیدھا بنا ہوا ہے، ایسے ہی کھڑے ہو کر استلام کرنا درست ہے یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: استلام کے وقت چہرہ اور سینہ حجرِ اسود کی طرف کرنا مستحب ہے، اس کی صراحت کتبِ فقہ میں موجود ہے؛ لیکن پیر کس طرف رہے؟ اس بارے میں کوئی صراحت نہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ جب سینہ حجرِ اسود کی طرف کرنے کی اجازت ہے، تو اس کی طرف پیر کرنے میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے۔ (مستفاد: ایضاح المناسک ١١٩، زبدۃ المناسک ١١٥)

عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان إذا صلى الركعتين رجع إلى الحجر فاستلمه أو استقبله ......الخ. (المصنف لابن أبي شيبة ٨٤٢/٣ رقم: ١٥٢٣٠)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا استوت به راحلته عند مسجد ذي الحليفة في حجة أو عمرة أهلّ...... حتى انتهى إلى البيت استقبله الحجر الخ. (صحيح ابن خزيمة / باب التكبير عند استلام الحجر واستقباله ٢١٤/٤ رقم: ٢٧١٦)

فإذا أراد أن يستلم الحجر الأسود يستقبله بوجهه على القول الصحيح ...... وهذا الاستقبال للحجر مستحب لا واجب. (البحر العميق في مناسك المعتمر والحاج إلى بيت الله العتيق ١١٧٢/٢ المكتبة المكية)

ثم إذا فرغ من ركعتي الطواف يعود إلى الحجر الأسود فيستلمه إن أمكنه أو يستقبله بوجهه ويكبر الخ. (تحفة الفقهاء / باب الإحرام ٤٠٢/١ الشاملة)

وأما سنن الطواف ...... واستقبال الحجر الأسود بالوجه في ابتدائه، وأما في أثنائه فمستحب. (غنية الناسك ٦٣، انوار مناسك ٣٧٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۱/۲۵ھ

کیا بغیر احرام کے نفلی طواف اور سعی طوافِ زیارت کے قائم مقام ہوجائے گا

سوال (١٠٠): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: طواف زیارت کے ساتھ سعی کرنا واجب ہے، میں نے کتاب میں یہ مسئلہ دیکھا کہ آٹھ تاریخ کو احرام باندھ کر ایک نفلی طواف کے ساتھ سعی کر لے، تو طواف زیارت کے بعد سعی کرنے کی ضرورت نہیں، مجھ سے ایک شخص نے یہ کہا کہ نفلی طواف بغیر احرام کے کرلو اور سعی کرلو، تو کیا یہ سعی کرنا طواف زیارت کے ساتھ شامل ہو جائے گی یا نہیں؟ جب یہ مسئلہ ایک عالم سے مکہ مکرمہ میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ سعی درست نہیں، اس کے لئے احرام کا ہونا ضروری ہے؛ لیکن میں نے ان کی بات نہ مان کر سلے ہوئے کپڑوں میں نفلی طواف کیساتھ سعی کرلی، تو میرے حج کی ادائیگی میں کوئی نقص تو نہیں ہوا؟ اگر کوئی نقص ہے تو اس کی تلافی کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو طواف وسعی آپ نے حج کا احرام باندھنے سے پہلے کی ہے اس سے حج کا واجب ادا نہیں ہوا، لہٰذا ترک واجب کی وجہ سے ایک دم آپ پر لازم ہے، جو کبھی بھی حدودِ حرم میں قربان کرایا جا سکتا ہے۔

الثالث تقديم الإحرام عليه فلو سعى قبل الإحرام، ولو بعد طواف لم يجز الخ. (مناسك ملا علي القاري ۲۶۵)

ويجوز ذبح بقية الهدايا في أي وقت شاء، وخص الكل بالحرم. (غنية الناسك ۲۵۸ جديد) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱؍۱؍۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طوافِ وداع میں طوافِ زیارت کی نیت

سوال (۱۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی اگر طوافِ زیارت نہیں کرتا اور طوافِ وداع میں ہی طوافِ زیارت کی نیت کر لیتا ہے، تو کیا اس کا حج درست ہو جائے گا؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ایامِ نحر ۱۰-۱۲/ ذی الحجہ میں طوافِ وداع میں طوافِ زیارت کی نیت کی، تو طوافِ زیارت ادا ہوجائے گا؛ لیکن طوافِ وداع الگ سے کرنا ہوگا۔ اور اگر ایامِ نحر گذرنے کے بعد طوافِ زیارت کیا، تو تاخیر کی وجہ سے دم واجب ہوگا اور طوافِ وداع بہر حال الگ سے کرنا ہوگا۔

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أتى إلى البيت فصلى بمكة الظهر، يعني: يوم النحر. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الحج / باب من زار يوم النحر ٨/ ١١٠-١١١ رقم: ١٣٢٠٦ المجلس العلمي)

عن وبرة قال: كان الأسود إذا رمى الجمرة يوم النحر زار البيت من يومه، ثم رجع إلى منزله من يومه، حتى ينفر مع الناس إذا نفروا. (المصنف لابن أبي شيبة ٨/ ١١٢ رقم: ١٣٢٠٧ المجلس العلمي)

عن التميمي عن أبي قلابة وجابر بن زيد: أنهما زارا البيت يوم النحر. (المصنف لابن أبي شيبة ٨/ ١١٢ رقم: ١٣٢١٣ المجلس العلمي)

والحاصل: أن طواف الزيارة مؤقت بأيام النحر وتأخيره عنها يوجب الدم عنده. (البحر العميق ٢/ ١١٤٩)

وأما الواجب فهو فعله في يوم من الأيام الثلاثة عند أبي حنيفة حتى لو أخره عنها مع الإمكان لزمه دم، وقد ورد في الحديث أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم طاف بعد [illegible] يوم النحر للركن. (البحر العميق ٢/ ٣٤٧ كراچی)

ووقته أيام النحر لأن اللّٰه تعالىٰ عطف الطواف على الذبح، قال: فكلوا منها، قال: وليطوفوا فكان وقتها واحداً ...... ويكره تأخيره [illegible]

Marfat.com

هٰـذه الأيـام كما بينا أنه مؤقت بها، وإن أخره عنها لزمه دم عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه. (هداية ١/٢٥١ أشرفية ديوبند)

فإن أخره عنها أي أيام النحر ولياليها منها كره تحريمًا، ووجب دم لترك الواجب. (درمختار ٢/٥١٨ كراچى)

ولو كان في يوم النحر وقع للزيارة، أو بعد ما حل النفر، وقد طاف للزياة، فهو للصدر وإن نواه للتطوع؛ لأنه في إحرام عبادة اقتضت وقوع ذٰلك الطواف في ذٰلك الوقت، فلا يشرع غيره، كصوم رمضان. (غنية الناسك ١١٠ جديد)

ثم النية للطواف شرط ...... فلو طاف بعد إرادة السفر ونوع التطوع أجزأه عن الصدر (درمختار) قال العلامة الشامي تحته: قوله فلو طاف الخ: الحاصل كما في الفتح وغيره أن من طاف طوافًا في وقته وقع عنه، نواه بعينه أو لاً أو نوى طوافًا آخر، ومن فروعه ...... ولو كان في يوم النحر وقع للزيارة. (الدر المختار مع الشامي، الحج / مطلب في طواف الصدر ٣/٥٤٥ زكريا)

والحاصل: أن كل من طاف طوافاً في وقته وقع عند بعد أن ينوي أصل الطواف نواه بعينه أو لا، أو نوى طوافًا آخر؛ لأن النية تعتبر في الإحرام؛ لأنه عقد على الأداء فلا يعتبر في الأداء، فلو قدم معتمر وطاف وقع عن العمرة، وإن كان حاجًا قبل يوم النحر وقع للقدوم، وإن كان قارنًا وقع الأول للعمرة والثاني للقدوم، ولو كان في يوم النحر إذا طاف فهو للزيارة، وإن طاف بعد ما حل النفر فللصدر ولو كان نواه للتطوع. (شرح فتح القدير ٢/٤٩٥ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۳/۲/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

ظہر سے پہلے طوافِ زیارت کے بعد طوافِ وداع کرنا

سوال (۱۰۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ضعیف لوگ ۱۰-۱۱-۱۲/ ذی الحجہ کو ظہر سے پہلے طوافِ زیارت کے بعد کیا طوافِ وداع کر سکتے ہیں؟ اس کی احناف کے نزدیک کچھ گنجائش ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طوافِ زیارت کرنے کے بعد کسی بھی وقت طوافِ وداع کیا جا سکتا ہے؛ بلکہ طوافِ زیارت کرنے کے بعد اگر نفلی طواف بھی کر لیا جائے تو وہ بھی طوافِ وداع کے قائم مقام ہو جائے گا۔

وأما وقته فأوله بعد طواف الزيارة، فلو طاف بعد الزيارة طوافاً أي أيّ طواف كان، يكون عن الصدر، أي يقع عنه سواء نواه أم لا. (مناسك ملا علی القاري ۲۰۲)

والحاصل أن كل من طاف طوافاً في وقته وقع عنه بعد أن ينوي أصل الطواف نواه بعينه أو لا ...... وإن طاف بعد ما حل النفر فللصدر ولو كان نواه للتطوع. (فتح القدير ۲/ ٤٩٥ دار الفكر بيروت)

لو طاف بعد الزيارة لا يعين شيئاً أو نوى تطوعاً كان للصدر. (البحر العميق ۱۹۱۷/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ طواف اگر وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟

سوال (۱۰۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر طواف کے دوران وضو ٹوٹ جائے، تو اسی جگہ طواف کا سلسلہ روک دینا لازم ہے اور وضو کرکے وہاں سے بقیہ طواف کی تکمیل کی جائے۔ (مستفاد: اوجز المسالک ۳/ ۵۰۳، زبدۃ المناسک ۱۲۳، غنیۃ

Marfat.com

المناسک جدید ۱۲۷، انوار مناسک ۲۸۰-۵۷۶، معلم الحجاج ۱۳۶)

لیکن کتب: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴؍۱۱۴، مسائل ومعلومات حج وعمرہ ۳۶ اور دوسری کتابوں کے علاوہ آپ سے بھی سہواً ندائے شاہی حج وزیارت نمبر قدیم ۱۱۵ جدید ۱۲۸ میں بھی یہ عبارت درج ہے، طواف کے ساتوں چکروں میں باوضو رہنا ضروری ہے، اگر پہلے چار چکروں کے دوران وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر کے طواف ازسرنو کرنا ہوگا، اگر چار چکروں کے بعد ٹوٹا ہے تو اختیار ہے، چاہے تو وضو کر کے بقیہ چکروں کو پورا کر لے یا ازسرنو طواف کرے؛ البتہ کتاب مسائل ''مناسک حج وعمرہ مع آداب وزیارت ۱؍۱۵۸'' میں اصل مضمون میں تو وہی بات لکھی ہے جو انوارِ مناسک ۳۸۰ اور ۵۷۶ اور معلم الحجاج ۱۳۶ لکھی ہے؛ لیکن حاشیہ میں یہ وضاحت کی ہے کہ چوں کہ طواف کے پہلے چار چکر فرض ہیں اور باقی تین چکر واجب، اس لئے شروع کے چار چکر پورے ہونے سے قبل وضو ٹوٹ جائے تو بعد از وضو شروع سے طواف کرے۔

بہر حال اِن کتابوں میں مسائل کے لکھنے میں مستند کتابوں کا حوالہ نہیں دیا گیا، اس لئے نا قابل اعتبار ہے، اور جو مسائل وثوق کے ساتھ مستند کتابوں کے حوالہ سے لکھ دئے گئے ہیں وہ قابلِ عمل ہے۔

ندائے شاہی حج وزیارت نمبر قدیم ۱۱۵ جدید ۱۲۸ میں جو تحریر آ گئی ہے، ممکن ہے کہ آپ نے کسی موقع پر اس کی تردید کر دی ہو، جس کا احقر کو علم نہیں، اگر آپ نے نہیں کی ہے تو آئندہ ایڈیشن میں اس کو حذف فرما دیں، تو زیادہ مناسب ہوگا، گستاخی معاف فرمائیں۔ والسلام

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر دورانِ طواف چار چکروں سے پہلے وضو ٹوٹ جائے تو طواف اسی جگہ روک کر وضو کے بعد وہیں سے بقیہ طواف مکمل کر سکتا ہے؛ لیکن افضل یہ ہے کہ ایسی صورت میں ازسرنو طواف کرے، اور اگر چار چکروں کے بعد وضو ٹوٹا ہے تو اختیار ہے چاہے تو وضو کر کے بقیہ چکر پورے کرے یا ازسرنو طواف کرے، اس کی وضاحت غنیۃ

Marfat.com

الناسک کی اس عبارت میں کی گئی ہے:

عن عطاء وطاؤس ومجاهد قالوا: لا تَطُف بالبيت إلا وأنت على وضوء.

(المصنف لابن أبي شيبة ٤٣٦/٨ رقم: ١٤٥٥٩ المجلس العلمي)

أو تجديد وضوء ثم عاد بنى، لو كان ذلك بعد اتيان أكثره ولو استأنف لا شيء عليه الخ، ويستحب الاستيناف في الطواف إذا كان قبل اتيان أكثره.

(غنية الناسك ١٢٧)

اور ندائے شاہی حج وزیارت نمبر ۱۲۸ کی عبارت میں واقعۃً سہو ہوا ہے کہ اس میں ایک مستحب حکم کو اس انداز میں لکھا گیا جس سے وجوب کا شبہ ہو رہا ہے؛ لہٰذا اس میں قدرے ترمیم کرتے ہوئے ان شاء اللہ آئندہ یہ لکھا جائے گا کہ: "اگر پہلے چار چکروں کے درمیان وضو ٹوٹ جائے تو بہتر ہے کہ وضو کر کے طواف از سر نو کرے، اور اگر وہیں سے مکمل کرلے تو یہ بھی جائز ہے"۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۱/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طواف کے ۴؍ چکروں سے پہلے وضو ٹوٹ جائے یا نماز میں مشغول ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۰۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خانہ کعبہ کے طواف کے بارے میں ہم بتاتے ہیں کہ اگر چار چکروں سے پہلے وضو ٹوٹ جائے تو پھر سے وضو کر کے آکر نئے سرے سے طواف شروع کیا جائے، پہلے کے چکر شمار نہیں کئے جائیں گے، اور اگر چار چکروں کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو پھر سے وضو کر کے جہاں سے وضو ٹوٹا ہے، وہاں سے اپنا طواف مکمل کرے پہلے کے چکر شمار کئے جائیں گے، ایسے ہی اگر فرض نماز یا نماز جنازہ کے لئے جماعت کھڑی ہو جائے تب بھی یہی بات بتاتے ہیں کہ نماز

Marfat.com

سے پہلے اگر چار چکر ہوگئے ہیں، تو نماز کے بعد بقیہ چکر پورے کرنے سے طواف مکمل ہوجائے گا، اور اگر کم چکر ہوئے ہیں، تو نئے سرے سے طواف کرنا پڑے گا، ہم نے مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب مدرسہ شاہی مرادآباد کی کتاب ''انوار مناسک'' میں دیکھا کہ اگر ایک دو چکروں کے بعد بھی یہ صورت پیش آجائے، تو وضو کر کے یا نماز پڑھ کر بقیہ چکروں کو مکمل کیا جاسکتا ہے، اس سے طواف میں کسی قسم کی کمی خرابی واقع نہیں ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: طواف میں چار چکروں سے پہلے وضو ٹوٹ جانے یا نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے ازسرنو طواف کرنے کا حکم ضروری نہیں ہے؛ بلکہ افضل اور مستحب ہے؛ لہٰذا اگر ازسرنو کرنے میں بھیڑ وغیرہ کی وجہ سے دشواری ہو تو وضو اور نماز کے بعد مابقیہ چکروں کو وہیں سے پورا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس سے طواف کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

(مستفاد: انوار مناسک ۳۸۰)

ولو أقيمت الصلاة والرجل يطوف، أو يسعى يترك الطواف والسعي ويصلي ثم يبني بعد الفراغ من الصلاة. (الفتاویٰ الهندية ۱/۲۲۷)

وإذا أقيمت الصلاة المكتوبة أو الجنازة خرج من طوافه إليها، وكذا إذا كان في السعي، ثم إذا فرغ وعاد على ما كان طوافه لايستقبله. (فتح لقدير ۲/۴۹۴ بيروت)

ومن أصابه شيء ينقض وضوءه وهو يطوف بالبيت أو يسعى بين الصفا والمروة، وتحته في الأوجز والثانية يتوضأ ويبني، وبها قال الشافعي وإسحق وقال أحمد بن حنبل: فيمن طاف ثلاثة أشواط أو أكثر يتوضأ، فإن شاء بنى وإن شاء استأنف. (أوجز المسالك ۵۰۳۸۳)

ولو خرج منه أو من السعي إلى جنازة أو مكتوبة، أو تجديد وضوء، ثم عاد بنى، قال الشامي: أي على ما كان طوافه، ولا يلزمه الاستقبال. (در مختار مع الشامي ۳/۵۱۰-۵۱۱ زكريا)

Marfat.com

ولو خرج من الطواف أو من السعي إلى جنازة أو مكتوبة أو تجديد وضوء ثم عاد بنى لو كان ذلك بعد إتيان أكثر ولو استأنف لا شيء عليه. وقوله: ويستحب الاستيناف في الطواف إذا كان قبل إتيان أكثره ...... الخ. (غنية الناسك ۱۲۷ جديد، ٦٨ قديم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین چکر طواف کے بعد خطبہ شروع ہو گیا

سوال (۱۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے حرم شریف میں جا کر طواف شروع کیا، تین چار چکر کئے تھے، جمعہ کا خطبہ شروع ہو گیا، کیا زید اپنا طواف مکمل کرے یا طواف درمیان ہی میں چھوڑ کر خطبہ جمعہ سنے، ہمارے بعض ساتھی جمعہ کا خطبہ شروع ہونے کے بعد طواف شروع کرتے تھے، کیا خطبہ کے شروع ہونے کے بعد طواف کرنا درست ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: طواف کے دوران اگر جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے، تو چکر پورا کر کے خطبہ سننے میں مشغول ہو جانا چاہئے، پھر نماز کے بعد مابقیہ چکر پورا کر لے، اور جمعہ کا خطبہ شروع ہونے کے بعد طواف شروع کرنا جائز نہیں، تاہم اگر طواف کر لیا تو وہ درست ہو جائے گا۔

والطواف عند الخطبة مطلقاً ولو ساقطاً وإقامة المكتوبة، فإن ابتداء الخطبة حينئذ مكروه بلا شبهة. (غنية الناسك ۱۲۷ جديد)

إذا حضرت الجنازة أو المكتوبة في أثناء الشوط ينبغي أن يتمه إذا خاف فوت الركعة مع الإمام. (غنية الناسك ۱۲۷ جديد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر فرض طواف یعنی طوافِ زیارت یا طوافِ عمرہ کے چکروں کی تعداد میں کمی یا زیادتی کا شک ہو جائے، تو احتیاطاً اس طواف کا اِعادہ کرلے اور اپنے گمان غالب پر عمل نہ کرے۔ (بحوالہ: شرح اللباب ۱۵۷، شامی ۱۸۲/۲۷، عمدۃ المناسک ۲۶۰)

اگر طوافِ فرض اور طوافِ واجب کرنے کی گنتی میں اَشواط کا شبہ ہو جائے تو از سرنو شروع کرنا چاہئے، بخلاف نماز کے کہ غلبۂ ظن پر بنا ہوتی ہے۔ (زبدۃ المناسک ۱۳۲)

لیکن غنیۃ الناسک اور تحریر المختار میں لکھا ہے کہ جس شوط میں شک ہو، اس کا اعادہ کیا جائے نہ کہ کل طواف کو لوٹایا جائے، اور "البحر الرائق" میں بھی یہی لکھا ہے۔ (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ۱۳۲)

قال في الغنية: ولو شك في طواف الركن أعاد ولو شك في عدد أشواط أعاد الشوط الذي شك فيه وما في اللباب، ولو شك في أعداد أشواط الركن أعاده قال في التحرير المختار أي أعاد الشوط الذي شك فيه وليس المراد أنه يعيد الطواف كله كما يظهر، وكذا ما في البحر لو شك في أركان الحج، قال عامة المشائخ: يؤدي ثانيًا أي يؤدي ما شك فيه طوافًا كان أو شوطا فلا يخالف ظاهر الرواية. (غنية الناسك ۵۵)

الثالث الابتداء من الحجر الأسود على ما في المنهاج عن الوجيز ومال إليه في الفتح وجزم به في البحر والنهر والتنوير والدر ومراقي الفلاح، حتى قال في الدر: ولو ابتدأ من غير الحجر أعاده مادام بمكة، فلو رجع فعليه دم فتأمل، وظاهر الرواية أنه سنة يكره تركها فعليه عامة المشائخ وصححه في اللباب فلو افتتحه من غيره كره ولا شيء عليه. (غنية الناسك ۵۹)

درج بالا عبارات کو سامنے رکھ کر جواب تحریر فرمائیں:

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہوجائے تو یقین پر بنا کرے، مثلاً چھ اور سات میں شک ہو تو صرف ساتواں چکر لوٹا لے، جیسا کہ غنیۃ الناسک اور رافعی کی عبارتوں سے واضح ہے، اور اس کے برخلاف زبدۃ المناسک اور عمدۃ المناسک میں جو مسئلے لکھے گئے ہیں وہ صرف احتیاطی پہلو ہے، اصل مسئلہ نہیں ہے۔

قوله: ولو شك في عدد الأشواط في طواف الركن أعاده أي أعاد الشوط الذي شك فيه، وليس المراد أنه يعيد الطواف كله كما يظهر. (تقريرات مع الشامي ۳/ ۱٦۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۵/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ طواف خشکی کی وجہ سے سونف کے دانے کھانا؟

سوال (۱۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر دورانِ طواف خشکی کی وجہ سے سونف کے دانے منہ میں ڈال لئے، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بغیر احرام کے طواف کی حالت میں سونف وغیرہ کھانے سے طواف فاسد نہیں ہوتا؛ لیکن اس سے احتراز اولیٰ ہے، اور اگر احرام کی حالت میں طواف کر رہا ہے تو خوشبودار چیز کا استعمال منع ہے، جس میں سونف اور الائچی بھی شامل ہے۔

لا بأس بأن يتكلم بكلام يحتاج إليه بقدر الحاجة، ويشرب ويفعل كل ما يحتاج إليه. (غنية الناسك ٦٧ قديم)

ومن المباحات الشرب لعدم تأديته إلى ترك الموالاة لقلة زمانه بخلاف

Marfat.com

الأكل المانع عن الموالاة. (مناسك ملا علي القاري ١٦٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱۰/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کمزور لوگوں کے لئے کم بھیڑ کے وقت ارکان ادا کرنا

سوال (۱۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ارکانِ حج میں جہاں بہت زیادہ بھیڑ ہوتی ہے، کوئی کمزور بوڑھا آدمی کم بھیڑ رہتے وقت ارکان کی ادائیگی کرے، تو کیا اس کی گنجائش ہے جب کہ اہلیہ بھی ساتھ ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کمزور لوگوں اور خواتین کے لئے کم بھیڑ والے اوقات میں ارکانِ حج ادا کرنا بلاکراہت جائز اور درست ہے، بس اس کا خیال رہے کہ اس عمل کا اصل وقت نہ نکلنے پائے۔ (مستفاد: معلم الحجاج ۱۸۷، ایضاح المناسک ۱۶۰)

ولو زحمه الناس وقف حتى يجد فرجة فيرمل. (درمختار ۵۱۱/۳ زکریا، ۱۳٤ کراچی، کذا في المناسك لملا علي القاري)

إن المرأة لو تركت الوقوف بمزدلفة لأجل الزحام لا يلزمها شيء، فينبغي أنها لو تركت الرمي لا يلزمها شيء. (البحر الرائق ۳٤۹/۲، وكذا في البحر العميق ۱۱٦۷/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۶/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عذر کی بنا پر رمل کا ترک درست ہے

سوال (۱۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان المبارک میں بتوفیق الٰہی عمرہ کرنے کا ارادہ ہے؛ لیکن میں لنگڑا آدمی ہوں، دونوں

Marfat.com

ہاتھوں سے لاٹھی پکڑ کر چلتا ہوں، طوافِ بیت اللہ تو کرسکتا ہوں؛ لیکن رمل ممکن نہیں؛ اس لئے کہ دونوں ہاتھوں سے لاٹھی پکڑتا ہوں؛ لہٰذا شروع کے تین شوط میں جو رمل کرنا ضروری ہے، اگر نہ کیا تو طواف صحیح ہوجائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معذوری کی وجہ سے رمل نہ کرنے کی بنا پر آپ کے طواف اور عمرہ میں کوئی خرابی نہ آئے گی؛ اس لئے کہ رمل صرف سنت ہے اور عذر کی وجہ سے ترکِ سنت موجبِ گناہ نہیں ہے۔

عن عطاء قال: إن نسي أن يرمل الثلاثة أشواط رمل فيما بقي، وإن لم يبق إلا شوط واحد رمل فيه ولا شيء عليه، فإن لم يرمل في شيء منهن فلا شيء عليه. (المصنف لابن أبي شيبة ٨/٦٩٥ رقم: ١٥٦٦٥ المجلس العلمي)

وهو من سنن الحج المؤكدة حتى لو تركه يصير مسيئًا بتركه كما صرح به الكرماني في سنن الحج ...... أما إذا تركه بعذر لا يكون مسيئًا. (البحر العميق ١١٦٠/٢)

ولا يطوف بلا رمل إلا إذا تعذر لمرض، وكذا إذا تعسر لكبر وغيره. (مناسك ملا علي القاري / صفحة ١٣٤ إدارة القرآن كراچی)

ورمل أي مشي بسرعة مع تقارب الخطا وهز كتفيه في الثلاث الأول استحساناً فقط، فلو تركه أو نسيه ولو في الثلاثة لم يرمل في الباقي. (درمختار ٥١٠/٣-٥١١ زكريا)

ولو رمل في الكل لاشيء عليه، ويكره تنزيها لترك سنة المشي، وكذا لو مشى في الكل إلا إذا تعذر الرمل لمرض، أو تعسر لكبر أو غيره. (غنية الناسك ١٠٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کئی طواف کرنے کے بعد صرف ایک مرتبہ دو رکعت نماز پڑھنا

سوال (۱۱۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حج کے موقع پر اگر دورانِ طواف جو دو رکعت نماز واجب الطواف ادا کی جاتی ہے، بھیڑ زیادہ ہونے کی وجہ سے بہت دور جگہ ملتی ہے، پھر واپس آنے میں بھی وقت ضائع ہوتا ہے، اگر کئی طواف ایک ساتھ کرنے کے بعد نماز ادا کر لی جائے، تو شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہر طواف کے بعد دو رکعت متصلاً پڑھنا ضروری ہے، بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو، اگر کئی طواف کی نفل اکٹھی پڑھ لیں، تو کراہت کا ارتکاب لازم آئے گا؛ البتہ اگر مکروہ وقت (جیسے فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک، اور عصر سے غروب تک) میں متعدد طواف کئے، اور پھر بعد میں سب کی نوافل یکجا پڑھ لی تو کوئی کراہت نہیں، البتہ بعض فقہاء نے مکروہ وقت میں بھی واجب الطواف پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

قال نافع: كان ابن عمر رضي الله عنه يصلي لكل سبوع ركعتين. قال الزهري: لم يطف النبي صلى الله عليه وسلم سبوعاً قط إلا صلى ركعتين.

(صحيح البخاري ٢٢٠/١ تعليقاً، إعلاء السنن ٨٨/١٠ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا طاف في الحج أو العمرة أول ما يقدم سعىٰ ثلاثة أطواف ومشىٰ أربعة، ثم سجد سجدتين، ثم يطوف بين الصفا والمروة. (فتح الباري ٦٠٩/٤ رقم: ١٦ بيروت)

ويصلي لكل أسبوع ركعتين في الوقت الذي يباح فيه التطوع، كذا في شرح الطحاوي، ويكره له الجمع بين الأسبوعين بغير صلاة بينهما في قول أبي حنيفة ومحمد. (الفتاوىٰ الهندية ٢٢٧/١)

Marfat.com

وواجبه ...... صلاة ركعتين لكل أسبوع من أي طواف كان. (درمختار ٤٧٢/٣ زكريا)

والجمع بين أسبوعين فأكثر من غير صلاة بينهما إلا في وقت كراهة الصلوة؛ لأنه لا كراهة حينئذ بالجمع شفعاً ووتراً، لكن يؤخر ركعتي الطواف إلى وقت مباح. (مناسك ملا علي القاري ١٦٥)

ويكره الجمع بين أسبوعين أو أسابيع من الطواف قبل أن يصلي ركعتين لكل أسبوع. (البحر العميق ١٢٤٥/٢)

وعن سفيان الثوريؒ أنه سئل عن الأقران في الطواف، فنهى عنه وشدّ، وقال لكل أسبوع ركعتان، وقال صاحب السراج الوهاج: وهذا الخلاف إذا لم يكن في الوقت المكروه، أما في الوقت المكروه فإنه لا يكره إجماعاً، ويؤخر ركعتي الطواف إلى وقت المباح. (البحر العميق ١٢٤٧/٢)

ولو طاف بعد العصر يصلي المغرب ثم ركعتي الطواف، ثم سنة المغرب. (مناسك ملا علي القاري ١٥٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۰/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک سے زائد طواف کی نمازیں ایک ساتھ پڑھنا؟

سوال (۱۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی ایک سے زیادہ طواف کرے اور ہر طواف کی دو رکعت واجب نماز اخیر میں ایک ساتھ ادا کرے، تو کیا یہ صحیح ہے؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مکروہ وقت میں پے در پے طواف کرکے سب کی

Marfat.com

واجب الطواف نمازیں اکٹھی پڑھنا مکروہ ہے؛ لیکن اگر ایسے وقت طواف کر رہا ہے کہ جس میں نفل نماز پڑھنے کی کراہت ہے، مثلاً عصر یا فجر کے بعد کا وقت تو اس میں اگر کسی طواف کے بعد نمازیں اکٹھی پڑھ لی جائیں، تو کراہت نہ ہوگی۔

ویکره الجمع بين أسبوعين أو أسابيع من الطواف قبل أن يصلي ركعتين لكل أسبوع. (البحر العميق ۲/ ۱۲٤٥)

وعن سفيان الثوري أنه سئل عن الأقران في الطواف، فنهى عنه وشدّد، وقال لكل أسبوع ركعتان، وقال صاحب السراج الوهاج: وهذا الخلاف إذا لم يكن في الوقت المكروه، أما في الوقت المكروه فإنه لا يكره إجماعاً، ويؤخر ركعتي الطواف إلى وقت المباح. (البحر العميق ۲/ ۱۲٤۷)

ولو طاف بعد العصر يصلي المغرب ثم ركعتي الطواف، ثم سنة المغرب. (مناسك ملا علي القاري ۱٥۷)

والجمع بين أسبوعين فأكثر من غير صلاة بينهما إلا في وقت كراهة الصلوة؛ لأنه لا كراهة حينئذ بالجمع شفعاً ووتراً، لكن يؤخر ركعتي الطواف إلى وقت مباح. (مناسك ملا علي القاري ١٦٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طواف اور سعی کے درمیان موبائل سے گفتگو کرنا

سوال (۱۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۳) کسی شخص کا حالت طواف یا صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے بذریعہ موبائل گفتگو کرنا، یا کسی کے کال کا جواب دینا کیسا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موبائل پر ضروری گفتگو کرنے سے طواف یا سعی میں کوئی خرابی نہیں آتی، البتہ بہتر یہ ہے کہ بلاضرورت کسی طرح کی گفتگو نہ کی جائے، اور طواف وسعی کے درمیان ذکر واذکار میں مشغول رہا جائے۔

وأما كراهة الكلام، فالمراد منه فضولة إلا مايحتاج إليه بقدر الحاجة.

(فتح القدير ٢/ ٤٩٥، مستفاد انوار مناسك ٤١٤ و ٥٧٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

جنایاتِ طواف

وقتِ مقررہ سے تاخیر کر کے طوافِ زیارت کرنا

سوال (۱۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں امسال حج کو گیا تھا حالاں کہ ضعیف اور بہت دن سے پیچش کی بیماری میں مبتلا ہوں؛ لیکن نہ کرنے کی وعید کے خوف سے ایک قوی ساتھی کو لے کر گیا تھا، کبھی اس کا ہاتھ پکڑ کر کبھی کندھا پر ہاتھ رکھ کر اور کبھی خود چلتے ہوئے کام کر رہا تھا، بارہ تاریخ کو کنکری مارنے کے بعد حرم کو طواف زیارت کے لیے روانہ ہوا اگر براہ راست حرم کو جاتے تو وقت کافی ملتا، لیکن ساتھی نے کہا کہ سامان وغیرہ قیام گاہ میں رکھ کر جاؤں گا، اس کے مطابق قیام گاہ کے باہر سامان وغیرہ چھوڑ کر اجرت کی ٹیکسی میں حرم روانہ ہوا؛ لیکن سامنے گاڑیوں کی بھیڑ کی وجہ سے آہستہ آہستہ چلتا رہا، مشکل سے حرم کے قریب پہنچ کر دوڑنے لگا اور مسجد میں پہنچا؛ لیکن بعض گیٹ کو بند دیکھا گیا اور پولیس نے قطار بنا کر رکاوٹ پیدا کر دی، کسی طرح رکاوٹ توڑ کر اندر داخل ہو گیا، دریں اثناء مغرب کی اذان شروع ہو گئی تھی، اس لئے سعی چھوڑ کر طواف کی تکمیل ہوئی، چوں کہ اس سے پہلے ایک نفل طواف میں سعی کی گئی تھی، اس لئے سعی چھوڑ دی گئی، معلم الحجاج میں مولانا قاری الحاج سعید احمد صاحب مفتی مظاہر علوم سہارنپور لکھتے ہیں:

''مکروہ تحریمی ہوگی (تاخیر) دم واجب ہوگا، مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے ایک مدرس ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ نے لکھا ہے کہ: ''تاخیر میں اور طواف صحیح ہوگا۔ (امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ۸۷، زبدۃ المناسک ۳۶۹) میں ہے کہ طوافِ زیارت بعد ایام نحر کے کرے بلا عذر تو دم

Marfat.com

دے، اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ طوافِ افاضہ/ زیارت کو سب سے مؤخر کرنا سنت ہے، سب سے پہلے یا درمیان میں کرے، تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن مکروہ ہے (زبدۃ)

الغرض ضعیف بیمار اور بہت کوشش کے بعد وہ تاخیر ہو گئی ہے، اس کے متعلق شرعاً گنجائش ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں آپ کا طوافِ زیارت تو شرعاً ادا ہو گیا؛ لیکن وقتِ مقررہ کے تاخیر کی وجہ سے ایک دم جنایت لازم ہے؛ اس لئے کہ اگر آپ کوشش کرتے تو وقت کے اندر اندر آپ طواف کر سکتے تھے؛ لیکن آپ نے تاخیر کی، اس لئے قصور کی وجہ سے جنایت لازم ہے، جسے آپ کبھی بھی حدودِ حرم میں ادا کر سکتے ہیں۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم أتى إلى البيت فصلى بمكة الظهر، يعني: يوم النحر. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الحج / باب من زار يوم النحر ۸/ ۱۱۰-۱۱۱ رقم: ۱۳۲۰۶ المجلس العلمي)

عن وبرة قال: كان الأسود إذا رمى الجمرة يوم النحر زار البيت من يومه، ثم رجع إلى منزله من يومه، حتى ينفر مع الناس إذا نفروا. (المصنف لابن أبي شيبة ۸/ ۱۱۲ رقم: ۱۳۲۰۷ المجلس العلمي)

عن التميمي عن أبي قلابة وجابر بن زيد: أنهما زارا البيت يوم النحر. (المصنف لابن أبي شيبة ۸/ ۱۱۲ رقم: ۱۳۲۱۳ المجلس العلمي)

والحاصل: أن طواف الزيارة مؤقت بأيام النحر وتأخيره عنها يوجب الدم عنده. (البحر العميق ۲/ ۱۱۲۹)

وأما الواجب فهو فعله في يوم من الأيام الثلاثة عند أبي حنيفة حتى لو أخره عنها مع الإمكان لزمه دم، وقد ورد في الحديث أن النبي صلى

Marfat.com

اللّٰه عليه وسلم طاف بعد صلاة الظهر يوم النحر للركن. (البحر العميق ٣٤٧/٢ كراچی)

ووقته أيام النحر لأن اللّٰه تعالىٰ عطف الطواف على الذبح، قال: فكلوا منها، قال: وليطوفوا فكان وقتها واحداً ...... ويكره تاخيره عن هٰذه الأيام كما بينا أنه مؤقت بها، وإن أخره عنها لزمه دم عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه. (هداية ٢٩٥/١ أشرفية ديوبند)

فإن أخره عنها أي أيام النحر ولياليها منها كره تحريمًا، ووجب دم لترك الواجب. (درمختار ٥١٨/٢ كراچی)

ولو كان في يوم النحر وقع للزيارة، أو بعد ما حل النفر، وقد طاف للزياة، فهو للصدر وإن نواه للتطوع؛ لأنه في إحرام عبادة اقتضت وقوع ذٰلك الطواف في ذٰلك الوقت، فلا يشرع غيره، كصوم رمضان. (غنية الناسك ١١٠ جديد)

ثم النية للطواف شرط ...... فلو طاف بعد إرادة السفر ونوع التطوع أجزأه عن الصدر (درمختار) قال العلامة الشامي تحته: قوله فلو طاف الخ: الحاصل كما في الفتح وغيره أن من طاف طوافًا في وقته وقع عنه، نواه بعينه أو لاً أو نوى طوافًا آخر، ومن فروعه ...... ولو كان في يوم النحر وقع للزيارة. (الدر المختار مع الشامي، الحج / مطلب في طواف الصدر ٥٤٥/٣ زكريا)

والحاصل: أن كل من طاف طوافاً في وقته وقع عنه بعد أن ينوي أصل الطواف نواه بعينه أو لا، أو نوى طوافًا آخر؛ لأن النية تعتبر في الإحرام؛ لأنه عقد على الأداء فلا يعتبر في الأداء، فلو قدم معتمر وطاف وقع عن العمرة، وإن كان حاجًا قبل يوم النحر وقع للقدوم، وإن كان

Marfat.com

قارنًا وقع الأول للعمرة والثاني للقدوم، ولو كان في يوم النحر إذا طاف فهو للزيارة، وإن طاف بعد ما حل النفر فللصدر ولو كان نواه للتطوع.

(شرح فتح القدير ۲/ ٤٩٥ دار الفكر بيروت)

ولو أخر طواف الزيارة كله أو أكثره عن أيام النحر فعليه دم. (غنية الناسك ۳۵۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۲؍ ذی الحجہ کو غروب کے بعد طواف زیارت کرنے پر دم کیوں واجب ہے؟

سوال (۱۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی حاجی کی ۱۲؍ تاریخ کی کنکری غروب تک نہ ماری جاسکی، تو اس کو اجازت ہے کہ صبح صادق سے پہلے پہلے تک کنکر مار سکتا ہے، اگر چہ کراہت کے ساتھ ہو؛ کیونکہ رات ۱۲؍ کی تاریخ دن کے تابع ہے یہ مسئلہ طواف زیارت کے ساتھ کیوں نہیں ہے، اگر ۱۲؍ تاریخ کی غروب سے پہلے پہلے کوئی حاجی طواف زیارت نہ کرسکا بلکہ ۱۲؍ تاریخ کے غروب کے بعد رات میں کرلیا، تو اس پر دم کیوں واجب ہے، جب کہ رات ابھی دن ہی کے تابع ہے تشفی فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: راجح قول میں طواف زیارت کو ایام نحر میں کرنا واجب ہے، اور ایام نحر کا وقت حنفیہ کے نزدیک ۱۲؍ ذی الحجہ کے غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے، اور اگلی رات ۱۲؍ کی تابع نہیں ہوتی ہے؛ لہٰذا بلا عذر شرعی ۱۲؍ تاریخ سے طوافِ زیارت کو مؤخر کرنے پر دم لازم ہوگا، اور راتوں کے پچھلے دنوں کے تابع ہونے کی بات صرف ۱۰-۱۱-۱۲؍ کی رمی میں ہے، ۱۳؍ کی رمی میں اگلی رات تابع نہیں ہے، اور تیرہ کی رمی کا وقت غروب آفتاب پر ختم ہوجاتا ہے، اس

Marfat.com

تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ راتوں کے گذشتہ دن کے تابع ہونے کی بات مطلق نہیں ہے۔

ولكن يجب فعله في أيام النحر الخ، فلو أخرها أي بغير عذر ولو في آخر أيام التشريق وليلته منه كره تحريماً، ولزمه دم. (غنية الناسك ۱۷۸)

وفعل طواف الإفاضة أى الزيارة في يوم من أيام النحر. (الدر المختار ۲/۴۷۰ كراچی)

فإن أخره عنها أى أيام النحر ولياليها منها كره تحريماً ووجب دم لترك الواجب. (در مختار ۲/۵۱۸ كراچی، غنية الناسك ۹۵، الفتاوىٰ التاتارخانية ۳/۶۰۷ رقم: ۵۱۵۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طوافِ زیارت کیے بغیر میقات سے باہر چلے جانا

سوال (۱۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سالِ گذشتہ ایک شادی شدہ خاتون ریاض سے مختصر حج ٹور پانچ یوم حج کے لئے تشریف لائیں، حج تمتع کی نیت کی، عمرہ کیا، حج کیا، احرام باندھا اور منیٰ عرفات تشریف لائیں، عرفات کے میدان میں حیض آ گیا جس کی وجہ سے حج کے باقی ارکان تو کیا طوافِ زیارت بھی نہ کر پائیں، قافلہ کے ذمہ دار کے کہنے سے کہ بعد میں آ کر بھی طوافِ زیارت کر سکتے ہیں، ۱۲/ ذی الحجہ رمی جمرات سے فارغ ہوکر رات ہی میں قافلہ کے ہمراہ ریاض مکہ مکرمہ سے ایک ہزار کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، ایسی صورت میں خاتون میقات سے باہر چلی گئیں، اب پوچھنا یہ ہے:

(۱) کہ اس خاتون کو کیا ریاض سے آتے ہوئے پھر سے احرام باندھنا ہوگا یا نہیں؟ اگر باندھنا ہو تو کس طرح نیت کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں طوافِ زیارت نہ کرنے کی بنا پر

Marfat.com

سابقہ احرام ابھی باقی ہے؛ لہٰذا مذکورہ عورت جب طوافِ زیارت کرنے کے لئے ریاض سے واپس آئے گی، تو اسے از سر نو احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ وہ بلا احرام مکہ معظمہ آکر طوافِ زیارت ادا کرسکتی ہے۔

ولو لم يطف طواف الزيارة أصلاً حتى رجع أهله فعليه أن يعود بذٰلک الإحرام لانعدام التحلل منه وهو محرم عن النساء أبداً حتى يطوف. (هداية) وكذا إذا رجع إلى أهله وترک منه أربعة أشواط يعود بذٰلک الإحرام وهو محرم أبداً في حق النساء، وكلما جامع لزمه دم إذا تعددت المجالس. (فتح القدير ٢/٦/٢٤)

ولو ترک طواف الزيارة كله أو أكثره فهو محرم أبداً في حق النساء حتى يطوف فعليه حتماً أن يعود بذٰلک الإحرام ويطوفه. (غنية الناسك ٢٧٣)

وإن رجع إلى أهله فهو محرم من النساء أبدًا فيعود إلى مكة بذٰلک الإحرام ولا يحتاج إلى إحرام جديد فيطوف للزيارة. (الفتاوى التاتارخانية ٣/٦٠٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شدتِ مرض کی وجہ سے طوافِ زیارت نہ کرسکا اور گھر آ گیا

سوال (۱۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے ایک عزیز نے حج مکمل کرلیا، صرف طوافِ زیارت باقی تھا کہ ایسے سخت بیمار ہوئے کہ ہسپتال والوں نے بھی اجازت نہیں دی، پندرہ روز کے بعد ہسپتال سے سیدھے ایئر پورٹ لاکر ہوائی جہاز میں بٹھا دیا اور گھر لے آئے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ اس مجبوری کی وجہ سے طوافِ زیارت ۱۲ ر تاریخ سے مؤخر بھی ہوا اور چھوٹ بھی گیا، کیا صرف دم دینے سے تاخیر اور ترک طوافِ زیارت کا کفارہ ہوجائے گا، اور میاں

Marfat.com

بیوی ایک دوسرے کے لئے حلال ہوجائیں گے یا شرعاً کیا شکل ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: طوافِ زیارت کا شریعت میں کوئی بدل نہیں اور جب تک حاجی طوافِ زیارت نہ کرلے اس وقت تک ازواجی تعلق اس کے لئے حرام رہتا ہے، اور طوافِ زیارت کئے بغیر جتنی مرتبہ بیوی سے جماع کرے گا، جنایت میں ایک دم واجب ہوتا رہے گا، الا یہ کہ اگر کسی جماع سے رفضِ احرام کی نیت کرلے، تو اس کے بعد ہونے والے جماع سے مزید کوئی دم لازم نہ ہوگا؛ لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ وہ اپنی دانست میں یہ سمجھتا ہو کہ رفضِ احرام کی وجہ سے احرام کی پابندی ختم ہوجاتی ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا رمى وحلق وذبح، فقد حل له كل شيء إلا النساء. (سنن أبي داؤد رقم: ١٩٧٨، سنن الدار قطني / كتاب الحج ٢٤٣/٢ رقم: ٢٦٦٠ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا رميتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لكم كل شيء إلا النساء، وحل لكم الثياب والطيب. (سنن أبي داؤد رقم: ١٩٧٨، سنن الدار قطني / كتاب الحج ٢٤٣/٢ رقم: ٢٦٦١ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو لم يطف أصلاً لا يحل له النساء، وإن طال ومضت سنون بإجماع. (غنية الناسك ١٧٧ كراچى)

ولو ترك طواف الزيارة كله أو أكثره فهو محرم أبدا في حق النساء حتى يطوف فكلما جامع لزمه دم إذا تعدد المجلس إلا أن يقصد الرفض فلا يلزمه بالثاني شيء فعليه حتما أن بذلك الإحرام، ويطوفه ولا يجزئ عنه البدل أصلا. (غنية الناسك / الفصل السابع في ترك الواجب في أفعال الحج كالطواف والسعي الخ ٢٧٢ كراچى)

Marfat.com

ثم نية الرفض إنما تعتبر في اتحاد الجزاء ممن زعم أنه يخرج منه بهذا القصد لجهالة مسألة عدم الخروج، وأما من علم أنه لا يخرج منه بهذا القصد، فإنها لا تعتبر منه، وكذا ينبغي أن لا تعتبر منه إذا كان شاكا في المسألة أو ناسيًا لها. (غنية الناسك ۲٤۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طوافِ زیارت سے پہلے اگر انتقال ہوجائے تو حج کی تکمیل کیسے ہوگی؟

سوال (۱۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: از راہِ کرم حسبِ ذیل مسئلہ میں شرعی احکام سے روشناس فرمائیں، امسال ایک قافلہ حیدرآباد سے حج کے لئے روانہ ہوا، جس میں ایک ضعیف العمر خاتون جن کی عمر ۷۰ رسال سے متجاوز اور ضیق النفس (دمہ) کی مریضہ تھیں، دورانِ ایامِ حج بارش اور سخت سردی کی وجہ سے شدید متاثر ہوگئیں، الحمد للہ وقوفِ عرفہ اور مزدلفہ پورا ہوا، بوجہ پیرانہ سالی اور تنفس کی شدت کی وجہ سے بذریعہ اجازت وکیل رمی جمرات کا عمل پورا ہوا، بعد ازاں قربانی اور بال کاٹنے کے بعد احرام سے باہر آگئیں، چونکہ مرض شدت اختیار کر گیا تھا جس کی وجہ سے طوافِ زیارت ۱۲ر ذی الحجہ کے غروب سے قبل نہ ہوسکا، چونکہ شدید مرض کی وجہ سے شرعی اجازت ہے، اس خیال سے صحت ہونے کے بعد طوافِ زیارت کروادیں گے، یہ بات سوچی گئی؛ لیکن ۱۲ر ذی الحجہ کو شام کے وقت مرض شدت کر گیا اور ہسپتال لے جانے کے دوران ہی راستہ میں انتقال کر گئیں، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں آمین ثم آمین۔

اس تفصیل کے بعد دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ان خاتون کے حج کی تکمیل کے لئے چوں کہ طوافِ زیارت نہ کر پائیں، کیا بدنہ قربانی دینا ضروری ہے یا نہیں؟ ان باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فتویٰ دیں:

Marfat.com

(۱) موصوفہ نے حج کے تکمیل کرنے کی وصیت نہیں کی، چونکہ وہ دینی مزاج کی حامل بھی نہیں تھیں، اور انہیں اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ ایسے وقت میں تکمیل حج کی وصیت کرنا چاہئے؟

(۲) موصوفہ پر اسی سال حج فرض نہیں ہوا؛ بلکہ حج فرض ہوئے کئی سال ہو چکے تھے، بقول ورثہ کے زندگی میں دو مواقع ایسے آئے کہ ان اوقات میں وہ کرنا چاہتی تو کر سکتی تھیں؛ لیکن ان سے اس سلسلہ میں تساہل ہوا۔

(۳) اس سلسلہ میں ایک وارث بخوشی اپنی رقم سے بدنہ کی قربانی موصوفہ کی طرف سے دینے کے لئے تیار ہے؛ لیکن باقی رشتہ دار انہیں منع کر رہے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟ جب کہ احکامات یہ ہیں:

مسئلہ:- کوئی شخص وقوفِ عرفہ کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے مرجائے اور حج پورا نہ کرنے کی وصیت کر جائے کہ میرا حج پورا پورا کرا دینا، تو بدنہ یعنی ایک گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا۔ (بحوالہ: معلم الحجاج ۱۷۹)

اور اسی صفحہ ۱۷۹ کے آخر حاشیہ میں یہ تفصیل موجود ہے، جو شخص حج فرض ہونے کے بعد دوسرے تیسرے سال تاخیر کر کے حج کے لئے آیا ہو، اس کو قبل یا بعد وقوف کے مرنے کے وقت وصیت اتمام واجب ہوگا۔ (معلم الحجاج ۱۷۹ حاشیہ)

لیکن وصیت نہ کرنے کی وجہ نمبر ۱ میں لکھ دی گئی۔

مسئلہ:- اگر وارث بغیر وصیت کے جزاء ادا کر دے تو ادا ہو جاتی ہے۔ (بحوالہ: معلم الحجاج ۲۲۶) جواب سے جلد مطلع فرمائیں، تو مہربانی ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں موصوفہ پر حج کی تکمیل کے لئے بدنہ دینے کی وصیت کرنا ضروری تھا، اگر انہوں نے کسی وجہ سے اس کی وصیت نہیں کی، تو وارثین پر ان کے متروکہ مال میں سے بدنہ دینا لازم نہیں؛ لیکن اگر کوئی وارث بخوشی اپنی رقم سے ان کی طرف

Marfat.com

سے بدنہ دیدے تو انشاء اللہ موصوفہ کا حج مکمل ہو جائے گا (آپ نے معلم الحجاج کے حوالہ سے جو مسائل نقل کئے ہیں ان سے بھی یہی بات مستفاد ہوتی ہے)

ولو مات قبل فعله قالوا: يجب عليه الوصية ببدنة؛ لأنه جاء العذر من قبل من له الحق، وإن كان آثما بالتأخير. (غنية الناسك ٩٥ قديم)

ولا يجزئ عنه البدل إلا إذا مات بعد الوقوف بعرفة وأوصى بإتمام الحج تجب البدنة لطواف الزيارة وجاز حجه. (غنية الناسك ٩٥ قديم)

إذا مات بعد فرض الحج ولم يوص، فحج رجل عن الميت من غير وصية، أو تبرع الورثة بذلك فحج عن أبيه، أو عن أمه حجة الإسلام من غير وصية أوصى بها الميت، قال أبو حنيفة: يجزئه ذلك إن شاء الله. (مستفاد از: المسالك في المناسك ٢/ ٨٨٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طوافِ زیارت سے پہلے بیوی سے صحبت کرنا

سوال (۱۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طواف زیارت سے پہلے بیوی سے ہم بستری کر لی تو کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: طوافِ زیارت نہ کرنے کی وجہ سے مذکورہ عورت ابھی پوری طرح حلال نہیں ہوئی ہے، اس لئے راجح قول کے مطابق طوافِ زیارت سے پہلی مرتبہ جماع پر ایک بدنہ (اونٹ) کی قربانی اس پر واجب ہوگی، اور اس کے بعد جتنی مرتبہ ہم بستری ہوئی ہے، تو ہر مرتبہ کے مقابلہ میں ایک بکری جنایت میں دینی ہوگی، اور یہ سب جانور حدودِ حرم میں ذبح کئے جائیں گے، اور ان کا گوشت فقراء پر تقسیم ہوگا خود کھانا درست نہ ہوگا۔

Marfat.com

وإن جامع بعد طواف العمرة وبعد الوقوف قبل الحلق، وقبل طواف الزيارة كله أو أكثره لم يفسد الحج ولا العمرة ولا يسقط عنه دم القران، وعليه بدنة للحج وشاة للعمرة، فشرائط وجوب البدنة بالجماع ثلاثة: ...... الثاني: أن يكون قبل الطواف وقبل الحلق عند الجمهور، والثالث: أن يكون الجماع أول مرة فلو جامع مرة ثانية، فعلي كل واحد شاة مع البدنة. (غنية الناسك / باب الجنايات ۲۷۱ كراچی، كذا في الفتاوى التاتارخانية ۵۸۰/۳ رقم: ۵۰۷۴ زكريا، البحر الرائق ۱٦/۳-۱۷)

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما: أنه سئل عن رجل وقع بأهله وهو بمنىً قبل أن يفيض، فأمره أن ينحر بدنة. (الموطا للإمام مالك ۲٦٤/۱ رقم: ۱۵۵)

عن ابن عباس رضي الله عنهما أتاه رجل فقال: وطئت امرأتي قبل أن أطوف بالبيت، قال: عندك شيء؟ قال: نعم، إني مؤسر، قال: فانحر ناقة سمينة فأطعمها المساكين. (السنن الكبرى للبيهقي / باب الرجل يصيب امرأته بعد التحلل الأول وقبل الثاني ۲۷۹/۵ رقم: ۹۷۹۹ دار الكتب العلمية بيروت، المصنف لابن أبي شيبة ۵۸۲/۸ رقم: ٦۳-۱۵۱٦۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حلق اور طوافِ زیارت سے پہلے بیوی سے ہمبستر ہونا؟

سوال (۱۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے وقوفِ عرفہ کے بعد حلق اور طوافِ زیارت سے پہلے جماع کیا یا حلق تو کراچکا تھا؛ لیکن ابھی طوافِ زیارت باقی تھا کہ بیوی سے صحبت کربیٹھا تو ان صورتوں میں کیا اس کا حج فاسد ہوجائے گا؟ اور کیا اس پر دونوں صورتوں میں بدنہ واجب ہوگا یا صرف دم واجب ہوگا؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وقوف عرفہ کے بعد حلق اور طوافِ زیارت سے پہلے جماع کیا ہے، تو بطور جنایت بدنہ (بڑے جانور) کی قربانی واجب ہوگی، اور اگر وقوفِ عرفہ کے بعد حلق یا قصر کراچکا تھا؛ لیکن ابھی طوافِ زیارت باقی تھا یا طوافِ زیادت تو کرلیا تھا، مگر ابھی حلق نہیں کرایا تھا، تو اس وقت جماع کرنے سے صرف دم جنابت بکری کی صورت میں لازم ہوتا ہے، بدنہ لازم نہیں ہوتا اور بہر صورت حج فاسد نہ ہوگا۔

وإن جامع امرأته بعد الوقوف بعرفة أى ساعة قبل الحلق ...... وقبل طواف الزيارة كله أو أكثر ...... لم يفسد حجه ...... وعليه بدنة. (إرشاد الساري ٣٧٧)

ولو جامع امرأته بعد الوقوف بعرفة لايفسد حجه جامع ناسيا أو حاملدا ويجب على كل واحد منهما بدتة. (الفتاوىٰ الهندية ١/٢٤٥)

ووطؤه بعد وقوفه لم يفسد حجه وتجب بدنة. (درمختار مع الشامي ٣/٥٩٤ زكريا)

وبعد الحلق قبل طواف الزيارة كله أو أكثره شاة وعليه المتون وقيل بدنة. وقبل الحلق بعد طواف الزيارة كله أو أكثره شاة إجماعا؛ لأن تعظيم الجناية إنما كان لمراعاة هٰذا الركن، أما بعد الحلق قبل الطواف فقد صادفت إحراما ناقصا لوجود الحال في حق غير النساء فخفف الجزاء. (غنية الناسك ٣٤٨)

وإن جامع بعد الحلق فعليه شاة. (الفتاوىٰ الهندية ١/٢٤٥)

وبعد الحلق قبل الطواف شاة لخفة الجناية. (درمختار ٣/٥٩٤ زكريا)

وإن جامع بعد الحلق فعليه شاة لبقاء إحرامه في حق النساء ...... فخفت الجناية فاكتفى بالشاة. (هدايه مع فتح القدير ٣/٤٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۲/۳/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

''مسائل ومعلومات حج وعمرہ'' نامی کتاب میں طوافِ زیارت سے متعلق چند مسئلوں کی تصحیح

سوال (۱۲۰) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کتاب ''مسائل ومعلومات حج وعمرہ'' (مولف جناب محمد معین الدین احمد صاحب کراچی) پاکستان کے نامی گرامی مفتی صاحبان سے تصدیق شدہ ہے۔ ۱۹۸۵ء سے مسلسل ہر سال پاکستان میں بھی ہزاروں کی تعداد میں مختلف مقامات سے طبع ہوکر مفت تقسیم ہوتی ہے، الحمد للہ حاجیوں کی رہبری کے بڑی مفید ہے، ہم اس کتاب میں دو مقامات پر مولف کتاب سے غلطی سرزد ہوئی ہے، جس کی اصلاح ضروری ہے، مولف کتا چونکہ پاکستان میں رہتے ہیں ان کا پتہ بھی کتاب میں درج نہیں ہے؛ اس لئے توجہ دلانے میں تاخیر ہوئی؛ کیوں کہ مسئلہ اہم ہے اس لئے خیال ہوا کہ جو لوگ ہر سال اس کو طبع کرواکر تقسیم کررہے ہیں، ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے، تاکہ مسائل صحت کے ساتھ طبع ہوں۔

اس سلسلہ میں احقر نے ان غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے مستند کتابوں کے حوالے کے ذریعہ صحیح مسائل سے روشناس کیا ہے، چوں کہ میں عالم نہیں ہوں؛ اس لئے مسائل کو آپ کی خدمت میں روانہ کررہا ہوں، جو کچھ میں نے لکھا ہے اگر صحیح ہو تو اس کی تصدیق فرمائیں یا صحیح مسئلہ سے واقف فرمائیں:

(۱) غلطی:- اگر طواف زیارت سے پہلے اور وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کرلیا تو، اگر جماع حلق سے پہلے کیا ہے تو اس پر اونٹ یا گائے لازم ہے، اور اگر جماع حلق کے بعد کیا ہے، تو بکری لازم ہے؛ البتہ حج فاسد نہیں ہوگا؛ لیکن طوافِ زیارت پھر بھی کرنا ہوگا، طوافِ زیارت ساقط نہیں ہوتا ہے۔ (مسائل معلومات حج وعمرہ ۸۲)

حالانکہ دیگر کتب میں اس کے برخلاف لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص وقوفِ عرفہ اور حلق کے بعد

Marfat.com

طوافِ زیارت سے قبل جماع کا مرتکب ہوتا ہے تب بھی دم (بکری) نہیں؛ بلکہ بدنہ (اونٹ یا گائے) کی قربانی واجب ہوگی۔ دیکھئے!

الف:- طوافِ زیارت سے قبل بیوی سے ہم بستری ہو جائے یا حلتِ جنابت یا حالت حیض ونفاس میں طوافِ زیارت کیا جائے، تو جرمانہ میں ایک اونٹ یا گائے کی قربانی واجب ہوتی ہے، اس کو بدنہ کہتے ہیں۔ (انوار مناسک ۱۱۸)

ب:- اگر طوافِ زیارت سے قبل بیوی سے ہم بستری کر لی تو حج فاسد نہیں ہوگا، مگر اس پر ایک بدنہ یعنی اونٹ یا گائے کی قربانی واجب ہوگی۔ (بحوالہ: انوار مناسک ۳۵۵، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۴۶/۴، احسن الفتاویٰ ۵۵۸/۴، بدائع الصنائع ۸۲/۳ بیروت، بدائع الصنائع ۲/ ۲۱۷ قدیم)

ج:- محققین کے قول میں طواف وحلق سے پہلے یا حلق کے بعد اور طواف سے پہلے بھی بدنہ ہے۔ (معلم الحجاج ص: ۲۴۲ نوٹ)

(۲) غلطی:- بوجہ حیض طوافِ زیارت ایام نحر میں نہ کرنے کے سلسلہ میں درج ہے:

سعودی عرب میں مقیم لوگوں کے دوبارہ مکہ مکرمہ آنا کوئی مشکل نہیں ہے؛ اس لئے وہاں کی مقیم عورت کے لئے ساتھ اگر یہ صورت حال ہو تو وہ بغیر طوافِ زیارت اپنے گھر واپس جائے اور پہلی فرصت میں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آئے، پہلے عمرہ کے تمام ارکان ادا کرلے، اس کے بعد طوافِ زیارت کرے اور تاخیر سے طوافِ زیارت کرنے کا دم بھی دے۔ (مسائل ومعلومات حج وعمرہ ۱۰۵)

اس مسئلہ میں مولف کتاب سے حسبِ ذیل غلطیاں سرزد ہوئی ہیں:

الف:- وقوفِ عرفہ، رمی، قربانی، حلق یا قصر کے بعد احرام کا باقی نہ رہنا سمجھنا (ب) طوافِ زیارت ادا نہ ہونے کے باوجود عمرہ کا احرام اور طوافِ زیارت سے پہلے عمرہ کرنے کی ہدایت (ج) بوجہ حیض طوافِ زیارت میں تاخیر پر دم۔

غلطی (الف) سے متعلق صحیح مسئلہ یہ ہے وقوفِ عرفہ رمی قربانی حلق یا قصر کے بعد حاجی کلی طور پر حلال نہیں ہوتا؛ بلکہ جزوی طور پر حلال ہوتا ہے، مثلاً سلے ہوئے کپڑوں کا استعمال خوشبو

Marfat.com

وغیرہ، طوافِ زیارت کے بعد ہی کلی طور پر حلال ہوتا ہے؛ اس لئے جس عورت یا مرد نے طوافِ زیارت نہ کیا ہو اس کا احرام ابھی باقی ہے، وہ بغیر نیا احرام باندھے پہلے طوافِ زیارت کرے۔ (انوار مناسک ۵۲۵)

غلطی (ب) سے متعلق صحیح مسئلہ: اگر کوئی شخص طواف زیارت ۱۲/ ذی الحجہ تک نہ کر سکے، تو بعد میں جب چاہے کر سکتا ہے، نیا احرام باندھے بغیر ویسے ہی جا کر طواف کرے اور تاخیر کی وجہ سے دم دے، طواف زیارت سے قبل دوسرے حج یا عمرہ کا احرام باندھنا جائز نہیں، بیوی سے صحبت کرنا بھی حرام ہے، اگر بیوی سے صحبت کرلی تو دم تاخیر کے علاوہ بدنہ یعنی پوری گائے یا پورا اونٹ بھی واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۴/ ۵۵۸)

جو عورت طواف زیارت کے بغیر واپس آگئی تو اس کا حج نہیں ہوگا، اور نہ وہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہوگی جب تک کہ واپس جا کر طواف زیارت نہ کرلے، احرام کی حالت میں رہے گی، اور جو شخص طواف زیارت کے بغیر واپس آگیا ہو اسے چاہئے کہ بغیر نیا احرام باندھے مکہ مکرمہ جائے، اور طواف زیارت کرے تاخیر کی وجہ سے اس پر دم بھی لازم ہوگا۔ (بحوالہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴/ ۱۴۸)

غلطی (ج) سے متعلق صحیح مسئلہ: اگر عورت حیض کی وجہ سے طواف زیارت اس کے وقت میں نہ کر سکیں گی تو دم واجب نہ ہوگا، پاک ہونے کے بعد طواف کرلے۔ (معلم الحجاج ۱۸۰)

مسئلہ:- اگر ایام نحر میں عورت حیض یا نفاس میں مبتلا ہو جائے اور ناپاکی ہی کی حالت میں ایام نحر مکمل گذر جائیں، تو ایسی صورت میں طواف زیارت کو ایام نحر سے تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار نہ ہوگی، اور نہ ہی اس پر کوئی فدیہ یا دم وغیرہ لازم ہوگا؛ بلکہ جب پاک ہو جائے تب ہی طواف کرنا اس پر لازم ہوگا۔ (ایضاح المناسک ۱۰۳، غنیۃ الناسک ۹۵، البحر الرائق ۲/ ۳۷۰)

خود مولف اپنی کتاب ص: ۱۰۴ پر لکھتے ہیں: حیض کی وجہ سے طوافِ زیارت اگر اپنے وقت سے مؤخر ہو گیا تو دم واجب نہیں ہوگا، پھر یہاں بوجہ حیض تاخیر پر دم کا حکم دینا کیا معنی رکھتا ہے؟

Marfat.com

نوٹ:- ''احسن الفتاویٰ'' اور کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں تاخیر پر جو دم کا ذکر ہے، وہ مردوں سے متعلق ہے الفاظ سے بھی یہ بات ظاہر ہے شخص لکھا گیا نہ کہ عورت۔ والسلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) وقوفِ عرفہ کے بعد حلق، قصر وطواف زیارت سے قبل جماع کے ارتکاب سے بالاتفاق بدنہ واجب ہوتا ہے؛ لیکن حلق کے بعد اور طواف زیارت سے قبل جماع کی صورت میں بدنہ واجب ہے یا بکری؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور کا قول یہ ہے کہ بکری واجب ہوگی ''مسائل ومعلومات حج وعمرہ'' نامی کتاب میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

دوسرا قول جسے بعض محقق مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی بدنہ واجب ہوگا، اور اس دوسرے قول میں احتیاط زیادہ ہے؛ لیکن پہلے قول کو بالکلیہ رد بھی نہیں کیا جاسکتا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أتاه رجل فقال: وطئت امرأتي قبل أن أطوف بالبيت، قال: عندك شيء، قال: نعم، إني مؤسر، قال: فانحر ناقة سمينة فأطعمها المساكين. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب الرجل يصيب امرأته بعد التعلل الأول وقبل الثاني ۵/۲۷۹ رقم: ۹۷۹۹ دار الكتب العلمية بيروت، المصنف لابن أبي شيبة ۸/۵۸۲ رقم: ۶۳- ۱۵۱۶۲)

قال في البحر: تجب شاة إن جامع بعد الحلق قبل الطواف لقصور الجناية لوجود الحل الأول بالحلق، ثم اعلم أن أصحاب المتون على ماذكره المصنف من التفصيل فيما إذا جامع بعد الوقوف، فإن كان قبل الحلق فالواجب بدنة، وإن كان بعده فالواجب شاة، وشرحه جماعة من المشائخ كصاحب المبسوط والبدائع والأسبيجابي على وجوب البدنة مطلقاً، وقال في فتح القدير: أنه الأوجه؛ لأن إيجابها ليس إلا بقول ابن عباس رضي اللّٰه عنه والمرى

Marfat.com

عنه ظاهر فيما بعد الحلق. (البحر الرائق ۲۹/۳ زکریا، غنية الناسك ۲۷۱ جديد)

(۲) اور آپ نے طواف زیارت کے ترک پر دوبارہ احرام باندھنے سے متعلق "مسائل ومعلومات حج وعمرہ" کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں واقعتہً تسامح ہوا ہے کیونکہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ طواف زیارت کیے بغیر اگر کوئی شخص باہر چلا جائے تو ابھی اس کا احرام باقی ہے، اور وہ نیا احرام باندھے بغیر حرم میں آکر طواف زیارت ادا کرے گا، جیسا کہ اس عبارت سے واضح ہے:

ولو ترك طواف الزيارة كله أو أكثره فهو محرم أبداً في حق النساء حتى يطوف فعليه حتما أن يعود بذلك الإحرام و يطوفه ...... ثم إن جاوز الوقت يعود بإحرام جديد، وإن لم يجاوزه عاد بذلك الإحرام الخ. (غنية الناسك ۲۷۳ إدارة القرآن كراچی)

وإن رجع إلى أهله فهو محرم من النساء أبدا فيعود إلى مكة بذلك الإحرام ولا يحتاج إلى إحرام جديد فيطوف للزيارة. (الفتاوى التاتارخانية ۶۰۷/۲ زكريا، الفتاوى الولوالجية ۲۹۱/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

اور حائضہ عورت اگر حیض کی وجہ سے طواف زیارت ایام نحر سے موخر کرے، تو اس پر دم نہیں ہے، اس بارے میں بھی مسئولہ عبارت میں سبقت قلم ہوا ہے، اس کی تصحیح کرنی چاہئے۔

وهذا عند الإمام فلا شئ على الحائض بتاخيره إذا لم تطهر إلا بعد أيام النحر. (غنية الناسك ۹۵ كذا في الدر المختار ۵۱۹/۲ كراچی، البحر الرائق ۳۷۰/۳)

ولا دم على الحائض لتاخير في قولهم؛ لأنها ممنوعة، فكان التاخير بعذر. (الفتاوى الولوالجية ۲۹۱/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

لا شيء على الحائض وكذا النفساء لتاخير الطواف أي طواف الزيارة كما في الفتاوى السراجية وغيرها، مقيد بما إذا حاضت في وقت لم تقدر على أكثر الطواف أي قبل الطواف، أو حاضت قبل أيام النحر ولم تطهر إلا بعد مضي

Marfat.com

أيام النحر أي جميعها، وحاصله ما في البحر الزاخر: من أن المرأة إذا حاضت أو نفست قبل أيام النحر فطهرت بعد مضيها فلا شيء عليها. (مناسك ملا علی القاري / باب الجنايات ۳۵ إدارة القرآن کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۰/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

تلبیہ سے متعلق مسائل

تلبیہ کے الفاظ

سوال (۱۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تلبیہ کے الفاظ کیا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج میں تلبیہ کی حیثیت تقریباً ایسی ہی ہے جیسی نماز میں تکبیرِ تحریمہ کی، اور تلبیہ کے منقول الفاظ یہ ہیں:

لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ. (صحیح لبخاري ۱/۲۱۰، صحیح مسلم ۱/۳۷۵، غنیة الناسك ۷۳)

ترجمہ:- میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں آپ کا کوئی ساجھی نہیں، میں حاضر ہوں، ہر طرح کا شکر اور سب نعمتیں صرف آپ ہی کے لئے ہیں اور ساری بادشاہی آپ ہی کے اختیار میں ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں۔

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۶/۳/۱۳ھ

کیا حج وعمرہ میں نیت کے ساتھ فوراً تلبیہ کہنا شرط ہے؟

سوال (۱۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج وعمرہ میں تلبیہ میں نیت سے متعلق مسئلہ میں بندہ کو چند اشکالات درپیش ہیں، مہربانی فرما

Marfat.com

کرائن اشکالات کو دور فرمادیں۔

مسئلہ (۱):- (حج یا عمرہ کی) نیت کا تلبیہ کے ساتھ ہونا شرط ہے۔ (بحوالہ: معلم الحجاج ۱۰۱)

مسئلہ (۲):- احرام کی حقیقت یہ ہے کہ حج یا عمرہ کی نیت سے تلبیہ پڑھ لیا جائے؛ لہٰذا احرام کے لئے نہ صرف نیت کافی ہے اور نہ ہی صرف تلبیہ؛ بلکہ جس طرح نماز میں داخل ہونے کے لئے تکبیر تحریمہ اور نیت دونوں کا ایک ساتھ ہونا شرط ہے، اسی طرح حج یا عمرہ میں داخل ہونے کے لئے تلبیہ اور نیت دونوں کا ایک ساتھ ہونا شرط ہے۔ (مستفاد: شامی ۲/ ۴۶۷ کراچی، ایضاح المناسک ۶۸)

مسئلہ (۳):- احرام کی حقیقت یہ ہے کہ حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت سے تلبیہ پڑھ لیا جائے، اور احرام کے لئے نہ صرف نیت کرنا کافی ہے اور نہ ہی صرف تلبیہ؛ بلکہ جس طرح نماز میں داخل ہونے کے لئے دل سے نیت کے ساتھ ساتھ تکبیر تحریمہ کا زبان سے ادا ہونا لازم اور شرط ہے، اسی طرح حج یا عمرہ کے احرام میں داخل ہونے کے لئے نیت اور تلبیہ دونوں کا ایک ساتھ ہونا بھی لازم ہے؛ لہٰذا اگر دل میں نیت کر لی ہے اور تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر اللہ زبان سے نہیں پڑھا، تو احرام میں داخل نہیں ہوگا، اور اسی طرح اگر زبان سے تلبیہ یا اس کے قائم مقام ذکر کے الفاظ زبان سے پڑھ لئے ہیں، مگر دل میں نیت نہیں ہے تو بھی احرام میں داخل نہ ہوگا۔

الإحرام هو النية والتلبية أو ما يقوم مقامها، أي مقام التلبية من الذكر أو تقليد البدنة مع السوق. (شامي ٢/ ٤٦٧ كراچی)

ومن شاء الإحرام وهو شرط صحة النسك كتكبيرة الافتتاح، فالصلاة والحج لهما تحريم وتحليل. وقوله في الشامية: والمراد بالذكر التلبية ونحوها وبالخصوصية ما يقوم مقامها من سوق الهدي، أو تقليد البدن فلا بد من التلبية أو مايقوم مقامها فلو نوى ولم يلب أو بالعكس لا يصير محرماً. (شامي ٢/ ٤٧٩ كراچی)

مندرجہ بالا روایتوں کی روشنی میں نیت اور تلبیہ کا ایک ساتھ ہونا شرط ہے، یہ تحریر ایک صاحب کی خدمت میں روانہ کی تھی، انہوں نے اس کی تردید کرتے ہوئے حسب ذیل روایتیں

Marfat.com

روانہ فرمائی ہیں:

''نیت اور تلبیہ ایک ساتھ ہونا شرط ہے یا نہیں، اس بارے میں حسبِ ذیل فقہی عبارات ملاحظہ فرمائیں: ہدایہ اولین، کتاب الحج باب الاحرام میں ہے:

ثم يلبي عقيب صلاته لما روي أن النبي صلى الله عليه وسلم لبى في دبر صلاته، وإن لبى بعد ما استوت به راحلته جاز، ولكن الأول أفضل لما روينا.

پھر نماز کے بعد تلبیہ پڑھے، اس روایت کی بنا پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد تلبیہ پڑھی، اور اگر پڑھے سواری کی پوری طرح تیار کے بعد تو یہ بھی جائز ہے؛ لیکن پہلی بات افضل ہے۔

تحفۃ الفقہاء (۱/۱ ۴۰) کی عبارت اس طرح ہے: ثم يصلي ركعتين ثم ينوي العمرة ويلبي في دبر صلاته بذلك أو بعد ما تستوي به راحلته على الوجه الذي ذكرنا ويرفع صوته بالتلبية.

پھر دو رکعتیں پڑھے، پھر عمرہ کی نیت کرے اور تلبیہ پڑھے اپنی نماز کے بعد، یا اپنی سواری کے پوری طرح تیار ہو جانے کے بعد، اس وجہ سے کہ جس کا ذکر ہم نے کیا اور اپنی آواز کو تلبیہ کے لئے بلند کرے۔

الموسوعۃ الفقہیہ (ج:۲ص:۱۳۳) کی عبارت حسب ذیل ہے: الأفضل عند الحنفية والحنابلة أن يلبي بنية الحج أو العمرة، أو نيتهما معًا عقب صلاته ركعتين سنة الإحرام، وبعد نية النسك وإن لبى بعد ما استوت به راحلته أو ركوبته جاز إلى أن يبلغ نهاية الميقات.

حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ تلبیہ پڑھے حج یا عمرہ کی نیت کے ساتھ یا دونوں کی نیت کے ساتھ دو رکعت سنت احرام کے بعد اور نسک (یعنی ہدی) کی نیت کے بعد۔ اور اگر تلبیہ پڑھے سواری کی پوری طرح تیاری کے بعد یا اس پر سوار ہونے کے بعد تو بھی جائز ہے، یہاں تک کہ میقات کی حد تک پہنچ جائے۔ (یعنی میقات پہونچنے تک تلبیہ پڑھ سکتا ہے)

Marfat.com

یہاں عمرہ کی نیت اور تلبیہ کے لئے کہا جارہا ہے کہ نماز کے بعد تلبیہ پڑھ لو یہ بہتر ہے، اور اس کی بھی اجازت دی جارہی ہے کہ نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر جب سواری کو پوری طرح تیار کرلو، اس وقت تلبیہ پڑھ لو یا اس پر سوار ہوکر تلبیہ پڑھ لو، یہاں تک کہ آگے جاکر میقات پر پہنچنے کے بعد تلبیہ پڑھ لو۔

فتاویٰ عالمگیری (الباب الثالث فی الاحرام) میں اس طرح درج ہے: وأما شرط النية حتى لا يصير محرمًا بالتلبية بدون نية الإحرام، كذا في محيط السرخسي، ولا يصير شارعاً بمجرد النية ما لم يات بالتلبية، أو ما يقوم مقامها من الذكر، أو سوق الهدي، أو تقليد البدنة.

بہرحال (احرام کی) نیت کی شرط تو وہ احرام کی نیت کے بغیر صرف تلبیہ سے محرم نہیں ہوگا، اور ایسے ہی صرف نیت ہی سے احرام شروع نہیں ہوگا جب تک کہ تلبیہ نہ پڑھ لے، یا اس کے قائم مقام کوئی کام نہ کرلے، جیسے ذکر یا ہدی کو ہانکنا یا بدنہ کے گلے میں پٹہ ڈالنا۔

بخاری شریف (كتاب الحج، باب ما يلبس المحرم من الثياب والأردية والأزر، حديث: ١٤٧٠) کے الفاظ ہیں:

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه قال: انطلق النبي صلى الله عليه وسلم من المدينة بعد ما ترجل وادهن ولبس إزاره ورداءه هو وأصحابه، فلم ينه عن شيء من الأردية والأزر تلبس إلا المزعفرة التي تردع على الجلد، فأصبح بذى الحليفة، ركب راحلته، حتى استوى على البيداء أهلّ هو وأصحابه، وقلد بدنته.

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مدینہ سے چلے تیل لگاکر کنگھی کر کے اور تہبند اور چادر اوڑھ کر، اور آپ نے منع نہیں فرمایا چادر اور ازار میں سے کسی چیز کے پہننے سے، سوائے اس زعفرانی کپڑے کے جس کا رنگ جلد تک پہونچ جاتا ہے، اور آپ ذوالحلیفہ پہنچے، سواری پر سوار ہوئے اور بیداء پر کھڑے ہوئے اور تلبیہ پڑھی، آپ نے بھی

Marfat.com

اور آپ کے اصحاب نے بھی۔ اور اپنے بدنہ یعنی قربانی کے جانور کے گلے میں پٹہ ڈالا۔

حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ سے چلنا حج کی نیت سے تھا، تو معلوم ہوا کہ نیت ہوگئی اور تلبیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں پڑھا۔

ان تمام عبارتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تو ضروری ہے کہ نیت اور تلبیہ دونوں ہوں؛ لیکن دونوں کا ایک ساتھ ہونا ضروری نہیں۔ اگر ایک ساتھ ہونے کی شرط ہوتی تو ضرور فقہ کی کتابوں میں اس کا بطور شرط ذکر ہوتا۔ معلم الحجاج میں ص: ۱۰۱ر میں ہے کہ نیت اور تلبیہ کا ایک ساتھ ہونا شرط ہے، مگر ص: ۱۰۰ر پر لکھا ہے کہ احرام کے لئے نیت اور تلبیہ دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں ساتھ کی شرط کا ذکر نہیں ہے، بہرحال احادیث وفقہی کتب کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نیت اور تلبیہ دونوں کا ایک ساتھ ہونا بہتر ہے شرط نہیں ہے۔،،

حضرت مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ مذکورہ بالا عبارتوں کو سامنے رکھ کر جواب سے نوازیں کہ نیت اور تلبیہ کا ایک ساتھ ہونا ضروری اور شرط ہے یا صرف بہتر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: احناف کے نزدیک احرام کا آغاز تلبیہ پڑھنے کے بعد ہوتا ہے، بشرطیکہ اس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو؛ البتہ نیت اور تلبیہ کا ایک ساتھ ہونا ضروری نہیں؛ کیوں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر پہلی دفعہ کب تلبیہ پڑھا؟ اس میں اختلاف ہے، یہاں تک کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے احرام کا لباس پہن کر چلے اور ذوالحلیفہ پہنچ کر تلبیہ پڑھا۔

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه قال: إنطلق النبي صلى الله عليه وسلم من المدينة بعد ما ترجل وادهن ولبس إزاره ورداءه هو وأصحابه، فلم ينه عن شيء من الأردية والأزر تلبس إلا المزعفرة التي تردع على الجلد، فأصبح بذي الحليفة، ركب راحلته، حتى استوى على البيداء أهلّ هو وأصحابه، وقلد بدنته.

Marfat.com

(صحيح البخاري، ما يلبس المحرم من الثياب والأردية والأزر، حديث: ١٥٤٥، فتح الباري ٣/٦١٥)

اور یہ ظاہر ہے کہ آپ کا مدینہ سے چلنا حج کی نیت سے تھا، تو معلوم ہوا کہ نیت پہلے ہوگئی اور تلبیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں پڑھا؛ اس لئے صحیح یہی ہے کہ تلبیہ اور نیت کا اتصال ضروری نہیں۔

آنجناب نے جو مسئلہ سوال نامہ میں اٹھایا وہ محض تعبیر کا فرق ہے، اصل بات یہ ہے کہ نیت کے ساتھ فوراً تلبیہ شرط نہیں ہے؛ لیکن تلبیہ کے ساتھ نیت احرام شرط ہے، خواہ وہ نیت متصلا ہو یا پیشگی ہو نیت کے بغیر محض تلبیہ سے احرام نہیں شروع ہوسکتا، اور جن حضرات نے احرام میں نیت اور تلبیہ دونوں شرط کہا ہے انہوں نے اسی...... پہلو کو پیش نظر رکھا، اور جن لوگوں نے دونوں کی شرطیت سے انکار کیا ہے انہوں نے صرف نیت کے پہلو کو پیش نظر رکھا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے تکبیر تحریمہ کہ نماز میں تکبیر کہتے وقت نیت حقیقی یا حکمی ضروری ہے، حقیقی یہ کہ تکبیر کے وقت صراحۃً نماز کی نیت ہو، اور حکمی یہ کہ گھر سے نماز کی نیت سے چلا اور مسجد میں جاتے ہی تکبیر تحریمہ کہہ دی، تو گھر سے چلتے وقت کی نیت حکمی بھی معتبر ہوگی، جیسا کہ فقہاء نے صراحت کی، بعینہ یہی حال حج میں نیت اور تلبیہ کا ہے، اس سلسلہ میں صاحب غنیۃ الناسک کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

فلو نوى ولم يلب أو لبى ولم ينو لايصير محرماً وهل يصير محرما بالنية والتلبية، أو بأحدهما بشرط الآخر؟ المعتمد ما ذكره الحاكم الشهيد رحمه الله تعالى أنه بالنية لكن عند التلبية لا بالتلبية، كما يصير شارعاً في الصلاة بالنية، لكن بشرط التكبير لا بالتكبير. (غنية الناسك جديد ٦٥)

قال إبراهيم: تجزئه النية. (المصنف لابن أبي شيبة ٨/٧٦٩ رقم: ١٥٠١٦٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۸/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

تلبیہ کتنی آواز سے پڑھا جائے؟

سوال (۱۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تلبیہ زور سے پڑھنا افضل ہے یا آہستہ؟ اگر زور سے پڑھنا افضل ہے تو کتنی بلند آواز سے پڑھا جائے؟ بہت سے لوگوں کو حج کے موقع پر دیکھا گیا کہ تلبیہ میں غایت درجہ آواز بلند کرتے ہیں، اور آواز میں آواز ملاکر زور سے تلبیہ پڑھتے ہیں، نیز عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مردوں کے لئے تلبیہ قدرے آواز سے پڑھنا مسنون ہے، مگر اس قدر بلند آواز سے بھی نہ پڑھے کہ تکان ہو جائے، اور عورت بہر صورت تلبیہ آہستہ آواز سے پڑھے گی؛ تاکہ کوئی اجنبی نہ سن سکے۔ اسی طرح آواز میں آواز ملاکر اجتماعی طور پر تلبیہ پڑھنا بھی ممنوع ہے۔

عن خلاد السائب الأنصاري عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أتاني جبرئيل عليه السلام فأمرني أن آمر أصحابي و من معي أن يرفعوا أصواتهم بالإهلال – أو قال: بالتلبية، يريد أحدهما. (سنن أبي داؤد، المناسك / باب كيف التلبية ۱/ ۲۵۲ رقم: ۱۸۱٤)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: لا تصعد المرأة على الصفا والمروة ولا ترفع صوتها بالتلبية. (سنن الدار قطني ۱/ ۲۸۷ ورجاله ثقات)

ويسن أن يرفع صوته بالتلبية بشدة من غير أن يبلغ الجهد في ذلك كي لا يتضرر. (غنية الناسك ۷٤، ومثله في الفتاوى الهندية ۱/ ۲۲۳، هداية ۱/ ۲٤۰، البحر العميق ۲/ ٦٥٦، منحة الخالق ۲/ ۳۲۲ كوئٹه)

والمرأة لا ترفع صوتها بالتلبية. (فتاوى سراجية ۱۷۷)

أو امرأة فإنها لاترفع صوتها بل تسمع نفسها لاغير. (مناسك ملا على قارى ۱۰٤)

Marfat.com

وإذا كانوا جماعة لا يمشي أحد على تلبية الآخر، بل كل إنسان يلبي بنفسه.

(شامی ۵۰۲/۳ زکریا، درمختار ۵۵۱/۳، غنية الناسك ۷۵، ومثله في لبحر العميق ۶۶۹/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۳/۱۳ھ

گونگا کس طرح تلبیہ پڑھے؟

سوال (۱۲۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس شخص کو بولنے پر قدرت نہ ہو یا وہ قدرتی طور پر بے زبان اور گونگا ہو تو وہ شخص تلبیہ کس طرح پڑھے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گونگے کے لئے تلبیہ کے وقت زبان ہلانا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ صرف مستحب ہے۔

والأخرس يلزمه تحريك لسانه، وقيل: لا بل يستحب ومال شارحه إلى الثاني؛ لأن الأصح أنه لا يلزمه التحريك في القراءة للصلاة، فهذا أولى؛ لأن الحج أوسع؛ ولأن القراءة فرض قطعي عليه بخلاف التلبية. (شامي ۴۹۰/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۳/۱۳ھ

جس کو تلبیہ کے الفاظ یاد نہ ہوں؟

سوال (۱۲۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص اس حال میں سفر پر گیا کہ اسے تلبیہ کے الفاظ ہی یاد نہیں ہیں، جب کہ تلبیہ حج کا شعار ہے، تکمیل احرام کے لئے الفاظِ تلبیہ کا زبان سے کہنا شرط ہے، تو ایسے شخص کے لئے تلبیہ کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کسی کو شخص کو تلبیہ کے مخصوص الفاظ یاد نہ ہوں تو دیگر اذکار مثلاً لا الٰہ الا اللہ، الحمد للہ وغیرہ بھی تلبیہ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں، اسی طرح اگر عربی زبان کے تلفظ کی ادائیگی دشوار ہو تو عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں تلبیہ کا ترجمہ بھی پڑھا جا سکتا ہے مگر عربی میں پڑھنا افضل ہے اسی لئے حتی الا ن یاد کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔ (معلم الحجاج ۱۰۲)

والحاصل أن اقتران النية بخصوص التلبية ليس بشرط، وإنما الشرط اقترانها بأي ذكر كان. (شامي ۴۹۰/۳ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۲۲۲/۱، البحر العميق ۶۵۱/۲، الفتاوىٰ التاتارخانية ۴۸۲/۳ زكريا، تبيين الحقائق ۲۵۶/۲، معلم الحجاج ۱۰۲)

وكما يجوز التلبية بالعربية يجوز بالفارسية والعربية افضل. (خانية ۲۸۵/۱)

ولو بالفارسية أ، غيرها كالتركية ر الهندية الخ، وأشار إلى أن العربية أفضل. (شامي ۴۹۰/۳ زكريا، البحر لعميق ۶۷۱/۲، الفتاوىٰ لتاتارخانية ۴۸۸/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تلبیہ کب تک پڑھا جائے؟

سوال (۱۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تلبیہ کتنی مرتبہ اور کب تک پڑھنا چاہئے؟ کیا احرام کھولنے کے بعد بھی تلبیہ پڑھنے کا حکم ہے؟ اسی طرح طواف کے دوران تلبیہ پڑھنا کیسا ہے ؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احرام باندھنے کے وقت سے تلبیہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو عمرہ میں طواف شروع کرنے تک اور حج میں دسویں ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک جاری رہتا ہے، ان اوقات کے بعد تلبیہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ (معلم الحجاج ۱۰۴)

Marfat.com

بعض لوگ احرام بے احرام ہر وقت تلبیہ پڑھتے نظر آتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ عمرہ کے طواف اور طوافِ زیارت کے دوران تلبیہ کا ورد رکھتے ہیں، تو یہ طریقہ خلافِ سنت ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

اور تلبیہ تین بار پڑھنا مستحب ہے جس کی صورت یہ ہونی چاہئے کہ تین بار لگاتار پڑھے اور تلبیہ کے دوران کوئی اور بات چیت نہ کرے۔

عن الفضل بن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لبى حتى رمىٰ جمرة العقبة. (سنن أبي داؤد ۲۵۲/۱، صحيح البخاري ۲۲۸/۱)

وقطع التلبية باولها (درمختار) فى الحج الصحيح والفاسد مفرداً أو متمتعاً او قارناً .... وقيد بالمحرم بالحج لأن المعتمر يقطع التلبية إذا استلم الحجر لأن الطواف ركن العمرة فيقطع التلبية قبل الشروع فيها. (شامي ۵۳۲/۳ زكريا)

ويستحب أن يكرر التلبية ثلاثاً وأن يوالى بين الثلاثِ ولايقطعها بكلام أو غيره. (غنية الناسك ۷۴، شامي ۴۹۲/۳ زكريا، البحر العميق ۶۵۶/۲، البحر الرائق ۳۲۵/۲ كوئٹه)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۶/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حلق سے متعلق مسائل

حلق افضل ہے یا قصر؟

سوال (۱۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: افعال حج میں حاجی مرد کے لئے حلق اور قصر میں سے حلق افضل ہے یا قصر؟ اگر کوئی شخص بلاعذر یا عذر کی وجہ سے حلق کے بجائے قصر کرلے تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احرام کی پابندیاں ختم کرتے وقت محرم کے لئے اپنے سر کے بالوں کا حلق یا قصر واجب ہوتا ہے اس کے بغیر احرام کی پابندیاں ختم نہیں ہوتیں، مردوں کے لئے قصر (یعنی بال کتروانے) کے مقابلہ میں حلق (یعنی پورے سر کے بال منڈوانا) زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے سر مبارک کا حلق فرماکر ارشاد فرمایا: رحم اللّٰہ المحلقین۔ یعنی اللہ تعالیٰ سر منڈانے والوں پر رحم فرمائیں، تو صحابہ نے عرض کیا کہ: ''اے اللہ کے رسول! سر کتروانے والوں پر بھی رحمت ہو''، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی فرمایا کہ: رحم اللّٰہ المحلقین۔ تو صحابہ نے دوبارہ مقصرین یعنی کتروانے والوں کے لئے دعا کی درخواست کی، مگر آپ نے تیسری مرتبہ بھی حلق کرنے والوں ہی کے لئے دعا فرمائی اور چوتھی مرتبہ میں مقصرین کو دعا میں شامل فرمایا۔ (بخاری شریف ۲۷،۱۷۴، مسلم شریف ۱/۴۲۱ وغیرہ)

حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا:

Marfat.com

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ (اے اللہ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما، اے اللہ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما)

تو مجلس میں بیٹھے ہوئے کسی صاحب نے فرمایا کہ "وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ" یعنی سر کے بال کتروانے والوں کی بھی مغفرت ہو اس کی بھی دعا فرمائیں تو پیغمبر علیہ السلام نے تیسری یا چوتھی مرتبہ مقصرین یعنی بال کتروانے والوں کی مغفرت کی دعا فرمائی، اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ، فَمَا يَسُرُّنِيْ بِحَلْقِ رَأْسِيْ حُمْرُ النَّعَمِ أَوْ خَطَراً عَظِيْمًا. (رواه أحمد ٤/١٧٧، الترغيب والترهيب ٢٧٦).

(اور میں آج سر منڈائے ہوئے ہوں اور میرے لئے سر کے بال منڈانے کے بجائے سرخ اونٹ یا عظیم مال ملنا باعث مسرت نہیں ہے)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ شریعت میں اصل مطلوب مردوں کے لئے سروں کا مونڈنا ہے، اس لئے بلا معقول عذر کے اس سعادت سے محروم نہیں رہنا چاہئے، اور محض بالوں سے محبت کے جنون میں ایسے عظیم اجر وثواب کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۶/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشین سے بال کٹانے پر حلق کی فضیلت ثابت نہ ہوگی

سوال (۱۲۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج وعمرہ سے فراغت پر جو حلال ہونے کے لئے مشین سے سر کے بال اُتارتے ہیں، کیا اس سے حلق کی فضیلت حاصل ہوگی یا یہ قصر ہی ہے؟ حلق صرف اُسترے یا بلیڈ سے ہی ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مروجہ مشین قصر کے درجہ میں ہے، اس سے حلق کی فضیلت حاصل نہ ہوگی؛ البتہ حلق کے لئے آئندہ کوئی مشین ایجاد ہوجائے، تو اس کا حکم الگ ہوگا۔

Marfat.com

والتقصير أن يأخذ من رؤوس شعره مقدار الأنملة. (مراقي الفلاح ٧٣٦ دار الكتاب ديوبند)

والمراد بالتقصير أن يأخذ الرجل والمرأة من رؤوس شعر ربع الرأس مقدار الأنملة. وفي البدائع قالوا: يجب أن يزيد في التقصير على قدر الأنملة حتى يستوفي قدر الأنملة كل شعرة برأسه؛ لأن أطراف الشعر غير متساوية عادةً. (شامي ٥٣٤/٣ زكريا، بدائع الصنائع ٣٣٠/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کے سر پر زخم ہو اس کے بارے میں حلق کیا حکم ہے؟

سوال (۱۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر حاجی کے سر پر زخم ہوں اور استرا چلانے سے اس کے بہہ جانے اور زخم بڑھ جانے کا خطرہ ہو، تو ایسے شخص کے بارے میں حلق اور قصر کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر حاجی کے سر پر زخم ہیں کہ استرا چلانا تکلیف دہ ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس کے بال کتنے بڑے ہیں، اگر ایک پوروے سے زائد ہیں تو قصر کرانا ضروری ہوگا اور اگر پوروے سے کم بال ہیں تو احتیاط کے ساتھ استرا پھیر دیا جائے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ویسے ہی محض نیت کرنے سے احرام کھل جائے گا۔

عن ابن نافع عن أبيه قال: كان ابن عمر رضي الله عنهما رجلاً أصلع، فكان إذا حجّ أو اعتمر أمرّ على رأسه الموسى. (المصنف لابن أبي شيبة ٢٥٧/٨ رقم: ١٣٨٠٣ المجلس العلمي)

عن عطاء: في الشيخ الكبير يحج وهو أصلع؟ قال: يمر الموسى على

Marfat.com

رأسه. (المصنف لابن أبي شيبة ۲۵۷/۸ رقم: ۱۳۸۰۲ المجلس العلمي)

ويجب إجراء موسى على الأقرع وذي قروح إن أمكنه هو المختار. (غنية جيد ۱۷٤ قديم ۹۳)

وإن تعذر جميعا بأن يكون شموه قصيراً أو برأسه قروح لايمكنه الحلق سقط عنه وحلّ بلا شيء، والأحسن أن يؤخر الاحلال إلى آخر أيام النحر وإن لم يؤخره فلا شيء عليه. (غنية جديد ۱۷۵ قديم ۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری ۴/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کے لئے قصر کا طریقہ

سوال (۱۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورت کس طرح سے اپنے بالوں میں قصر کرے گی؟ قصر میں عورت کے لئے کتنے بال کاٹنا ضروری ہے؟ اور کس طرح؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورت کے لئے بال قصر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ چوٹی کے نیچے سے ملاکر بس ایک پورو ے کے بقدر بال کاٹ لے۔

عن المِسْوَرِ بن مخرمة قال: تجمع المحرمة شعرها أثلاثاً فتأخذ ثُلُثَه.

(المصنف لابن أبي شيبة ۸۱/۸ رقم: ۱۳۰٦٤)

عن الحجاج قال: سألت عطاء عن تقصير المرأة؟ فقال: تأخذ من جوانبها شيئاً إنما هو تحليل. (المصنف لابن أبي شيبة ۸۱/۸ رقم: ۱۳۰٦٦)

الحلق والتقصير مشروعان في حق الرجل للتحليل عن الإحرام، وأما المرأة فلا حلق عليه؛ ولكنها تقصر بأخذ شيء من أطراف الشعر مقدار

Marfat.com

أنملة، و الأفضل لها أن تقصر من كل شعرة مقدار أنملة. (الفتاوى التاتارخانية ٦٤٣/٣ زكريا)

و إن كان الشعر مسترسلاً فالقدر الواجب فيه مقدار الأنملة و الأصل فيه ما روى عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما عن النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال: تجمع المرأة رأسها و تأخذ قدر أنملة الخ، و الظاهر أن مراد الأصحاب بالأنملة هي واحدة أنامل الأصابع لا الأصابع كلها. (البحر العميق ١٧٩٦/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کے احرام سے باہر آنے کیلئے کتنے بال کاٹنا شرط ہے؟

سوال (۱۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورت حلال ہونے کے احرام سے صرف چوٹی کے بال کاٹے گی، یا سر کے دائیں بائیں جو بال چوٹی تک نہیں پہنچتے وہ بھی کاٹے گی، اور ایک پورے کی کیا مقدار ہے؟ کیا شہادت کی انگلی یا چھنگلیاں میں لپیٹ کر ایک پورے کا اندازہ لگایا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے لئے سر کے کم از کم چوتھائی بالوں سے ایک انگل (انگلی کے تہائی حصہ) کے بقدر قصر کرنا ضروری ہے، اور اگر پورے سر کے بال ملا کر قصر کرے تو اور بہتر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دائیں بائیں کے بال جو چوٹی تک نہیں پہنچتے ان کا قصر ضروری نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ليس على النساء حلق، إنما على النساء التقصير. (سنن أبي داؤد، المناسك /

Marfat.com

باب الحلق والتقصير ۲۷۲/۱ رقم: ۱۹۸٤-۱۹۸۵)

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى أن تحلق المرأة رأسها. (سنن الترمذي، الحج / باب ما جاء في كراهية الحلق للنساء ۱۸۲/۱ رقم: ۹۱۸)

عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: تجمع المحرمة شعرها ثم تأخذ منه قدر أنملة. (المصنف لابن أبي شيبة ۸۱/۸ رقم: ۱۳۰٦٥)

عن المِسْوَرِ بن مخرمة قال: تجمع المحرمة شعرها أثلاثاً فتأخذ ثُلُثَه. (المصنف لابن أبي شيبة ۸۱/۸ رقم: ۱۳۰٦٤)

عن الحجاج قال: سألت عطاء عن تقصير المرأة؟ فقال: تأخذ من جوانبها شيئاً إنما هو تحليل. (المصنف لابن أبي شيبة ۸۱/۸ رقم: ۱۳۰٦٦)

الحلق والتقصير مشروعان في حق الرجل للتحليل عن الإحرام، وأما المرأة فلا حلق عليه؛ ولكنها تقصر بأخذ شيء من أطراف الشعر مقدار أنملة، والأفضل لها أن تقصر من كل شعرة مقدار أنملة. (الفتاویٰ التاتارخانية ٦٤٣/٣ زكريا)

وإن كان الشعر مسترسلاً فالقدر الواجب فيه مقدار الأنملة، والأصل فيه ما روي عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تجمع المرأة رأسها وتأخذ قدر أنملة الخ، والظاهر أن مراد الأصحاب بالأنملة هي واحدة أنامل الأصابع لا الأصابع كلها. (البحر العميق ۱۷۹٦/۳)

بل تقصر من ربع شعرها كالرجل، وقصر الكل أفضل. (غنية الناسك ۹٤)

ولكنها تقصر فتأخذ من أطراف شعرها قدر أنملة. (بدائع الصنائع ۳۲۹/۲، انوار مناسك ۱۹۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

ایک انگلی سے کم بالوں پر قصر کر کے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرنا

سوال (۱۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج سے دو ہفتہ قبل زید عمرہ کرتا ہے، عمرہ کے بعد احرام سے خارج ہونے کے لئے حلق کرواتا ہے، اور حج کے بعد حج کے احرام سے خارج ہونے کے لئے قصر کراتا ہے، جبکہ ابھی اس کے سر کے بال تقریباً دو ہی سوت بڑھے ہیں، حنفی مسلک کے نزدیک قصر کے لئے کم از کم ایک انگل یا ایک پور بال کا کٹنا ضروری ہے، اگر ایک انگل یا ایک پور بال نہ ہوں تو حلق کرانا واجب ہے، ورنہ بندہ احرام سے خارج ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ احرام ہی کی حالت میں رہتا ہے، قصر کرانے کے بعد زید اپنے آپ کو احرام سے خارج سمجھتے ہوئے صابن لگاتا ہے، میل چھڑاتا ہے، جوتا پہنتا ہے، سلے ہوئے کپڑے پہنتا ہے، ٹوپی پہنتا ہے، اور خوشبو لگاتا ہے؛ لیکن بکر کے سمجھانے پر کہ ابھی تم احرام سے خارج ہی نہیں ہوئے ہو، اس لئے کہ قصر کراتے وقت تمہارے بال ایک انگل یا ایک پور نہیں تھے، زید ڈھائی گھنٹوں بعد حلق کروالیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ زید ان ڈھائی گھنٹوں میں اپنے آپ کو احرام سے خارج سمجھتے ہوئے جو اعمال کئے ان کا کوئی کفارہ ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پوروے سے کم بال ہونے کی حالت میں قصر کافی نہیں ہوتا، اس لئے مسئولہ صورت میں قصر کی وجہ سے زید احرام سے باہر نہیں ہوا؛ لیکن چوں کہ اس نے اپنی دانست میں اپنے کو احرام سے باہر سمجھ رکھا تھا، اس لئے حلق سے قبل اس نے جن ممنوعات کا ارتکاب کیا ہے، ان سب کی تلافی کے لئے ایک دم کافی ہوگا، اور ہر جنایت کے لئے الگ الگ دم واجب نہ ہوں گے۔

إن المحرم إذا نوی الرفض، ففعل کالحلال علی ظن خروجه من الإحرام بذلک لزمه دم واحد بجمیع ما ارتکب لاستناد الکل إلی قصد واحد. (شامي / باب الإحصار ٤/٦ زکریا)

Marfat.com

إن المحرم لو نوى الرفض ففعل كالحلال على ظن خروجه من الإحرام بذلك لزمه دم واحد لجميع ما ارتكب. (غنية الناسك ۳۱۳ جديد، ۱٦۸ قديم، انوار مناسك ۲۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۳/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

سعی سے متعلق مسائل

سعی کا شرعی حکم؟

سوال (۱۳۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سعی کا شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے۔

عن هشام بن عروة عن أبيه أنه قال: قلت لعائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم وأنا يومئذ حديث السن أرأيت قول الله تبارك وتعالىٰ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ فما أرى على أحد شيئًا إلا يطوف بهما، فقالت عائشة: كلا لو كانت كما تقول كانت فلا جناح عليه أن لا يطوف بهما إنما أنزلت هٰذه الآية في الأنصار كانوا يهلون لمناة، وكانت مناة حذو قديد، وكانوا يتحرجون أن يطوفوا بين الصفا والمروة، فلما جاء الإسلام سألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فأنزل الله: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (صحيح البخاري، التفسير / باب قوله إن الصفا والمروة ۲/۶٤٦ رقم: ٤٤٩٥)

عن سعيد بن جبير رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم سعى على راحلته بين الصفا والمروة. (المصنف لابن أبي شيبة ۸/۱۳۳ رقم: ۱۳۳۰۷ المجلس العلمي)

Marfat.com

وهناك آثار مروية في عائشة وأنس وعِراك بن مالك ومجاهد وعطاء عروة رضي الله عنهم. (المصنف لابن أبي شيبة ۱۳۳/۸–۱۳٤ المجلس العلمي)

هو ركن عند الثلاثة وواجب عندنا. (غنية الناسك ۱۲۸)

والسعي بين الصفا والمروة عندنا واجب، وليس بركن، حتى لو تركه وم الدم مقامه. (الفتاوى التاتارخانية ۵۰۳/۳ رقم: ٤۹۳۱ زكريا، تبيين الحقائق ۲۸۰/۲، اللباب في شرح الكتاب ۱۷۰/۱)

وواجبه وقوف جمع والسعي بين الصفا والمروة. (تنوير الأبصار ٤٦۹/۳ زكريا، البحر العميق ۱۲۸۲/۳، شرح نقاية ۱۸۷/۱، هداية مع الفتح ٤٦۰/۱، خانية ۳۹۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری ۱۴۳۶/۳/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا طواف کے فوراً بعد سعی واجب ہے؟

سوال (۱۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص طواف کے فوراً بعد سعی نہ کرے؛ بلکہ طواف اور سعی کے درمیان ایک دو گھنٹے کا فصل کر کے طواف کرے، تو کیا اس تاخیر کی وجہ سے اس پر کوئی جزا یا جنایت وغیرہ لازم ہوگی؟ بعض مرتبہ حاجی بیماری یا تھکاوٹ کی وجہ سے طواف کے فوراً بعد سعی کرنے کی ہمت نہیں کر پاتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: طواف کے فوراً بعد سعی کرنا اگرچہ لازم نہیں ہے، طواف اور سعی کے درمیان لمبے فصل کے باوجود کوئی جزاء لازم نہیں آتی؛ لیکن سنت یہی ہے کہ بلا عذر طواف وسعی کے درمیان فصل نہ کیا جائے، اور اگر عذر ہو مثلاً بیماری یا تھکاوٹ ہو جائے، تو فصل میں

Marfat.com

حرج نہیں ہے۔

وأما سننه فمنها أن يوالي بين الطواف والسعي فلو فصل بينهما بوقت ولو طويلاً، فقد ترك السنة وليس عليه جزاء. (الفقه على المذاهب الأربعة ۶۵۹/۱، غنية الناسك ۱۲۸، البحر الرائق ۳۳۲/۳، شامي ۵۱٤/۳ زكريا)

نوٹ:- طواف وسعی کے درمیان فصل اسی وقت مضر نہیں جب کہ ان کے درمیان کوئی رکن نہ پایا جائے، اگر کوئی رکن پایا جائے تو اتصال کا حکم ساقط ہوجائے گا، اور ازسر نو طواف کرنا پڑے گا، مثال کے طور پر کسی شخص نے طوافِ قدوم کیا اس کے بعد وقوف عرفہ کرلیا تو اب وہ طواف کے بغیر حج کی سعی نہیں کرسکتا؛ بلکہ طواف کرنا پڑے گا اس کے بعد ہی حج کی سعی معتبر ہوگی۔

لكن يشترط أن لا يتخلل بينهما ركن، فلو طاف للقدوم ولم يسع ثم وقف بعرفة، ثم أراد أن يسعى بعد طواف القدوم، لم يجز ذلك؛ بل يسعى بعد طواف الإفاضة. (غنية الناسك ۱۲۸ إدارة القران كراچى، البحر العميق ۱۲۹٤/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری ۱۴۳۶/۳/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طواف یا سعی کے چکروں میں شک ہو تو کیا کرے؟

سوال (۱۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر حاجی کو طواف یا سعی کرتے ہوئے چکروں کی تعداد میں شک ہو جائے تو اقل پر بنا کرے یا اکثر پر؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سعی کے چکروں میں شک ہوجائے تو کم مقدار پر عمل کرے، یہ اس وقت ہے جب کہ طواف یا سعی کے شروع یا درمیان میں شک واقع ہوا ہو، اگر طواف یا سعی سے فارغ ہونے کے بعد شک واقع ہوجائے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

Marfat.com

ولو شک في عدد أشواط السعي أخذ بالأقل كما قالوا في الطواف، كذا في الكنز – إلى قوله – والشک إنما يعتبر في أثناء السعي والطواف، وأما إذا شک بعد الفراغ فلا شيء عليه الخ. (غنية الناسك ۱۳۰-۱۳۱، شامي ۵۰۹/۳ زكريا، مناسك ملا علي القاري ۱۶۶-۱۶۷ إدارة القران كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۶/۶/۳/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میلین اخضرین میں دوڑنے کی حد

سوال (۱۳۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اسی طرح سعی بین الصفا والمروہ میں میلین اخضرین کے درمیان دوڑ لگانے کی حد کیا ہے؟ یعنی دوڑ سے خوب تیز بھاگنا مراد ہے، یا آدمی کی عام رفتار سے کچھ تیز چلنا مراد ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میلین اخضرین کے درمیان دوڑ لگانے سے بہت تیز بھاگنا مراد نہیں ہے؛ بلکہ عام رفتار سے کچھ رفتار بڑھا کر چلنے سے بھی یہ سنت ادا ہو جائے گی، اور کوئی معذور شخص اگر تیز چلنے پر قادر نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ويستحب أن يكون السعي بين الميلين فوق الرمل دون العدو، وهو جري شديد كجري الفرس. (غنية الناسك ۷۰ إدارة القرآن كراچی، شامي ۵۱۵/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۶/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سعی کے اختتام پر "مروہ" پر دعا کرنا

سوال (۱۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

ہیں کہ: صفا و مروہ کی سعی کے اختتام پر جب مروہ پہنچے، تو آٹھویں مرتبہ مروہ پر استقبالِ قبلہ، وقوف ودعا ہوگی یا نہیں؟ یہ اشتباہ حدیثِ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ سے ہوگیا ہے۔

حتی إذا كان آخر طواف على المروة فقال: لو أني ……. (صحيح مسلم ٣٩٦/١، سنن أبي داؤد ٢٦٣/١)

فلما كان آخر طوافه على المروة قال: لو أني ……. (ابن ماجة ٢٢٨)

یعنی طواف میں استقبالِ قبلہ، وقوف، ودعا بھی شامل ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سعی کے اختتام پر مروہ پر استقبالِ قبلہ کرکے وقوف ودعا مسنون ہے، خود حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے، چنانچہ آپ نے جن روایات کا حوالہ دیا ہے انہی میں یہ جملہ موجود ہے:

"حتى أتى على المروة، ففعل على المروة كما فعل على الصفا، حتى إذا كان آخر طواف على المروة الخ". (صحيح مسلم ٣٩٦/١، ومثله في سنن أبي داؤد ٢٦٣/١)

اور ان روایات میں طواف سے سعی کا آخری چکر مراد ہے اور اس سلسلہ میں فقہی عبارت درج ذیل ہے:

فصعد الصفا واستقبل البيت وكبر وهلّل وصلى على النبي، ورفع يديه ودعاء بما شاء نحوه المروة ساعيًا بين الميلين الأخضرين، وصعد عليها وفعل ما فعله على الصفا يفعل، هٰكذا سبعا يبدأ بالصفاء ويختم بالمروة. (التنوير مع الدر المختار ٥١٤/٣-٥١٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱۱/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

رمی سے متعلق مسائل

کیا تین دن تک رمی جمار صرف اس امت کی خصوصیت ہے؟

سوال (۱۳۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف دسویں تاریخ کو رمی کی تھی، اُمت محمدیہ کے لئے ۳ ؍روز تک رمی کیوں رکھی گئی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ کہنا بلا دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو رمی کی تھی؛ اس لئے کہ زمانۂ جاہلیت میں جو حج کے مناسک انجام دیئے جاتے تھے، ان میں تینوں دنوں کی رمی اور منیٰ میں قیام کا ثبوت ملتا ہے، اس سے دلالۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ دینِ ابراہیمی میں بھی حج کے مناسک کے طور پر تین دن رمی کا سلسلہ تھا، اسی کی تائید دینِ محمدی میں بھی کی گئی۔

﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلاَ اِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلاَ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ المراد: التخيير بين التعجل والتأخر، ولايقدح فيه أفضلية الثاني خلافا لصاحب الإنصاف، وإنما ورد بنفي الإثم تصريحا بالرد على أهل الجاهلية حيث كانوا مختلفين فيه فمن مؤثم للمعجل ومؤثم للمتأخر. (روح المعاني ۱۴۱/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۱۹ھ

Marfat.com

۱۰/ذوالحجہ کو صبح صادق کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے رمی کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۳۹):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دنیا کے بدلتے ہوئے حالات، بڑھتی ہوئی آبادی اور دوسرے مسائل نے ہر شعبۂ زندگی کو متاثر کیا ہے، حتی کہ عبادات بھی اس سے خالی نہیں، اس لئے آج اہل علم ایسے مسائل کو بھی اپنی تحقیقات وترجیحات کا موضوع بنانے پر مجبور ہیں، جن کا تعلق عبادات سے ہے۔ ایسے مسائل میں حج سے متعلق بھی بعض امور ہیں، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا حج وعمرہ کے مسائل کے لئے ایک سمینار پہلے بھی کر چکی ہے، مگر بعض مسائل نے پھر اکیڈمی کو اس طرح توجہ کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اس پس منظر میں فی الحال دو مسائل پیش خدمت ہیں:

الف:- رمی جمار کے اوقات: جمرات کی رمی حج کے معروف اعمال میں ہے، دس ذی الحجہ کی رمی کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور رات کے آخر تک باقی رہتا ہے، گیارہ اور بارہ کی رمی کا وقت زوال سے شروع ہوکر اگلی صبح تک مانا گیا ہے؛ البتہ ان تینوں دنوں کی رمی کے اوقات کے سلسلہ میں فقہاء نے جائز، مستحب اور مکروہ اوقات کی تقسیم بھی کی ہے، تیرہ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام اور رمی لازمی نہیں ہے۔

اس تفصیل کے ساتھ یہ بھی صراحت موجود ہے کہ ضرورت کے وقت اگر وقت مسنون ومستحب سے رمی کو مقدم یا موخر کیا جائے تو کراہت نہیں ہوتی ہے۔

آج کل حجاج کی بڑھتی ہوئی غیر معمولی تعداد کے پیشِ نظر رمی جمار کے موقع پر مجمع کثیر اکٹھا ہوجاتا ہے، جو تمام تر انتظامات کے باوجود سنگین حادثات کا سبب بن جاتا ہے، پچھلے برسوں میں متعدد ایسے حادثات رونما ہوئے جن میں مرنے والوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، اس صورت حال پر سعودی حکومت اور وہاں کے علماء کے علاوہ عالمی سطح پر پوری امتِ مسلمہ رنجیدہ فکر مند ہے، اور یہ

Marfat.com

سوال بڑی شدت کے ساتھ سامنے آرہا ہے کہ رمی جمار کے اوقات کے سلسلہ میں معروف ائمۂ اُمت (حضرات صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین) کے اقوال کی روشنی میں جو وسعت ہوسکتی ہے، ان کو اختیار کرکے ان حادثات پر قابو پانے کی کہاں تک گنجائش ہوسکتی ہے۔

اس تمہید کی روشنی میں درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

(۱) دس ذی الحجہ کی رمی طلوعِ آفتاب سے قبل صبح صادق سے کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دسویں ذی الحجہ کو صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کا وقت حنفیہ کے نزدیک گوکہ مکروہ ہے؛ لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے مثلاً خواتین یا کمزور لوگ مزدلفہ سے جلدی آکر اس درمیان رمی کرلیں تو وہ رمی معتبر ہوگی، اور ایسے لوگوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يأمر نساءه ثقله صبيحة جمع، أن يفيضوا مع أول الفجر بسواد، ولا يرموا الجمرة إلا مصبحين. (شرح معاني الآثار، الحج / باب وقت رمي جمرة العقبة للضعفاء ۲/ ۲۹۳ رقم: ۳۸۹۲-۳۸۹۳، السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب الوقت المختار لرمي جمرة العقبة ۷/ ۲۹۰ رقم: ۹۶۵۴)

وفي رواية عنه: أن رسول الله عليه وسلم بعثه في الثقل وقال: لا ترموا الجمار حتى تصبحوا. (شرح معاني الآثار، الحج / باب وقت رمي جمرة العقبة للضعفاء ۲/ ۲۹۳ رقم: ۳۸۹۳)

أما الرمي في اليوم الأول فلأداءه وقت الجواز من الفجر إلى الفجر ...... ووقت مكروه قبل طلوع الشمس وبعد الغروب وإن كان بعذر لا كراهة. (غنية / باب رمي الجمار ۱۸۱ إدارة القرآن كراچی)

أول وقت جواز الرمي في اليوم الأول، أي من أيام النحر، يدخل بطلوع الفجر الثاني من يوم النحر أظهره زيادة لبيانه، فلايجوز قبله، وهذا وقت الجواز

Marfat.com

مع الإساء ة أي لتركه السنة من غير ضرورة. (مناسك ملا علي القاري / باب رمي الجمار وأحكامه: فصل في وقت رمي الجمرة العقبة يوم النحر ۲۳٦ إدارة القرآن كراچى)

وما بعد طلوع الفجر إلى طلوع الشمس وقت مكروه ...... والليل وقت وقت مكروه بغير عذر، أما بعذر فلا يكره. (البحر العميق ۲/ ۱٦٦٧)

ووقته من الفجر إلى الفجر ...... ويكره للفجر (درمختار) أي من الغروف إلى الفجر، وكذا يكره قبل طلوع الشمس. وهٰذا عند عدم العذر فلا إساء ة برمي الضعفة قبل الشمس الخ. (درمختار مع الشامي ۳/ ۵۳٤ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ۳/ ۵۲۳ زكريا)

ويسن من طلوع الشمس إلى الزول، ...... ويكره من الغروب إلى الفجر، وكذا قبل طلوع الشمس، وهٰذا عند عدم العذر فلا إساء ة برمي الضعفة قبل الشمس ولا برمي الرعاة ليلا. (غنية / باب مناسك منى يوم لنحر ۱۷۰-۱٦۹ إدارة القرآن كراچى)

أولها يوم النحر، ووقت الرمي فيه ثلاثة أنواع: مكروه، ومسنون، ومباح، فما بعد طلوع الفجر إلى وقت الطلوع مكروه. (الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۲۳۳)

وله أوقات أربعة: وقت الجواز، ووقت الاستحباب، ووقت الإباحة، ووقت الكراهة ...... والرابع: قبل طلوع الشمس وبعد الغروب. (البحر الرائق ۲/ ٤٦۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۸/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معذور اور خواتین کا ۱۰/ ذی الحجہ کو آدھی رات سے رمی شروع کرنا

سوال (۱۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا بوڑھے، بیمار، معذور اور خواتین نیز ان سے جڑے ہوئے لوگوں کے لئے دس ذی الحجہ کی

Marfat.com

رمی دسویں شب کے نصف سے کی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیمار معذور اور خواتین وغیرہ کے لئے دسویں ذی الحجہ کی رمی نصف شب سے کرنے کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ دسویں ذی الحجہ کی رمی کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، اور گیارہ کی صبح صادق تک باقی رہتا ہے، یہ وقت پہلے ہی سے وسیع ہے، اس میں مزید وسعت دینے کی ضرورت نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ معذور کمزور اور خواتین کی بیماری اور کمزوری کا لحاظ رکھتے ہوئے صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے (جس وقت بھیڑ کم ہوجاتی ہے) ان کو رمی کرنے کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما مفصلا قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم للعباس ليلة المزدلفة: إذهب بضعفائنا ونسائنا فليصلوا الصبح بمنىٰ، وليرموا جمرة العقبة قبل أن تصبحهم دفعة الناس، قال الراوي: فكان عطاء يفعله بعد ما كبر وضعف. (فتح الباري ۳/ ۱۰۴۲، إعلاء السنن ۱۰/ ۱۵۸ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان يأمر نساء ثقلة صبيحة جمع، أن يفيضوا مع أول الفجر بسواد، وأن لا يرموا الجمرة إلا مصبحين. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب الوقت المختار لرمي جمرة العقبة ۷/ ۲۹۰ رقم: ۹۶۵۴، عمدة القاري ۴/ ۶۹۰، إعلاء السنن ۱۰/ ۱۵۸ دار الكتب العلمية بيروت)

وخالف في ذٰلك الحنفية: فقالوا: لا يرمي جمرة العقبة إلا بعد طلوع الشمس، فإن رمي قبل طلوع الشمس وبعد طلوع الفجر جاز، وإن رماها قبل الفجر أعادها، وبهذا قال أحمد وإسحاق، والجمهور ...... واحتج الجمهور بحديث ابن عمر رضي اللّٰه عنها ...... أنه كان يقدم ضعفة أهله فيقفون عند

Marfat.com

المشعر الحرام بالمزدلفة بليل ...... فمنهم من يقدم منىٰ لصلاة الفجر، ومنهم من يقدم بعد ذٰلک، فإذا قدم رموا الجمرة وكان ابن عمر يقول: أرخص في أولئک رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم. (صحيح البخاري رقم: ١٦٧٦، فتح الباري ٣/٤٢٠، إعلاء السنن ١٠/١٦٣-١٦٥ دار الكتب العلمية بيروت)

قال مالک وأبو حنيفة وأحمد وإسحاق: جائز رميها بعد الفجر قبل طلوع الشمس، وقال مالک: لم يبلغنا أن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم رخص لأحد برمي قبل أن يطلع الفجر، ولا يجوز رميها قبل الفجر، فإن رماها قبل الفجر أعادها، وكذٰلک قال أبو حنيفة وأصحابه: لا يجوز رميها، وقال ابن المنذر: السنة أن لا ترمى إلا بعد طلوع الشمس، ولا يجزئ الرمي قبل طلوع الفجر، فإن رمى أعاد إذ فاعله مخالف لما سنه رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم لأمته، ومن رماها بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس فلا إعادة عليه، إذ لا أعلم أحدا قال: لا يجزئه. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ٢/٧-٦ المكتبة التجارية)

فوقت الجواز أداء طلوع الفجر فلايصح قبله. (غنية الناسك / باب رمي الجمار ١٨١، إدارة القرآن كراچی)

ولو رمي قبل طلوع فجر يوم النحر لم يصح اتفاقاً. (البحر الرائق ٢/٦٠٤ زكريا)

ولو رمى قبل طلوع الفجر لم يصح اتفاقاً. (الفتاوىٰ الهندية ١/٢٣٣) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۱/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۰/ ذی الحجہ کی رمی گیارہ کو زوال سے پہلے قضا کر سکتے ہیں؟

سوال (۱۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: اور دس ذی الحجہ کی رمی کی قضا کیا گیارہ کو زوال سے پہلے کر سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دس کی رمی کی قضاء گیارہ تاریخ کو زوال سے قبل کر سکتے ہیں، مگر تاخیر کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

ولو لم يرم يوم النحر ...... رماه في الليلة المقبلة ولا شي عليه سوى الإساءة إن لم يكن بعذر، ولو لم يرم في الليل رماه في النهار ولو قبل الزوال قضاء عنده وعليه الكفارة التأخير. (غنية الناسك/ باب رمي الجمار/ ۱۸۲ إدارة القرآن كراچي)

فوقت الجواز أداء من طلوع الفجر ...... إلى طلوع الفجر من غده، فإذا طلع فات وقت الأداء ولزمه الدم والقضاء. (غنية الناسك/ باب مناسك من يوم النحر ۱۶۹ إدارة القرآن كراچی)

في اليوم حتى لو أخره حتى طلوع الفجر الثاني لزمه دم. (البحر الرائق ۶۰۴/۲ زكريا، كذا في الرد المحتار للعلامة الشامي ۵۳۴/۳ زكريا)

آخره عن وقته: أي المعين له في كل يوم فعليه القضاء والجزاء. (شامي ۵۴۲/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بارھویں تاریخ کی رمی کا وقت

سوال (۱۴۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تیسرا مسئلہ بارھویں تاریخ کی رمی کے اوقات میں توسع کا ہے، دسویں تاریخ اور بارھویں تاریخ کو عموماً حادثات ہوتے ہیں، دسویں تاریخ کو سب چاہتے ہیں کہ افضل وقت میں رمی کر لیں اسی لئے ہر سال اموات کا سلسلہ ہوتا ہے، اسی طرح بارھویں تاریخ کو ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے

Marfat.com

کہ زوال کے بعد اور غروب آفتاب سے قبل رمی سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ روانہ ہو جائیں، ظاہر ہے کہ اس مختصر وقت میں تمام لوگ کیسے فارغ ہو سکتے ہیں؟ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بے شمار لوگ کچلے جاتے ہیں، میں اس مسئلہ میں خاص پریشان تھا، مختلف علماء کرام سے بات چیت رہی کہ کسی طرح سے بارہویں تاریخ کے اوقات میں گنجائش ہونی چاہئے، بہت سے حضرات نے دبے لفظوں میں کہا بھی کہ بالکل اس سلسلہ میں تخفیف ہونی چاہئے، وہ تخفیف یہ ہے کہ جو لوگ بارہویں تاریخ کو فجر کے بعد اور زوال سے پہلے رمی کرتے ہیں اسے جائز قرار دیا جائے دم لازم نہ قرار دیا جائے، جبکہ خود امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ایک قول مؤید بھی ہے کہ گیارہویں اور بارہویں کی رمی قبل الزوال جائز ہے۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ جب دسویں تاریخ کو جو یوم النحر ہے اس میں رمی قبل الزوال ہے تو گیارہویں اور بارہویں کی رمی بھی قبل الزوال جائز ہونی چاہئے، کیونکہ یہ سب ایام ایام نحر ہیں۔

(تفصیلات دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/۱۳۷-۱۳۸)

دوسری تخفیف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مغرب کے بعد کنکری مارے تو تیرہویں تاریخ کی رمی اس پر واجب نہیں، اگر ہجوم کی وجہ سے لوگ تاخیر سے مغرب کے بعد رات کو رمی کرلیں اور مکہ مکرمہ اس کے بعد جانا چاہیں تو اس کی گنجائش نکلنی چاہئے، زیادہ سے زیادہ اس میں کراہت کا فتویٰ ہے، جہاں رمی کے پہلے دن زوال کے بعد اور دوسرے دن غروب آفتاب کے بعد جو پہلے کراہت کا فتوی دیا جاتا تھا اب ہجوم کی وجہ سے کراہت کا فتویٰ نہیں دیتے ہیں تو اسی طرح اس آخری دن اگر کراہت کا فتویٰ اٹھالیں، تو امت کے لئے کافی آسانی ہو جائے گی، عوام بیچارے مکروہ کا لفظ یوں ہی سمجھتے ہیں جیسے کہ وہ حرام ہی ہو، آپ حضرات سے درخواست ہے کہ ان مسائل میں حتی الامکان توسع اختیار فرما کر تفصیلی جوابات سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بارہویں تاریخ کی رمی کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے، امام اعظم علیہ الرحمہ کا مفتی بہ قول یہی ہے، اور جو روایت اس کے برخلاف مروی

Marfat.com

ہے وہ نہایت ضعیف اور غیر مفتی بہ ہے۔ اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ بارہویں تاریخ کو زوال سے لیکر مغرب تک بآسانی اکثر لوگ رمی کے عمل سے فارغ ہوجاتے ہیں، مثلاً اگر سات بجے غروب ہورہا ہے تو پانچ بجے تک زیادہ تر بھیڑ چھٹ جاتی ہے، اور لوگ اس کے بعد نسبۃً آسانی کے ساتھ رمی کا رکن ادا کرسکتے ہیں، یہ تقریباً ہر سال کا تجربہ ہے، اور عام طور پر اس دن حادثات بھی پیش نہیں آتے؛ اس لئے بلاوجہ مفتی بہ قول کو چھوڑ کر ضعیف پر فتویٰ دینے کی قطعاً اجازت نہیں دی جائیگی، البتہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ بارہویں تاریخ کو مغرب کے بعد بھی اگر رمی کی جائے تو وہ کراہت کے ساتھ ادا ہوجاتی ہے اور اگلے دن کا قیام بھی ضروری نہیں ہوتا، اور خواتین ومعذور لوگوں کے لئے مغرب کے بعد رمی کرنے میں کوئی کراہت بھی نہیں ہے، یہ گنجائش پہلے ہی سے کتب فقہ میں موجود ہے، اس میں مزید کسی تخفیف کی ضرورت نہیں ہے۔

عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: رمى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الجمرة يوم النحر ضحىً، وأما بعد فإذا زالت الشمس. (صحيح مسلم / باب بيان وقت استحباب الرمي ۱/ ۴۲۰ رقم: ۱۲۹۹، سنن أبي داؤد ۱/ ۲۷۱ رقم: ۱۹۷۱، سنن الترمذي ۱/ ۱۷۹ رقم: ۸۹۵)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يرمي الجمار إذا زالت الشمس. (المصنف لابن أبي شيبة ۸/ ۴۸۶ رقم: ۱۴۷۹۰)

وأما وقت الرمي من اليوم الأول والثاني من أيام التشريق، وهو اليوم الثاني والثالث من أيام الرمي، فبعد الزوال، حتى لايجوز الرمى فيهما قبل الزوال في الرواية المشهورة عن أبي حنيفة، وروى عن أبي حنيفة: أن الأفضل أن يرمى في اليوم الثاني والثالث بعد الزوال، فإن رمى قبله جاز، وجه هذه الرواية: أن قبل الزوال وقت الرمي في يوم النحر فكذا في اليوم الثاني والثالث؛ لأن الكل أيام النحر، وجه الرواية المشهورة ما روي عن جابر رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رمى الجمرة يوم النحر ضحى ورمى في بقية الأيام بعد

Marfat.com

الزوال، وهٰذا باب لا يعرف بالقياس. (بدائع الصنائع / وقت الرمي ۲/ ۳۲٤ نعيميه ديوبند)

والوقت المسنون في اليومين من الزوال إلى غروب الشمس، ومن الغروب إلى طلوع الفجر وقت مكروه، ولو لم يرم يوم النحر، أو الثاني أو الثالث رماه في الليلة المقبلة، ولا شيء عليه سوى الإساءة إن لم يكن بعذر.

(غنية الناسك / باب رمي الجمار ۱۸۱-۱۸۲ ادارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۱-۱۲/ ذی الحجہ کو طلوعِ صبح صادق سے رمی کرنا

سوال (۱۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا گیارہ ذی الحجہ اور بارہ ذی الحجہ کی رمی طلوع صبح صادق سے کرنے کی گنجائش ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رمی کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے، اس لئے ان دونوں میں زوال سے پہلے رمی کرنے کی گنجائش نہیں۔

وقال جابر رضي اللّٰه عنه: رمى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يوم النحر ضحى، ورمى بعد ذٰلك بعد الزوال. (ذكره البخاري تعليقا ۱/ ۲۳۵)

عن وبرة قال: سألت ابن عمر رضي اللّٰه عنهما متى أرمي الجمار؟ قال: إذا رمى إمامك فارمه، فأعدت عليه المسألة، قال: كنا نتحين، فما زالت الشمس رمينا. (صحيح البخاري / باب رمي الجمار ۱/ ۲۳۵ رقم: ۱۷٤٦، فتح الباري ٤/ ۷۳۹ بيروت)

قال الحافظ في الفتح: وفيه دليل على أن السنة أن يرمى الجمار في غير يوم الأضحى بعد الزوال، وبه قال الجمهور. (فتح لباري ٤/ ۷۳۹ دار الكتب العلمية بيروت)

قال العلامة العثماني بعد نقل حديث وبرة: دلالته على وجوب الرمي بعد

Marfat.com

الزوال ظاهرة، والمراد رمي الجمار الثلاث في أيام التشريق بعد يوم النحر، فإن قوله: "كنا نتحين" دلى على أن وقت الرمي في هذه الأيام إذا زالت الشمس لا قبله. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٨٦/٨ رقم: ١٤٧٩١)

عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان يرمي الجمار إذا زالت الشمس. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٨٦/٨ رقم: ١٤٧٩١)

عن محمد بن السائب عن أبيه قال: رأيت عمر يخرج إذا زالت الشمس يرمي الجمار. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٨٦/٨ رقم: ١٤٧٩٢)

أما وقت الجواز في اليوم الثاني والثالث من أيام النحر فمن الزوال إلى طلوع الفجر من الغد، فلايجوز قبل الزوال في ظاهر الرواية، وعليه الجمهور. (غنية الناسك / باب رمي الجمار ١٨١ إدارة القرآن كراچی)

أما وقت الرمي في اليوم الثاني والثالث، فهو مابعد الزوال إلى طلوع الشمس من الغد حتى لايجوز الرمي فيهما قبل الزوال. (الفتاوى الهندية ٢٣٣/١)

وأما وقت الرمي من اليوم الأول والثاني من أيام التشريق، وهو اليوم الثاني والثالث من أيام الرمي، فبعد الزوال حتى لايجوز الرمي فيهما قبل الزوال في الرواية المشهورة عن أبي حنيفة. (بدائع الصنائع ٣٢٤/٢ نعیمیه دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۲؍ ذی الحجہ کو زوال سے پہلے رمی کرنا

سوال (۱۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور زید کی اہلیہ دونوں نے حج ادا کیا دوران حج ۱۲؍ ذی الحجہ کو جمرات پر کنکریاں زوال سے پہلے ماری بعد میں معلوم ہوا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک کنکریاں مارنے کا وقت زوال کے بعد ہے،

Marfat.com

اب دونوں پر دم لازم آ گیا اور اب واپس بھی آ چکے ہیں، تو کیا کریں اگر دم لازم ہے تو اس کی مقدار کیا ہے اور کن ایام میں ادا کریں اور کیا حدود حرم میں ہی پہنچ کر ادا کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ۱۲؍ ذی الحجہ کو زوال سے قبل رمی کرنے کی بنا پر آپ دونوں پر دمِ جنایت لازم ہوگیا ہے، اور اس دم کا حدود حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے، آپ کسی جانے والے کے بدست دونوں دموں کی قیمت بھیج دیں اور انہیں مکلف کریں کہ وہ حدود حرم میں آپ دونوں کی طرف سے ذبح کرادیں، مدرسہ صولتیہ میں بھی اس کا معقول انتظام رہتا ہے وہاں سے بھی رجوع کرسکتے ہیں۔

وأما في الثاني والثالث فمن الزوال (درمختار) فلا يجوز قبله في المشهور ...... فلو أخره عن وقته أي المعين له في كل يوم فعليه القضاء والجزاء. (زبدة المناسك ۲۱۲)

أن الصحابة رضي الله عنهم أجمعين أيضا فهموا من فعله عليه الصلاة والسلام أن وقت الرمي في أيام التشريق بعد الزوال، ويدل عليه ما رواه البخاري و أبو داؤد عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: كنا نتحين، فإذا زالت الشمس رمينا، وحينئذ خلافه يشبه خلاف الإجماع فما يفعله كثير من الناس من الرمي قبل الزوال فهو خطأ موجب الدم، ومحل للإنكار والذم، لكونه مخالفا لصحيح الرواية، ولظاهر الرواية وللمتون والإجماع. (حاشية مناسك ملا على القاري ۲۳۸، انوار مناسك ۴۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷؍۱۰؍۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۱-۱۲؍ ذی الحجہ کو غروبِ آفتاب کے بعد رمی کرنا

سوال (۱۴۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: کیا ۱۱؍اور ۱۲؍ذی الحجہ کی رمی غروب آفتاب کے بعد کی جائے تو اس میں کراہت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رمی غروب آفتاب کے بعد کرنا بلاعذر مکروہ ہے؛ لیکن اگر کسی عذر (مثلاً شدید ازدحام یا طبعی کمزوری وغیرہ) کی وجہ سے اس وقت رمی کی تو کوئی کراہت نہیں۔

ویکره للفجر أي من الغروب إلى الفجر. (در مختار مع الشامي ٣/٥٣٤)

والوقت المسنون في اليومين من الزوال إلى غروب الشمس، ومن الغروب إلى طلوع الفجر وقت مكروه، ولو لم يرم يوم النحر، أو الثاني أو الثالث رماه في الليلة المقبلة، ولا شيء عليه سوى الإساءة إن لم يكن بعذر.

(غنية الناسك / باب رمي الجمار ١٨١-١٨٢ إدارة القرآن كراچی)

وما بعد الغروب إلى طلوع الفجر وقت مكروه. (الفتاوى الهندية ١/٢٣٣)

وله أوقات أربعة: وقت الجواز، ووقت الاستحباب، ووقت الإباحة، ووقت الكراهة ...... والرابع: قبل طلوع الشمس وبعد الغروب. (البحر الرائق ٢/٦٠٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱؍۱؍۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ۱۲؍ذی الحجہ کی رمی غروبِ آفتاب کے بعد کرنے سے ۱۳؍ذی الحجہ کی رمی واجب ہوجائے گی؟

سوال (۱۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ۱۲؍ذی الحجہ کی رمی کے لئے غروب آفتاب کے بعد تک منیٰ میں ٹھہرا جائے تو ۱۳؍ذی الحجہ کی رمی لازم تو نہیں ہوگی؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بارہ ذی الحجہ کی رمی غروب آفتاب کے بعد کی پھر بھی تیرھویں کی رمی واجب نہ ہوگی؛ البتہ اگر منی کے حدود میں رہتے ہوئے صبح صادق ہوجائے تو اب تیرھویں کی رمی واجب ہے۔

ويسقط بنفره قبل طلوع فجر الرابع، ولو نفر من الليل قبل طلوعه لا شيء عليه في ظاهر الرواية عن الإمام، وقد أساء، ولو نفر بعد طلوع الفجر قبل الرمي يلزمه الدم اتفاقاً فإن لم ينفر حتى طلع الفجر من اليوم الرابع وجب عليه الرمي في يومه ذلك، فيرمي الجمار الثلاث بعد الزوال. (غنية الناسك / باب رمي الجمار ١٨٤ إدارة القرآن كراچی)

فإن لم ينفر حتى غربت الشمس يكره له أن ينفر حتى رمى في الرابع، ولو نفر من الليل قبل طلوع الفجر من اليوم الرابع لا شيء عليه، وقد أساء أي لتركه السنة، ولا يلزمه رمي اليوم الرابع في ظاهر الرواية، نص عليه محمد في الرقيات، وإليه أشار في الأصل وهو المذكور في المتن. (مناسك ملا علي القاري / باب رمي الجمار وأحكامه ٢٤٤ إدارة القرآن كراچی، بدائع الصنائع ٢/٣٢٥ نعيميه ديوبند، كذا في الدر المختار مع الشامي ٣/٥٤٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا معذورین اور ضعفاء کی طرف سے رمی جمار میں نیابت جائز ہے؟

سوال (۱۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا معذور، بیمار، کمزور شخص، اسی طرح عورت کی طرف سے رمی جمار میں نیابت درست ہے

Marfat.com

یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس کے لئے رمی جمار میں نائب بنانے کی گنجائش ہے؟ اور جس شخص کو نائب بنایا جائے گا وہ شخص کس طرح دوسرے کی طرف سے رمی کرے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص ایسا مکرور، بیمار یا معذور ہو کہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو یا ایسا معذور تو نہ ہو؛ لیکن اس کے لئے جمرات تک پیدل چل کر جانا دشوار ہو اور اس کو سواری یا وہیل چیئر پر لے جانے والا بھی میسر نہ ہو تو ایسے مرد یا عورت کی طرف سے رمی کے لئے نائب بنانا درست ہے اور اگر اس طرح کا عذر نہ ہو تو نائب بنا کر رمی کرنا معتبر نہ ہوگا اور محض عورت ہونا عذر کے لئے کافی نہیں ہے؛ لہٰذا جو عورت تندرست ہو اور خود جا کر کنکریاں مار سکتی ہو اس کی طرف سے نایب درست نہیں ہے۔

فإن كان مريضاً له قدرة على حضور الرمي محمولا، وليستطيع الرمي كذلك من غير أن يلحقه ألم شديد ولا يخاف زيادة امرض ولا بطأ البرأ لا يجوز النيابة عنه إلا أن لايجد من يحمله. (غنية الناسك ١٨٧-١٨٨)

والرجل والمرأة في الرمي، سواء إلا أن رميها في الليل أفضل ...... فلا تجوز النيابة عن المرأة بغير عذر. (غنية الناسك ١٨٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۲؍۳؍۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حادثہ کی وجہ سے مردوں کا عورتوں کی طرف سے نیابۃً جمرات پر کنکر مارنا؟

سوال (۱۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم چار حجاج جن میں دو مرد تھے، اور دو عورتیں تھیں، شیطان کے کنکریاں مارنے کے دوران حادثہ میں سیکڑوں افراد ہلاک ہو گئے، جن کی لاشیں وہیں پڑی تھیں، منظر بڑا لرزہ خیز تھا وحشت کا عالم

Marfat.com

تھا، عورتوں کا دل کمزور ہونے کی وجہ سے اور موت کا خطرہ پیش نظر ہونے کی وجہ سے عورتیں کنکریاں مارنے کی ہمت نہیں کر سکیں، ناچار ہم دونوں مردوں نے ان کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے کنکریاں ماریں، کیا یہ عمل درست تھا، اگر نہیں تو کیا کیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جمرات پر جو حادثات پیش آتے ہیں، سعودی حکومت بہت مختصر وقت میں ان پر قابو پالیتی ہے، اور متاثرین کو ہنگامی طور پر وہاں سے جلد از جلد منتقل کر دیا جاتا ہے، اور تھوڑی ہی دیر میں ایسی صورت سامنے آتی ہے گویا کچھ یہاں ہوا ہی نہ ہو، اور رمی کا وقت کافی وسیع بھی ہوتا ہے، اور کمزوروں کے لئے رات میں رمی کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے مسئولہ صورت میں ایک وقتی دہشت کی وجہ سے جن عورتوں کی طرف سے رمی میں نیابت کی گئی ہے، وہ صحیح نہیں ہوئی، اور اس ترک رمی پر دم جنایت واجب ہے، جو حدود حرم میں کبھی بھی ذبح کیا جاسکتا ہے۔

عن إبراهيم قال: يُحملُ المريض إلى الجمار، فإن استطاع أن يومي فليوم، وإن لم يستطيع فليوضع الحصى في حفِه، ثم يُرمى بها من كَفِّه. (المصنف لابن أبي شيبة ٦٣٦/٦ رقم: ١٥٣٩٤)

عن إبراهيم قال: يُشهَدُ بالمريض المناسكُ كلُّها، ويطاف به على مَحمِلٍ، فإذا رمى الجمار وُضع في كفِّه، ثم رُميَ به من كفِّه. (المصنف لابن أبي شيبة ٦٣٦/٦ رقم: ١٥٣٩٥)

والرجل والمرأة في الرمي، سواء إلا أن رميها في الليل أفضل فلا تجوز النيابة عن المرأة بغير عذر. (غنية الناسك / باب رمي الجمار ١٨٨ إدارة القرآن كراچی)

فإن كان مريض له قدرة على حضور المرمي محمولاً ويستطيع رميا كذلك من غير أن يلحقه ألم شديد، ولا يخاف زيادة المرض ولا بطوء

Marfat.com

البـوء، لا يجوز النيابة عنه. (غنية الناسك / باب رمي الجمار ۱۸۷ إدارة القرآن كراچی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۲ ؍ تاریخ کو منیٰ سے جلدی روانہ ہونے کے لئے عورت کی طرف سے رمی کرنا

سوال (۱۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص مغرب سے قبل منیٰ چھوڑنے کی غرض سے ۱۲ ؍ تاریخ کو رمی میں عورت کی نیابت کرے، جبکہ عورت کے ساتھ کوئی شرعی عذر لاحق نہ ہو تو یہ نیابت جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہوگی تو کوئی کفارہ ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس عورت کو کوئی شرعی عذر لاحق نہ ہو اس کی طرف سے رمی میں نیابت جائز نہیں، اگر اس نے اپنی رمی خود نہ کی تو ترک رمی کی وجہ سے ایک دم جنایت واجب ہے، اور یہ دم کبھی بھی حدود حرم میں ذبح کرایا جاسکتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ عورت وغیرہ کے لئے بارہ تاریخ کو مغرب کے بعد بھی رمی کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس لئے یہ نیابت کے لئے عذر نہیں بن سکتا۔

الرجل والمرأة في الرمي سواء إلا أن رميها في الليل أفضل، فلا تجوز النيابة عن المرأة بغير عذر. (غنية الناسك / باب رمي الجمار ۱۸۸ إدارة القرآن كراچی)

فإن أخر الرمي فيهما إلى الليل فرمى قبل طلوع الفجر جاز ولا شيء عليه؛ لأن الليل وقت الرمي في أيام الرمي لما روينا من الحديث ...... أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أذن للرعاة أن يرموا بالليل. (طبرانی فی الكبير رقم: ۱۱۳۷۹، مسند

Marfat.com

البزار رقم: ١١٣٩)

ولا يقال: إنه رخص لهم ذٰلک لعذر؛ لأنا نقول: ما كان لهم عذر؛ لأنه يمكنهم أن يستنيب بعضهم بعضا فيأتي بالنهار فيرمي، فثبت أن الإباحة ما كانت لعذر، فيدل على الجواز مطلقا فلا يجب الدم. (بدائع الصنائع ٢/٢٢٤ نعيميه ديو بند)

ويكره من الغروب إلى الفجر ...... و هٰذا عند العذر، فلا إساءة يرمي الضعفة قبل الشمس ولا يرمي الرعاة ليلا. (غنية الناسك / باب رمي الجمار ١٧٠ إدارة القرآن كراچی)

وإن ترک رمي يوم فعليه دم، ولو يوم النحر؛ لأنه نسک تام. (البحر الرائق ٣/٤١ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۳/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حوادث کی وجہ سے اَوقاتِ رمی کے سلسلہ میں مسلکِ غیر پر فتویٰ دینا؟

سوال (۱۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بار پھر سیکڑوں حاجی جمرات کو کنکری مارتے وقت اپنے مسلمان بھائیوں کے پاؤں تلے شہید ہوگئے، شہادت سے قبل مچی بھگدڑ میں وہ اپنے دیگر ساتھیوں کے پاؤں تلے روندے گئے، وہ گرے تو ان کے اوپر سے ہزاروں حاجی ان کو کچلتے اور روندتے نکلے، یہ تکلیف دہ حادثہ اپنی طرح کا پہلا حادثہ نہیں تھا، اس سے پہلے بھی متعدد بار ایسا ہو چکا ہے؛ بلکہ اب تو رفتہ رفتہ یہ تقریباً ہر سال کا معمول بنتا جارہا ہے۔

آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں عام طور پر آپ لوگوں کو حجاج کو دوش دیتے دیکھیں گے کہ ان کی ناسمجھی، نادانی اور ان کا تربیت یافتہ نہ ہونا، ان حادثات کا اصل سبب

Marfat.com

ہے، بلاشبہ تمام عازمین حج اعلیٰ درجہ کے سمجھ دار، دانا اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں، نہ ہو سکتے ہیں، لیکن آخر کیا وجہ ہے کہ انہیں حجاج کے ہاتھوں دوران حج کسی اور مقام پر بالعموم ایسے حادثے رونما نہیں ہوتے۔ اگر ان تمام حادثات میں دوش صرف حجاج کا ہے تو حج کے دیگر ارکان کی ادائیگی کے وقت ایسی صورتِ حال کیوں نہیں پیدا ہوتی؟ کیا وہ حجاج جو منی میں رمی جمرات کے وقت غیر تربیت یافتہ ہوتے ہیں، دیگر مناسک کی ادائے گی کے وقت اعلیٰ درجہ کے تربیت یافتہ ہوجاتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسا نہیں ہے تو پھر رمی جمرات کے وقت ایسے حادثے کیوں رونما ہوتے ہیں؟

دراصل رمی جمرات کا وقت اور مقام نہایت تنگ ہوتا ہے۔ آپ خود غور فرمائیں کہ پچیس لاکھ سے زائد حجاجِ کرام کو رمی کرنی ہو، رمی کرنے کا مقام بھی متعین ہو اور وقت بھی نہایت محدود، ایسی صورتِ حال میں اس اژدحام کا کیا عالم ہوتا ہوگا، اور اس اژدحام میں اگر کوئی حادثہ ہوجائے تو کیا اس کو کنٹرول کرنا آسان بلکہ ممکن ہوگا؟

اب ظاہر ہے کہ نہ یہ ممکن ہے کہ اس اژدحام اور اس کے نتیجہ میں وجود میں آنے والے حادثات سے بچنے کے لئے عازمین حج کی تعداد کم کی جائے کہ وہ پہلے ہی سے مسلمانوں کی مجموعی تعداد کے اعتبار سے نہایت کم ہے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ رمی جمرات کے مقام کو اتنی وسعت دے دی جائے کہ اژدحام سے بچایا جاسکے۔ لہٰذا بس وقت کی توسیع وہ چیز ہے جو اس طرح کے حادثات سے بچانے میں ہماری کچھ مدد کرسکتی ہے، ضرورت ہے کہ علماء (علماء احناف) اس پر غور فرمائیں، اور اگر شرعی دلائل کی روشنی میں رمی کے وقت میں توسیع کرکے ان تلف ہونے والی جانوں کو بچانا ممکن ہو تو اپنے فتاوی کے ذریعہ ان کو بچائیں، اس طرح کے حادثات کی زد میں آنے والوں کی تعداد بھی تو سیکڑوں تک ہوتی ہے، ڈر ہے کہ کہیں ان کی تعداد بڑھ کر کبھی ہزاروں کی حدود نہ تجاوز کر جائے۔ قبل اس کے کہ (خدانخواستہ) ایسا ہو ہمارے اصحاب علم وفتوی کو اس طرف توجہ دینی چاہئے کہ یہ مسئلہ ان کی توجہ کا مستحق اور منتظر ہے۔ زیر نظر تحریر کا مقصد بھی اس اہم مسئلہ پر محترم علماء کی خدمت میں چند گذارشات کا پیش کرنا ہے۔

Marfat.com

۱۰ ارذی الحجہ کو پہلی رمی ہوتی ہے، اور احناف کے نزدیک اس کا وقت صبح صادق سے شروع ہوکر اگلے دن کی صبح صادق تک رہتا ہے، جب کہ اس کا مستحب وقت ان کے نزدیک طلوع آفتاب سے زوال تک رہتا ہے۔

چوں کہ ۱۰ ارذی الحجہ حاجی کے لئے سب سے زیادہ مشغول دن ہوتا ہے اور اس دن اس کو کئی مناسک ادا کرنے ہوتے ہیں، رمی کرنی ہوتی ہے، قربانی کرنی ہوتی ہے، حلق (یا تقصیر) کروانا ہوتا ہے، طواف زیارت بھی اسی دن ہوتا ہے، اور پھر منیٰ واپسی کرنی ہوتی، اور احناف کے نزدیک ان سب کا آغاز حاجی کو رمی سے ہی کرنا ہے، اس لئے حاجی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ رمی جلد از جلد کرے؛ تا کہ وہ پھر دیگر مناسک ادا کر کے منیٰ جلد واپس آ سکے۔ ایسی صورت میں صبح کے وقت جمرۃ العقبہ کی رمی سے تمام لوگ جلد فارغ ہونا چاہتے ہیں، نتیجۃً وہاں زبردست اژدحام ہوتا ہے، اور کسی طرح کے حادثات کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔

دیگر مسالک میں سے حنابلہ اور شوافع کے یہاں ۱۰ ارذی الحجہ کو رمی کا وقت نصف رات سے شروع ہو جاتا ہے، ظاہر ہے ایسی صورت میں حجاج کے وقت میں گنجائش نکل آتی ہے، اور اس پر عمل کرنے والوں کے لئے یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ کثرت اژدحام کے وقت کی آزمائش سے بچ جائیں، اور اس دن کے دیگر مناسک بھی کسی قدر آرام سے ادا کر لیں، اس طرح وہ ان متوقع حادثات سے بچ سکتے ہیں، جن کا خطرہ بھیڑ کی زیادتی کی وجہ سے صبح کے وقت بڑھ جاتا ہے، اور خوف رہتا ہے کہ کہیں حجاج کی ایک بڑی تعداد اس طرح کے کسی حادثہ کی زد میں نہ آ جائے۔

علماء احناف بالخصوص ان کے اصحاب فتوی کے لئے یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مسلک پر عمل کر کے سیکڑوں ہزاروں مسلمانوں کی جانوں کو متوقع حادثات سے بچایا جا سکتا ہے، فقہائے احناف نے ماضی میں اس سے بہت کم درجہ کی ''ضرورت'' میں مسلک غیر پر فتوی دیا ہے۔ یہاں مسئلہ مسلمانوں کی جان کا ہے، جس کے لئے شریعت نے ''ضرورت'' کے وقت میتہ اور خنزیر جیسے محرمات کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

Marfat.com

مسئلہ مفقود عنہاز وجہا ممتدۃ الطہر کی عدت اور تعلیم قرآن ومسائل کی اجرت جیسے کتنے ہیں کہ اس میں ہمارے متقدمین کی آراء کچھ اور تھیں، لیکن تغیر زمانہ کے نتیجے میں وجود میں آئی ''شرعی ضرورت'' نے متاخرین کو مجبور کیا کہ وہ کسی اور مسلک پر فتوی دیں۔اور ذکر کئے گئے تینوں مسائل میں جن شرعی ضرورتوں نے اپنے مسلک سے عدول پر فقہائے احناف کو مجبور کیا تھا، اگر غور کیا جائے تو وہ زیر نظر مسئلہ میں موجود ''ضرورت'' سے کہیں کم ترتھیں، ان میں سے کسی بھی مسئلہ میں ایک فرد واحد کی بھی جان تلف نہیں ہورہی تھی، اور یہاں مسئلہ ہر سال سیکڑوں ہزاروں حاجیوں کو متوقع خطرات سے بچانے کا ہے۔

پھر شوافع اور حنابلہ کا یہ مسلک ایسا بے دلیل بھی نہیں کہ اس کی طرف عدول اس وجہ سے مشکل ہو کہ اس رائے کے پیچھے مضبوط دلائل نہیں۔ان حضرات کے مستدلات میں سے صرف ایک دلیل کو یہاں ہم ذکر کررہے ہیں، جس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ رائے اپنے لئے قابل لحاظ دلائل کی بنیاد پر رکھتی ہے۔امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت اسماء بنت ابی بکر کے مولی حضرت عبد اللہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت اسماء ۱۰/ ذی الحجہ کی شب کو چاند کے غائب ہوجانے کے بعد مزدلفہ سے منی کی طرف چلیں، اور وہاں پہنچ کر رمی کی اور رمی کے بعد اپنی قیام گاہ واپس آکر نماز فجر ادا کی، حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ''ما أرانا إلا قد غلسنا'' جس کے جواب میں حضرت اسماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے اس کی اجازت دی تھی۔شوافع اور حنابلہ کا کہنا ہے کہ ''قد غلسنا'' سے مراد طلوع فجر سے پہلے رمی کرنا ہے، ان کے اس قول کی تائید ابوداؤد کی روایت میں اسی موقع کے یہ الفاظ کرتے ہیں ''إنا رمينا الجمرة بليل'' ۔ یہ تو حضرت اسماء کا ذکر ہے، ابوداؤد نے اسی مقام پر ایک اور حدیث ذکر کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ۱۰/ ویں ذی الحجہ کو طلوع فجر سے پہلے رمی کی تھی۔اب رہیں وہ احادیث جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ضعفة أهله'' کو یہ نصیحت کی تھی کہ وہ طلوع فجر سے پہلے رمی نہ

Marfat.com

کریں، تو یہ حضرات ان احادیث کے سلسلے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ افضل پر عمل کا حکم تھا، اور افضل بہر حال بعد میں ہی رمی کرنا ہے۔

یہاں تک جو عرض کیا گیا وہ ۱۰ ذی الحجہ کی رمی کے سلسلے میں تھا، اس کے بعد ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مشہور اور احناف کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ ان دونوں دنوں میں رمی کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے، اور اگلے دن کی صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے، اور دیگر تمام مسالک میں بھی ان دونوں دنوں میں رمی کا وقت زوال سے ہی شروع ہوتا ہے، اس صورت میں ۱۱ ذی الحجہ کو تو زیادہ پریشانی نہیں پیش آتی کہ اس دن سوائے رمی کے کوئی اور رکن ادا نہیں کرنا ہوتا؛ لیکن ۱۲ ذی الحجہ کو چوں کہ تقریباً تمام حاجی غروب سے پہلے منیٰ کی حدود سے باہر نکلنا چاہتے ہیں اس لئے اس دن وقت کی قلت مسئلہ بنتی ہے، جس کے نتیجہ میں زبردست اژدحام ہو جاتا ہے، اور پھر یہ اژدحام نہایت تکلیف دہ حادثات کا بھی سبب بنتا ہے۔ خیال رہے کہ اس طرح کے حادثات عام طور پر ۱۲ ذی الحجہ کو ہی ہوتے ہیں۔

علماء احناف کے لئے یہ امر قابل توجہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے ایک غیر مشہور اور غیر مفتی بہ قول پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے؟ جس کے مطابق ان دونوں دنوں میں رمی کا وقت طلوع فجر سے شروع ہو جاتا ہے، ہمارے اہل علم واقف ہیں کہ ''ضرورت وحاجت'' کے وقت ماضی میں فقہاء حنفیہ نے متعدد مسائل میں قول مرجوح و غیر مفتی بہ پر فتویٰ دیا ہے، اور جیسا کہ پیچھے کئی بار گذرا یہاں ''ضرورت'' سیکڑوں ہزاروں مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت ہے، جب کہ جن مسائل میں غیر مفتی بہ قول کو اختیار کر لیا گیا ہے، اہل علم واقف ہیں کہ ان میں سے اکثر مسائل میں ''ضرورت'' اس سے کم درجہ کی ہے۔

اب تک جو کچھ لکھا گیا اس کی روشنی میں دو سوال سامنے آتے ہیں:

(۱) کیا ۱۰ ذی الحجہ کی رمی کے سلسلہ میں شوافع اور حنابلہ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے اس دن کی رمی کا آغاز نصف لیل سے ہونے پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے؟

Marfat.com

(۲) کیا خود امام ابوحنیفہؒ کے ایک غیر مفتی بہ قول پر فتویٰ دے کر ۱۱؍۱۲؍ذی الحجہ کی رمی کے وقت کو طلوع فجر سے شروع مانا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ذی الحجہ کی دسویں تاریخ میں رمی کے ابتدا کی وقت کے متعلق حضرت امام شافعی وغیرہم کے دلائل کو بحث میں نہ لاتے ہوئے اصولی طور پر عرض ہے کہ دوسرے امام کے مسلک پر عمل کرنے کے لئے واقعی ضرورت کا پایا جانا شرط ہے، اور چونکہ حنفیہ اور جمہور علماء کے مسلک میں دس تاریخ کو رمی کا وقت مکمل چوبیس گھنٹہ (دسویں کی صبح صادق سے گیارہویں کی صبح صادق تک) ہے، اور اس میں بھیڑ وغیرہ کے عذر سے وقت مکروہ میں رمی کرنے میں بھی حرج نہیں، نیز سالوں کا مشاہدہ یہ ہے کہ شام تک بھیڑ کافی حد تک چھٹ جاتی ہے، اور رات میں تو میدان بالکل خالی نظر آتا ہے، اس لئے اس مسئلہ میں عدول عن المذہب کی نہ ضرورت ہے اور نہ اجازت ہے، علاوہ ازیں حنفیہ کے نزدیک وقوف مزدلفہ کا واجب وقت دسویں تاریخ کو صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان ہے، اب اگر آج کے دن صبح صادق سے قبل رمی کی اجازت دی جائے گی، تو لازماً وقوف مزدلفہ کا واجب ترک ہوجائے گا، حالانکہ اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا مسئلہ میں تبدیلی کے بجائے حجاج کو صحیح تربیت دینے، انہیں شریعت میں پہلے سے موجود وقت کی وسعت سے آگاہ کرنے، اور ذمہ دار رفقاء سفر کے ذریعہ ان پر عمل درآمد کرانے کی ضرورت ہے، بالخصوص حجاج کو جلد بازی سے بچنے کی تلقین کی جائے، اس کے بغیر سوال نامہ کی تمہید میں آپ نے جو حجاج کے جانی تحفظ کا مطالبہ پیش کیا ہے، وہ پورا نہ ہوسکے گا۔

قال في الغنية: أما الرمي في اليوم الأول – فلأدائه وقت الجواز من الفجر إلى الفجر ووقت مسنون من طلوع الشمس إلى الزوال، ووقت مباح من الزوال إلى الغروب، ووقت مكروه قبل طلوع الشمس وبعد الغروب، وإن كان بعد لا كراهة فيهما. (غنية الناسك / باب رمي الجمار ۱۸۱ إدارة القرآن كراچی)

۱۱؍۱۲؍ذی الحجہ کو زوال سے قبل رمی کے جواز کے متعلق حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول انتہائی

Marfat.com

ضعیف اور غیر مفتی بہ ہے، حتیٰ کہ بعض علماء نے امام صاحبؒ کی طرف اس کی نسبت کو بھی غلط فہمی قرار دیا ہے، بایں ہمہ کسی بھی ضعیف قول پر عمل اور فتوی کے لئے شرعی ضرورت کا متحقق ہونا ضروری ہے، اور یہاں کوئی شرعی ضرورت متحقق نہیں ہے، اس لئے کہ زوال کے بعد سے اگلے دن کی صبح صادق تک اچھا خاصا لمبا وقت ملتا ہے، اور عوام بلکہ بعض خواص میں جو یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ ۱۲ تاریخ کو غروب سے قبل منی سے نکلنا لازم ہے، ورنہ اگلے دن کی رمی واجب ہوجائے گی، یہ مفروضہ حنفی مسلک کی رو سے قطعاً غلط ہے، مسئلہ یہ ہے کہ ۱۲ ر تاریخ کی رمی کا وقت تیرہویں کی صبح صادق تک باقی رہتا ہے، اور عذر کی وجہ سے اس رات میں رمی بلا کراہت درست ہے، اس لئے اس غلط فہمی کو دور کرنے کی ضرورت ہے، ہمارا بار بار کا مشاہدہ ہے کہ ۱۲ ر تاریخ کو غروب کے بعد جمرات میں بھیڑ بالکل چھٹ جاتی ہے، اور اس وقت ضعفاء اور خواتین بھی بآسانی قریب سے جا کر رمی کر لیتے ہیں، اس لئے ایک ضعیف ترین قول کو بنیاد بنا کر رمی کے وقت کو تبدیل کرنے کے بجائے پہلے ہی سے جو رخصت شریعت میں موجود ہے اسی پر عمل کی ترغیب دینی چاہئے۔

وأما وقت الجواز في اليوم الثاني والثالث من أيام النحر، فمن الزوال إلى طلوع الفجر من الغد، فلايجوز قبل الزوال في ظاهر الرواية، وعليه الجمهور من أصحاب المتون والشروح والفتاوى، قال في الفيض: وهو الصواب اهـ.

وروى الحسن عن أبي حنيفةؒ أنه لو أراد أن ينفر في اليوم الثالث من أيام النحر له أن يرمي قبل الزوال، وإن رمى بعده فهو أفضل، وإنما لايجوز قبل الزوال ممن لايريد النفر اهـ. وهو خلاف ظاهر الرواية، وخلاف النص من فعله صلى الله عليه وسلم، وفعل الصحابة بعده، قال في البدائع: وهذا باب لا يعرف بالقياس؛ بل بالتوقيف اهـ.

وقال في الفتح: لا يجوز فيهما قبل الزوال اتفاقاً لوجوب اتباع المنقول لعدم المعقولية، اهـ. (غنية الناسك / باب رمي الجمار ۱۸۱ إدارة القرآن كراچی)

وله النفر من منى قبل طلوع فجر الرابع. (درمختار مع الشامی ۳/۵۴۳، بدائع

الصنائع ۲؍۳۲۵، انوار مناسک ۴۸۸-۴۹۲ میں بھی اس مسئلہ کی تفصیل ہے) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹؍۸؍۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منیٰ میں ۲۴؍گھنٹہ رمی کے بارے میں چسپاں کیے گئے اشتہارات کا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حکومت کی طرف سے جگہ جگہ اشتہارات چسپاں کیے گئے ہیں، جن پر لکھا ہے کہ چوبیس گھنٹہ رمی کی جاسکتی ہے۔ مفتی بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اس اعلان کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے، یہاں پر بھی مجھ ناچیز کی یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ وہاں کے ذمہ داران کے اعلانات اور احکامات کی پابندی ہم عام حاجیوں پر لازمی اور ضروری کیوں نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پہلے دن یعنی یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں فی الجملہ رمی کا وقت ۲۴؍گھنٹہ ہے؛ لیکن ۱۱-۱۲؍تاریخ کو یہ وقت زوال سے شروع ہوتا ہے، اور اگلے دن کی صبح صادق تک رہتا ہے؛ لہٰذا اِن دنوں میں ۲۴؍گھنٹہ رمی کرنے کی بات بے دلیل ہے، اور جن اعلانات کا آپ نے ذکر فرمایا ہے، یہ معلمین اپنے طور پر اپنی سہولت کے لئے چھاپتے رہتے ہیں؛ لیکن جب مسئلہ سعودی علماء اور وہاں کے دارالافتاء سے پوچھا جائے، تو وہ یہی بتاتے ہیں کہ زوال کے بعد ہی رمی کی جائے گی، اس لئے ان اعلانات کو سعودی حکومت کا اعلان سمجھنا صحیح نہیں، اور اگر بالفرض یہ اعلان حکومت ہی کی طرف سے ہو، تب بھی حنفیہ کے لئے اس کی پابندی جائز نہیں؛ کیوں کہ ہمارے مسلک کے راجح قول میں ۱۱-۱۲؍ذی الحجہ کو زوال سے پہلے رمی کی اجازت نہیں، اگر کوئی حاجی زوال سے قبل رمی کرلے، اور بعد میں وقت کے اندر نہ دہرائے، تو اس پر ترکِ رمی کی وجہ سے دم لازم ہوگا، حجاج کو یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۳؍۳۴۹، انوار

Marfat.com

مناسک ۴۷۸-۴۷۹، ایضاح المناسک ۱۵۱-۱۵۴)

عن جابر رضي الله عنه قال: رمى رسول الله صلى الله عليه وسلم الجمرة يوم النحر ضحىً و أما بعد فإذا زالت الشمس. (صحيح مسلم / باب بيان وقت استحباب الرمي ۴۲۰/۱ رقم: ۱۲۹۹، سنن أبي دوٗد ۲۷۱/۱ رقم: ۱۹۷۱، سنن الترمذي ۱۷۹/۱ رقم: ۸۹۵)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرمي الجمار إذا زالت الشمس. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۸٦/۸، رقم: ۱۴۷۹۰)

أما الرمي في اليوم الأول فلأدائه وقت الجواز من الفجر إلى الفجر ...... وأما وقت الجواز في اليوم الثاني والثالث من أيام النحر، فمن الزوال إلى طلوع الفجر من الغد، فلا يجوز قبل الزوال اتفاقاً لوجوب اتباع المنقول لعدم المعقولية ......، والوقت المسنون في اليومين من الزوال إلى غروب الشمس، ومن الغروب إلى طلوع الفجر وقت مكروه، وإذا طلع الفجر فقد فات وقت الأداء عند الإمام، وبقي وقت القضاء إلى آخر أيام التشريق، فلو أخره عن وقت أدائه فعليه القضاء والجزاء.

(غنية الناسك ۱۸۱-۱۸۲ كراچى، كذا في البدائع الصنائع ۳۲٤/۲ نعيميه ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ہر دن کی رمی چھوڑنے پر الگ الگ دم واجب ہوگا یا ایک ہی دم کافی ہوگا؟

سوال (۱۵۲):- زید نے ۱۰؍ تاریخ کو جمرۂ عقبہ کی رمی چھوڑ دی اور ۱۱؍ کی صبح کو کسی کے بتلانے سے دم دے دیا، اور ۱۱؍ کی صبح کو زوال سے پہلے ہی ۱۰؍ کی رمی کی قضا کر لی، اور ۱۱؍ تاریخ کی رمی پھر چھوڑ دی۔ معلوم یہ کرنا ہے کیا ہر دن کی رمی چھوڑنے پر الگ الگ دم آئے گا یا جو دم دس کی رمی چھوڑنے پر گیارہ تاریخ کو دیا جا چکا ہے، وہی کافی ہوگا؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس مسئلہ کے بارے میں صریح جزئیہ نہیں ملا؛ لیکن قواعد واصول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسئولہ صورت میں جو دم دس ذی الحجہ کی رمی چھوڑنے کی نیت سے دیا گیا ہے وہ گیارہ تاریخ کی رمی چھوڑنے کی طرف سے کافی نہ ہوگا؛ بلکہ گیارہ کے ترک پر الگ سے دم ہوگا، ہاں اگر یہ پہلے دم نہ دیا ہوتا؛ بلکہ ساری رمی کے ترک کا مرتکب ہوتا تو پھر اس کے لئے ایک ہی دم دینا کافی ہوجاتا، اس مسئلہ کی نظیر روزہ کے کفارہ کا مسئلہ ہے کہ اگر عمداً افطار کے بعد کفارہ ادا کردیا ہے، پھر بعد میں یہی جرم پایا گیا تو از سرنو کفارہ دینا ہوگا، اور اگر افطار کے متعدد واقعات پیش آچکے اور بیچ میں کفارہ نہیں دیا تو بعد میں ایک ہی کفارہ کافی ہوجاتا ہے۔

ولو لم يرم في الليل رماه في النهار، ولو قبل الزوال قضاء عنده، وعليه الكفارة للتاخير الخ، ولو أخر رمى الأيام كلها إلى الرابع مثلا رماها كلها قبل الزوال، أو بعده على التاليف عنده، وعليه دم واحد للتاخير. (غنية الناسك/ ١٨٢ إدارة القرآن كراچی، كذا في الرد المحتار ٣/ ٥٤٢ زكريا)

ولو ترك الكل وهو الجمار الثلاث فيه للزمه دم عنده ...... فإن ترك الرمي كله في سائر الأيام إلى آخر أيام الرمي، وهو اليوم الرابع فإنه يرميها فيه على الترتيب وعليه دم عنده ...... ثم على قوله: لا يلزمه إلا دم واحد، وإن كان ترك وظيفة يوم واحد بانفراده يوجب دما واحدا وقع ذلك لا يجب عليه لتأخير الكل إلا دم واحد. (بدائع الصنائع / وقت الرمي ٣/ ٢٢٦ نعيمية ديوبند، كذا في المناسك لملا علي القاري / باب رمي الجمار وأحكامه ٢٤١ إدارة القرآن كراچی، وكذا في الهداية ١/ ٢٧٥ أشرفية ديوبند) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۹/۱۰/۱۷ھ

Marfat.com

منیٰ سے متعلق مسائل

ایامِ منیٰ میں حدودِ مزدلفہ میں بنے خیموں میں قیام کرنا

سوال (۱۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سنا ہے کہ منیٰ کی حدود اب بڑھا کر مزدلفہ کی حدود میں داخل کردی گئی ہیں، تو ایسے میں منیٰ کا قیام مخدوش ہوجاتا ہے، جبکہ منیٰ میں قیام کرنے والوں کو صراحتہ بورڈ وغیرہ پڑھکر اندازہ ہوجاتا ہے کہ ہم مزدلفہ کی سرحد میں داخل ہوکر قیام کررہے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا نہیں ہے کہ منیٰ کی حدود بڑھادی گئی ہوں؛ بلکہ وہ اپنی جگہ قائم ہیں، صرف خیموں کے سلسلہ کو مزدلفہ کی حد تک وسیع کردیا گیا ہے، ایسی صورت میں جو شخص مزدلفہ کی حدود میں واقع خیموں میں ایامِ منیٰ میں قیام کرے گا وہ ترکِ سنت کا مرتکب ہوگا؛ لیکن اس کی وجہ سے اس پر کوئی دم لازم نہیں آئے گا۔ (ایضاح المناسک/۱۵۶، ۱۵۷)

ویکره أن لا یبیت بمنیٰ لیالي الرمي ولو بات في غیره متعمداً لا یلزمه شيء عندنا. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۳/ ۵۳٤ زکریا)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: أفاض رسول الله صلى الله علیه وسلم من آخر یومه حین صلى الظهر، ثم رجع إلى منى، فمکث بها لیالي أیام التشریق، یرمي الجمرة إذا زالت الشمس، کل جمرة بسبع حصیات، یکبر مع کل حصاة، و یقف عند الأولى والثانیة، فیطیل القیام، و یتضرع، ویرمي الثالثة ولا

Marfat.com

يقف عندها. (سنن أبي داؤد، المناسك / باب في رمي الجمار ۱/۲۷۱ رقم: ۱۹۷۳)

لا يبيت ولا في الطريق؛ لأن البيتونة بمنىٰ لياليها سنة عندنا. (أوجز المسالك ۳/۵۶۲ مكتبة يحيوي سهارنفور)

ويسن أن يبيت بمنى ليالي أيام الرمي، فلو بات بغيرها متعمداً كره، ولا شيء عليه عندنا. (غنية قديم/ ۹۵، كذا في الأوجز المسالك / البيوتة بمكة ليالي منى ۳/۵۶٤ مكتبة يحوي سهارنفور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۶/ ۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حجاج کی کثرت یا حکومتی پابندی کی وجہ سے ۸/تا ۱۲/ذی الحجہ کو منیٰ سے باہر قیام کرنا

سوال (۱۵۴): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج حجاج کی کثرت کی وجہ سے یہ بھی ایک مسئلہ بن چکا ہے کہ حجاج کی ایک بڑی تعداد کے خیمے ۸تا۱۲ذی الحجہ کے قیام کے لئے مزدلفہ میں لگتے ہیں، اور بعض لوگ منی سے متصل مکہ کی آخری آبادی ''حی العزیزیہ'' میں قیام کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے بہت سے حجاج تشویش کا شکار رہتے ہیں، اس سلسلے میں سوال یہ ہے کہ ان دنوں میں حاجی کے قیام منی کی کیا حیثیت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام حالات میں ایام تشریق میں حدود منی میں رات گزارنا حاجی کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے، اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اس سنت کو ترک کرے، یعنی منی میں ٹھہرنے کا انتظام ہونے کے باوجود وہاں نہ ٹھہرے، تو وہ کراہتِ تحریمی کا مرتکب ہوکر گنہگار ہوگا؛ لیکن اگر منی میں قیام کا انتظام نہ ہوسکے، جیسا کہ آج کل حکومتی پابندیوں کی وجہ سے کثرت سے یہ صورت پیش آتی ہے، تو اس ترک سنت کی وجہ سے اس پر کوئی دم واجب نہ ہوگا، اور اس کے

Marfat.com

حج میں بھی کوئی خرابی نہ آئے گی، اور چوں کہ بالقصد اس نے ترک سنت نہیں کی ہے؛ اس لئے امید ہے کہ وہ گنہگار بھی نہ ہو۔

ویسن أن یبیت بمنی لیالي أیام الرمي، فلو بات بغیرها متعمداً کره، ولا شيء علیه عندنا. (غنیة الناسك / باب طواف الزیارة ۱۷۹ ادارة القرآن کراچی، کذا في لفتاویٰ التاتارخانیة ۵۳۴/۳ زکریا، أوجز المسالك / لبیوتة بمکة لیالی منی ۶۴۵/۳ یحیوی سهارنفور، أنوار مناسك ۴۹۷)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: أفاض رسول الله صلی الله علیه وسلم من آخر یومه حین صلی الظهر، ثم رجع إلی منی، فمکث بها لیالي أیام التشریق، یرمي الجمرة إذا زالت الشمس، کل جمرة بسبع حصیات، یکبر مع کل حصاة، و یقف عند الأولی والثانیة، فیطیل القیام، و یتضرع، ویرمي الثالثة ولا یقف عندها. (سنن أبي داؤد، المناسك / باب في رمي الجمار ۲۷۱/۱ رقم: ۱۹۷۳)

ولو بات بمکة وصلی بها الفجر یوم عرفة ثم توجه إلی عرفات ومر بمنی أجزأه؛ ولکن أساء بترك الاقتداء برسول الله صلی الله علیه وسلم. (الفتاوی الهندیة ۴۶۷/۱، کذا في الهدایة مع فتح القدیر ۴۶۷/۲ دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدودِ منیٰ میں جگہ کی تنگی کے باعث حدودِ مکہ میں قیام کرکے رمی جمرات کرنا

سوال (۱۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی حاجی حدود مکہ میں ہی مقیم رہے اور وہیں سے رمی وغیرہ کے لئے جایا کرے تو کیا حج پر کوئی اثر پڑے گا؟

کیا حدود حرم میں کسی بھی جگہ حاجی قیام کرسکتا ہے، خواہ مکہ مکرمہ شہر کے اندر ہو یا مضافات

Marfat.com

میں؟ اور کیا منی کے علاوہ مزدلفہ میں بھی قیام کرسکتا ہے؟ اس لئے کہ مزدلفہ بھی حدود حرم میں داخل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر کوئی شخص ایام منی میں منیٰ کی حدود میں جگہ نہ ملنے کی وجہ سے حدود مکہ میں مقیم رہا، یا منی کے قریب کسی محلّہ میں یا مزدلفہ میں ٹھہرا رہا، اور رمی کے مقررہ اوقات میں آتا جاتا رہا، تو بھی اس کا حج درست ہوجائے گا اور اس پر کوئی جنایت لازم نہ ہوگی۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: أفاض رسول الله صلى الله عليه وسلم من آخر يومه حين صلى الظهر، ثم رجع إلى منى، فمكث بها ليالي أيام التشريق، يرمي الجمرة إذا زالت الشمس، كل جمرة بسبع حصيات، يكبر مع كل حصاة، ويقف عند الأولى والثانية، فيطيل القيام، ويتضرع، ويرمي الثالثة ولا يقف عندها. (سنن أبي داؤد، المناسك / باب في رمي الجمار ۲۷۱/۱ رقم: ۱۹۷۳)

لا يبيت ولا في الطريق؛ لأن البيتوتة بمنىٰ لياليها سنة عندنا. (أوجز المسالك ۶۲۵/۳ مكتبة يحيوي سهارنفور)

ويكره أن لا يبيت بمنىٰ ليالي الرمي ولو بات في غيره متعمداً لا يلزمه شيء عندنا. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۵۳۴/۳ زكريا، كذا في غنية الناسك ۱۷۹ كراچي)

لا يبيت ولا في الطريق لأن البيتوتة بمنىٰ لياليها سنة عندنا. (أوجز المسالك ۶۲۵/۳، انوار مناسك ۴۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حاجی کا منیٰ، مزدلفہ اور میدانِ عرفات میں اتمام کرنا

سوال (۱۵۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حاجی نے دورانِ حج منی مزدلفہ اور میدان عرفات میں نمازیں قصر نہیں کیں، بلکہ مسجد

Marfat.com

خیف اور مسجد نمرہ میں بھی امام کے دو رکعت پر سلام پھیر دینے پر بھی بقیہ دو رکعات کھڑے ہو کر اور پڑھیں، تو کیا یہ عمل از روئے حنفی مسلک جائز اور درست ہے، اور اگر نہیں تو کیا عمل صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو حاجی ایامِ حج میں مقیم ہو اس کے لئے پوری نماز پڑھنا لازم ہے، لہٰذا جس مقیم حاجی نے مذکورہ عمل کیا ہے، وہ شرعاً درست ہے، البتہ اگر وہ حاجی مسافر رہا ہو تو اتمام کر کے گنہگار ہوا، تاہم اب اسے نمازیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (نظام الفتاویٰ ۶/۱۶۴)

فلو أتم وقعد في الثانية صح و إلا لا، أی و إن لم يقعد على رأس الركعتين لم يصح فرضه؛ لأنه إذا قعد فقد تم فرضه وصارت الأخريان له نفلا كالفجر وصار آثما لتاخير السلام و إن لم يقصد فقد خلط النفل بالفرض قبل إكماله. (البحر الرائق ۲/ ۱۳۰ کوئٹہ)

روى عن أبي حنيفة أنه قال: من أتم الصلاة فقد أساء وخالف السنة. (شامي / باب صلاة المسافر ۲/ ۶۰۳ زکریا)

فلو أتم مسافر إن قعد في القعدة الأولىٰ تم فرضه، ولكنه أساء، لو عامدا لتاخير السلام، وترك واجب القصر، وواجب تكبيرة افتتاح لنقل، وخلط النفل بالفرض و هذا لا يحل. (درمختار ۲/ ۶۰۹-۶۱۰ زکریا)

فإذا تم الرباعية و الحال أنه قعد القعود الأول قدر التشهد، صحت صلاته مع الكراهة، لتاخير الواجب، وهو السلام عن محله، إن كان عامدًا، فإذا كان ساهيا ليسجد للسهو. (مراقي الفلاح / باب صلاة المسافر ۴۲۵ قدیمی، كذا في تبيين الحقائق / باب صلاة المسافر ۱/ ۵۱۱ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

مقیم شخص کا ایامِ حج میں قصر کرنا

سوال (۱۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی مقیم اپنے آپ کو مقیم سمجھتے ہوئے بھی منی میں یا عرفات میں یا مزدلفہ میں قصر نمازیں ادا کرے یہ سمجھتے ہوئے کہ ان جگہوں پر حالت حج میں قصر نمازیں ... نا جاتی ہیں، تو اس کا یہ سمجھنا کہاں تک صحیح ہے، اگر غلط ہے تو کیا کرنا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حنفی مقیم شخص کے لئے ایام حج میں قصر جائز نہیں، اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک سبب قصر سفر ہے نہ کہ حج، لہٰذا مذکورہ حنفی مقیم شخص نے منی عرفات مزدلفہ میں جو نمازیں قصر پڑھی ہیں ان کو دوہرانا لازم ہے۔

وليس الحج موجباً للقصر؛ لأن أهل منى وعرفات إذا كانوا حجاجاً أتموا وليس هو متعلقاً بالموضع، وإنما هو متعلق بالسفر وأهل مكة مقيمون هناك لا يقصرون، وعلى كل حال، فالأئمة الثلاثة أبو حنيفةؒ والشافعيؒ وأحمدؒ ومعهم الثوري، وعطاء من أهل مكة والزهري من أهل المدينة يرون القصر لأجل السفر لا لأجل النسك. (معارف السنن ۶/۱۹۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۲۸/۳/۱۴...

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۰/ذی الحجہ کو عزیزیہ پہنچ کر ۲۰/دن منیٰ، مزدلفہ اور مکہ میں ٹھہرنے والا مسافر ہے یا مقیم؟

سوال (۱۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی ۶/ذی الحجہ کو حج کے لئے جا رہا ہے، ۷/ذی الحجہ کو سیدھا عزیزیہ میں مقیم ہوگا، ۸/

Marfat.com

ذی الحجہ کی رات کو عزیزیہ سے منی پہنچے گا منیٰ میں اس کی نماز قصر ہوگی، یا پوری پڑھی جائیگی؟ حج کے ارکان کے بعد مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفا وتعظیما آ جائے گا مکہ میں ۲۰/ دن قیام رہے گا، سعودی حکومت کے مطابق منی مکہ کے حدود میں ہے، اگر نماز ادا ہے تو اس صورت میں منی جانے کی کیا ضرورت ہے؟ عزیزیہ ہی میں رک سکتے ہیں؟ اور اس صورت میں میں چوتھے دن کی کنکری کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عزیزیہ مکہ معظمہ کا ایک متصل محلہ ہے، اور منی کی حدود شرعیہ توقیفی ہیں، ان میں ردوبدل کی کسی کو اجازت نہیں ہے، تاہم اب چونکہ مکہ معظمہ کی آبادی منی مزدلفہ سے متصل ہو چکی ہے، اس لئے صرف قصر واتمام کے مسئلہ میں منی اور مزدلفہ کا حکم وہی ہوگا جو مکہ معظمہ کا ہے، اور قصر واتمام کے علاوہ دیگر مسائل ومناسک (جیسے منی میں رات گذارنا جمرات کی رمی کرنا وغیرہ) میں منی کا جو حکم پہلے تھا وہی اب بھی ہے، اس مختصر تمہید کے بعد مسئولہ صورت کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ شخص جس نے ۸/ ذی الحجہ کو عزیزیہ پہنچ کر بیس دن منی، مزدلفہ اور مکہ معظمہ میں قیام کا ارادہ کیا ہے، وہ مقیم سمجھا جائے گا، البتہ ایام منی میں منی کی حدود میں رات گذارنے کی سنت اس پر بدستور باقی رہے گی، عزیزیہ میں قیام منی کے قیام کے درجہ میں نہیں ہوگا، اگر یہ شخص ۱۳/ ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے منی کی حدود سے نکل کر عزیزیہ میں آ کر مقیم ہوگیا، تو اس پر چوتھے دن کی کنکری مارنا واجب نہیں ہوگا۔ (مستفاد انوار مناسک ۴/ ۵۴-۴۵۷)

إذا كانت القرى متصلة بربض المصر، فحينئذ تعتبر مجاوزة القرى، والصحيح ما ذكرنا أنه يعتبر عمران المصر إلا إذا ثمة قرية، أو قرى متصلة بربض المصر، فحينئذ يعتبر مجاوزة القرى. (الفتاوى التاتارخانية ۲/ ۵ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/ ۱۱/ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج میں ۱۷/ دن کے قیام کے دوران نماز میں قصر کرے گا یا اتمام؟

سوال (۱۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

ہیں کہ: زید حج کے لیے مکہ مکرمہ گیا حج کے قبل، حج کے دوران اور حج کے بعد مکہ مکرمہ میں زید کا مجموعی قیام سترہ دنوں کا ہے ایسی حالت میں منیٰ عرفات اور مزدلفہ میں قصر کرے یا پوری نماز پڑھے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جدید تحقیق اور مشاہدہ کے مطابق آج کل مکہ مکرمہ کی آبادی منی اور مزدلفہ تک پہنچ گئی ہے؛ لہٰذا جو شخص حج کے لیے مکہ معظمہ جائے اور اس کا قیام حج سے قبل یا بعد کل ملا کر ۱۵؍ دن یا اس سے زیادہ ہو تو اسے مکہ معظمہ، منی، مزدلفہ اور عرفات میں نماز پوری پڑھنی ہوگی اس کے لیے قصر کا حکم نہیں ہے۔

أقول وينبغي تقييد ما في الخانية والتاتارخانية بما إذا لم يكن في فناء المصر لما مر أنها تصح إقامتها في الفناء ولو منفصلا بمزارع، فإذا صحت في الفناء؛ لأنه ملحق بالمصر يجب على من كان فيه أن يصليها؛ لأنه من أهل المصر كما يعلم من تعليل البرهان. (شامي ۲٦/۳ بيروت)

وقال بعض مشائخنا: إن الخلاف بين أصحابنا في هٰذا بناء على أن منى من توابع مكة عندهما، وعند محمد ليس من توابعها، وهٰذا غير سديد؛ لأن بينهما أربعة فراسخ، وهٰذا قول بعض الناس في تقدير التوابع، فأما عندنا فبخلافه على ما مر. والصحيح أن الخلاف فيه بناء على أن المصر الجامع شرط عندنا إلا أن محمدا يقول: إن منى ليس بمصر جامع؛ بل هو قرية، فلا تجوز الجمعة فيها كما لا تجوز بعرفات، وهما يقولان: إنها تتمصر في أيام الموسم. (بدائع الصنائع ۵۸۵/۱-۵۸٦، البحر الرائق ۱٤۲/۲، حج وزيارت نمبر ندائے شاہی ۲۲٦-۲۳۰، كتاب المسائل ۲۷٦/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قیام حج کے دوران نماز میں قصر کے بجائے اتمام کرلیا

سوال (۱٦۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ:اگر قصر کرنا تھا اتمام کیا تو کیا ہوگا اور اتمام کرنا تھا قصر کیا تو کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر ان ایام میں واقعۃً حاجی مسافر تھا مگر اس نے اتمام کرلیا تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہے تو فرض ادا ہوجائیگا، تاہم چونکہ وقت پر سلام نہیں پھیرا ہے اس لیے تاخیر واجب کی وجہ سے بہتر ہے کہ اعادہ کرلے، اور وقت کے اندر اندر اعادہ زیادہ مؤکد ہے اور وقت نکلنے کے بعد اتنی تاکید نہیں، اور ان ایام میں مقیم تھا اور اتمام کا حکم معلوم ہونے کے باوجود نمازیں قصر پڑھیں، تو بعد میں وہ نمازیں دہرانی لازم ہوں گی اور اگر اتمام کا حکم معلوم نہیں تھا، یا کسی ایسے مفتی کی رائے پر عمل کیا جو اتمام کا قائل نہیں تو ایسی صورت میں اعادہ کا حکم نہیں ہے۔ (نظام الفتاویٰ ۶/۱۶۴)

فلو أتم وقعد في الثانية صح و إلا لا، أی و إن لم يقعد على رأس الركعتين لم يصح فرضه؛ لأنه إذا قعد فقد تم فرضه وصارت الأخريان له نفلا كالفجر وصار آثما لتاخير السلام و إن لم يقصد فقد خلط النفل بالفرض قبل إكماله. (البحر الرائق ۲/۱۳۰ کوئٹہ)

روی عن أبي حنيفة أنه قال: من أتم الصلاة فقد أساء وخالف السنة.

(شامي / باب صلاة المسافر ۲/۶۰۳ زکریا)

فلو أتم مسافر إن قعد في القعدة الأولیٰ تم فرضه ولكنه أساء، لو عامدا لتاخير السلام، وترك واجب القصر، وواجب تكبيرة افتتاح لنقل، وخلط النفل بالفرض و هذا لا يحل. (در مختار ۲/۶۰۹-۶۱۰ زکریا)

فإذا تم الرباعية و الحال أنه قعد القعود الأول قدر التشهد، صحت صلاته مع الكراهة، لتاخير الواجب، وهو السلام عن محله، إن كان عامدًا، فإذا كان ساهيا ليسجد للسهو. (مراقي الفلاح / باب صلاة المسافر ۴۲۵ قديمی، كذا في تبيين

Marfat.com

الحقائق / باب صلاۃ المسافر ۱/ ۵۱۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نوٹ: قارئین کے استفادہ کے لئے حضرت الاستاذ کا منیٰ ومزدلفہ میں قصر واتمام سے متعلق اسلامی فقہ اکیڈمی کے فقہی سیمینار (منعقدہ ''برہان پور'' ۱۴۲۸ھ) کے لئے تحریر کیا گیا مقالہ پیش خدمت ہے۔ (از مرتب)

قصر واتمام کے مسئلہ میں کیا مکہ ومنیٰ ایک شہر شمار ہوگا؟

سوال (۱۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس سے پہلے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے بعض سیمناروں میں حج سے متعلق بعض مسائل پر بحث وتحقیق کے بعد فیصلے کئے گئے تھے اس وقت بھی حج سے متعلق ایک اہم مسئلہ پر شرعی بحث وتحقیق کے لئے آپ حضرات کو زحمت دی جارہی ہے، امید ہے کہ مسئلہ کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے پوری تحقیق وتفصیل سے جوابات تحریر فرمائیں گے، انشاء اللہ آپ حضرات کی تحقیق اور علمی ریاضت زیر بحث مسئلہ میں کسی نتیجہ تک پہنچنے میں اکیڈمی کے لئے معاون ثابت ہوگی۔ یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد ادوار میں منیٰ کی آبادی مکہ مکرمہ سے بالکل الگ اور خاصے فاصلہ پر تھی، مکہ مکرمہ اور منیٰ کو دو الگ آبادی شمار کیا جاتا تھا، اس لئے اگر کوئی شخص مکہ اور منیٰ دونوں میں ملا کر پندرہ ایام کی قیام کی نیت کرتا تھا تو بھی اسی پر مسافر کے احکام جاری ہوتے تھے، اور وہ مقیم کی امامت میں نماز ادا نہ کرنے کی صورت میں قصر کرتا تھا، یہ بات بھی اہل علم جانتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک مسافر کے لئے قصر رخصت نہیں بلکہ عزیمت ہے۔

ادھر چند سالوں سے صورت حال میں تبدیلی آئی ہے مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھتے بڑھتے منیٰ، بلکہ اس سے آگے تک پہنچ چکی ہے اور منیٰ سرکاری طور پر بلدیہ مکہ مکرمہ کا حصہ قرار پاچکا ہے، اس صورت حال نے ایک بڑا اہم فقہی سوال یہ پیدا کردیا ہے کہ اب بھی مکہ اور منیٰ الگ الگ آبادیاں مان

Marfat.com

کروہی فتویٰ دیا جائے جو ماضی میں تھا، کہ اگر ایک شخص مکہ اور منیٰ دونوں کو ملا کر پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کی نیت کرتا ہے تو وہ شرعاً مسافر ہی رہے گا اور اس پر قصر لازم ہوگا، کیوں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرون سابقہ میں ایسا ہی تھا یا صورت حال کی تبدیلی اور واقعاتی اور سرکاری دونوں سطح پر مکہ مکرمہ میں منیٰ کی شمولیت کی وجہ سے دونوں کو ایک آبادی تصور کیا جائے گا، اور اگر دونوں کو ملا کر پندرہ یوم یا اس سے زائد قیام کا ارادہ ہو تو ایسے شخص کو مقیم مانا جائے گا، اور اس پر مقیم کے احکام جاری ہوں گے۔

غالباً آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ اس مسئلہ میں برصغیر کے علماء میں ایک سے زائد آراء پائی جاتی ہیں، اس کی وجہ سے حج پر جانے والے حضرات خاص طور پر کشمکش کا شکار ہوتے ہیں کہ کس رائے کو اختیار کر کے اس پر عمل کریں؟ اس لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ دونوں آراء اور ان کے دلائل کا باریک بینی سے مطالعہ کر کے کوئی رائے قائم کی جائے، اور ترجیحی رائے کے دلائل و وجوہ بھی تفصیل سے لکھے جائیں تا کہ اکیڈمی کو فیصلہ تک پہنچنے میں سہولت ہو۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق، حامداً ومصلیاً ومسلماً: سبھی مشاعر مقدسہ (حرم، صفا و مروہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات) کی حدود توقیفی ہیں، ان میں کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں ہے؛ لیکن ان کی اپنی حدیں برقرار رکھ کر اگر کسی عارض کی وجہ سے کوئی دوسرا حکم ان سے متصل ہو جائے تو اس میں کوئی چیز مانع نہیں ہے، مثال کے طور پر حرم کی حدود تنعیم تک ختم ہو جاتی ہیں؛ لیکن تنعیم سے بہت آگے تک مکہ کی آبادی بڑھ چکی ہے جس کی وجہ سے وہ آبادی اگر چہ حرم میں شمار نہیں ہوتی مگر مکہ کے شہر میں داخل سمجھی جاتی ہے، اس آبادی کے بڑھنے سے حرم کے حدود میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، مگر اصول کے مطابق وہ اضافہ شدہ آبادی شہر مکہ ہی کے حکم میں ہے۔

اسی طرح مسعیٰ (صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے کی جگہ) کو ابھی تک سعودی حکومت نے مسجد حرام کی حدود میں داخل نہیں کیا ہے؛ لیکن اگر وہاں تک جماعت کی صفیں پہنچ جائیں، تو وہاں نماز پڑھنے سے حرم کی جماعت کا ثواب یقیناً حاصل ہوگا اور اس حکم کی وجہ سے مسعیٰ کی حدود میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

Marfat.com

نیز مکہ مکرمہ کے بعض قدیم محلوں میں اتصال عمرانی بھی نہیں ہے؛ بلکہ بڑے بڑے فناء یا پہاڑ ہیں، اسی طرح سے نئی کالونیاں یا آبادیاں بھی ایک دوسرے سے کافی کٹی ہوئی ہیں؛ لیکن حدود مکہ کے اندر ہی ہیں، جیسے العوالی ایک منفصل اور منقطع مستقل نئی کالونی اور آبادی ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ سمجھنا چاہئے کہ منی اور مزدلفہ کی شرعی حدود اپنی جگہ بالکل متعین اور ناقابل ترمیم ہیں اور جو عبادت ان میں سے جس جگہ ادا کرنے کا حکم ہے اس کے حدود میں ادا کئے بغیر اس عبادت کا ثواب نہیں مل سکتا، مثلاً منیٰ میں رات گذارنے کا جو ثواب ہے وہ حدود مزدلفہ میں رات گذارنے سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح وقوفِ مزدلفہ کا حکم وقوفِ منیٰ سے پورا نہیں ہوسکتا وغیرہ، لہٰذا مناسک کی ادائیگی کے اعتبار سے مشاعر مقدسہ کی حدود میں ترمیم وتبدیلی کا موضوع یہاں زیر بحث ہی نہیں ہے؛ بلکہ موضوع بحث یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قصر واتمام کا تعلق مناسک حج سے نہیں ہے؛ بلکہ اس کا تعلق ان عام اصولوں سے ہے، جن کو ہر جگہ کے لئے قصر واتمام کی بنیاد بنایا گیا ہے، وہ اصول جس طرح دنیا کے اور شہروں اور آبادیوں پر جاری ہوں گے۔

اسی طرح مکہ معظمہ اور اس سے ملحق جگہوں پر بھی جاری ہوں گے، مثلاً یہ کہ شہر اور اس سے ملحق فناء شہر یا حکومتی اور عرفی اعتبار سے جن جگہوں پر ایک آبادی کا اطلاق ہوتا ہو وہ سب ایک شہر کے حکم میں سمجھے جائیں گے اور وہاں پر پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کی نیت سے ٹھہرنے والا اس وقت تک مقیم ہی کہلائے گا جب تک کہ اس شہر اور اس سے ملحق جگہ سے سفر کے ارادہ سے باہر نہ چلا جائے۔

اس اصول کی روشنی میں جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اگرچہ ماضی میں عرصۂ دراز تک مکہ معظمہ، منیٰ اور مزدلفہ بالکل الگ الگ مقامات تھے، منیٰ اور مکہ کے بڑے حصے کے درمیان بڑے بڑے پہاڑ حائل تھے۔ اسی طرح مزدلفہ کے اردگرد کوئی آبادی نہ تھی اور عرفات تو بالکل ہی الگ تھا، لیکن گذشتہ چند سالوں میں دیکھتے ہی دیکھتے مکہ معظمہ کی آبادی اس تیزی سے بڑھی کہ منی تین جانب سے آبادی کے بیچ میں آگیا، ایک جانب عزیزیہ، دوسری جانب شرائع، معیصم اور عدل، اور تیسری جانب ریع صدقی ہے، اور پہاڑوں کے درمیان بڑی بڑی وسیع

Marfat.com

سرنگیں نکال کر منیٰ کا رابطہ مکہ معظمہ سے بہت قوی کر دیا گیا، اور یہ راستے اہل مکہ کے لئے گذرگاہ کے طور پر استعمال ہوتے رہتے ہیں، منیٰ کے بعد مشرقی طرف سے منیٰ کے مغربی طرف آنے جانے کے لئے سال بھر منیٰ کی ہی سڑکیں اور سرنگیں استعمال ہو رہی ہیں، نیز مکہ معظمہ اور مشاعر مقدسہ کی میونسپلٹی بھی ایک ہی کر دی گئی ہے، [اور ان کی نگہبانی حفاظت صفائی نگرانی کے لئے سال بھر مقررہ ٹیمیں ۲۴ر گھنٹے منیٰ میں موجود رہتی ہیں، وہاں متعدد منزلہ رہائشی بلڈنگیں بھی تیزی سے بنائی جارہی ہیں، جمرات کو بری (پل) کا کام بھی منیٰ میں سال بھر ۲۴ر گھنٹے چالو رہتا ہے، جہاں ہزاروں کا عملہ نمازیں ادا کر رہا ہے، اور مبیت وطعام وقیام مکمل طور پر اس عملہ کے لئے ہو رہا ہے اور ہر سال پل کی ایک منزل تیار کی جارہی ہے۔] اور شیخ محمد بن عبداللہ السبیل جو حرم شریف کے امام وخطیب اور حرمین شریفین کی اعلیٰ اختیاراتی انتظامی کمیٹی کے رئیس رہ چکے ہیں، انہوں نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے جواب میں واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ: ”منیٰ اب مکہ معظمہ کے ایک محلہ کے درجہ میں آچکا ہے اور جو حکم مکہ کا ہے وہی حکم منیٰ کا ہے“۔ اور شیخ مذکور قابل اعتبار اور اعتماد دینی علمی مذہبی شخصیت ہیں جن کے اس قول کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح مزدلفہ کا میدان بھی عزیزیہ کی جانب سے بالکل متصل ہو چکا ہے، [عزیزیہ جنوبیہ کے انتہاء پر مکہ مکرمہ کی جمعیۃ الہلال الاحمر السعودی کی مرکزی دفتر کی عمارت مزدلفہ سے قبل تیار ہو چکی ہے، اسی کے برابر میں ایک بڑا نیا ہسپتال بھی تعمیر کی آخری مرحلوں میں ہے، اس ہسپتال کے مشرقی جانب ایک نئی کالونی بھی تیار ہو چکی ہے، جس کی بعض زمینوں پر عمارتیں بھی تعمیر ہو چکی ہیں، اسی طرح سے عزیزیہ منیٰ کی طرف اور پھیل چکا ہے اور یہ سب تعمیرات مزدلفہ سے قبل ہی ہیں۔]

ان سب چیزوں کو دیکھتے ہوئے اب منیٰ اور مزدلفہ کو صرف قصر واتمام کے مسئلہ میں مکہ معظمہ سے الگ مقامات قرار دینے اور ان کو مکہ کے تابع نہ ماننے کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے ہماری ناقص نظر میں اب منیٰ اور مزدلفہ توابع مکہ میں داخل ہیں اور مکہ میں اقامت کی نیت کرنے والے کی نیت اقامت منیٰ اور مزدلفہ جانے سے باطل نہیں ہوگی، اور یہاں آکر بھی وہ بدستور مقیم رہے گا اور عرفات کو اگر مکہ کے تابع نہ مانا جائے تب بھی اس حکم پر کوئی فرق نہیں پڑے گا؛ اس لئے کہ نیت اقامت

Marfat.com

میں دن نہیں؛ بلکہ رات گذارنے کا اعتبار ہوتا ہے اور عرفات میں عموماً رات نہیں گذاری جاتی۔

اس مسئلہ سے درج ذیل تین ضمنی مسائل متعلق ہوتے ہیں:

(۱) قصر واتمام کا مسئلہ۔

(۲) نماز جمعہ کی ادائیگی کا مسئلہ کہ جب ان جگہوں کو تابع مان لیا گیا تو یہاں جمعہ کا قیام بھی کرنا ہوگا۔

(۳) مالی قربانی کا معاملہ کہ جو شخص اصولاً مقیم یا مالدار ہو اس پر مالی قربانی واجب ہوگی۔

فالقول بالتحديد بمسافة يخالف التعريف المتفق على ما صدق عليه بأنه المعد لمصالح المصر قد نص الأئمة على أن الفناء ما أعد لدفن الموتىٰ وحوائج المصر كركض الخيل والدواب وجمع العساكر والخروج للرمي وغير ذلك، وإلى موضع يحد بمسافة يسع عساكر مصر ويصلح ميداناً للخيل والفرسان ورمي النبل والبندوق البارود واختبار المدافع، وهٰذا يزيد على فراسخ فظهر أن التحديد بحسب الأمصار. (شامي ۹/۳ زكريا)

أقول: وينبغي تقييد ما في الخانية والتاترخانية بما إذا لم يكن في فناء المصر لما مر أنها تصح اقامتها في الفناء ولو منفصلاً بمزارع فإذا صحت في الفناء لأنه ملحق بالمصر يجب على من كان فيه أن يصليها لأنه من أهل المصر كما يعلم من تعليل البرهان. (شامي ۲٦/۳ زكريا)

ومنىٰ مصر لا عرفات فتجوز الجمعة بمنىٰ ولا تجوز بعرفات، أما الأول فهو قولهما، وقال محمد: لا تجوز بمنىٰ كعرفات، واختلفوا في بناء الخلاف فقيل مبني على أنها من توابع مكة عندهما خلافاً له، وهٰذا غير سديد لأن بينهما أربع فراسخ، وتقدير التوابع للمصرية غير صحيح والصحيح أنها مبني على أنها تتمصر في أيام الموسم عندهما وز[illegible]ل التجميع بها في غير أيام الموسم وفي المحيط قيل: إنما تجوز الجمعة عندهما بمنىٰ في أيام الموسم لا في غيرها

Marfat.com

وقيل تجوز في جميع الأيام لأن منىٰ من فناء مكة وقد علمت فساد كونها من فناء مكة فترجح تخصيص جوازها بأيام الموسم وإنها تصير مصراً في تلك الأيام وقرية في غيرها. (البحر الرائق ٢/١٤٢)

وإنما اقتصر المصنف على هٰذا الوجه من التعليل دون التعليل بأن منىٰ من أفنية مكة لأنه فاسد لأن بينهما فرسخين وتقدير الفناء بذٰلك غير صحيح، قال محمد في الأصل: إذا نوى المسافر أن يقيم بمكة ومنىٰ خمسة عشر يوماً لا يصير مقيماً فعلم اعتبارها شرعاً موضعين. (فتح القدير ٢/٥٤)

وقال بعض مشائخنا: أن الخلاف بين أصحابنا في هٰذا بناءً علىٰ أن منىٰ من توابع مكة عندهما وعند محمد ليس من توابعها، وهٰذا غير سديد لأن بينهما أربعة فراسخ وهٰذا قول بعض الناس في تقدير التوابع فأما عندنا فبخلافه على ما مر، والصحيح أن الخلاف فيه بناء على أن المصر الجامع شرط عندنا الا أن محمداً يقول: إن منىٰ ليس بمصر جامع بل هو قرية فلا تجوز الجمعة بها كما لا تجوز بعرفات وهما يقولان: إنها تتمصر في أيام الموسم. (بدائع الصنائع زكريا ١/٥٨٥-٥٨٦)

نوٹ:- ان عبارات سے معلوم ہوا کہ شیخین کے قول کی تعلیل کرتے ہوئے بعض قدیم فقہاء نے بھی منیٰ کو فناء مکہ میں شامل قرار دیا تھا، جس کی اس وقت اس بناء پر تردید کی گئی تھی کہ منیٰ اور مکہ معظمہ میں چار فرسخ کا طویل فاصلہ تھا؛ لیکن اب جب کہ مکہ کی آبادی منیٰ اور مزدلفہ تک پہنچ چکی ہے، تو اب ان کے فناء مکہ ہونے سے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

وضاحت:- مذکورہ بالا تحریر میں بین القوسین ”[ ]“ عبارت مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے مدیر محترم حضرت مولانا محمد حشیم (ماجد مسعود) صاحب زیدمجدہم کی اضافہ فرمودہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حجاج کے لئے منیٰ ومزدلفہ میں قصر واتمام کا مسئلہ

نـــوٹ:- ذیل میں استفادہ کے لئے حضرت الاستاذ کا منیٰ ومزدلفہ میں قصر واتمام سے متعلق ادارۃ المباحث الفقہیۃ (جمعیۃ علماء ہند) کے دسویں فقہی اجتماع (منعقدہ ممبئی حج ہاؤس ۱۴۳۵ھ) کے لئے لکھا گیا مقالہ پیش خدمت ہے۔ (از مرتب)

خیر القرون کے زمانہ سے سعودی حکومت کے زمانہ تک منیٰ اور مکۃ المکرمہ کے درمیان چھ سات کلومیٹر کا فاصلہ ویران اور صحراء کی شکل میں رہا ہے، اور اس طویل فاصلہ کے درمیان کسی قسم کی کوئی آبادی نہیں رہی ہے، اسی کے تناظر میں خیر القرون اور فقہاء کے زمانہ سے منیٰ اور مکۃ المکرمہ کو دو الگ الگ مقام شمار کیا جاتا رہا ہے، اور مسئلہ قصر واتمام میں مقیم اس وقت شمار کیا جاتا ہے، جب کہ مقام واحد میں پندرہ دن یا اس سے زائد تسلسل کے ساتھ رات گذارنے کا ارادہ ہو، تو ایسی جگہ پر نمازوں کے اتمام کا حکم ہے، اور اگر الگ الگ فاصلہ کے دو مقاموں میں رات گذارنے کا ارادہ ہو تو مقیم شمار نہیں کیا جاسکتا ہے؛ لہٰذا قصر کرنا لازم ہوجاتا ہے، جیسا کہ کتب فقہ سے واضح ہے؛ لیکن سعودی حکومت آنے کے بعد خاص طور پر شاہ فہد کے زمانہ میں مکۃ المکرمہ اور منیٰ کے درمیان چھ سات کلومیٹر کے غیر آباد جو میدان اور ٹیلے وغیرہ تھے، وہ سب آبادی میں تبدیل ہوگئے اور ان جگہوں پر شاندار عمارتیں تعمیر ہوگئیں، اور اب یہ آبادی منیٰ کی دونوں جانب سے تجاوز کر کے مزدلفہ اور پھر مزدلفہ سے بھی تجاوز کر کے آگے تک پہنچ چکی ہے، اور منیٰ اور مزدلفہ متصل ہوکر شہر مکۃ المکرمہ کے درمیان میں داخل ہوچکے ہیں، تو اب قابل غور بات یہ ہے کہ خیر القرون کے زمانہ سے سعودی حکومت تک لگ بھگ چودہ سو سال تک دونوں مقامات کے درمیان جو غیر آباد فاصلہ رہا ہے، اس کی حیثیت اور آج کے زمانہ میں متصل ہوکر مکۃ المکرمہ کی آبادی کے بیچ میں آجانے کے بعد کی حیثیت دونوں یکساں ہوگی یا دونوں میں فرق ہوگا؟ مسئلہ کی تنقیح کے لیے چند سوالات پیش ہیں:

Marfat.com

شہر کے متصلہ مقامات کو کن شرطوں کے ساتھ بحکم شہر مانا جاسکتا ہے؟

سوال (۱۶۴):- شہر سے قریبی مقام جو عرصۂ دراز سے بالکل الگ تھلگ رہا ہو، اس کے بحکم شہر ہونے کے لئے کن باتوں کا پایا جانا ضروری ہے؟ کن کن صورتوں میں اس الگ تھلگ حصہ کو شہر کا محلہ قرار دیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شہر کے آس پاس کے مقامات درج ذیل تین وجوہات کی وجہ سے شہر کے حکم میں لائے جاسکتے ہیں:

الف:- وہ مقامات شہر سے اتنے متصل ہو جائیں کہ ان میں اور شہر میں کوئی خاص فاصلہ نہ رہے اور یہ فاصلہ شہر کے بڑے اور چھوٹے ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوسکتا ہے لہٰذا اس میں کوئی تحدید نہ کرنے کے بجائے عرف کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر شہر والے ان مقامات کو شہر میں داخل ماننے لگیں تو وہ داخل سمجھے جائیں گے اور اگر داخل نہ مانیں تو وہ شہر کے تابع نہ ہوں گے۔

ب:- قریبی مقامات سے اگر مذکورہ شہر کی مصالح وابستہ ہوں مثلاً فوجی چھاؤنی، یا عیدگاہ وغیرہ تو ان مقامات کو فنائے شہر میں داخل مانا جائے گا گوکہ ان میں کچھ فاصلہ بھی ہو، یہ فاصلہ مانع نہیں بنے گا۔

ج:- اگر حکومت کی طرف سے کسی قریبی مقام کو شہر کے ماتحت کر دیا جائے تو یہ سرکاری حکم بھی اس مقام کو شہر کے تابع بنانے میں مؤثر ہوگا اس لئے کہ مصالح مرسلہ میں حکمِ حاکم رافعِ اختلاف اور نافذ ہوتا ہے۔

۱:- والتعريف أحسن من التحديد؛ لأنه لا يوجد ذلك في كل مصر وإنما هو بحسب كبر المصر وصغره، بيانه: أن التقدير بغلوة أو ميل لا يصح في مثل مصر. (شامي ۳/۸ زكريا، منحة الخالق ۲/۱٤۰ كوئته)

۲:- إن كان بينه وبين المصر أقل من قدر غلوة ولم يكن بينهما مزرعة يعتبر

Marfat.com

جاوزة الفناء أيضاً. (البحر الرائق ۱۲۸/۲ زكريا، بزازية: ٧١/٤، خلاصة الفتاوى ١٩٨/١ أشرفية ديوبند)

٣:– وأما الفناء: وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب، ودفن الموتى، وإلقاء التراب. (شامي ٥٩٩/٢–٦٠٠ زكريا)

٤:– المسافر إذا خرج من المصر و بقرب المصر قرية إن كانت القرية متصلة لا يقصر الصلاة؛ لأنها من جملة المصر. (الفتاوى الولوالجية ١٣١/١، الفتاوى السراجية ٧٧/١، فتح القدير ١٣٩/٢)

٥:– من جاوز بيوت مصره، وهو: ما حول المدينة من بيوت ومساكن، وكذا يشترط مجاوزة القرية المتصلة بالربض هو الصحيح. (سكب الأنهر ١٣٨/١، مجمع الأنهر ١٣٨/١، تاتارخانية ١٦٥/١)

٦:– فلا بد من الإقامة بمصر و بالإقامة فيما أي في محل هو داخل في حد الإقامة بها أي بالمصر، وهو المكان الذي من فارقه بنية السفر يصير مسافرًا من وصل إليه يصير مقيماً في الأصح، كربض المصر، وفناءه الذي لم ينفصل عنه بغلوة. (حاشية الطحطاوي ٤٠٥)

٧:– إذن الحاكم ببناء الجامع في الرستاق إذن بالجمعة اتفاقاً على ماقاله السرخسي، وإذا اتصل به الحكم صار مجمعاً عليه (وتحته في الشامية) لأن هذا مجتهد فيه فإذا اتصل به الحكم صار مجمعاً عليه. (شامي ٦/٣ زكريا)

٨:– فكما أن النزاع يرتفع بالتعامل السابق فإنه يرتفع أيضاً بتقنين من قبل الحكومة، وقوله: ثم إن حكم الحاكم رافع للخلاف في الأمور المجتهد فيها. (تكملة فتح الملهم ٦٣٦/١)

٩:– إذا قضى القاضي برأي نفسه في حادثة اختلف فيه الفقهاء نفذ على الكل، وثبت صحته في حق من يخالفه. (كشف الأسرار ٢٦/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

کیا شہر سے متصل غیر آباد جگہ شہر کا جزو بن سکتی ہے؟

سوال (۱۶۴):- شہر کی آبادی بڑھتی ہوئی جس قریبی مقام تک پہنچ کر متصل ہوجائے، تو اس قریبی مقام کے شہر میں داخل ہوکر مقامِ واحد کے حکم میں ہونے کے لئے کیا اس قریبی مقام میں پہلے سے آبادی ہونا شرط ہے یا غیر آباد جگہ بھی اس شہر کا جزو بن سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کسی غیر آباد جگہ سے شہر کی مصلحت وابستہ ہو اور کسی ضرورت کی وجہ سے اسے غیر آباد رکھا گیا ہو تو یہ علاقہ بھی فناء شہر میں داخل ہوسکتا ہے مثال کے طور پر شہر سے متصل کوئی بڑا میدان پروگراموں کے لئے چھوڑ دیا جائے تو یہ میدان شہر سے باہر نہیں کہلایا جاسکتا۔

۱:- قال الشامي أقول: إذا علمت ظهر لک أن میدان الحصافي دمشق من ربض المصر، وأن خارج باب الله إلى القرية القدم من فنائه؛ لأنه مشتمل على الجبانة المتصلة بالعمران وهو معد لنزول الحاج الشريف فإنه قديستوعب نزولهم من الجبانة إلى ما يحاذي القرية المذكورة فعلى هذا لايصح القصر فيه للحاج، وكذا المرجة الخضراء، فإنها معدة لقصر الثياب وركض الدواب ونزول العساكر مالم يجاوز صدر الباز بناءً على ماحققه الشرنبلالي في رسالته من أن الفناء يختلف باختلاف كبر المصر وصغره فلا يلزم تقديره بغلوة كما روي عن محمدؒ ولا بميل أو ميلين كما روى عن أبي يوسفؒ. (شامي ۲/۶۰۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے متصل مقام کو بحکم شہر ہونے کے لیے کس قسم کا اتصال شرط ہے؟

سوال (۱۶۵):- اگر محض اتصال کی وجہ سے ایک جگہ دوسری جگہ کے حکم میں ہوجائے تو

Marfat.com

کس طرح کا اتصال ہونا چاہئے؟ ایک جانب سے یا ہر چہار جانب سے؟ مثلاً دو جانب سے تو اتصال پایا جائے؛ لیکن دیگر جانبوں سے فاصلہ ہوتو کیا یہ فاصلہ مقام واحد کا حکم کرنے میں مانع بنے گا یا نہیں؟ اگر ہاں تو کتنا فاصلہ موضع واحد کے حکم کے لئے مانع بن سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دونوں جانب آبادی موجود ہے تو کسی ایک جانب کا اتصال بھی دونوں آبادیوں کو ایک حکم میں رکھنے کے لئے کافی ہے؛ لیکن اگر خالی میدان ہوتو اس کو شہر سے متصل قرار دینے کے لئے متعدد جگہوں سے اتصال کی ضرورت ہوگی اور اس میں عرف کا بھی لحاظ رکھا جائے گا اور فاصلہ کی تحدید شہروں کی حیثیت کے اعتبار سے کم وبیش ہوسکتی ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔

۱:- والقريتان المتدانيتان المتصل بناء إحداهما بالأخرى أو التي يرتفق أهل إحداهما بالأخرى فهما كالقرية الواحدة. (الموسوعة الفقهية ۲۷۹/۲۷)

۲:- ولو كانت قريتان متدانيتين فاتصل بناء أحدهما بالأخرىٰ فهما كالواحدة. (المغني ۵۰/۲)

۳:- ولو كان للبلد محال، كل محلة منفردة عن الأخرى كبغداد في الماضي، فمتى خرج من محلته أبيح له القصر إذا فارق أهله، وإن كان بعضها متصلاً ببعض كاتصال أحياء المدن المعاصرة، لم يقصر حتى يفارقها جميعها. (الفقه الإسلامي ۲۹۶/۲، المغني ۵۰/۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کسی جگہ پر آبادی ہونے کا اطلاق کب ہوسکتا ہے؟

سوال (۱۲۶):- شہری اعتبار سے آبادی سے کیا مراد ہوتی ہے؟ کس خطے پر آبادی کا اطلاق کب ہوسکتا ہے؟ مثلاً منیٰ میں دفاتر، خیمے، ایام حج کے مہمان خانے اور ہسپتال وغیرہ ہیں، تو ان کی وجہ سے منیٰ کو آباد علاقہ قرار دیا جائے گا یا غیر آباد شمار ہوگا؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شرعی طور پر آبادی کا ایک مطلب تو واضح ہے کہ وہاں بالفعل لوگ رہائش اختیار کرتے ہوں، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہاں رہائش کے انتظامات ہوں اگر چہ بالفعل لوگ موجود نہ ہوں، مثلاً کسی بڑی کالونی کے رہنے والے لوگ کسی خاص موقعہ پر اسے خالی کر کے چلے جائیں، تو اس سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ کالونی شہر سے باہر ہوگئی ہے؛ بلکہ رہائشی انتظامات ہونے کی بنیاد پر اسے آبادی کے دائرہ میں ہی داخل سمجھا جائے گا، بعینہٖ یہی صورتِ حال منی کی بھی ہے کہ وہاں پر کچھ عمارتیں تو ایسی ہیں جو بالفعل آباد رہتی ہیں، اور بقیہ جو خیمے وغیرہ لگائے گئے ہیں وہ بھی مضبوط اور مستحکم ہیں، ان میں رہائش کے سب انتظامات موجود ہیں، اور ایامِ منی میں ان سے استفادہ کیا جاتا ہے، اس لئے منی کے اس علاقہ کو مطلقاً غیر آباد نہیں کہا جاسکتا۔

۱:- وإن كان في الجانب الذي خرج منه محلة منفصلة عن المصر وفي القديم كانت متصلةً بالمصر لايقصر الصلاة حتى يجاوز تلك المحلة. (الفتاوى الهندية ۱/ ۱۳۹، خلاصة الفتاوى ۱/ ۱۹۸ أشرفية ديوبند، البحر الرائق ۲/ ۲۲٦ زكريا، شامي ۲/ ٦۰۰ زكريا)

۲:- وإن كانت المحلة بعيدة من المصر، وكانت قبل ذلك متصلة بالمصر فإنه لايقصر حتى يجاوز تلك المحلة ويخلف دورها. (الفتاوى التاتارخانية ۲/ ٤۹٤ رقم: ۳۰۹٦ زكريا)

۳:- وأراد بالمحلة في المسألتين ما كان عامراً، أما لو كانت المحلة خراباً ليس فيها عمارة فلا يشترط مجاوزتها في المسألة الأولىٰ ولو متصلة بالمصر، كما لايخفى فعلى هذا لا يشترط مجاوزة المدارس التي في سفح قاسيون إلا ما كان له أبنية قائمة كمسجد الأفرم والناصرية. (شامي ۲/ ٦۰۰ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۵/۵ھ

Marfat.com

کیا "منیٰ" آبادی کے گھیرے میں آنے کی وجہ سے اس کی استقلالی حیثیت ختم ہوجائے گی؟

سوال (۱۶۷):- ایک وسیع وعریض میدان جو کئی کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہو، مثلاً "منیٰ" جو صدیوں سے ایک خاص مقصد کے لئے استعمال ہو رہا ہے، نیز اس کی ایک مستقل حیثیت ہے، اگر ایسا میدان وسعت آبادی کی وجہ سے آبادی کے گھیرے میں آجائے؛ لیکن اس میں اب بھی وہی کام انجام پاتا ہو، جو ہر زمانے میں انجام پاتا آیا ہے، قرب وجوار کی آبادی کی کوئی خاص ضرورت اس میدان سے وابستہ نہ ہو، تو کیا آبادی کے گھیرے میں آنے کی وجہ سے یہ کہا جائے گا کہ اب یہ میدان آبادی کا حصہ بن گیا، اس کی استقلالی حیثیت ختم ہوگئی، یا یہ کہا جائے گا کہ یہ جیسے پہلے مستقل تھا، کسی کے تابع نہ تھا، اب بھی مستقل ہے، آبادی کے تابع نہیں ہے؟ شہر کے بیچ میں واقع بڑے بڑے پارکوں اور خالی میدانوں (جیسے نئی دہلی میں لال قلعہ یا انڈیا گیٹ کے پاس بڑے بڑے پارک ہیں) کے درمیان اور مذکورہ بالا میدان کے درمیان شرعی اعتبار سے کوئی فرق ہوگا یا دونوں کا حکم یکساں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: منیٰ کے علاقہ کو بالکلیہ مکہ معظمہ سے غیر متعلق قرار دینا صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ منیٰ میں مناسک حج کی ادائیگی ایسی مصلحت ہے جس میں سب مسلمان مشترک ہیں، ان میں اہل مکہ بھی شامل ہیں، نیز رمضان المبارک وغیرہ میں معتمرین اور زائرین کی سواریوں کے لئے ان میدانوں میں پارکنگ کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، اور پارکنگ موجودہ دور میں ایک مصلحت ہے اس لئے منیٰ کے رقبہ کو مصالح مکہ سے بالکل خارج نہیں کیا جاسکتا، اور اس کا حکم بھی بڑے شہروں کے درمیان واقع میدانوں ہی کے مانند ہوگا۔[۱]

۱:- أن منىٰ من فناء مكة فإنه من الحرم قال الله تعالىٰ: ﴿هَدْيًا بٰلِغَ

Marfat.com

الْكَعْبَةِ﴾ سماه باسم الكعبة لكونه تبعاً لها. لما أن الهدايا و الضحايا لاتنحر بمكة بل بمنىٰ دل ذلک علی أنه في حكمها أو في فنائها. (الكفاية مع الفتح ۲/۲۵ كوئٹه، البحر العميق ۳/۱۴۹۲)

۲:- تعريف الفناء وهو ما أعد لحوائج أهل المصر. (عناية ۲/۵۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا پہاڑی سرنگوں اور شاہی محل کے ذریعہ منیٰ کو عزیزیہ سے متصل قرار دیا جاسکتا ہے؟

سوال (۱۶۸):- منیٰ کی موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ محلّہ ''شیشہ'' کی طرف سے بغیر کسی پہاڑی رکاوٹ کے جمرات کا میدان عمارتوں سے مل گیا ہے، یہی صورت ''ریع صدقی'' کی طرف سے ملنے والی سڑک سے بھی ہے، اس کے علاوہ ''عزیزیہ شمالیہ'' اور منیٰ کے درمیان پہاڑیاں حائل ہیں، ان میں اتصال کے لئے کئی سرنگیں بنائی گئی ہیں، ہر سرنگ کی لمبائی آدھے کلومیٹر سے زیادہ ہی ہے؛ تاہم مزدلفہ کی جانب ملنے والی پہاڑی پر شاہی محل تعمیر کیا گیا ہے، جو کافی دور تک عزیزیہ اور منیٰ کی جانب دونوں پہاڑیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اس کے بالمقابل ''کوئی مسجد'' کی جانب بھی پہاڑیوں میں سرنگ بنائی گئی ہیں، جہاں دوسری جانب ''معیصیم'' کی قربان گاہیں تعمیر ہیں۔ اس صورتِ حال میں سوال یہ ہے کہ پہاڑی سرنگوں اور شاہی محل کے ذریعہ منیٰ کو عزیزیہ سے متصل قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں سہولت کے لئے ایک نقشہ بھی سوال نامہ کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے، اس کو بغور ملاحظہ فرما کر جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شہر مکہ معظمہ پہلے ہی سے پہاڑیوں کے درمیان آباد ہے اور اس کے کئی محلے پہاڑیوں کے دامن میں یا پہاڑوں کے اوپر بسے ہوئے ہیں، اور ان میں

Marfat.com

تعمیراتی اتصال نہ ہونے کے باوجود انہیں عرفاً مکہ معظمہ کا جزء ہی سمجھا جاتا رہا ہے، اور پہاڑیوں کو حائل قرار نہیں دیا جاتا رہا، اور اب جب کہ پہاڑیوں کے اندر جا بجا سرنگیں بنادی گئی ہیں، تو یہ اتصال مزید مضبوط ہوگیا۔ یہی صورتِ حال منیٰ کی بھی ہے کہ مکہ معظمہ اور منیٰ کے درمیان محلہ ”شیشہ“ اور ”ریع صدقی“ کی طرف سے، نیز عزیزیہ جنوبیہ کی طرف سے بغیر سرنگ کے اتصال ہے اور اس کے علاوہ کئی جگہوں پر پہاڑی سرنگوں کے ذریعہ سے رابطہ کی صورت نکالی گئی ہے، اور اس پہاڑ پر اوپر شاہی محل آباد ہے، جس کا رقبہ منیٰ سے لے کر عزیزیہ تک دونوں جانب پھیلا ہوا ہے، اس لئے ان روابط کی بنیاد پر منیٰ کو عزیزیہ کی جانب سے بھی متصل قرار دیا جائے گا۔

۱:– إن كان بينه وبين المصر أقل من قدر غلوة ولم يكن بينهما مزرعة يعتبر مجاوزة الفناء أيضاً. (البحر الرائق ۲/۱۲۸ زكريا، بزازية ۴/۷۱، خلاصة الفتاوى ۱/۱۹۸ أشرفية ديوبند)

۲:– وإن كان في وسط البلد نهر فاجتاز فليس له القصر؛ لأنه لم يخرج من البلد ولم يفارق البنيان فأشبه الرحبة والميدان في وسط البلد. (المغني ۲/۵۰)

۳:– وإن كان للبلد محال كل محلة منفردة عن الأخرىٰ كبغداد فمتى خرج من محلته أبيح له القصر إذا فارق محلته، وإن كان بعضها متصلاً ببعض لم يقصر حتى يفارق جميعها. (المغني لابن قدامة ۲/۵۰، الفقه الإسلامي وأدلته ۲/۲۹۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فناءِ شہر کی جامع تعریف کیا ہے؟

سوال (۷):- فناءِ شہر کی جامع تعریف کیا ہے؟ فناءِ شہر کے تحقق کے لئے اہل شہر کے کس طرح کی ضروریات کا وہاں سے متعلق ہونا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فناءِ شہر اس جگہ کو کہا جاتا ہے جس سے شہر کی کسی بھی

Marfat.com

طرح کی ضرورت وابستہ ہو، مثال کے طور پر ایئر پورٹ، ریلوے اسٹیشن، کار پارکنگ، سبزی منڈی، عید گاہ، قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان اور جنگی مشق کا میدان وغیرہ۔

۱:- تعریف الفناء: وهو ما أعد لحوائج أهل المصر. (عناية ۲/۰۵۱)

۲:- فناءه وهو ماحوله اتصل به أولا لأجل مصالحه. (تنوير الأبصار مع الدر المختار على الشامي ۷/۳ زكريا)

۳:- وفناء البلد عندالفقهاء هو المكان المعد لمصالح البلد كر كض الدواب ودفن الموتى وإلقاء التراب ونحوذلك. (الموسوعة الفقهية ۲۲/۸۸، شامي ۲/۱۳۹ كراچي، ۲/۵۹۹-۳/۷ زكريا)

۴:- فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر المتصل به. (بزازية ۴/۷۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا منیٰ بطور پارکنگ مستعمل ہونے کی وجہ سے مصالح مکہ میں شمار ہوسکتا ہے؟

سوال (۱۶۹):- آج کل رمضان المبارک میں معتمرین کی کثرت ہوتی ہے، اور حکومت سعودیہ کی طرف سے جمرات کے اِرد گرد بڑے میدانوں کو معتمرین کی بسوں کے لئے پارکنگ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ جمرات کے قریب لگے ہوئے سرکاری بورڈ سے واضح ہوتا ہے، تو کیا اس اعتبار سے منیٰ کو مصالح بلد میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دورِ حاضر میں شہر کی بہت سی ایسی ضروریات بڑھ گئی ہیں جو پہلے زمانہ میں موجود نہیں تھیں، ان میں سے ایک بہت بڑا مسئلہ بڑے شہروں میں گاڑیوں کی پارکنگ کا ہوتا ہے، جس کے لئے شہروں میں کثیر منزلہ عمارتیں بھی تعمیر کی جاتی ہیں، بریں بنا گاڑیوں کی پارکنگ کے لئے میدان بھی دورِ حاضر میں بڑے شہروں کی اہم ضروریات میں سے

Marfat.com

ہے؛ لہٰذا رمضان المبارک یا دیگر ایام میں معتمرین کی کثرت وازدحام کی بناء پر حکومت کی طرف سے منیٰ کو بطور پارکنگ استعمال کرنے کی وجہ سے منیٰ مکہ معظمہ کے مصالح میں بلاشبہ شامل ہوجائے گا۔ فقہاء نے بعض شہروں میں حاجیوں کے قیام کے لئے چھوڑے گئے بڑے بڑے میدانوں کو مصالح بلد میں شامل کیا ہے، جہاں حجاجِ کرام کے قافلے آتے جاتے ہوئے قیام کرتے تھے، تو جب دیگر شہروں میں اس ضرورت کے لئے چھوڑے گئے خالی میدانوں کو فناء شہر مان لیا گیا ہے، تو منیٰ کو اس درجہ میں رکھنے میں کیا اشکال ہے؟

١:- وأما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى وإلقاء التراب. (شامي ۵۹۹/۲ زكريا، وكذا في بزازية ۷٤/٤، الموسوعة الفقهية ۸۸/۲۲، شامي ۱۳۹/۲ كراچي، عناية مع الفتح ۱/۲ ۵ زكريا، درمختار مع الشامي ۷/۳ زكريا)

۲:- قال الشامي: أقول: إذا علمت ظهر لك أن ميدان الحصا في دمشق من ربض المصر وأن خارج باب الله إلى القرية القدم من فنائه؛ لأنه مشتمل على الجبانة المتصلة بالعمران، وهو معد لنزول الحاج الشريف؛ فإنه قد يستوعب نزولهم من الجبانة إلى ما يحاذي القرية المذكورة، فعلى هذا لايصح القصر فيه للحاج، وكذا المرجة الخضراء؛ فإنها معدة لقصر الثياب وركض الدواب ونزول العساكر ما لم يجاوز صدر الباز، بناءً على ما حققه الشرنبلالي في رسالته من أن الفناء يختلف باختلاف كبر المصر وصغره فلا يلزم تقديره بغلوة، كما روي عن محمد ولا بميل أو بميلين كما روي عن أبي يوسف. (شامي ۶۰۰/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

منیٰ اور مکہ کو دو الگ مستقل مقام قرار دینا فاصلہ کی وجہ سے ہے یا منیٰ کی مشعریت کی وجہ سے ہے؟

سوال (۱۷۰):- خیر القرون سے مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان چھ سات کلومیٹر کے

Marfat.com

ویران علاقے کا فاصلہ رہا ہے، اور یہ صورتِ حال چودہ سو سال تک رہی، اور فقہاء نے دونوں مقاموں کو الگ الگ شمار کیا۔

اب قابلِ تحقیق امر یہ ہے کہ فقہاء کا یہ حکم فاصلہ کی علت کے ساتھ معلول ہے یا اس کی وجہ منیٰ کا ''مشعر'' ہونا ہے؟ اور یہ حکم ایسا توقیفی ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، تو اس بارے میں اگر کوئی نص ہو تو اسے پیش کیا جائے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہاں دو باتیں بالکل الگ الگ ہیں:

الف:۔ اول یہ کہ منیٰ ایک مشعر ہے جس کی حدود میں خاص مناسک ادا کیے جاتے ہیں وہ حدود توقیفی ہیں، جن کو بدلنے کا کسی کو اختیار نہیں، یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے۔

ب:۔ دوسرا امر قابلِ غور یہ ہے کہ منیٰ کے مشعر رہتے ہوئے اور اس کی حدود میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کرتے ہوئے کیا بعض ضمنی مسائل میں وہ حکماً مکہ معظمہ کے تابع ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو فقہی جزئیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ منیٰ اپنی جگہ پر مشعر رہتے ہوئے اتصالِ آبادی کی بنیاد پر شہر مکہ کے تابع ہوسکتا ہے، اور اس تابعیت کا اثر منیٰ کے مخصوص اعمال پر نہیں پڑتا، یعنی منیٰ کے شہر مکہ کے تابع ہونے سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ مبیت منیٰ کی سنیت ختم ہوجائے یا مکہ تک عام ہوجائے وغیرہ؛ بلکہ اس کا اثر صرف قصر و اتمام، مالی قربانی یا اقامت جمعہ پر ہی پڑسکتا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بہت سے فقہاء نے زمانہ سابق میں منیٰ کو فناء مکہ میں داخل ماننے کی بات کہی تھی؛ لیکن اس بات کو دیگر فقہاء نے یہ کہہ کر رد کردیا کہ منیٰ اور مکہ میں کافی فاصلہ ہے، تو معلوم یہ ہوا کہ فقہاء کی نظر میں منیٰ کے فناء مکہ میں شامل نہ ہونے کی علت فاصلہ تھا، اگر ان کے نزدیک اس کا نفس مشعر ہونا فناء بننے سے مانع ہوتا، تو وہ جواب میں فاصلہ کی بات نہ کہتے؛ بلکہ واضح جواب یہ ہوتا کہ منیٰ چوں کہ ایک مشعر ہے، اس لئے وہ مکہ کے تابع کبھی نہیں ہوسکتا، حالاں کہ اس طرح کی بات فقہاء سے کہیں منقول نہیں ہے۔

Marfat.com

۱ :- إن منى من فناء مكة فانه من الحرم قال الله تعالىٰ: ﴿هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ﴾ سماه باسم الكعبة لكونه تبعاً لها، لما أن الهدايا و الضحايا لاتنحر بمكة؛ بل بمنى دل ذٰلک على أنه في حكمها أو في فنائها. (الكفاية مع الفتح ۲/ ۲۵ كراچي، البحر العميق ۳/ ۱۴۹۲)

۲ :- بخلاف منى عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ و أبي يوسفؒ؛ لأنها من فناء مكة و لأنها بمنزلة المصر في هذه الأيام لما فيها من الأبنية و الأسواق المركبة. (المبسوط ۴/ ۵۵)

۳ :- ولأن منى من أفنية مكة وتوابعها؛ لأنها في الحرم وتوابع الشيء يقوم مقام ذٰلک الشيء. (البناية ۳/ ۴۸)

۴ :- وتجوز الجمعة في فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر المتصل به، وقَدَّرَ بعضهم الفناء بالغلوة، وقيل: بفرسخين، حتى قيل: إن جواز الجمعة بمنى بناء على الفناء لا على البناء، ومنى على فرسخين من مكة، وقيل: بفرسخ. (بزازية ۴/ ۷۴)

۵ :- والأظهر أن المراد بالبلد الأرض بقرينة الإشارة بهذا في منى و البلدة وإن كانت اسم مكة لكن قد تطلق ويراد بها أرض الحرام كلها من باب إطلاق الجزء وإرادة الكل، ومنه قوله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا أُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِىْ حَرَّمَهَا﴾ ولا شک أن التحريم يعم مواضع الحرم كلها. (مرقاة ۵/ ۳۶۶)

۶ :- وكان أبو الحسن الكرخي يحتج لأبي حنيفة بجواز الجمعة بها؛ لإنها ومكة كمصر واحد فلما حج أبو بكر الجصاص ورأى بعد ما بينهما استضعف هذه العلة. (احسن التقاسيم في معرفة الأقاليم ۱/ ۶۶۲، بحوالہ حج میں قصر واتمام کی تحقیق ۱۱۰)

۷ :- ومن المشايخ رحمه الله تعالىٰ من قال: إن عندهما إنما يجوز أداء

Marfat.com

الجمعة بمنى؛ لأنها من أفنية مكة وهذا فاسد؛ لأن بينهما فرسخين. (المحيط البرهاني ٢/١٤٤١ رقم: ٢١٤٥ ڈابھیل)

٨:- وقيل تجوز لأنها من فناء مكة قلت: هذا إنما يستقيم على قول من قدر الفناء بفرسخين. (شرح العيني على الكنز ٩٨/١ بحوالہ حج میں قصر واتمام کی تحقیق ١٠٥)

٩:- وقال بعض مشايخنا أن الخلاف بين أصحابنا في هذا بناء على أن منى من توابع مكة عندهما، وعند محمدؒ ليس من توابعها، وهذا غير سديد؛ لأن بينهما أربعة فراسخ. (بدائع الصنائع ٥٨٥/١)

١٠:- ومن علل الجواز بأنها من فناء مكة رد بأن بينهما فرسخين وتقدير الفناء بذلك غير صحيح. (النهر الفائق ٣٥٤/١)

١١:- وقيل تجوز في جميع الأيام؛ لأن منى من فناء مكة وقد علمت فساد كونها من فناء مكة، فترجح تخصيص جوازها بأيام الموسم، وأنها تصير مصراً في تلك الأيام وقرية في غيرها. (البحر الرائق ١٤٢/٢)

١٢:- وإنما اقتصر المصنف على هذا الوجه من التعليل دون التعليل بأن منى من أفنية مكة؛ لأنه فاسد لأن بينهما فرسخين وتقدير الفناء بذلك غير صحيح. (فتح القدير ٥٤/٢)

١٣:- وبمنىٰ أبنية ودور وسكك، وقولهم تتمصر في أيام الموسم يشير إلى أن الجمعة لا تجوز فيها في غير أيام الموسم؛ لأنها لا تبقىٰ مصراً بعدها وقيل: تجوز لأنها من فناء مكة. وهذا لا يستقيم إلا على قول من قدر الفناء بفرسخين لأن بينهما فرسخين. (تبيين الحقائق ٥٢٥/١-٥٢٦ زكريا، ٢١٨/١ كوئٹه)

تنبیه: -مذکورہ بالاعبارات میں جہاں بھی حضرات شیخینؒ کے قول کی تعلیل کرتے ہوئے منیٰ کے فناء مکہ ہونے کی تردید کی گئی ہے اس کی بنیاد دونوں کے درمیان کئی فرسخ کا فاصلہ ہونا ہے۔

Marfat.com

لیکن موجودہ دور میں جبکہ یہ فاصلہ باقی نہیں رہا تو تردید کی بنیاد ہی ختم ہو گئی، اور اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ فاصلہ ہے یا نہیں؟ شیخین کی تعلیل میں منی کو فناء مکہ قرار دینے کی بات کہنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ فی نفسہ منی فناء مکہ میں شامل ہو سکتا ہے شرعاً یہ محال نہیں ہے۔ جب کہ کوئی اور مانع نہ پایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حکومت اگر دو الگ مقامات کو ایک شمار کر لے تو کیا قصر و اتمام کے باب میں دونوں ایک ہی شمار ہوں گے؟

سوال (۱۷۱):- ایک مقام کو حکومت کسی دوسری جگہ کے ساتھ ملحق قرار دے کر دونوں کو موضع واحد تسلیم کر لے، خواہ اس کی کوئی بھی مصلحت ہو، تو کیا قصر و اتمام کے باب میں بھی دونوں موضع واحد کے حکم میں ہو جائیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی جگہ کو شہر کے ساتھ ملحق کرنا دراصل ایک انتظامی معاملہ ہے اور مصالح مرسلہ میں شامل ہے، اس طرح کے معاملات میں حکم حاکم فیصل کی حیثیت رکھتا ہے، بریں بنا جب کہ سعودی حکومت کے ذمہ داران اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ منی اب مکہ معظمہ کے ایک محلہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے تو منی کو شہر مکہ کے تابع نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں رہی۔

اب ہم ذیل میں موجودہ زمانہ کے حکومت کے اہم ذمہ داران اور صاحب نظر مستند علماء کرام کی آراء پیش کرتے ہیں، جن سے یہ واضح ہوگا کہ اب حکومت سعودیہ کی نظر میں منیٰ ومزدلفہ مکہ کے تابع قرار دے دیے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

”امیر نائف“ وزیر داخلہ سعودی عرب کی رائے

(۱) سعودی عرب کے سابق وزیر داخلہ اور اعلیٰ اختیاراتی حج کمیٹی کے چیئرمین امیر نائف ابن عبدالعزیزؒ نے صراحت کی ہے کہ تمام مشاعر مقدسہ اب مکہ شہر کے بیچوں بیچ آ گئے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں:

Marfat.com

نشاهد ان مكة شرفها الله تعالیٰ تعدی توسعها فی جهة الجنوب عرفة، ومن جهة الشمال الغربي وصلت إلى الشرائع فاصبحت المشاعر في وسط مدينة مكة. (أخبار الجزيرة ٧/ذي الحجة ١٤٢٩ھ ٥ دسمبر ٢٠٠٨ء بحواله حج میں قصر واتمام کی تحقیق ١٣٩، مؤلفه: مفتی محمد رضوان صاحب راول پنڈی پاکستان)

ترجمہ:- ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ کی وسعت جانب جنوب میں عرفات تک اور جانب شمال مغرب میں شرائع تک پہنچ چکی ہے، اور اب سبھی مشاعر مکہ شہر کے بیچو بیچ آ گئے ہیں۔

اب غور فرمایئے کہ جب سعودی وزیر داخلہ خود مشاعر مقدسہ کو شہر مکہ کے وسط میں ہونے کا اعلان کر رہے ہیں، تو اس کے بعد کسی کے نہ ماننے کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

شیخ عثیمینؒ کا فتویٰ

(۲) سعودی عرب کے ایک بڑے معتبر عالم شیخ محمد صالح بن محمد العثیمینؒ (متوفی ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں:

وفي يومنا هذا إذا تأمل المتأمل يجد أن منى حي من أحياء مكة، وحينئذٍ يقوى القول بأنهم لا يقصرون في منىٰ الخ. (الشرح الممتع على زاد المستقنع ٧/٧٧، بحواله: حج میں قصر واتمام کی تحقیق ١٣٥)

ترجمہ: اور ہمارے آج کے اس دور میں اگر کوئی گہرائی سے جائزہ لے گا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ''منیٰ'' مکہ کے محلوں میں سے ایک محلہ ہے، اور اسی سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ حجاج منیٰ میں قصر نہیں کریں گے۔

شیخ سبیل کا مکتوب

(۳) سابق امام حرم شیخ محمد بن عبد اللہ السبیل جو اپنے زمانہ میں حرمین شریفین کی اعلیٰ اختیاراتی نگراں کمیٹی کے رئیس رہے ہیں، انہوں نے مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی پاکستان کے ایک سوال کے جواب میں واضح طور پر یہ

Marfat.com

تحریر کیا تھا کہ: ”مکہ شہر کی آبادی منیٰ کے علاوہ حدودِ عرفات تک پہنچ گئی ہے، اور حکومت بھی ان جگہوں کو ایک آبادی شمار کرتی ہے“۔ شیخ کے الفاظ یہ ہیں:

الذي يظهر لنا أن منىٰ أصبحت اليوم جزءً من مدينة مكة بعد أن اكتنفها بنيان مكة وتجاوزها إلى حدود عرفة، وبناءً على هٰذا، فإنها قد أصبحت اليوم من أحياء مدينة مكة، فلايعد الذاهب إليها من مكة مسافراً ...... الخ.

إن حكومة المملكة العربية السعودية تعد منى من مكة على اعتبار أنها حي من أحياءها. (بحوالہ: رسالہ حج میں قصر واتمام کی تحقیق ۱۲۳، شیخ موصوف کی پوری تحریر ملاحظہ کریں: انوار مناسک ۶۸۱، مؤلفہ: مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی)

ترجمہ:- یہ بات ہمارے سامنے ظاہر ہے کہ آج کل منیٰ شہر مکہ کا ایک جزو بن چکا ہے، یہاں تک کہ مکہ کی عمارتیں نہ صرف یہ کہ اس کے پہلو تک پہنچ چکی ہیں؛ بلکہ حدودِ عرفات تک مل گئی ہیں، بریں بناء منیٰ آج کل شہر مکہ کے محلوں میں سے ایک ہے؛ لہٰذا مکہ سے منیٰ کی طرف جانے والا شخص مسافر نہ ہوگا۔ (اور شیخ موصوف آگے حکومت سعودیہ کا موقف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ) سعودی حکومت منیٰ کو مکہ میں شامل مانتی ہے، یہ اعتبار کرتے ہوئے کہ وہ مکہ کے محلوں میں سے ایک محلہ ہے۔

ایک عالم محقق کی تحقیق

(۴) عرب کے ایک محقق عالم ڈاکٹر عبداللہ نذیر احمد عبدالرحمٰن جو جدہ کے ”ملک عبدالعزیز یونیورسٹی“ کے معاون استاذ ہیں، اور جنہوں نے علامہ ابن الضیاء المکی الحنفی المتوفی ۸۵۴ھ کی جامع ترین کتاب ”البحر العمیق فی مناسک المعتمر والحاج الی بیت اللہ العتیق“ کی ۵ر جلدوں میں تعلیق وتحقیق اور اشاعت کا عظیم علمی کارنامہ انجام دیا ہے، وہ اس موضوع پر اپنی رائے اس طرح ظاہر کرتے ہیں:

فان منىٰ الأن اصبحت من ضمن مكة المكرمة، لتوسع البناء والعمران، وامتدادها إليها، ومن ثم اختلف الحكم باختلاف العلة، اذ الحكم يدور مع العلة

Marfat.com

حيث ما دار سلباً وايجاباً، وحصل الخلاف في المسئلة بين العلماء باعتبار ما كان المنى عليها، اما الأن فقد تغير الوضع فاصبحت منى من مكة المكرمة وليس ذلك في زمن موسم الحج بل علي مدار السنة لاستدامة إقامة الناس بها. (حاشية: البحر العميق ۱۴۹۳/۳)

ترجمہ:- ''منیٰ اب مکہ معظمہ کے اندر آچکا ہے؛ کیوں کہ آبادی کی وسعت منیٰ تک پہنچ گئی ہے، اس بناء پر علت کے بدلنے سے حکم بھی بدلے گا؛ کیوں کہ حکم علت کے ساتھ دائر رہتا ہے، جہاں بھی دائر ہو، مثبت یا منفی طور پر، اور پہلے زمانہ میں منیٰ کی جو صورتِ حال تھی اسی اعتبار سے (منیٰ میں اقامتِ جمعہ کے سلسلہ میں) فقہاء میں اختلاف ہوا تھا؛ لیکن اب صورتِ حال بدل چکی ہے، اور منیٰ مکہ معظمہ میں شامل ہو چکا ہے، اور یہ صرف موسم حج ہی کے لئے نہیں ہے؛ بلکہ سال بھر کے لئے یہی حکم ہے؛ کیوں کہ برابر وہاں لوگوں کی آمد ورفت جاری رہتی ہے''۔

مفتی مدینہ حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ کا فتویٰ

(۵) مدینہ منورہ کے متبحر عالم، مفسرِ قرآن حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ (المتوفی ۱۴۲۲ھ) نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا: ''اگر حکومتِ سعودی منیٰ کو مکہ معظمہ کا محلہ تسلیم کرلے تو صرف قصر واتمام کے مسئلہ میں فرق آسکتا ہے، جو امورِ منیٰ سے متعلق ہیں وہ بہر حال منیٰ ہی سے متعلق رہیں گے، یعنی منیٰ اگرچہ مکہ معظمہ کا محلہ بن جائے پھر بھی وہاں یوم الترویہ گذارنا، پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنا، نویں کو منیٰ سے روانہ ہونا سنت رہے گا''۔

نیز فرمایا: ''اگر منیٰ کو مکہ معظمہ کا حصہ مان لیا جائے تو مکہ معظمہ میں پندرہ دن رہنے سے مقیم ہوجائے گا، اور شک کو مٹانے کے لئے دو رکعت کی جگہ چار رکعت پڑھ لے تب بھی نماز ہوجائے گی''۔ (یادگارِ صالحین ۸۳۲-۸۳۳، مؤلفہ: مفتی عبدالرحمن کوثر مدنی مدظلہٗ)

ایک شبہ کا ازالہ

یہ کہہ کر منیٰ اور مزدلفہ کو حدودِ مکہ سے خارج نہیں کیا جاسکتا کہ یہ محض میدان ہے، یہاں کوئی

Marfat.com

آبادی نہیں ہے؛ اس لئے کہ شہری حدود میں شمولیت کے لئے آبادی اور تعمیرات کا ہونا لازمی شرط نہیں ہے۔ آج بھی بڑے بڑے شہروں میں لق ودق پارک اور بڑے بڑے وسیع الشان میدان ضرورت کی بنا پر عمارتوں سے خالی رکھے جاتے ہیں۔ (دہلی کے قلب میں انڈیا گیٹ کے اطراف کا بہت بڑا رقبہ محض میدان ہے، اسی طرح کی صورتِ حال اور بڑے شہروں میں بھی ہے) لیکن انہیں کوئی بھی شہر سے باہر قرار نہیں دیتا، پھر منیٰ اور مزدلفہ وغیرہ ہی کو اتصال آبادی کے باوجود الگ جگہیں قرار دینے پر اصرار کیوں ہے؟ یہ بات سمجھ سے بالا تر ہے۔ (ماخوذ: کتاب المسائل ۲۷۹-۲۷۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

موسم حج میں ''منیٰ'' میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۱):- موسم حج کے موقع پر قیام منیٰ کے دوران جمعہ کا دن آجائے تو منیٰ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کن دلائل کی بنیاد پر؟ اگر ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

سوال (۱۷۲):- فقہی کتابوں میں ایام حج میں منیٰ کو شہر قرار دیا گیا ہے، چناں چہ ایام حج میں وہاں جمعہ پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ البحر الرائق میں ہے:

ومنیٰ مصر لا عرفات، فتجوز الجمعة بمنیٰ. (البحر الرائق ۱٤۲/۲)

اور موجودہ دور میں یہ بات مخفی نہیں ہے کہ منیٰ میں شہر ہونے کی تمام شرائط ایام حج میں متحقق ہوجاتی ہیں؛ لہٰذا ایام حج میں بھی منیٰ کو غیر آباد مان کر مکہ سے عدم اتصال ثابت کرنا کیا صحیح ہوسکتا ہے؟ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ایامِ حج کی آبادی کو معتبر مان کر منیٰ کو مکہ معظمہ سے متصل قرار دیا جائے؟ کیا شرعاً اس میں کوئی حرج ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک قیام منی کے دوران اگر جمعہ کا دن آجائے تو منی میں بلاشبہ جمعہ جائز ہے اور اس کے بارے میں فقہ میں صراحت موجود ہے کہ ایام حج میں منی شہر کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ غیر ایام حج میں یہاں

Marfat.com

بالفعل آبادی نہ رہتی ہو لیکن ایام حج میں یقیناً یہ جگہ آباد ہو جاتی ہے، اور اس آبادی کا شرعی طور پر اعتبار ہوتا ہے اسی وجہ سے وہاں جمعہ کو جائز قرار دیا گیا اور جب یہ آبادی معتبر ہے تو اس کے مکہ معظمہ کے اتصال میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ ایام حج میں منی اور مکہ میں آمد و رفت کا تسلسل اس کثرت سے رہتا ہے اور جا بجا اس طرح دکانیں اور خیمے لگا دیئے جاتے ہیں کہ کوئی بھی مشاہدہ کرنے والا اتصال سے انکار نہیں کرسکتا۔

١:- وجازت الجمعة بمنى في الموسم فقط (الدر) (وتحته في حاشية الطحطاوي على الدر) هذا على المعتمد. (طحطاوي على الدر ٣٤١/١ كوئته)

٢:- وجازت الجمعة بمنى في الموسم فقط لوجود الخليفة أو أمير الحجاز أو العراق أو مكة ووجود الأسواق والسكك. (الدر مع الرد ١٤/٣ زكريا)

٣:- ولهما أنها أي منى تتمصر في الموسم لاجتماع من ينفذ الأحكام ويقيم الحدود والأسواق والسكك، قيل: فيها ثلاث سكك وغاية ما فيها أنه يزول تمصرها بزوال الموسم وذلك غير قادح في مصريتها قبله، إذ ما من مصر إلا ويزول تمصره في الجملة، مع ذلك تقام فيه الجمعة. (فتح القدير ٥٢/٢ زكريا، ٢٦/٢ كوئته، مجمع الأنهر ٢٤٨/١)

٤:- ومنى مصر قال الشيخ أبو نصر في شرح القدوري رحمه الله: قال أبو حنيفة وأبو يوسف: يجوز إقامة الجمعة بمنى فمن أصحابنا من قال: لأنها من توابع مكة فصارت كربض المصر، ومنهم من قال إنها في نفسها موضع لذلك؛ لأن فيها جامعاً وأسواقاً مرتبة وسلطاناً يقيم الحدود في أيام الموسم فصارت كسائر الأمصار. (حاشيه چلپی ٥٢٥/٢ زكريا، ٢١٨/١ كوئته، وهكذا في الكفاية مع الفتح ١٤/٢ كراچي، ١٦/٢ أشرفية، عناية ٥٢/٢ زكريا، ٢٦/٢ كوئته، بدائع الصنائع ٥٨٦/١ زكريا، البحر الرائق ١٤٢/٢ كوئته، تبيين الحقائق ٥٢٥/١ زكريا، ٢١٨/١ كوئته، ملتقى الأبحر ٢٤٨/١، سكب الأنهر

Marfat.com

۴۴۱/۲ ۴۸/۱ ۲۴۸-۲۴۹، البناية ۴۸/۳ نعيميه ديوبند، طحطاوي على لدر ۳۴۱/۱ كوئته، المحيط البرهاني ۴۴۱/۲ رقم: ۲۱۴۵ ڈابھیل، حلبي كبير ۵۵۱ لاهور، حاشية الطحطاوي ۵۱۳ أشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

حدیث ”منیٰ مناخ من سبق“ کا منشاء کیا ہے؟

سوال (۱۷۳):- حدیث: ”منیٰ مناخ من سبق“ کا منشاء کیا ہے؟ کیا اس کی وجہ سے منیٰ میں اگر آبادی ہوجائے تو اسے شرعاً غیر معتبر قرار دیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ”منیٰ مناخ من سبق والی حدیث شریف کا منشا صرف دو باتیں ہیں:

الف:- اول کہ منی کی زمین پر کسی کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ یہ جگہ عملاً پوری امت کے لئے وقف ہے اور اس کی متولی حکومت ہے۔

ب:- دوسرے یہ کہ جو شخص منی میں پہنچ کر پہلے کسی جگہ پر قبضہ کرلے وہی اس کا حقدار ہے اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ منی کی کسی طرح کی بھی آبادی معتبر نہیں، کیوں کہ اگر یہ آبادی غیر معتبر ہوتی تو فقہاء احناف منی کو شہر مان کر وہاں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہ دیتے، بریں بناء اگر حکومت کے انتظام میں وہاں کوئی تعمیر عارضی یا مستقل بنائی جائے جس پر کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو تو یہ حدیث شریف کے خلاف نہ ہوگی۔

۱:- عن عائشة رضي الله عنها قالت: قلنا يا رسول الله! ألا نبني لك بناءً يظلك بمنىٰ؟ قال لا، منى مناخ من سبق. (سنن الترمذي ۱۷۷/۱، سنن ابن ماجة ۲۱۶)

۲:- قوله قال لا: لأن منى ليس مختص بأحد إنما هو موضع العبادة من الرمي وذبح الهدي والحلق ونحوها فلو أجيز البناء فيها لكثرت الأبنية ويضيق المكان وهذا مثل الشوارع مقاعد الأسواق وعند أبي حنيفة أرض الحرم موقوفة فلا يجوز أن يملكها أحد. (حاشية سنن الترمذي ۱۷۷/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

Marfat.com

کیا عرف اور حکومتی انتظام کی وجہ سے دو الگ جگہوں کو مقام واحد کے درجہ میں رکھا جا سکتا ہے؟

سوال (۱۷۴):- آج کل مکہ معظمہ کے کئی محلے مثلاً عدل اور شرائع باہم متصل نہیں ہیں؛ بلکہ ان کے درمیان پہاڑیاں حائل ہیں؛ لیکن عرفاً انہیں مکہ معظمہ کا محلّہ ہی قرار دیا جاتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ عرف یا حکومتی انتظام ایک ہونے کی بنا پر ان جگہوں کو مقام واحد کے درجہ میں رکھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز ان محلوں میں اور منیٰ و مزدلفہ میں کیا فرق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مکہ معظمہ کے جو منفصلہ محلے عرفاً ایک سمجھے جاتے ہیں ان کو عرف یا حکومتی انتظام ایک ہونے کی بناء پر شہر مکہ ہی کے حکم میں رکھا جائے گا، اور ان کے درمیان پہاڑیوں کا فاصلہ حائل نہیں ہوگا، اس کی نظیر یہ ہے کہ بہت سے شہروں کے بیچ و بیچ بڑی بڑی دریائیں گذرتی ہیں اور ان پر جابجا پل بنا کر شہر کے دونوں حصہ کا رابطہ مضبوط کر دیا جاتا ہے اور بسا اوقات ان پلوں کا فاصلہ کافی طویل ہوتا ہے، جیسا کہ دلی، کلکتہ، اور الہ آباد وغیرہ میں نظر آتا ہے اور اس کے باوجود شہر کے دونوں حصوں کو ایک ہی شہر کے درجہ میں رکھا جاتا ہے، بعینہ یہی صورت حال بالخصوص ایام حج میں منی، مزدلفہ اور مکہ معظمہ کی ہوتی ہے۔

۱:- وإن كان في وسط البلد نهر فاجتاز فليس له القصر؛ لأنه لم يخرج من البلد ولم يفارق البنيان فأشبه الرحبة والميدان في وسط البلد. (المغني ٢/ ٥٠)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قصر و اتمام میں سے کس پر عمل کرنا زیادہ راجح ہے؟

سوال (۱۷۵):- فقہی کتابوں میں اگر دو جزیئے اس طرح کے ملیں، جن میں قصر و اتمام دونوں پہلو کے دلائل پائے جائیں، یعنی بعض دلائل کی رو سے قصر ثابت ہوتا ہو، جب کہ

Marfat.com

دوسرے بعض سے اتمام کا حکم لگتا ہو، تو وہاں پر بعض ائمہ نے احتیاطاً اتمام کو ترجیح دی ہے۔ اب قابل تحقیق امر یہ ہے کہ کیا زیر بحث مسئلہ میں بھی اتمام کو ترجیح دی جاسکتی ہے؟ علماء کے اس اختلاف کی وجہ سے کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ سابق حکم (قصر) مشکوک ہوگیا؟ یا ''الیقین لا یزول بالشک'' پر عمل کرتے ہوئے ''قصر'' پر ہی عمل درآمد بہتر ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موجودہ صورتِ حال میں منیٰ کو شہر مکہ کے تابع مانا جانے یا نہ مانا جائے یہ ایک اجتہادی معاملہ ہے منصوص معاملہ نہیں ہے اور کسی اجتہادی مسئلہ میں اگر اختلاف کی وجہ سے قصر واتمام سے متعلق رائیں الگ الگ ہو جائیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ اتمام کیا جائے تاکہ یقینی طور پر فریضہ ادا ہو جائے، لیکن اگر کسی کو یقین کی حد تک اطمینان ہو کہ منیٰ کبھی بھی مکہ معظمہ کے تابع نہیں ہوسکتا تو وہ اپنی تحقیق پر عمل کرسکتا ہے لیکن دوسرے کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

۱:- لأنه اجتمع في هذه الصلاة ما يو جب الأربع وما يمنع فرجحنا ما يرجب الأربع احتياطاً. (شامي ۶۰۱/۲ زکریا، البحر الرائق ۱۲۹/۲ کوئٹه، ۲۲۷/۲ زکریا)

۲:- وفي الولوالجية: افتتح الصلاة في السفينة حال إقامته في طرف البحر فنقلتها الريح وهو في السفينة فنوى السفر يتم صلاة المقيم عند أبي يوسفؒ. وفي الحجة، الفتوى على قول أبي يوسفؒ احتياطاً. (الفتاوىٰ الهندية ۱۴۴/۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۵/۵/۱۷ھ

قیام مکہ کے دوران تفریح کے لئے جدہ جانے کی وجہ سے قصر و اتمام کا حکم؟

سوال (۱۷۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: ہمارے یہاں سے حجاج کرام مختلف گروپ کے ساتھ حج پر جاتے ہیں، ہر گروپ والے اتمام وقصر مقیم ومسافر کے بارے میں اپنے اپنے معتمد علماء کرام کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں، عموماً ہمارے یہاں سے حجاج کرام کی روانگی ذی الحجہ کی ابتداء سے ہوتی ہے اور واپسی تقریباً محرم الحرام کے دوسرے عشرہ تک ہوتی ہے، کل سفر ۴۰ر یا ۴۵ر دن تک کا ہوتا ہے، عموماً حرمین شریفین میں اقامت کا شیڈول ہر گروپ والوں کا ایک ہی ہوتا ہے، مکہ مکرمہ میں کم وبیش ایک مہینہ اور مدینہ منورہ میں ۸ر دن، اس اعتبار سے اکثر حجاج کرام تقریباً ذی الحجہ کا پورا مہینہ مکہ مکرمہ میں گذارتے ہیں؛ البتہ قیام مکہ مکرمہ کے دوران ہر گروپ والے اپنے اپنے گروپ کے حجاج کو تفریح کے لئے جدہ لے جاتے ہیں، پھر جدہ سے کچھ دور پانی پر بنی ہوئی مسجد میں بھی لے جاتے ہیں، جس کی مسافت مسجد حرام سے ۵۰ر میل سے زائد بنتی ہے اور یہ سفر صرف صبح سے رات تک ہوتا ہے، یعنی ۱۱/۱۲ر بجے رات کو دوبارہ مکہ مکرمہ آجاتے ہیں، واضح رہے کہ سامان اور رہائش وغیرہ مکہ مکرمہ میں باقی رہتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ:

الف:- جو حجاجِ کرام منی، مزدلفہ کو ایک علاقہ شمار کرنے والے علماء کرام کے قول پر عمل کرتے ہیں، ان کے مقیم بننے میں تفریح کے لئے جدہ جانے کی نیت رکاوٹ بنے گی یا نہیں؟ مثلاً ایک حاجی ۵ر ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچتا ہے اور ۵ر محرم الحرام کو مدینہ منورہ روانہ ہوگا، تو مکہ مکرمہ میں مجموعی قیام ۳۰ر دن کا ہے؛ لیکن ۱۲ر ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد مدینہ روانہ ہونے سے پہلے درمیان میں ۱۷ر ذی الحجہ کو جدہ جانے کا پروگرام طے ہوتا ہے، اس لحاظ سے مدت اقامت ۱۵ر دن پوری ہونے سے پہلے بارھویں دن سفر شرعی کی نیت اس کے مکہ مکرمہ میں مقیم بننے میں مانع ہوگی یا نہیں؟ (واضح رہے کہ جدہ جاتے وقت رہائش اور سامان وغیرہ مکہ مکرمہ کے ہوٹل میں چھوڑ کر جاتے ہیں اور دوبارہ مکہ مکرمہ رات ہی کو پہنچ جاتے ہیں)

ب:- اور جو حجاج کرام مکہ، منی اور مزدلفہ کو الگ الگ علاقہ شمار کرنے والے علماء کرام کے قول پر عمل کرتے ہیں وہ حجاج کرام مذکورہ روانگی کی تاریخ کے مطابق حج سے پہلے مسافر ہی

Marfat.com

ہوں گے؛ البتہ ۱۲؍ ذی الحجہ کے بعد ان کا قیام مکہ مکرمہ میں مزید ۲۳؍ دن کا ہوتا ہے؛ لہٰذا سترہ ذی الحجہ کو سفر شرعی کی نیت اس کے حج کے بعد مقیم بننے میں مانع ہوگی یا نہیں؟ نیز یہ بھی وضاحت فرمادیں کہ جدہ میں رات میں سونے اور نہ سونے کی صورت میں حکم میں کوئی فرق ہوگا یا نہیں؟

ج:- اگر ان لوگوں کے جدہ جانے کی تاریخ مقرر نہ ہو درمیان میں کسی ایک دن ہو تو مسئلے میں کوئی فرق آئے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: واضح رہے کہ اس وقت مکہ معظمہ اور جدہ کی آبادی پھیل جانے کی وجہ سے دونوں شہروں کا فاصلہ صرف ۶۰/۶۲؍ کلو میٹر رہ گیا ہے، پس مکہ معظمہ سے جدہ جانے والا شخص مسافر شمار نہیں ہوتا۔ اور آپ نے سوال میں پانی پر بنی ہوئی جس مسجد کا ذکر کیا ہے اس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ العالی مفتی مدرسہ شاہی مرادآباد کے مشاہدہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ مسجد جدہ شہر سے باہر نہیں ہے؛ بلکہ شہر ہی کا ایک حصہ ہے، مفتی صاحب موصوف نے اس مسجد میں کئی مرتبہ مغرب کی نماز بھی ادا کی ہے؛ لہٰذا مکہ سے اس مسجد تک جانے والے لوگ جو صبح جاکر رات تک مکہ معظمہ واپس لوٹ آتے ہیں ان کا وطن اقامت اس سفر سے باطل نہیں ہوتا؛ اس لئے آپ نے اس مسافت کو مسافت شرعی مان کر جو سوالات قائم فرمائے ہیں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ اگر پہلے ہی سے پورے گروپ کو جدہ جاکر رات کو ہوٹل میں ٹھہرنے کا نظام ہو تو مذکورہ سوالات پیش آسکتے ہیں، ان کے متعلق جوابات درج ذیل ہیں:

الف:- جو حاجی ۵؍ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچا اور اس کا ۱۷؍ ذی الحجہ کو جدہ جاکر رات گذارنے کا پہلے سے ارادہ ہے، تو مذکورہ حاجی ۵؍ ذی الحجہ سے ۱۷؍ ذی الحجہ تک مسافر ہی رہے گا مقیم نہیں کہلائے گا اگرچہ اس کا سامان مکہ معظمہ میں ہو پھر بھی حکم میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها صلى الفرض الرباعي ركعتين وجوبا لقول ابن عباس: إن الله فرض على لسان نبيكم

Marfat.com

صلاة المقيم أربعا والمسافر ركعتين ...... فيقصر إن نوى الإقامة في أقل منه أي في نصف شهر ...... ولم يذكر وطن السكنى وهو ما نوى فيه أقل من نصف شهر لعدم فائدته. (درمختار ۲/۵۹۹-۶۱۰ زکریا)

ب:- بارہ ذی الحجہ کو منی سے مکہ مکرمہ آکر ۲۳؍دن قیام کرنے کا ارادہ ہے اور ۱۷؍ذی الحجہ کو جدہ جانے کا ارادہ ہے تو جدہ جانے کی وجہ سے مکہ میں مقیم بننے میں کوئی فرق نہیں آئے گا؛ اس لئے کہ اب جدہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان سفر شرعی کی مسافت نہیں رہی ہے؛ لہٰذا ایسے حجاج کرام مکہ مکرمہ میں شرعی طور پر مقیم ہی شمار کیے جائیں گے۔ اور اگر جدہ اس ارادے سے جائیں کہ وہاں سیر وتفریح کر کے یا اپنی ضروریات پوری کر کے واپس رات تک مکہ مکرمہ ہی آنا ہے، پھر جدہ جانے کے بعد واپسی میں رات ہو جائے اور رات کا کچھ حصہ سونے میں بھی گذر جائے مگر ارادہ رات گذانے کا نہیں تھا جیسا کہ سوالنامہ میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ جدہ کا سفر صبح سے لے کر ۱۲؍بجے رات کے درمیان درمیان ہی ہوتا ہے، وہاں پر رات گذارنے کا ارادہ نہیں ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں بدستور مقیم رہیں گے مسافر نہیں بنیں گے، ہاں البتہ اگر حج سے قبل مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی یہ ارادہ رہا ہو کہ سترہ ذی الحجہ کو ایک رات جدہ میں جا کر بھی گذارنا ہے، تو ایسی صورت میں ۵؍ذی الحجہ سے ۱۷؍ذی الجہ کے درمیان ۱۵؍دن پورے نہیں ہوتے ہیں؛ اس لئے سب کے نزدیک ۱۷؍ذی الحجہ تک یہ حجاج کرام مسافر ہی رہیں گے اور ۱۷؍ذی الحجہ کے بعد مکہ مکرمہ میں مسلسل ۱۸؍دن رہنے کے ارادہ سے جو قیام ہوگا تو اس درمیان یہ سارے حجاج کرام مقیم ہو جائیں گے اور نمازوں کا اتمام ان پر لازم ہوگا۔

ج:- اس سوال کا مدار مکہ مکرمہ اور جدہ کے درمیان سفر شرعی کی مسافت ماننے پر ہے؛ لیکن اب چونکہ آبادی پھیل جانے کی وجہ سے مکہ معظمہ اور جدہ شہر کے درمیان سفر شرعی کی مسافت نہیں رہی ہے؛ اس لئے اگر پہلے سے جدہ میں رات گذارنے کا ارادہ نہ ہو جیسا کہ سوال نامہ سے واضح ہے، تو محض سیر وتفریح کے لئے دن میں جدہ کا ارادہ کرنے سے اقامت پر کوئی فرق نہ پڑے گا اور وہ حجاج مکہ معظمہ میں مقیم ہی شمار ہوں گے۔

Marfat.com

فيقصر إن نوى الإقامة في أقل منه أي في نصف شهر ...... فلو دخل الحاج مكة أيام العشر لم تصح نيته؛ لأنه يخرج إلى منى وعرفه فصار كنية الإقامة في غير موضعها وبعد عوده من منى تصح كما لو نوى مبيته بأحدهما أو كان أحدهما تبعا للآخر. وفي الشامي: أقول: ويظهر من هذه الحكاية أن نيته الإقامة لم تعمل عملها إلا بعد رجوعه لوجود خمسة عشر يوما بلا نية خروج في أثنائها، بخلاف ما قبل خروجه إلى عرفات؛ لأنه لما كان عازما على الخروج قبل تمام نصف شهر لم يصر مقيما ...... فإن دخل أولا الموضع الذي نوى المقام فيه نهارا لا يصير مقيما، وإن دخل أولا ما نوى المبيت فيه يصير مقيما ثم بالخروج إلى الموضع الآخر لا يصير مسافرا؛ لأن موضع إقامة الرجل حيث يبيت به. (درمختار مع الشامي ۲/ ۶۰۶-۶۰۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۵/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر ایک ہی گروپ میں اتمام اور قصر دونوں کے قائل ہوں تو امام کس کو بنائیں؟

سوال (۱۷۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ایک ہی گروپ میں جانے والے کچھ افراد اتمام کے قائل اور کچھ افراد قصر کے قائل علماء کرام کے قول پر عمل کرنے والے ہوں تو ایسی صورت میں ایک خیمہ میں باہم فتنہ وفساد سے اجتناب کرنے کی غرض سے منی، مزدلفہ اور عرفات میں مقیم حجاج کرام اپنے گروپ کے مسافر امام کی اقتدا کرکے اپنی بقیہ نماز پوری کرلے تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیا ان کی نماز ادا ہو جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو حضرات اتمام کے قائل ہیں ان کی نظر میں قصر

Marfat.com

کرنے والے حق پر نہیں ہیں؛ لہٰذا اگر وہ قصر کرنے والوں کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھ کر اپنی مابقیہ نماز پوری کریں گے تو یہ اقتدا صحیح نہ ہوگی؛ کیوں کہ ان کی نظر میں امام نے ناقص فریضہ ادا کیا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حنبلی امام جو مکہ کا باشندہ ہو، اگر وہ اپنے مسلک کے مطابق نسک کو موجب قصر سمجھتے ہوئے مسجد خیف میں چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھائے تو کسی حنفی مقتدی کے لئے اس کی اقتدا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ امام نے مقتدی کے خیال میں ناقص فریضہ ادا کیا ہے، اسی طرح کی بات مسئولہ صورت میں بھی کہی جائے گی؛ لہٰذا جس گروپ میں اتمام وقصر میں اختلاف کرنے والے موجود ہوں تو بہتر شکل یہ ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے جو اتمام کا قائل ہو اور قصر کے قائلین بھی اس کی اقتدا میں نماز پڑھیں تو ان کی نماز یقیناً ادا ہو جائے گی۔ اور اگر اس پر اتفاق نہ ہو سکے تو پھر جو لوگ جس رائے کو حق سمجھتے ہوں اسی کے مطابق الگ الگ جماعت بنا کر نماز پڑھتے رہیں اور باہم نزاع نہ کریں۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل محقق ومدلل ۵/۳۵۳-۳۵۶)

ثم إن كان الإمام مقيما أتم الصلاة وأتم معه المسافرون أيضاء أي وكذا المقيمون ...... والحاصل أن الإمام إن كان مقيما فلا يجوز القصر للمسافرين والمقيمين، وإن كان مسافرا فلا يجوز القصر للمقيمين ولا يجوز للمقيم أي ولو كان إماما أن يقصر الصلاة أي لاختصاص القصر بالمسافر إجماعا وإنما الخلاف في كون الجمع للنسك والسفر ولا للمسافر أن يقتدى به أي بالمقيم إن قصر أي لعدم صحة صلاته بالقصر. (مناسك ملا علي القاري ۱۹٤ - ۱۹۵، غنية الناسك ۱۹۵ سهارنفور)

فالحق ماعليه الجمهور أن القصر بمنى وعرفات كان للسفر لا لكونه من مناسك الحج. (إعلاء السنن ۱۰/۱۱٤ كراچي، كتاب المسائل ۳/۲۸۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۵/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کیا مکہ کی آبادی کے منیٰ تک متصل ہوجانے کی وجہ سے منیٰ مکہ کا ایک علاقہ بن جائے گا؟

سوال (۱۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مکہ، منی، مزدلفہ اور عرفات الگ الگ مقامات تو ہیں؛ لیکن کیا مکہ کی آبادی بڑھ کر منی سے اتصال ہوجانے کی وجہ سے کیا منی مکہ کا ایک علاقہ شمار ہوگا؟ اس بارے میں آپ حضرات کا کیا موقف ہے؟ مدلل ومفصل جواب مرحمت فرمائے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کی شرعی حدود توقیفی ہیں؛ لہٰذا ان مشاعر کی حدود میں تبدیلی یا ترمیم کسی طرح ممکن نہیں ہے؛ البتہ آبادی کے اتصال کی وجہ سے صرف قصر واتمام کے مسئلہ میں ان مشاعر مقدسہ کو مکہ معظمہ شہر کے تابع شمار کیا گیا ہے۔ اور ہم نے موجودہ صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے اسی کو صحیح سمجھا ہے کہ اتصال کی وجہ سے منی ومزدلفہ مکہ مکرمہ کا ایک جزو بن چکے ہیں۔

اور اس بارے میں چار باتیں پیش نظر رہنی چاہئیں:

(۱) منی ومزدلفہ کے مکہ مکرمہ سے متصل ہونے کے بارے میں معتبر علماء ومفتیان کرام نے مشاہدہ کیا ہے۔

(۲) عرب کے بڑے بڑے علماء اس وقت منی ومزدلفہ کی موجودہ حیثیت کے پیش نظر منی ومزدلفہ کو مکہ مکرمہ کے محلے اور جزو کے درجہ میں تسلیم کرتے ہیں۔

(۳) حکومت سعودیہ نے منی کو مکہ مکرمہ کا محلہ اور جزو تسلیم کرلیا ہے۔ اور حکمِ حاکم رافعِ اختلاف ہوتا ہے۔

(۴) اور جب کسی جگہ قصر واتمام کے بارے میں اشتباہ واختلاف ہوجائے تو اتمام پر عمل کرنے کو فقہاء نے احوط کہا ہے، مذکورہ وجوہات کی بنا پر ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ جن حجاج

Marfat.com

کا قیام بشمول ایام منی مکہ مکرمہ میں ۱۵ر دن کا طے ہو، انہیں سب جگہ اتمام کرنا چاہئے ۔ (انوار مناسک ۶۸۰-۴۵۶، کتاب المسائل ۲۸۰/۳)

والتعريف أحسن من التحديد لأنه لا يوجد ذلك في كل مصر، وإنما هو بحسب كبر المصر وصغره، بيانه ان التقدير بغلوة أو ميل لا يصح في مثل مصر. (شامي ۷/۳ زكريا، منحة الخالق ۱٤٠/۲)

إن كان بينه وبين المصر أقل من قدر غلوة ولم يكن بينهما مزرعة يعتبر مجاوزة الفناء أيضا. (البحر الرائق ۱۲۸/۲ زكريا، بزازية ۷۱/٤)

وأما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كربض الدواب و دفن الموتى والقاء التراب. (شامي ۵۹۹/۲-٦۰۰ زكريا)

المسافر إذا خرج من المصر وبقرب المصر قرية إن كانت القرية متصلة لا يقصر الصلاة؛ لأنها من جملة المصر. (الفتاوىٰ الولوالجية ۱۳۱/۱، الفتاوى السراجية ۷۷/۱، فتح القدير ۱۳۹/۲)

من جاوز بيوت مصره وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن، وكذا يشترط مجاوزة القرية المتصلة بالربض هو الصحيح. (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ۱۳۸/۱، خانية على الفتاوىٰ الهندية ۱٦۵/۱)

فلا بد من الإقامة بمصر وبالإقامة فينا أي في محل هو داخل في حد الإقامة بها أي بالمصر وهو المكان الذي من فارقه بنية السفر يصير مسافرا من وصل إليه يصير مقيما في الأصح ...... كربض المصر وفنائه الذي لم ينفصل عنه بغلوة. (حاشية الطحطاوي ٤۵٠)

إذن الحاكم ببناء الجامع في الرستاق إذن بالجمعة إتفاقا على ما قاله السرخسي وإذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه. وفي الشامي: لأن هذا

Marfat.com

مجتهد فيه، فإذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه. (درمختار مع الشامي ٦/٣ زكريا)

فكما أن النزاع يرتفع بالتعامل السابق؛ فإنه يرتفع أيضا بتقنين من قبل الحكومة، وقوله ثم إن حكم الحاكم رافع للخلاف في الأمور المجتهد فيها.

(تكملة فتح الملهم ٦٣٦/١)

إذا قضى القاضي برأي نفسه في حادثة اختلف فيه الفقهاء نفذ على الكل وثبت صحته في حق من يخالفه. (كشف الأسرار ٢٦/٤)

تعريف الفناء: وهو ما أعد لحوائج أهل المصر. (عناية ٥١/٢ زكريا)

والقريتان المتدانيتان المتصل بناء إحداهما بالأخرى أو التي يرتفق أهل إحداهما بالأخرى فيهما كالقرية الواحدة. (الموسوعة الفقهية ٢٧٩/٢، المغني لابن قدامة ٥٠/٢، الفقه الإسلامي وأدلته ٢٩٦/٢)

لأنه اجتمع في هذه الصلاة ما يوجب الأربع وما يمنع، فرجحنا ما يوجب الأربع احتياطا. (البحر الرائق ١٢٩/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۵/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موجودہ دور میں منیٰ اور مزدلفہ میں نماز کا حکم

سوال (۱۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس وقت جنابِ والا کی توجہ آپ کے مضمون "مسائل منیٰ" جو ندائے شاہی فروری ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا تھا، کی طرف دلانا چاہتا ہوں، اس مضمون میں آپ نے مشاعر مقدس میں سفر، اقامت اور نمازوں میں قصر واتمام کا مسئلہ کافی تفصیل سے تحریر فرمایا تھا، آپ نے واضح دلائل اور شواہد سے یہ واضح فرمادیا تھا کہ جو شخص حج سے قبل مکہ معظمہ آئے، اور اس کا ارادہ بشمول ایام حج پندرہ روز قیام کا ہو تو وہ مقیم شمار ہوگا۔

Marfat.com

لیکن ماہنامہ مظاہر علوم اکتوبر ۲۰۱۱ء میں کا مناسک حج پر ایک مضمون پڑھ کر بڑی الجھن میں پھنس گیا؛ کیوں کہ اس مضمون میں فاضل مضمون نگار نے فرمایا کہ حاجی منیٰ روانگی سے پندرہ روز پہلے مکہ مکرمہ پہنچے اور منیٰ روانگی تک وہیں قیام کی نیت ہوتو وہ شرعی مقیم ہے۔ موصوف نے مزید فرمایا کہ علماء دیوبند بالخصوص دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے موجودہ اربابِ افتاء کا یہی موقف ہے۔ بندہ ناچیز کی نظر میں مدرسہ شاہی مرادآباد اور یہاں کے انتہائی لائق وفائق اساتذۂ کرام بھی مسلک دیوبند کی واقعۃً نمائندگی اور پرزور ترویج کرتے ہیں، اس لئے فتویٰ میں یہ اختلاف بہت ہی شاق گذرا۔ مظاہر علوم کے مضمون میں جو باتیں زور دے کر کہی گئی ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) منی خالی میدان ہے اور میدان کا آبادی سے اتصال نہیں ہوتا۔

(۲) منی شعائر میں سے ہے، اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

آنجناب سے گذارش ہے کہ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فقہی عبارات اور مشاہدہ کی روشنی میں ہماری حتمی رائے یہی ہے کہ منیٰ اور مزدلفہ موجودہ دور میں مکہ معظمہ کے توابع اور ملحق علاقوں میں شامل ہوچکے ہیں، اور کسی بھی شہری علاقہ کے حدود کی تعیین میں یا تو اس علاقہ کے عرف کا اعتبار ہوتا ہے یا حکومت کی صراحت کا اعتبار رہوتا ہے، اور موجودہ زمانہ میں اہل مکہ کے عرف اور سعودی حکومت کے اس واضح اعلان کے بعد کہ منیٰ مکہ معظمہ کا ایک محلہ ہے، اب کسی کے لئے اس سے انکار کی گنجائش نہیں، اس بارے میں تفصیلی مضمون ندائے شاہی فروری ۲۰۱۱ء میں چھپا تھا، جس میں سعودی وزیر داخلہ اور علماء اعیان کی آرا پیش کی گئی تھیں، بعد میں یہی مضمون کتاب المسائل ۲۷۶/۳-۲۸۰ میں شائع ہوا ہے۔

بریں بنا اب جو شخص حج کو جائے گا اس کے لئے قصر واتمام کے مسئلہ میں مکہ اور منیٰ ومزدلفہ ایک ہی جگہ کے درجہ میں ہوں گے، اور مجموعی قیام کا اعتبار کیا جائے گا، اس بارے میں اصولی عبارت یہ ہے:

Marfat.com

وإن كان إحداهما تبعاً للآخر حتى تجب الجمعة على سكانه يصير مقيماً. (الفتاوى الهندية ١٤٠/١، بدائع الصنائع ١٧٠/١ زكريا)

اور مظاہر علوم کے مضمون میں منیٰ اور مکہ کے الگ الگ مقام ہونے کے جو دلائل دیے گئے ہیں، ان سے ہمیں اتفاق نہیں؛ کیوں کہ:

الف:- اس مضمون میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ میدان کا آبادی سے اتصال نہیں ہوتا، حالاں کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں، خود فتاویٰ شامی میں ہے کہ بڑے شہر کے ملحق فناء میں گھڑ دوڑ کے میدان، فوج ٹھہرنے کا علاقہ، اور چاند ماری کا علاقہ سب شامل ہوں گے، حالاں کہ یہ کئی کئی میل کا خالی رقبہ ہوسکتا ہے، پھر بھی اسے توابع مصر میں مانا گیا ہے، اور منیٰ یقیناً ایسے ہی علاقہ میں داخل ہے؛ کیوں کہ اس علاقہ میں اب سال بھر چہل پہل رہتی ہے، اور اس کے میدان پارکنگ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ عبارت ملاحظہ فرمایئے:

فالقول بالتحديد بمسافة يخالف التعريف المتفق على ما صدق عليه بأنه المعد لمصالح المصر قد نص الأئمة على أن الفناء ما أعد لدفن الموتى وحوائج المصر كركض الخيل والدواب وجمع العساكر والخروج للرمي وغير ذلك، وإني موضع يحد بمسافة يسع عساكر مصر ويصلح ميداناً للخيل والفرسان ورمي النبل والبندق البارود واختبار المدافع وهذا يزيد على فراسخ، فظهر أن التحديد بحسب الأمصار. (شامي ٩/٣ زكريا)

أقول: وينبغي تقييد ما في الخانية والتاترخانية بما إذا لم يكن في فناء المصر لما مرّ أنها تصح إقامتها في الفناء ولو منفصلاً بمزارع فإذا صحت في الفناء؛ لأنه ملحق بالمصر يجب على من كان فيه أن يصليها؛ لأنه ممن أهل المصر كما يعلم من تعليل البرهان. (شامي ٢٦/٣ زكريا)

اور مضمون میں جو حدیث پیش کی گئی ہے، اس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں؛ کیوں کہ

Marfat.com

حدیث کا مقصد یہ ہے کہ منیٰ میں ذاتی رہائش گاہ نہ بنائی جائے، عارضی تعمیر یا مکہ کے تابع ہونے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح شامی کی عبارت: "بخلاف البساتین" سے وہ باغات اور کھیت مراد ہیں کہ جن کو اس مقصد کے لئے مقرر نہیں کیا گیا؛ بلکہ عارضی طور پر وہاں فوج آ کر ٹھہر گئی اور جو میدان کسی خاص مقصد کے لئے خالی چھوڑا گیا ہو وہ یقیناً فناء میں داخل ہے، جب کہ وہ متصل ہو چکا ہو۔

ب:- مذکورہ مضمون میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ منیٰ شعائر میں سے ہے اور اس کے کسی حکم میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، خواہ وہ ضمنی حکم ہی کیوں نہ ہو، اور اس کی تائید میں مسعیٰ کی موجودہ کیفیت کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، حالاں کہ یہ دلیل منیٰ اور مزدلفہ کے توابع مکہ ہونے کی مؤید ہے؛ اس لئے کہ بالاتفاق مسجد حرام میں پڑھی جانے والی جماعت کی نماز کی جو صفیں مسعیٰ کی حدود کے اندر تک پہنچ جائیں، ان صفوں کو متصل ہی کہا جائے گا، اور حدودِ مسعیٰ میں پڑھنے والے نمازیوں کو جماعت کا ثواب ملے گا، اور اتصالِ صفوف کی وجہ سے مسعیٰ اور مسجد حرام کو مقام واحد کا درجہ دیا جائے گا، اور یہ کہا جائے گا کہ جو لوگ حدودِ مسعیٰ میں کھڑے ہیں، ان کا حدودِ مسجد میں کھڑے ہونے والے نمازیوں سے کوئی تعلق نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مسعیٰ کے مسجد سے الگ ہونے کے باوجود کوئی ضمنی حکم اس پر مرتب ہو سکتا ہے، بعینہ یہی معاملہ منیٰ کے بارے میں ہے کہ منیٰ کی حدود توقیفی ہیں، ان میں تبدیلی کا کسی کو اختیار نہیں، ہاں جب اتصالِ آبادی ہوگا، تو قصر و اتمام کا حکم بدلے گا، تو یہ عجیب بات ہے کہ جو دلیل منیٰ کو تابع ماننے کی مؤید تھی، فاضل مضمون نگار نے زور بیان میں اس کا رخ ہی بدل ڈالا، اگر فاضل مضمون نگار کی بات مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اتصالِ صفوف کے باوجود مسعیٰ میں نماز پڑھنے والے نمازیوں کی صفیں منقطع مانی جائیں، حالاں کہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

ان سب تفصیلات کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ضرور ملحوظ رکھنی چاہئے کہ خود صاحب مضمون اس بات کا اقرار فرما رہے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہو گیا ہے، اب اس اختلافی مسئلہ کی بنیاد پر منیٰ میں

Marfat.com

قصر واتمام میں شک تو ضرور پیدا ہوگیا اور جہاں قصر واتمام میں شک ہوجائے تو اصول یہ ہے کہ اِتمام احوط ہے؛ تاکہ یقینی طور پر فریضہ ادا ہوسکے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے:

ولو شک في الصلاۃ مقیم أو مسافر صلی أربعاً. (الأشباہ والنظائر ۱۲۲۱)

اس واضح اصول کے باوجود اس مسئلہ میں بے جا سختی روا نہیں ہے، اور احوط یہی ہے کہ مجموعی قیام کا اعتبار کرتے ہوئے قصر واتمام کا مسئلہ بتایا جائے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: کتاب المسائل ۳/۲۷۶-۲۸۰، انوار مناسک ۴۵۴-۴۶۳، انوار رحمت ۷۱-۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

مزدلفہ سے متعلق مسائل

مزدلفہ کی ایک دعا کا صحیح مطلب

سوال (۱۷۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حجۃ الوداع کے موقع کی دعا جو مزدلفہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ یا اللہ! آپ کے خزانوں میں کمی نہیں، مظلوم کو اپنے خزانہ سے بدلہ دے دیجئے، اور ظالم کو معاف فرما کر جنت میں پہنچادیجئے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قبول فرمالیا، یہ دعا بھی مانگی کہ کوئی دشمن ایسا نہ ہو کہ سو فیصد ان کو ختم کردے یہ بھی قبول ہوگئی، پھر دعا مانگی کہ یہ آپس میں نہ لڑیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی بداعمالیوں کی کوئی سزا بھی تو ہو، دوسری جگہ حدیث آتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے امتی کو اللہ تعالیٰ نافرمانیوں کی سزا دنیا میں دے کر آخرت میں جنت دیں گے، اس حدیث کو سامنے رکھ کر یہ بتایا جائے کہ جب سبھی نافرمان وظالم جنت میں جائیں گے ہی، تو گویا سبھی مسلمان جنتی ہیں اور جنتیوں سے لڑنا بھڑنا نہیں چاہئے، اب اگر وہ ظلم کریں تو کیا ہمیں بدلہ لینا ہے یا زمین غصب کرے تو کرنے دینا ہے، یا ان پر مقدمہ کرنا ان سے باتیں بند کردینا یا ان کو مار پیٹ کروانا جائز ہے؟ اور اگر دنیا میں ان کی سزا نہ ہوئی اور وہ مرگئے تو کیا انہیں کافر سمجھنا ہے؛ کیوں کہ ان کے مظالم کا بدلہ دنیا میں انہیں نہیں ملا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیثِ شریفہ کے ایسے معنی متعین کئے جاتے ہیں جو دیگر احادیث اور نصوص سے متعارض نہ ہوں، اسی بات کو سامنے رکھ کر آپ کی ذکر کردہ حدیث

Marfat.com

مزدلفہ کا مطلب علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس میں معافی کی بات یا تو اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں شریک ہونے والوں کے ساتھ خاص ہے، یا اس شخص کے لئے ہے جس کے ذمہ کسی دوسرے بندہ کا حق نہ ہو، اور وہ تادم حیات نافرمانیوں سے اجتناب کرتا رہا ہو۔

وظاهر الحديث عموم المغفرة وشمولها حق الله تعالىٰ وحق العباد إلا أنه قابل للتقييد من كان معه صلى الله عليه وسلم في تلك السنة أو بمن يقبل حجه بأن لم يرفث ولم يفسق. (مرقاة المفاتيح ۲۴۱/۱۲)

اور دوسری حدیث کہ: ''مؤمن کو نافرمانی کی سزا دنیا میں دے کر آخرت میں جنت ملتی ہے''، اس کو بھی عام نہیں کہا جاسکتا؛ کیوں کہ دیگر احادیث سے ثابت ہے کہ حقوق میں کوتاہی پر آخرت میں سخت سزا ملے گی؛ اس لئے اس حدیث کو حقوق اللہ کے ساتھ خاص مانا جائے گا، اور حقوق العباد بغیر صاحب حق کے معافی کے معاف نہیں ہوں گے؛ لہٰذا کسی صاحب حق کا اپنے حق کا مطالبہ کرنا حدیث کے کسی طرح خلاف نہیں ہے، اور یہ بات بھی غلط اور بلا دلیل ہے کہ جسے دنیا میں سزا نہ ملے وہ کافر سمجھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غلطی سے وقوف مزدلفہ حدود سے پہلے کرلیا؟

سوال (۱۸۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم لوگ پچھلی مرتبہ عرفات سے لوٹتے وقت مزدلفہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی بس سے اتر گئے تھے، چناں چہ رات کو قیام کے بعد جب وہاں سے چلے تو مزدلفہ کا بورڈ نظر آنے پر معلوم ہوا کہ رات کو مزدلفہ میں داخل ہی نہیں ہوئے، چنانچہ نماز جمع بین الصلوٰتین کا وجوب باقی رہ گیا جو مزدلفہ میں ہونا چاہئے تھا؛ اس لئے دم لازم آنا چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے حالات میں اس بار حج کے موقعہ پر پچھلا دم کس طرح ادا ہو؟ کیا وہ اب بھی ضروری ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء نہ پڑھنے کی بنا پر ترکِ سنت کا ارتکاب ہوا؛ تاہم اس کی وجہ سے کوئی دم واجب نہیں ہے؛ البتہ دسویں تاریخ کو صبح صادق سے سورج نکلنے کے درمیان مزدلفہ میں وقوف یا اس سے گذرنا واجب ہے، اب آپ یہ دیکھ لیں کہ اس وقت کے اندر اندر آپ مزدلفہ سے گذرے یا نہیں، اگر مزدلفہ کی حدود سے گذرے ہوں تو دم واجب نہیں، اور اگر نہ گذرے ہوں تو دم ضروری ہے اور اس کی شکل یہ ہے کہ حدود حرم میں اسی نیت سے جانور ذبح کردیا جائے، حدود حرم سے باہر ذبح کافی نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۵/۲۲۲)

عن جابر رضي اللّٰه عنه في حديث طويل باب صفة حجة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ...... فيه: حتى أتى المزدلفة، فصلى بها المغرب والعشاء بأذان واحد وأقامتين، ولم يسبح بينهما شيئا، ثم اضطجع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حتى طلع الفجر، وصلى الفجر حين تبين له الصبح بأذان وأقامة. (صحيح مسلم، الحج / باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم ۱/۳۹۸ رقم: ۱۲۱۸، سنن أبي داؤد، المناسك / باب صفة حجة النبي صلى الله عليه وسلم ۱/۲٦٤ رقم: ۱۹۰۵)

ثم وقف بمزدلفة ووقته من طلوع الفجر إلى طلوع الشمس مارا كما في عرفة (در مختار) هٰذا الوقوف واجب عندنا لا سنة، والبيوتة بمزدلفة سنة مؤكدة إلى الفجر لا واجبة، وقدر الواجب منه ساعة ولو لطيفة، وقدر السنة امتداد الوقوف إلى الإسفار جدا. (الدر المختار مع الرد المحتار للشامي ۳/۵۲۹ زكريا، كذا في المناسك لملا علي القاري / باب أحكام المزدلفة ۲۱۹، إدارة القرآن كراچی)

عن أسامة بن زيد رضي اللّٰه عنه أنه قال ردفت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من عرفات فلما بلغ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الشعب الأيسر الذى دون المزدلفة، أناخ فبال ثم جاء فصببت عليه الوضوء وضوءاً خفيفا، فقلت

Marfat.com

الصلاة يا رسول الله! قال: الصلاة أمامك، فركب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى أتى المزدلفة، فصلى، ثم ردف الفضل رسول الله صلى الله عليه وسلم غداة جمع. (صحيح البخاري ٢٢٦/١ رقم: ١٦٦٩، صحيح مسلم ٤١٥/١ رقم: ١٢٨٠)

عن عروة بن مضرس بن أوس بن حارثة بن لأم الطائي رضي الله عنه قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمزدلفة حين خرج إلى الصلاة فقلت يا رسول الله! إني جئت من جبلي طئ أكللت راحلتي وأتبعت نفسي، والله ما تركت من جبل إلا وقف عليه فهل لي من حج؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شهد صلاتنا هٰذه ووقف معنا حتى يدفع وقد وقف بعرفة قبل ذٰلك ليلا أو نهارا فقد تم حجه وقضى تفثه. (سنن الترمذي ١٧٩/١ رقم: ٨٩٢، سنن أبي داؤد ٢٦٠/١ رقم: ١٩٥٠، سنن النسائي ٣٨/٢ رقم: ٣٠٣٦)

حتى لو صلى الصلاتين أو إحدهما قبل الوصول إلى مزدلفة أو بعد التجاوز عنها إلى منى لم يجزه عند أبي حنيفة ومحمدؒ وعليه إعادته بهما إذا وصل أو رجع قبل أن يطلع الفجر، ولو لم يعده حتى طلع الفجر عاد إلى الجواز وسقط القضاء وتقرر المأثم لتركه واجب التاخير. (غنية الناسك ١٦٣، ومثله في البحر الرائق ٥٩٧/٢، درمختار ٥٢٦/٣ زكريا، مناسك ملا علي القاري ٢١٧)

ولو مربها في وقته من غير أن يمكث فيها جاز. (غنية الناسك/ ١٦٧ كراچی)

ولو ترك الوقوف بها فدفع ليلاً فعليه دم. (غنية الناسك/ ١٦٦، الدر المختار ٥٨٦/٣ زكريا، بدائع الصنائع ٣٢٢/٢، مناسك ملا علي القاري ٢١٩)

ولا يجوز ذبح الهدايا إلا في الحرم. (هدايه، باب الهدي ٣٠١/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۸/ ۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

معذورین کے لئے وقوف مزدلفہ کا ترک جائز ہے

سوال (۱۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چونکہ احناف کے نزدیک وقوف مزدلفہ واجب ہے جو کہ فجر کے بعد کرنا ہوتا ہے؛ اسلئے فقہ حنفی پر عمل کرنے والے حضرات بہت پریشان ہوجاتے ہیں، اور آج کل یہ پریشانی بہت عام ہوچکی ہے کہ عورتیں بچے بوڑھے اور بیمار لوگ صبح صادق کے بعد وقوف سے فارغ ہوکر جو بس کا انتظار کرتے ہیں وہ نہ پوچھیں اور پھر ہجوم الگ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیچارے بوڑھے اور معذور لوگ اتنے پریشان ہوتے ہیں کہ منی پہنچتے پہنچتے وہ بے حال ہوجاتے ہیں، یہاں تک دیکھنے میں آیا کہ بعض لوگ صبح کو منی سے روانہ ہوتے ہیں اور دوپہر میں اور بعض لوگ شام اور رات میں پہونچتے ہیں، جبکہ ان کو ایک اور بڑا مرحلہ یعنی جمرۂ عقبی کی رمی بھی کرنی ہے۔

مذکورہ بالا پریشانیوں کے پیش نظر کیا معذورین کو اس بات کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ مغرب اور عشاء مزدلفہ میں پڑھنے کے بعد منی جاسکتے ہیں اور وقوف مزدلفہ کے ترک کرنے پر کوئی دم لازم نہیں ہوگا، جبکہ کئی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے کمزور لوگوں کو مزدلفہ کی رات ہی منی بھیج دیا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ تھا کہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات کو اپنے خاندان کے کمزور لوگوں کے ساتھ منی روانہ کیا۔ (بخاری شریف ۱/۲۲۷)

اسی طرح سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو اجازت دے دی تھی کہ وہ مزدلفہ کی رات کو منی جاسکتی ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وقوف مزدلفہ کے مسئلے میں پہلے سے ہی سہولت موجود ہے، عورتیں اور معذور لوگ اگر رات میں منی چلے آئیں تو ان پر کوئی دم واجب نہیں ہے؛ لیکن جو لوگ طاقت ور ہوں اور رک سکتے ہوں، تو ان کے لئے بہر حال دس تاریخ کی صبح صادق کے بعد

Marfat.com

تک مزدلفہ میں رکنا ضروری ہے، ورنہ دم لازم ہوگا۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: استأذنت سودة النبي صلى الله عليه وسلم ليلة جمع، وكانت ثقيلة ثبطة فأذن لها. (صحيح البخاري ۱/ ۲۲۷-۲۲۸ رقم: ۱۶۷۸)

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للعباس ليلة المزدلفة: إذهب لضعفائنا ونسائنا ليصلوا الصبح بمنیٰ. (شرح معاني الآثار للطحاوي ۲/ ۱۲۹ رقم: ۳۸۸۹ بیروت)

ثم وقف بمزدلفة، ووقته من طلوع الفجر إلى طلوع الشمس، مارًا كما في عرفة، لكن لو تركه بعذر كزحمة بمزدلفة لاشيء عليه. (درمختار ۳/ ۵۲۹ زكريا)

ولأن ترك الوقوف بمزدلفة جائز لعذر على مانبين، ولو كان فرضا لما جاز تركه أصلا كسائر الفرائض، فدل أنه ليس بفرض بل هو واجب، إلا أنه قد يسقط وجوبه لعذر من ضعف أو مرض أو حيض أو نحو ذلك، حتى لو تعجل ولميقف لا شيء عليه. (بدائع الصنائع ۲/ ۳۲۱ زكريا، البحر الرائق ۲/ ۶۰۰، غنية الناسك ۱۶۶، الفتاویٰ التاتارخانية ۳/ ۳۲۰ زكريا)

وهذا الوقوف من الواجبات عندنا و ليس بركن حتى لو تركه، أصلا يلزمه الدم ولكن يجزيه الحج. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳/ ۵۲۰ زكريا)

الوقوف لمزدلفة واجب عندنا لا سنة (قوله) فلو ترك الوقوف بها فدفع ليلا فعليه دم إلا إذا كان لعذر. (غنية الناسك ۱۶۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/ ۴/ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معمر اور کمزور آدمی کا بھیڑ کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ کو ترک کرنا؟

سوال (۱۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: اگلی بار حج میں ہم تین حاجی ہم رکاب تھے، جن میں ایک میری اہلیہ بھی تھی، ہم تینوں معمر تھے، یعنی ساٹھ سال کی عمر سے متجاوز تھے، اور تینوں بیمار بھی تھے، چلنے میں دشواری بھی تھی، اس پر مستزاد یہ کہ میدان عرفات سے لوٹتے ہوئے بس والے نے ہم کو راستہ میں ایک جگہ بس سے اتار دیا، اور کہا یہ مزدلفہ ہے، جب کہ وہ جگہ مزدلفہ سے کافی دور تھی، ناچارا فتاں وخیزاں کئی میل پیدل چل کر ہم مزدلفہ میں پہنچے اور دیر رات کو کسی طرح مغرب وعشاء پڑھی، پانی بھی دستیاب نہیں تھا بڑی مشکل سے پانی تلاش وجستجو سے حاصل ہوا، اور لوگوں کا بڑا ہجوم تھا قضائے حاجت کی جگہ بھی نہ تھی، اگر وہاں قیام کرتے تو پیشاب پاخانہ کی دشواری سامنے تھی، اس لئے یہ طے کیا کہ بڑھاپا بیماری اور عورت کے ساتھ ہونے کی وجہ سے رات میں ہی روانگی کی جائے، چنانچہ قریب سے ہی بس میں سوار ہو کر منی کے لئے روانہ ہوگئے، اگر وہاں رکتے تو فجر کی نماز ادا کرنا ممکن نہیں تھا، اس لئے کہ چاروں طرف لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے قضاء حاجت کی جگہ نہ تھی، یہ بات خوب چل پھر کر دیکھ لی گئی تھی، لہٰذا ان اعذار کی وجہ سے رات میں ہی مزدلفہ سے روانہ ہو گئے، کیا ان اعذار کی وجہ سے وقوف مزدلفہ کا وجوب ساقط ہو سکتا ہے، اگر نہیں تو کیا کیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آپ تینوں حضرات معمر اور ضعیف تھے، نیز بھیڑ کی کثرت بھی موجب عذر تھی، اس لئے مسئولہ صورت میں وقوف مزدلفہ کے ترک کی وجہ سے کوئی دم لازم نہیں ہے۔

أو أطلق بعضهم وجوب الدم بترك واجب بعذر، أو بغير عذر كما في ارتكاب محظور إلا في النص به، وهو ترك الوقوف بمزدلفة لخوف الزحام، أو الضعف. (غنية الناسك ۱۲۸ قديم)

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للعباس ليلة المزدلفة: اذهب بضعفائنا ونسائنا فليصلوا الصبح بمنى وليرموا

Marfat.com

جمرة العقبة قبل أن يصيبهم دفعة الناس. (شرح المعاني الآثار ٢/ ٢٩١ رقم: ٣٨٨٩)

فإن كان به عذر أو خا الزحام فلا بأس بأن يتعجل بليل ولا شئ عليه. (الفتاوى التاتارخانية ٣/ ٥٢٠ زكريا)

إلا إذا كان لعلة أي مرض أو ضعف أي ضعف بينة من كبر أو صغر أو يكون أي الناسك امرأة تخاف الزحام فلا شيء عليه. (مناسك ملا علي القاري ٢١٩ بيروت)

إلا إذا كان لعذر بأن يكون به ضعف أو علة ...... فلا شيء عليه. (غنية الناسك ١٦٦، شامي ٣/ ٥٢٩ زكريا، بدائع الصنائع ٢/ ٣٢٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/ ۸/ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معذور لوگوں کے وقوف مزدلفہ ترک کرنے پر دم واجب نہ ہوگا

سوال (۱۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: معذور ومجبور عورتیں اور مرد وقوف مزدلفہ چھوڑ سکتے ہیں گنجائش ہے کوئی دم تو نہیں ہوگا؟ کیا ان عورتوں اور معذوروں کے ساتھ جو تندرست مرد ہیں وہ بھی اگر عورتوں کی نگرانی اور معذوروں کی دیکھ بھال کی وجہ سے یا ان کو منی میں کمروں اور خیموں میں چھوڑ کر آنے میں زبردست پریشانی ہو، تو کیا تندرست مردوں پر بھی وقوف مزدلفہ چھوڑنے کی وجہ سے دم نہیں ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جو معذورین ہیں ان پر ترک وقوف مزدلفہ کی وجہ سے دم واجب نہیں؛ لیکن جو تندرست حضرات ان کے ساتھ جائیں گے ان پر دم واجب ہوگا؛ اس لئے کہ یہ عذر قدرتی نہیں ہے؛ بلکہ بندوں کی طرف سے ہے اور ایسا عذر مسقطِ دم نہیں ہے؛ لیکن معذورین کی خدمت گذاری کی بنا پر امید ہے کہ وہ گنہ گار نہ ہوں گے۔

وأما ترك الواجبات بعذر فلا شيء عليه ثم مرادهم بالعذر ما يكون من

Marfat.com

اللّٰہ تعالی، فلو کان من العباد فلیس بعذر. (غنیة الناسك ۲۳۹)

وقالت الأحناف: الواجب هو الحضور بالمزدلفة قبل فجر يوم النحر، فلو ترك الحضور لزمه دم، إلا إذا كان له عذر، فإنه لا يجب عليه الحضور، ولا شيء عليه حينئذ. (فقه السنة ۷۲۵/۱ دار الكتاب العربي بيروت)

قال مجاهد وقتادة والزهري: من لم يقف بها فقد ضيع نسكا، وعليه دم. (إعلاء السنن ۱۵۵/۱۰ دار الكتب العلمية بيروت)

إلا إذا كان لعذر بأن يكون به ضعف أو علة ...... فلا شيء عليه. (غنية الناسك ١٦٦، شامي زكريا ۵۲۹/۳، الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۲۰/۳ زكريا، مناسك ملا علي القاري ۲۱۹)

إلا إذا كان لعذر بأن يكون به ضعف أو علة ...... فلا شيء عليه. (غنية الناسك ١٦٦، شامي ۵۲۹/۳ زكريا، بدائع الصنائع ۳۲۲/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

عرفات سے متعلق مسائل

حج اکبر کسے کہتے ہیں؟

سوال (۱۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج اکبر کسے کہتے ہیں؟ مطالعہ کے دوران بعض آثار حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور اُمت کے تابعین سے مروی آثار واَقوال پر نظر پڑی کہ: ''الحج الأکبر یوم النحر، الحج الأکبر یوم یهراق فیه دم، الحج الأکبر یوما، وافق فیه حج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، وصح أهل الملل. (المصنف لابن أبي شیبة ۶۲۳/۸)

اِن آثار میں مختلف ایام پر حج اکبر کا اطلاق کیا گیا ہے۔

مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ حج اکبر کسے کہتے ہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس بارے میں اگرچہ متعدد اقوال ہیں؛ لیکن اکثر علماء ومفسرین کے نزدیک حج اکبر کا اطلاق حج کے پانچ دنوں میں سے ''یوم النحر'' یعنی ۱۰ رذی الحجہ پر ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَاَذَانٌ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ، فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ، وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ، وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ [التوبۃ: ۳]

علامہ ابن کثیرؒ ''یوم الحج الاکبر'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

Marfat.com

وهو يوم النحر الذي هو أفضل أيام المناسك وأظهرها وأكبرها جمعًا.

(تفسير ابن كثير مكمل ٥٩٦ دار السلام رياض)

عن الحارث عن علي رضي الله عنه قال: يوم الحج الأكبر يوم النحر.

عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: الحج الأكبر يوم النحر.

عن أبي إسحٰق قال: سئلت عبد الله بن شداد عن الحج الأكبر، فقال: الحج الأكبر يوم النحر.

عن عبد الله بن سنان قال: حدثنا المغيرة بن شعبة على بعير فقال: هٰذا يوم النحر، وهٰذا يوم الأضحىٰ، وهٰذا يوم الحج الأكبر. (المصنف لابن أبي شيبة ٦٢٣/٨ المجلس العلمي)

اور جمعہ کے دن ''یوم عرفہ'' واقع ہونے کے بارے میں جو حج اکبر کی بات عوام میں مشہور ہے، اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۹۵/۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

یوم عرفہ کو جمعہ کا دن واقع ہونے کی فضیلت

سوال (۱۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے سنا ہے کہ اگر یوم عرفہ (۹/ ذی الحجہ) جمعہ کے دن واقع ہو جائے تو اس دن وقوف عرفہ سے ستر حجوں کا ثواب ملتا ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بعض فقہی کتابوں میں یہ روایت منقول ہے کہ اگر یوم عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو، تو سبھی حجاج کی مغفرت کا فیصلہ ہوتا ہے، اور اس حج کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے؛ لیکن محدثین کے نزدیک یہ روایت سند کے اعتبار سے بے اصل اور باطل ہے۔

عن طلحة بن عبيد الله بن كريز أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

Marfat.com

أفضل الأيام يوم عرفة وافق يوم جمعة، وهو أفضل من سبعين حجة في غير يوم الجمعة. أخرجه رزين في تجريد الصحاح.

قال المحشي: قال المناوي: هٰذا حديث باطل لا أصل له. (فيض القدير ۳۸/۲، البحر العميق ۲۲۳/۱ المكتبة المكية)

تاہم اگر یہ حدیث صحیح نہ ہو پھر بھی جمعہ کے دن یوم عرفہ کی فضیلت دیگر دنوں سے زیادہ ہوگی؛ اس لئے کہ جمعہ کا دن افضل ترین دن ہے، اور اس میں ایک ساعت ایسی ہوتی ہے جس میں دعا کی قبولیت یقینی ہے۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں بھی یوم عرفہ جمعہ کا دن واقع ہوا تھا۔ (مستفاد: البحر العمیق ۲۲۴/۱)

قوله: أفضل الأيام عند اللّٰه يوم الجمعة، قال المناوي: لما له من الفضائل التي لم تجتمع لغيره فمنها أن فيه ساعة محققة الإجابة، وموافقته يوم وقفت المصطفىٰ صلى اللّٰه عليه وسلم واجتماع الخلائق فيه في الأقطار للخطبة والصلاة؛ ولأنه يوم عيد، كما في الخبر لموافقته يوم الجمع الأكبر، والموقف الأعظم يوم القيامة ...... ولأن الطاعة الواقعة فيه أفضل منها في سائر الأيام ...... ولموافقته يوم المزيد في الجنة، وهو اليوم الذي يجتمع فيه أهلها على كُثبان المسک، فلهٰذه الوجوه فضلت وقفة الجمعة على غيرها؛ لكن ما استفاض أنها تعدل اثنتين وسبعين حجة باطل لا أصل له، كما بينه بعض الحفاظ. (فيض القدير ۳٦/۲ تحت رقم: ۱۲٤۲ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفر لہ ۱۶/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہوائی جہاز کے ذریعہ میدان عرفات کی فضا کو پار کرنے پر وقوف صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال (۱۸۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

ہیں کہ: کتاب ''زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ۱۱۹'' کی یہ تحریر توجہ طلب ہے۔ ہوائی جہاز جس مقام کی فضا میں گزرے، اسی مقام کا حکم رکھتا ہے، اس لئے اگر بعد زوال یوم عرفہ کے فضائی عرفات پر گزرے تو محرم کا حج ہو جائے گا۔ (زبدۃ المناسک ۱۱۹)

لیکن ہوائی جہاز میں سوار ہو کر طواف کرنے سے طواف تو صحیح ہو جائے گا، بشرطیکہ ہوائی جہاز مسجد کی حدود میں داخل رہے؛ لیکن بلا عذر ایسا کرنے سے دم واجب ہوگا، جیسا کہ ہوائی جہاز کے علاوہ میں بھی بلا عذر سوار ہو کر طواف کرنے کا حکم ہے؛ لیکن ہوائی جہاز میں سوار ہو کر عرفات میں سے گزرنے سے وقوف عرفہ نہ ہوگا۔ چوں کہ طواف کی حقیقت دوران حول البیت (یعنی خانہ کے چاروں طرف گھومنا) ہے اور مکان طواف حول البیت (طواف کرنے کی جگہ خانہ کعبہ) ہے، اور گھر یعنی خانہ کعبہ سے متعلق یہ تصریح موجود ہے کہ زمین سے لے کر آسمان تک بیت اللہ ہے۔ یہ طواف خانہ کعبہ سے مرتفع ہو کر بھی جائز ہے، اس لئے ہوائی جہاز میں بشرائط مذکور طواف صحیح ہو جائے گا؛ لیکن وقوفِ عرفہ سے متعلق کہیں یہ تصریح نہیں ملی کہ زمین سے لے کر آسمان تک وقوفِ عرفہ ہے؛ بلکہ اکثر کتب میں وقوف کو زمین کے ساتھ مقید کیا ہے۔ (بحوالہ امداد الاحکام ۲/۲۰۷، البحر الرائق ۴/۳۳۹۔ عالمگیری ۱/۱۴۸، مکمل ومدلل مسائل حج وعمرہ ۲۳۷)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ بات اگرچہ صحیح ہے کہ جس طرح خانہ کعبہ کے متعلق زمین سے آسمان تک بیت اللہ ہونے کی کتب فقہ میں تصریح ہے اس طرح کی بات عرفات وغیرہ کے بارے میں صراحتاً منقول نہیں ہے؛ لیکن عرفہ کی فضا کو عرفات ہی کے درجہ میں رکھنے کے بارے میں بیت اللہ پر قیاس کرنے میں حرج نہیں ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مواقیت اور حدود حرم کے بارے میں فضائی حدود کا بھی وہی حکم ہے جو ارض حدود کا ہے۔ چنانچہ آج امت کا تعامل بھی اسی پر ہے۔

بریں بنا اس مسئلہ میں زبدۃ المناسک کی تحقیق راجح معلوم ہوتی ہے۔ بعد میں جب ''امداد

Marfat.com

الاحکام‘‘ سے مراجعت کی گئی، تو اس میں حضرت مولا ظفر احمد صاحبؒ کے مذکورہ فی السوال فتویٰ کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی درج ذیل تحریر سامنے آئی، اس سے بھی ’’زبدۃ المناسک‘‘ کے مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں: احقر اشرف علی قیاسا علی کون هواء الكعبة في حكمها وكون هواء المسجد في حكمه صحت کو راجح سمجھتا ہے؛ لیکن جزم نہیں۔ (امداد الاحکام ۲۰/۱)

اور جن فقہی عبارتوں میں ارضِ عرفات کی قید لگی ہوئی ہے، وہ اس شرط پر ہے کہ فقہاء کے زمانے میں اس کے بغیر وقوف عرفہ کا امکان ہی نہ تھا، اس لئے صاحبِ درمختار لکھتے ہیں:

في شرح اللباب، والظاهر أن هذا ركن لعدم تصور الوقوف بدونه الخ

(شامي ۵۲۲/۳ زكريا)

اور آج جب کہ فضائی طور پر وقوف کا امکان متحقق ہو چکا ہے؛ لہٰذا اَب صحت کی بات ہی راجح ہونی چاہئے۔

وكره الوطي فوق مسجد؛ لأن مسجد إلى عنان السماء. (مجمع الأنهر ۱۹۰/۱، شامي ۴۲۸/۲ زكريا)

القدر المفروض من الوقوف إلى قوله أوعلى الدابة أو محمولا مع الغفلة. (البحر العميق ۱۵۱۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۵/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

’’مسجد نمرہ‘‘ میں جمع بین الصلوٰتین کرنا

سوال (۱۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عرفات میں جمع بین الصلوٰتین کے مسئلہ سے متعلق مفتی صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ ’’مسجد نمرۃ‘‘ میں امام صاحب اگر واقعۃً ریاض وغیرہ سے سفر کر کے آتے ہیں، تو حنفی حضرات کا ان کی

Marfat.com

اقتداء میں دونوں نمازوں کوایک ساتھ پڑھنا درست ہوگا، مسئلہ یہ ہے کہ عام حاجی کو اس بارے میں عموماً کچھ بھی پتہ نہیں ہوتا، اور جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ بھی سنی سنائی تک ہی محدود ہوتا ہے، معتبر خبر نہیں ہوتی۔ مجھ تک حنفی علماء کا زبانی قول پہنچا ہے کہ مسجد نمرہ میں ظہر عصر کی نماز جمع کرکے امام کے ساتھ ادا کریں اور اگر اپنے خیموں میں نماز ادا کریں تو ظہر کی ظہر کے وقت اور عصر کی نماز عصر کے وقت ادا کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہمارے علم کے مطابق آج کل ''مسجد نمرہ'' میں نماز پڑھانے کے لئے سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز آل شیخ ریاض سے تشریف لاتے ہیں؛ لہٰذا مسجد نمرہ میں ان کی اقتداء میں ظہر وعصر کی نماز جمع کرکے پڑھنا بالاتفاق جائز ہے؛ البتہ جو حضرات ''مسجد نمرہ'' میں نہ جاسکیں اور اپنے خیموں میں مقیم ہوں، تو حنفیہ کے راجح قول کے اعتبار سے ان کو ظہر کی نماز اپنے وقت میں اور عصر کی نماز اپنے وقت میں ادا کرنی چاہئے، جمع نہیں کرنی چاہئے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲۹۶/۳، انوار مناسک ۴۲۲)

أخرج مسلم وأبو داؤد وابن ماجة حديث جابر الطويل – واللفظ للأول ففيه ثم أذن، ثم أقام فصلى الظهر، ثم أقام فصلى العصر، ولم يصل بينهما شيئا، ثم ركب رسول الله صلى الله عليه وسلم، حتى أتى الموقف الخ. (صحيح مسلم ٣٩٧/١ رقم: ١٢١٨، سنن أبي داؤد ٢٦٣/١ رقم: ١٩٠٥، سنن ابن ماجة ٢٢٢/٢ رقم: ٣٠٧٤)

والحاصل أن مكان الجمع هو المسجد وما في معناه اتفاقاً، فإن كان المسجد في عرفة فهو في عرفة وما قرب منها لأنه في حكمها فجملة الشروط ستة ...... ولو فقد شرط منها يصلي كل صلاة في الخيمة على حدة في وقتها بجماعة أو غيرها. (غنية الناسك ١٥٣)

وشرط لصحة هذا الجمع الإمام الأعظم أو نائبه وإلا صلوا وحدانا.

Marfat.com

(درمختار مع الشامي ۳/ ۵۲۰ زکریا)

فالحاصل أن عند أبي حنيفة شرط جواز الجمع بين صلاة الظهر والعصر في وقت الظهر يوم عرفة إحرام الحج، والإمام الأكبر والجماعة، وعندهما إحرام الحج لا غير، وفي المنافع: واعلم أن من شرط الجمع: الوقت والمكان والإحرام والإمام والجماعة عن أبي حنيفة. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳/ ۵۰۷ زکریا، الفتاویٰ الهندية ۱/ ۲۲۸)

من صلى الظهر في رحله أي في منزل وحده صلى العصر في وقته عند أبي حنيفة. (عنايه على الهداية ۲/ ۳۷۱ کوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہل خیمہ کے لئے عرفات میں جمع بین الصلوٰتین کا حکم؟

سوال (۱۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اہلِ خیمہ کے لئے عرفات میں جمع بین الصلوٰتین مشروع ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق چوں کہ عرفات کے میدان میں خیموں میں ٹھہرنے والے حجاج سرکاری امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ پاتے (جو جمع بین الصلوٰتین کی منجملہ شرطوں میں سے ایک ہے) لہٰذا وہ خیمہ میں رہتے ہوئے ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں اور عصر کی نماز عصر کے وقت میں پڑھیں گے۔

عن جابر رضي اللّٰه عنه في حديث طويل وركب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلى منىٰ ...... حتى إذا أتى عرفة ...... أذن ثم أقام فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيئا. (صحيح مسلم رقم: ۱۲۱۸، سنن أبي داؤد رقم: ۱۹۰۵)

قال العلامة العثماني تحته: قال محمد: أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن

Marfat.com

إبراهيم قال: إذا صليت يوم عرفة في رحلك فصل كل واحدة من الصلاتين لوقتها وترتحل من منزلك حتى تفرغ من الصلاة، قال محمد: وبهٰذا كان يأخذ أبو حنيفة ...... وكذٰلك بلغنا عن عائشة أم المؤمنين وعبد الله بن عمرو عن عطاء بن أبي رباح وعن مجاهد. (الموطأ لإمام محمد ٥٢، إعلاء السنن ١٠/ ١٢١)

عن همام أن نافعا حدثه أن ابن عمر رضي الله عنهما كان إذا لم يدرك الإمام يوم عرفة جمع بين الظهر والعصر في منزله. (ذكره البخاري تعليقا، كتاب الحج / باب الجمع بين الصلاتين بعرفة)

وبهٰذا قال الجمهور: وخالفهم في ذٰلك النخعي والثوري وأبو حنيفة فقالوا: يختص الجمع بمن صلى مع الإمام وخالف أبا حنيفة في ذٰلك صاحباه والطحاوي ومن أقوى الأدلة لهم – أي الجمهور – صنيع ابن عمر هٰذا، قاله الحافظ في الفتح (٣/ ٤١٠) ولأبي حنيفة أن المحافظة على الوقت فرض بالنصوص فلا يجوز تركه إلا فيما ورد به الشرع وهو الجمع بالجماعة مع الإمام. (هداية ١/ ٢٧١، إعلاء السنن ١٠/ ١٢١-١٢٢ بيروت)

ولو فقد شرط منها يصلي كل صلاة في الخيمة على حدة في وقتها بجماعة أو غيرها. (غنية الناسك ١٥٣، ومثله في الفتاوىٰ التاتارخانية ٣/ ٥٠٧ زكريا، درمختار مع الشامي ٣/ ٥٢١ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ١/ ٢٢٨)

وفي منسك ابن العجمي: المراد بالإمام الإمام الأعظم، أما إمام الرفقة فلا يجوز الجمع معه عند أبي حنيفةؒ. (البحر العميق ٣/ ١٤٨٨)

وفي الزيادات: والصحيح قول أبي حنيفةؒ. (البحر العميق ٣/ ١٤٨٣، هداية ١/ ١٩٤-١٩٥ مكتبة البشرىٰ كراچی)

ائمہ ثلاثہ اور حنفیہ میں سے حضراتِ صاحبینؒ (امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ) کے نزدیک چوں کہ عرفات میں جمع بین الصلاتین کے جواز کے لئے امام الحج کی امامت شرط نہیں ہے؛ لہٰذا ان

Marfat.com

کے نزدیک خیمہ میں مقیم حجاج کے لئے بھی جمع بین الصلاتین مطلقاً مسنون ہے۔ بریں بنا اگر کوئی شخص خیمہ میں جمع بین الصلاتین کرنے لگے، تو اس سے تعرض کرنے کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے؛ البتہ احتیاط امام صاحبؒ کے قول پر عمل کرنے میں ہے۔

وعندهما لا يشترط بشيء من الشروط الثلاثة إلا الإحرام بالحج في العصر فقط، وبه قالت الثلاثة. (غنية الناسك ١٥٢، الفتاوى التاتارخانية ٥٠٧/٣، درمختار ٥٢١/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٥/٥/١٤٣٤ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عرفات میں خیموں کے اندر ظہر وعصر پڑھنے والوں کے لئے سنن ونوافل کا حکم؟

سوال (۱۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی حاجی عرفہ کے دن عرفات میں ظہر کی نماز باجماعت اپنے کیمپ میں پڑھے، پھر عصر کے وقت عصر کی نماز باجماعت اپنے کیمپ میں پڑھے تو ایسے حاجی مقیم ہو یا مسافر، ایسے لوگوں کا نماز ظہر کی سنتوں کے بعد نوافل نماز کا پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عرفات کے میدان میں خیمہ میں اگر ظہر کے وقت کی نماز اپنے وقت میں اور عصر کی نماز اپنے وقت میں پڑھی جائے تو ظہر کے بعد سنن ونوافل پڑھنے کی کوئی ممانعت احقر کی نظر سے نہیں گذری؛ بلکہ بعض کتابوں میں اس کے جواز کی صراحت موجود ہے؛ کیوں کہ یہ وقت نفل کے لئے مکروہ نہیں ہے؛ البتہ اگر جمع بین الصلاتین کرتے ہوئے ظہر کے ساتھ عصر بھی پڑھ لی جائے تو اب نفل پڑھنا مکروہ ہوگا؛ کیوں کہ عصر کے بعد نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

Marfat.com

ويكره التنفل بعد أداء العصر في وقت الظهر وكان الأولى أن يقول: ولو في وقت الظهر؛ لأنه صلاه في وقته المشروع له، وقد كره شارع الصلاة بعده مطلقا، فلهذا لو أخر فرض العصر عن وقته لا يكره التنفل في وقته، فعلة الكراهة ليست وصول وقت العصر بل كون الوقت بعد حصول العصر. (مناسك ملاعلي القاري ١٩٦، غنية الناسك ١٩٥ سهارنفور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۵/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہلِ جدہ عرفات جاتے ہوئے نماز میں قصر کریں گے یا اتمام؟

سوال (۱۹۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جدہ کی آبادی ''حی الامیر فواز'' کے نزدیک واقع پولیس چوکی سے آگے ڈھائی کلومیٹر تک پھیل چکی ہے، جدہ کی آبادی ختم ہونے کے بعد سے منیٰ کے راستہ عرفات تک کی مسافت ۸۱؍کلومیٹر اور ۶۰۰؍میٹر بنتی ہے؛ لیکن اگر ''کدیٰ'' اور ''عوالی'' کے راستہ سے عرفات کا سفر کیا جائے، تو یہ مسافت صرف ۷۳؍کلومیٹر بنتی ہے، مکہ مکرمہ کی آبادی کا منیٰ کے راستہ عرفات سے اتصال تو بالکل مفقود ہے؛ البتہ دوسرے راستہ یعنی عوالی سے ''جمعية الأطفال المعوقين'' تک آبادی کا تسلسل ہے، پھر ۳؍کلومیٹر ۴۰۰؍میٹر کا علاقہ غیر آباد ہے، اس کے بعد ''جامعة أم القریٰ'' کی وسیع عمارت شروع ہوجاتی ہے، جس کے فوراً بعد ہی حدودِ عرفات کی ابتداء ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ صورتِ حال میں اہل جدہ جب بقصد حج عرفات کو منزل سمجھ کر سفر کرتے ہیں، تو ان لوگوں کی وہاں شرعاً کیا حیثیت ہوگی؟ رہنمائی کی درخواست ہے اور علت ووجہ کی تنقیح بھی فرمادیں؛ تاکہ جدہ میں رہنے والے طلبہ اور دینی مسائل سے متعلق ومرتبط حضرات کے لئے لوگوں کو سمجھانا آسان ہوجائے کہ اہل جدہ قصر کریں، تو کس بنا پر یا اقامت کو اختیار کریں، تو کس وجہ سے؟ اہل جدہ سال گذشتہ کافی پریشان رہے، لوگ دو حصوں میں تقسیم

Marfat.com

ہوگئے، کسی نے اقامت کو ترجیح دی تو کسی نے سفر کو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اہل جدہ کا ''کدی'' اور ''عوالی'' کے راستہ سے سیدھے عرفات جانے کا ارادہ ہو تو حسب تحریر سوال چوں کہ ٧٣ ر کلومیٹر مسافت ہوتی ہے، اس لئے بلاشبہ اہل جدہ اس راستہ سے عرفات جانے کی صورت میں قصر نہیں کریں گے، اور اگر منیٰ کے راستہ سے عرفات جاتے ہیں اور یہ مسافت حسب تحریر سوال ٨١ ر کلومیٹر ٦٠٠ ر میٹر بنتی ہے، تو بھی محتاط اور محقق قول کے مطابق مسافت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ان کے لئے قصر جائز نہ ہوگا؛ اس لئے کہ محتاط قول کے اعتبار سے مسافت سفر ٨٢ ر کلومیٹر ٢٩٦ ر میٹر بنتی ہے۔ (تفصیل دیکھئے: احسن الفتاویٰ ٤/ ٩١، ایضاح المسائل ٧٠، کتاب المسائل ١/ ٥١٢)

بریں بنا مسئولہ صورت میں بہر صورت اہل جدہ کو سفر حج میں اتمام ہی کرنا چاہئے، یہی احوط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٠/ ١/ ١٤٣٣ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

قربانی کے مسائل

حج قران اور تمتع میں بطور شکرانہ قربانی واجب ہے؟

سوال (۱۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج قران، تمتع اور حج افراد میں سے کون حج میں حاجی پر قربانی واجب ہوتی ہے؟ اور یہ قربانی کس وجہ سے واجب ہوتی ہے؟ آیا یہ مالی قربانی ہے یا بطور شکرانہ کے؟ اور شکرانہ کس چیز کا ہے؟ نیز اگر کوئی حاجی قران یا تمتع کرنے والا قربانی کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ حج کی قسموں میں سے صرف حج قران اور حج تمتع میں بطور شکرانہ قربانی واجب ہوتی ہے اور یہ شکرانہ اس بات پر ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کی دونوں عبادتوں کو انجام دینے کی توفیق دی ہے اور حج افراد میں قربانی واجب نہیں ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رمى جمرة العقبة ثم انصرف إلى البدن فنحرها ...... الخ. (صحيح مسلم ۱/ ۴۲۱ رقم: ۱۳۰۵، سنن أبي داؤد ۱/ ۲۷۲ رقم: ۱۹۸۱)

أخرج البخاري حديثا طويلا عن ابن عباس طرفه ...... فإذا فرغنا من المناسك جئنا فطفنا بالبيت وبالصفا والمروة فقد تم حجنا وعلينا الهدي كما قال الله عز وجل فما استيسر من الهدي الآية. (صحيح البخاري ۱/ ۲۱۳ رقم: ۱۵۷۲)

Marfat.com

وعلى المتمع دم إذا وجد ذلك، قال تعالى: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ [البقرة: ١٩٦]

لأن وجوبه على المتمتع لأجل شكر النِّعمة حيث وفّق لأداء النُّسكين والقارن يشاركه فيها. (تبيين الحقائق ٢/٥٣٣ زكريا)

ويجب الدم على المتمتع شكراً لما أنعم الله تعالى عليه بتيسير الجمع بين العبادتين. (الفتاوى الهندية ١/٢٣٩ زكريا)

والذبح له أفضل ويجب على القارن والمتمتع. (شامي ٣/٥٣٤ زكريا)

البتہ جو قارن اور متمتع قربانی کی استطاعت نہ رکھے، یعنی اس کے پاس سفر کے اخراجات کے علاوہ اتنا مال نہ ہو کہ وہ قربانی کا جانور خرید سکے تو اس کے لئے شریعت نے یہ رخصت دی ہے کہ وہ قربانی کے بجائے دس روزے رکھے، جن میں سے کم از کم تین روزے یوم النحر سے پہلے پہلے رکھنے ضروری ہیں اور مابقیہ روزے اس کے بعد رکھ سکتا ہے، پس اگر شخص نے یوم النحر سے قبل تین روزے نہ رکھ سکے تو اب اس کے لئے قربانی کے علاوہ کوئی متبادل نہ ہوگا۔

قال الله تعالى: ﴿فَإِذَا اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ، وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ، تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ، ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [البقرة: ١٩٦].

وإن كان معسراً لايجد ثمن الهدي فإنه يصوم ثلاثة أيام في الحج ...... ثم يصوم سبعة أيام بعد ما مضت أيام التشريق عندنا. (الفتاوى الهندية ١/٢٣٩ زكريا)

فإن لم يصم إلى يوم النّحر تعيّن الدم إن لم يصم الثلاثة في الحج وجب عليه الدّم ولايجوز أن يصوم الثلاثة والسبعة بعدها. (الفتاوى الهندية ١/٢٣٩ زكريا، تبيين الحقائق ٢/٣٣٦، شامي ٣/٥٣٤ كراچی)

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کیا متمتع یا قارن پر مالی قربانی بھی واجب ہے؟

سوال (۱۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا متمتع یا قارن حاجی پر تمتع اور قران کی قربانی (دم شکر) کے ساتھ ساتھ مالی قربانی - جو عید الاضحیٰ میں صاحب حیثیت صاحب نصاب شخص پر واجب ہوتی ہے- بھی واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر حاجی کے پاس کرایہ اور حج کے دیگر اخراجات کاٹ کر اتنی رقم بچ جائے کہ اس سے وہ بآسانی عید الاضحیٰ والی مالی قربانی کرسکتا ہے پھر وہ قربانی نہ کرسکا اور ایام نحر گذر گئے تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز مالی قربانی کا بھی حدود حرم ہی میں کرانا ضروری ہے یا حاجی کے گھر والے بھی اس کے وطن میں کرسکتے ہیں؟ اور حاجی ان سے کراسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص ایام حج میں مقیم ہو اور صاحب حیثیت بھی ہو، اس پر حج کی قربانی (بشرطیکہ تمتع یا قران کیا ہو) کے ساتھ ساتھ مالی قربانی کرنا بھی واجب ہے، اور یہ مالی قربانی وہ اپنے وطن میں بھی کراسکتا ہے، حدود حرم میں کرانا لازم نہیں، پھر اگر اس نے مالی قربانی چھوڑ دی ہے تو قربانی کا وقت گذرنے کے بعد اس پر ایک بکری کی قیمت صدقہ کرنی لازم ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رمى جمرة العقبة ثم انصرف إلى البدن فنحرها ...... الخ. (صحيح مسلم ۱/۴۲۱ رقم: ۱۳۰۵، سنن أبي داؤد ۱/۲۷۲ رقم: ۱۹۸۱)

أخرج عبد الرزاق عن ابراهيم قال: رخص للحاج والمسافر في أن لا يضحي وقال أيضا كانوا إذا شهدوا ضحوا و إذا سافروا لم يضحوا. (مصنف عبد الرزاق ۴/۳۸۲ رقم: ۸۱۴۲-۸۱۴۴)

وأنها تجري فيها النيابة فيجوز للإنسان أن يضحي بنفسه أو بغيره؛ لأنها قربة تتعلق بالمال فتجري فيها النيابة. (الفتاوى الهندية ۵/۲۹۴)

Marfat.com

فلا تجب على حاج مسافر، فأما أهل مكة فتلزمهم وإن حجوا. (شامي ۹/ ٤٥٧ زكريا)

وأما الأضحية، فإن كان مسافراً فلا تجب عليه وإلا فكالمالكي فتجب عليه. (غنية ۹۲ قديم، شامي ٥٣٤/٣ زكريا، تكملة: البحر الرائق ١٧٣/٨)

ولو لم يضح حتى مضت أيام النحر فقد فاته الذبح ...... إن كان من لم يضح غنيا ولم يوجب على نفسه شاة بعينها تصدق بقيمة شاة اشترى أو لم يشتر كذا في العتابية. (الفتاوى الهندية ٢٩٦/٥)

ولو تركت التضحية و مضت أيامها حية ناذر ...... و تصدق بقيمتها غني، شراها أولا. (الدر المختار / الأضحية ٤٦٣/٩، بدائع الصنائع ٢٠٢/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۳/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی دونوں کا حج تمتع میں صرف ایک قربانی کرنا

سوال (۱۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور اس کی اہلیہ دونوں نے حج تمتع کا باندھا تھا؛ لیکن جس طرح گھر پر رہتے ہوئے ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر صرف گھر کے ذمہ دار کی طرف سے صرف ایک قربانی کرتے تھے وہی طریقہ دوران حج بھی اختیار کیا کہ دونوں نے صرف ایک قربانی مقام منی میں کی، حج کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کا حج ناقص رہا اور آپ پر دم لازم ہوا اب چونکہ حج کے ایام بھی گذر چکے ہیں، اور گھر واپسی ہوچکی ہے اب کیا کریں؟ اگر دم لازم ہے، تو اس کی مقدار کیا ہے اور کن ایام میں ادا کیا جائے؟ اور کیا حدود حرم میں پہنچ کر ہی ادا کرنا ضروری ہے؟ نیز ایک حاجی پر اگر کئی بار ایک سے زیادہ سہو ہوجائے اور دم لازم آجائے، تو کیا ہر سہو پر الگ الگ دم ادا کرنا ہوگا یا سب کی طرف سے ایک دم کی ادائے گی کافی سمجھی جائے گی؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ نے یہ سمجھ کر قربانی کی ہے کہ جیسے اور حجاج قربانی کر رہے ہیں میں بھی اسی طرح کر رہا ہوں، تو یہ قربانی حج تمتع کی طرف سے مانی جا سکتی ہے؛ لیکن اگر حج کی قربانی کا کوئی خیال ہی نہ تھا؛ بلکہ صرف مالی قربانی ہی کا قصد تھا، جیسا کہ سوال کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، تو صورت مسئولہ میں آپ پر اور آپ کی اہلیہ پر دم تمتع کے ساتھ دو دم جنایت بھی لازم ہیں، اور یہ سب دم حدود حرم میں ہی ذبح کرنے ضروری ہیں، گویا ہر ایک پر تین دم لازم ہوں گے: (۱) دم تمتع (۲) دم تمتع کو ۱۲ر ذی الحجہ سے مؤخر کرنے کا دم جنایت (۳) قربانی سے پہلے حلق یا قصر کی جنایت کا دم اور چوں کہ احرام سے نکلنے کی نیت سے حلق کرایا ہے؛ اس لئے مزید کسی جنایت پر دم نہ ہوگا۔ (مستفاد: انوار مناسک ر۵۰۷)

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ﴾ [البقرة: ١٩٦]

عن إبراهيم عن علقمة: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ﴾ فإن عجل فحلق قبل أن يبلغ الهدي محله فعليه فدية من صيام أو صدقة أو نسك، قال إبراهيم: فذكرته لسعيد بن جبير: فقال: هذا قول ابن عباس وعقد بيده ثلاثين و روى عن ابراهيم النخعي مثل ذلك. (تفسير ابن أبي حاتم ١/٣٣٧ الشاملة)

أما قوله تعالى: ولا تحلقوا الخ ففيه مسائل: المسألة الأولى: في الآية حذف؛ لأن الرجل لا يتحلل ببلوغ الهدي محله بل لا يحصل التحلل إلا بالنحر فتقدير الآية: حتى يبلغ الهدي محله وينحر فإذا نحر فاحلقوا. (تفسير لرازي ٥/٣٠٥ لشاملة)

عن مولى لابن عباس قال: تمتعت أن أنحر، وأخرت هديي حتى مضت الأيام، فسألت ابن عباس؟ فقال: اهد هديا لهديك، وهديا لما أخرت. (المصنف لابن أبي شيبة ٨/٤-٣٠٧ رقم: ١٥٧٠٩)

أخرج البخاري حديثا طويلا عن ابن عباس طرفه ...... فإذا فرغنا من

Marfat.com

المناسک جئنا فطفنا بالبيت وبالصفا والمروة فقد تم حجنا و علينا الهدي كما قال الله عز وجل فما استيسر من الهدي الآية. (صحيح البخاري ۲۱۳/۱ رقم: ۱۵۷۲)

وعلى المتمع دم إذا وجد ذلک، قال تعالى: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ [البقرة: ۱۹۶]

سئل رسول اللّٰہ صلى الله عليه وسلم فقال: أدناه شاة و إنه دم شكر. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۶۲۶/۳)

إذا حلق القارن قبل الذبح و أخر إراقة الدم عن أيام النحر ينبغي أن يجب عليه ثلاثة دماء دم بحلقه قبل الذبح و دم لتاخير الذبح عن أيام النحر ودم القران والتمتع ولو حلق قبل الرمي والباقي بحالها و جب دم رابع قبل الرمي. (غنية الناسك ۲۸۰ إدارة القرآن كراچی)

فعليه دم وكذلک القارن والمتمتع إذا أخرا الذبح حتى مضت أيام النحر. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۵۸۶/۳ زكريا)

ولا يجوز ذبح هدي التطوع والمتعة والقران إلا في يوم النحر ...... أما دم دم المتعة والقران فلقوله تعالىٰ: ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوْا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ﴾ ويجوز ذبح بقية الهدايا في أى وقت شاء ...... ولا يجوز ذبح الهدايا إلا في الحرم لقوله تعالىٰ: بالغا الكعبة" ولأن الهدي اسم لما يهدى إلى مكان و مكانه الحرم قال النبي صلى الله عليه وسلم: منى كلها منحر و فجاج مكة كلها منحر". (هداية / باب الهدي ۲۸۴/۲-۲۸۵ مکتبه البشریٰ کراچی).

والحديث أخرجه الإمام أبو داؤد في سننه. (سنن أبي داؤد/ باب الصلاة بجمع رقم: ۱۹۳۷، سنن ابن ماجة رقم: ۳۰۴۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۱۰/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حاجی کی طرف سے اہل خانہ کا قربانی کرنا؟

سوال (۱۹۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص حج کرنے کو گیا ہے اور وہاں جا کر اس کو قربانی بھی کرنی ہے، اور اس شخص کے گھر پر بھی قربانی ہوتی ہے، اگر قربانی اسی کے گھر پر ہو جائے اور حج کے دوران وہ شخص قربانی وہاں نہ کرے تو اس کا حج جائز ہوگا یا کہ نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تمتع اور قران کرنے والے پر جو قربانی بطور شکر واجب ہوتی ہے، اس کو حدود حرم میں کرنا لازم ہے، حدود حرم کے باہر اپنے گھر پر قربانی کرنے سے حج والی قربانی ادا نہ ہوگی، البتہ جو حاجی ایام حج میں مقیم اور مال دار ہو اس کے لئے اپنی مالی قربانی کہیں بھی کرنا جائز ہے، خواہ حدود حرم میں ہو یا اپنے گھر پر اس قربانی کا حج کی قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

عن جابر رضي الله قال: ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم: قد نحرت هٰهنا ومنى كلها فنحر. (سنن أبي داؤد / باب صفة حجة النبي صلى الله عليه وسلم رقم: ۱۹۰۷)

وخص ذبح الكل بالحرم. (كنز الدقائق مع البحر ۱۲۸/۳ زكريا)

ويختص بالمكان وهو الحرم والزمان وهو أيام النحر. (شامي / باب القران أفضل ۵۵۷/۳ زكريا)

هدي القارن والمتمتع هو واجب شكرا على اطلاق الارتفاق بالعمرة في وقت الحج فإنه أرفق وعلى توفيقه لأداء النسكين في أشهر الحج بسفر واحد ...... ويختص ذبحه بالمكان وهو الحرام ...... وبالزمان وهو أيام النحر حتى لو ذبح قبلها لم يجزه بالإجماع. (غنية الناسك / باب القران ۲۰۶-۲۰۷ إدارة القرآن كراچي)

وأما الأضحية فإن كان مسافراً فلا يجب عليه، وإلا فكالمكي فتجب.

(غنية الناسك ۱۷۲ إدارة القرآن كراچي)

Marfat.com

عند أبي حنيفة محل الهدي في الإحصار الحرم لقوله تعالىٰ: ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ [الحج: ٣٢]

واحتجوا من السنة بحديث ناحية بن جندب صاحب النبي صلى الله عليه وسلم: ابعث معي الهدي فانحره بالحرم قال فكيف تصنع به قال: أخرجه في الأودية لا يقدرون عليه فانطلق به حتى أنحره في الحرم. (الجامع لأحكام القرآن ١ جزء: ٢/ ٣٥٣ المكتبة التجارية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۶/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حلق کرانے اور وطن واپس لوٹنے کے بعد معلوم ہوا کہ تمتع کی قربانی نہیں ہوسکی؟

سوال (۱۹۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے قربانی کے پیسے مکہ میں رہنے والے ایک عزیز کو دے دیئے تھے، اس نے دس تاریخ کو قربانی کرنے کا وعدہ کرلیا تھا، سفر حج سے واپسی پر معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ اس شخص نے قربانی نہیں کی وہ ہر سال حاجیوں سے ایسے ہی قربانی کے نام سے پیسہ لے لیتا ہے، حاجی یہ سوچ کر کہ ہمارے علاقہ کا رہنے والا ہے ہماری خیر خواہی میں ہمارا یہ تعاون کررہا ہے پیسہ دے کر مطمئن ہوجاتا ہے، پھر وہ شخص کسی بھی حاجی کے ذریعہ وہ سب پیسہ اپنے گھر بچوں کو بھیج دیتا ہے، اب واپسی پر یہ تحقیق ہوئی آئندہ کے لئے ایک دوسرے کو بتلانا بھی شروع کردیا ہے کہ فلاں شخص کو کوئی قربانی کے پیسے نہ دے، مگر جن حاجیوں کی قربانی نہیں ہوئی وہ کیا کریں، کیا دم تو لازم نہیں آیا اور قربانی دوبارہ کریں کیا کریں؟ وہ حاجی بہت پریشان ہیں امید ہے جلد ہی جواب مرحمت فرما کر ارسال فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جن حاجیوں کی قربانیاں نہیں ہوسکی

Marfat.com

ہیں ان کو حدود حرم کے اندر اپنی قربانی کرانا لازم ہے، اور چوں کہ وقت مقررہ یعنی ایام نحر میں قربانی نہیں ہوئی، اس لئے بطور جنایت مزید ایک ایک قربانی لازم ہوگی۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ﴾

قال ابن جرير الطبراني: فإن كان أحرم بالحج فمحله يوم النحر ...... وإن هو رجع لم يزل محرما حتى ينحر عنه يوم النحر، فإن هو بلغه أن صاحبه لم ينحر عنه عاد محرما وبعث بهدي آخر، فواعد صاحبه يوم النحر عنه بمكة ويحل. (تفسير الطبراني ٣/٦٧-٣٦٦)

قال أبو حنيفة وأصحابه: إذا حل المحصر قبل أن ينحر هدية فعليه دم ويعود حراما كما كان حتى ينحر هدية. (الجامع لأحكام القرآن ج ١ جزء: ٣٥٣/١ المكتبة التجارية)

وفي الحديث الطويل أخرج البخاري ومسلم بأسانيدهم فيه ثم لم يتحلل من شيء حرم منه حتى قضى حجه، ونحر هديه يوم النحر وأفاض وطاف بالبيت، ثم حل من كل شيء حرم منه. (صحيح البخاري رقم: ١٦٩١، صحيح مسلم رقم: ١٢٢٧، كذا إعلاء السنن ٣٣٦/١ رقم: ٢٨٧٦)

وكذلك لو بعث الهدي وواعدهم أن يذبحوا عنه في الحرم في يوم بعينه ثم حل من إحرام على ظن أنهم ذبحوا عنه فيه، ثم تبين أنهم لم يذبحوا فإنه يكون محرما. (بدائع الصنائع / حكم الإحصار ٣٩٩/٢ زكريا)

ويختص ذبحه بالمكان وهو الحرم، وبالزمان وهو أيام النحر حتى لو ذبح قبلها لم يجز بالإجماع ولو ذبح بعدها أجزأه بالإجماع، ولكن كان تاركا للواجب عند الإمام يجب بين الرمي والحلق ولا آخر له في حق السقوط. (غنية قديم ١٢٨)

ولو أخر القارن والمتمتع الذبح عن أيام النحر فعليه دم. (غنية ١٤٩)

Marfat.com

إذا عجز القارن والمتمتع عن الهدي أو الصوم بأن كان شيخاً فانيا بقي علی ذمته ولا يجزئه الفدية عن الصوم. (غنية جديد ۲۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲؍۱؍۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قارن اور متمتع کیلئے رمی قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے؟

سوال (۱۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دسویں تاریخ کے مناسک میں احناف کے نزدیک ترتیب واجب ہے، آج کل حجاج کو جو دشواریاں لاحق ہوتی ہیں تقریباً سب اہل علم ان سے واقف ہیں، میں ذیل میں چند دشواریاں عرض کرتا ہوں۔

(۱) قربانی بہر حال رمی کے بعد کرنی ہوتی ہے لوگ اپنی قربانیوں کا مختلف طریقہ سے بندوبست کرتے ہیں، کچھ ذمہ دار لوگوں کو پیسے دیدیتے ہیں کہ وہ ان کی طرف سے قربانی کرلیں، کچھ لوگ بینک میں پیسے جمع کروا دیتے ہیں اور کچھ لوگ جو گروپ کے ساتھ جاتے ہیں وہ اپنے گروپ لیڈر کو پیسے دے دیتے ہیں، گو کہ ہر ایک اپنا وقت دے دیتا ہے کہ ہم آپ کی طرف سے اتنے بجے قربانی کریں گے، پھر اس کے باوجود اکثر یہ ہوتا ہے کہ رمی کرنے میں لوگوں سے تاخیر ہوتی جاتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ جب رمی کرنے جاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حادثہ کی وجہ سے اموات ہورہی ہیں تو یہ لوگ رک جاتے ہیں کہ بعد میں کریں گے ادھر معلوم ہوا کہ ان کی قربانی ہوچکی ہے، تو یہ بےچارے کیا کریں؟ ایک اور دم کا حکم لگانا کیا ان کے لئے پریشانی کا سبب نہیں ہوگا خاص کر جب آدمی مسافر ہوتا ہے تو ضرورت کے لحاظ سے اپنے پاس پیسہ رکھتا ہے؟

(۲) اسی طرح حلق کا مسئلہ ہوتا ہے، حجاج کو جو وقت دیا جاتا ہے کہ آپ اتنے بجے حلق کرلیں وہ لوگ تو احتیاطاً کئی گھنٹہ کے بعد حلق کرتے ہیں، اس کے باوجود کئی دفعہ معلوم ہوا کہ ان کی قربانی آج نہیں ہوسکی اگلے دن ہوگی، جب کہ ان بےچاروں نے وقت مقررہ کے کئی گھنٹوں کے

Marfat.com

بعد حلق کیا ہے، نیز یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ رمی کے بعد لوگ بجائے یکسوئی حاصل کرنے کے اِدھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں کہ کیا ہماری قربانی ہوگئی، بعض دفعہ رات کے دس گیارہ بج جاتے ہیں اور قربانی کرنے والے حضرت کا کچھ پتہ نہیں ہوتا، جب وہ آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ٹریفک کی وجہ سے دیر ہوگئی موبائل کی بیٹری ختم ہوگئی تھی، اس لئے آپ لوگوں کو فون نہ کر سکا اور جب لوگوں کے نام پڑھتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ میاں کا ہوگیا بیوی کا نہیں ہوا یا بیوی کا ہوگیا میاں کا نہیں ہوا، ان تمام وجوہات کی وجہ سے حجاج بڑے پریشان رہتے ہیں، تنگ آکر کتنے حنفی حجاج بینک میں پیسہ جمع کر دیتے ہیں، جب کہ بینک والوں کا حال یہ ہے کہ وہ تقریباً سب ہی کو دسویں تاریخ کی صبح دس گیارہ بجے کا وقت دیدیتے ہیں، ایک دفعہ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ لاکھوں آدمیوں کی قربانی ایک ہی وقت میں آپ کیسے کر لیتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ جیسے ہی پرچی کٹاتے ہیں آپ کی قربانی ہوجاتی ہے، یہ پرچہ آپ کی نیابت کرتا ہے، اب چاہے آپ کی قربانی تین دن کے بعد ہی کیوں نہ ہو آپ حلق وقصر کر کے احرام کھول سکتے ہیں، چناں چہ کتنے لوگوں کو دیکھا کہ رمی کر کے بینک سے پرچہ کٹواتے ہیں اور بینک والے کہتے ہیں کہ آدھا گھنٹہ کے بعد آپ حلق وقصر کر کے احرام کھول لیں اور لوگ اس پر عمل کرتے ہیں؟

مذکورہ بالا مسائل اور پریشانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے آپ حضرات سے گذارش ہے کہ اس مسئلہ میں دوسرے ائمہ اور خاص کر صاحبینؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے کس قدر توسع کی گنجائش ہے، اگر کسی وجہ سے ترتیب قائم نہ رکھ سکے تو کیا دم ساقط ہونے کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق حج میں قارن اور متمتع کے لئے رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے، جس کے ترک پر دم واجب ہوجاتا ہے، بے شک موجودہ دور میں حکومت سعودیہ کے قربانی کے نظام کی وجہ سے اس ترتیب کا برقرار رکھنا مشکل ہوگیا ہے؛ لیکن یہ ایسا ناممکن العمل نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے سرے سے حکم ترتیب ہی کو کالعدم کر دیا

Marfat.com

جائے، واقعہ یہ ہے کہ مختلف قسم کی پابندیوں کے باوجود اب بھی ایسی صورتیں موجود ہیں جن کو اپنا کر باہمت اور واقف کار لوگ، اعمال حج میں ترتیب برقرار رکھ سکتے ہیں مثلاً:

(۱) ہمارے علم میں حدود حرم میں کم از کم چار مقامات ایسے ہیں جہاں حجاج خود جا کر اپنے ہاتھ سے قربانی کر سکتے ہیں۔

الف:- منی اور مزدلفہ سے متصل ''المعیصیم'' (نامی قربان گاہ) جو بہت بڑے رقبہ میں پھیلی ہوئی ہے یہاں ہجوم زیادہ رہتا ہے۔

ب:- اسی جگہ سے ٹیکسیاں ملتی ہیں، جو مویشیوں کی بڑی منڈی (سوق المواشی) تک لے جاتی ہیں، وہاں جا کر آسانی سے قربانی کی جاسکتی ہے۔

ج:- اسی طرح مکہ معظمہ کے محلہ ''شرائع'' میں بھی ایک بڑی قربان گاہ ہے، وہاں جانور خرید کر اپنی طرف سے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے۔

د:- نیز مکہ مکرمہ میں محلہ ''مسفلہ'' سے آگے چل کر خالقہ نامی ایک بڑی منڈی ہے، اس میں بھی جانوروں کی فروختگی اور قربانی کا نظم ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ رمی کرنے کے بعد باہمت طاقت ور اور دیانت دار افراد ان جگہوں پر جا کر اپنی طرف سے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے قربانی کریں اور اس کے بعد حلق کرائیں؛ تاکہ ترتیب برقرار رہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ جو لوگ ان جگہوں پر نہیں جاسکتے وہ واقف وجانکار اور معتمد علیہ ساتھیوں پر اعتماد کر کے ان کو قربانی کے لئے بھیج دیں، اور آج کل موبائل کی سہولت حج میں عام ہوگئی ہے، یہ حضرات جب قربانی کرلیں تو اپنے ساتھیوں کو خبر دیں کہ قربانی ہوچکی ہے، اب حلق کرالیا جائے؛ لیکن یہاں یہ خیال رہنا چاہئے کہ کسی بھی اجنبی اور ناواقف شخص پر اعتماد نہ کیا جائے؛ اس لئے کہ کئی سالوں سے ایسے واقعات پیش آئے کہ حجاج کی بلڈنگوں پر آکر بعض لوگوں کو سستی قربانی کا لالچ دے کر بڑی تعداد میں رقمیں وصول کرلیں اور پھر قربانیاں نہیں کیں، اس لئے حجاج ایسے لوگوں کے جھانسے میں نہ آئیں؛ بلکہ صرف قابل اعتماد افراد کے ذریعہ ہی قربانی کرائیں۔

Marfat.com

(۳) تیسری شکل یہ ہے کہ مدرسہ صولتیہ میں قربانی کے لئے رقم جمع کرادیں اوران کے دیئے ہوئے وقت کی پابندی کریں، الغرض موجودہ حالات میں مذکورہ بالا صورتوں کو اپنا کر جب ترتیب برقرار رکھی جاسکتی ہے، تو مطلقاً ترتیب کے حکم کو ساقط کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لئے حنفی حجاج کو اپنی ترتیب باقی رکھنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے، اور بینک کا کوپن خرید کر خود اپنی مرضی سے ترتیب کو خراب نہیں کرنا چاہئے؛ تاہم اگر کوئی شخص اپنی کمزوری یا کسی اور معقول وجہ سے کوشش اور فکر کے باوجود ترتیب کو برقرار نہ رکھ سکے تو اس کے لئے حضرات صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے ترک ترتیب پر الگ سے کسی دم کے وجوب کا حکم نہیں دیا جائے گا، چنانچہ ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے چھٹے فقہی اجتماع منعقدہ ۱۴۱۷ھ (بمقام دیوبند) میں ہندوپاک کے معتبر علماء و مفتیانِ کرام نے یہ تجویز منظور فرمائی ہے۔

قلت: وقد يدل على وجوب الترتيب بين الرمي والذبح والحلق والطواف ما رواه أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتى منى، فأتى الجمرة فرماها، ثم أتى منزله بمنى و نحر ثم قال للحلاق: خذوا، أشار إلى جانبه الأيمن ثم الأيسر. (صحيح مسلم / باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمي ثم ينحر ثم يحلق رقم: ١٣٠٥)

وفي حديث جابر رضي الله عنه: أن النبي صلى الله عليه وسلم انصرف إلى المنحر، فنحر، ثم ركب فأفاض إلى البيت. (صحيح مسلم / باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم رقم: ١٢١٨)

عن إبراهيم قال: من حلق قبل أن يذبح أهرق دما فقرأ: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ﴾ (المصنف لابن أبي شيبة كذا في الجوهر النقي ٣٤٧/١، ومسند أحمد ٢٣٤/١، وسنن النسائي ٥٢/٢ والبيهقي في السنن الكبرىٰ ١٣٣/٥ إعلاء السنن ١٨٣/١٠ دار الكتب العلمية بيروت)

Marfat.com

قال الشامي: والحاصل أن الطواف لايجب ترتيبه على شيء من الثلاثة، وإنما يجب ترتيب الثلاثة: الرمي ثم الذبح ثم الحلق، لكن المفرد لا ذبح عليه فيجب عليه الترتيب بين الرمي والحلق فقط. (شامي ۵۸۸/۳ زكريا)

اعلم أن ما يفعل في أيام النحر أربعة أشياء: الرمي والنحر والحلق والطواف، وهٰذا الترتيب واجب عند أبي خنيفة ومالک وأحمد. (البحر الرائق ۲٤/۳ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

كتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حج بدل کے مسائل

بدل کسے کہتے ہیں؟

سوال (۱۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج بدل کی جامع تعریف کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عاقل، بالغ اور مکلّف آدمی کا کسی شرعی معذور شخص کی جانب سے اس کے حکم سے ارکان حج ادا کرنے کو حج بدل کہتے ہیں۔

الحج الفرض تقبل النيابة عند العجز فقط، لكن بشرط دوام العجز إلى الموت وبشرط نية الحج عنه وبشرط الأمر. (درمختار مع الشامي ١٤/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج بدل کے لئے شرائط کیا ہیں؟

سوال (۱۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حج بدل کے لئے کچھ شرائط ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص حج بدل کے لئے جائے اس کا حج آمر کی طرف سے معتبر ہونے کے لئے درج ذیل شرطیں بھی لازم ہیں:

Marfat.com

(۱) آمر کا اسے حج کرنے کا صراحۃً حکم دینا؛ البتہ وارث کا اپنے مورث کی طرف سے بلا امر حج کرنا بھی معتبر ہے۔

(۲) احرام باندھتے وقت مامور کا آمر کی طرف سے حج کی نیت کرنا۔

(۳) مامور کا آمر کی طرف سے خود حج کرنا، دوسرے سے نہ کرانا۔

(۴) اگر میت نے حج بدل کی وصیت میں کسی خاص شخص کو متعین کیا ہے تو اسی متعین شخص کا حج کرنا ضروری ہے، الا یہ کہ کوئی معقول عذر ہو۔

(۵) اکثر سفر حج میں آمر کا مال خرچ کرنا۔

(۶) اکثر سفر سوار ہو کر کرنا؛ لہٰذا اگر پیدل سفر کیا تو آمر کی طرف سے حج درست نہ ہوگا۔

(۷) آمر کے وطن سے سفر شروع کرنا۔

(۸) حج کو فاسد نہ کرنا؛ کیوں کہ اگر حج بدل کو فاسد کر دیا تو یہ حج آمر کی طرف سے نہ ہو کر مامور کی طرف سے ہو جائے گا۔

(۹) آمر کے حکم کی مخالفت نہ کرنا، مثلاً اگر اس نے حج افراد کا حکم دیا ہے اور مامور نے اپنی مرضی سے حج قران یا حج تمتع کر لیا تو یہ حج آمر کی طرف سے نہیں ہوگا؛ البتہ اگر خود آمر یا وصی حج تمتع یا قران کی اجازت دے تو اس کی گنجائش ہے۔

(۱۰) ایک سفر میں ایک ہی حج کا احرام باندھنا؛ لہٰذا اگر مامور نے آمر کے احرام کے بعد اپنے حج کا بھی احرام باندھ لیا تو آمر کا حج ادا نہ ہوگا۔

(۱۱) ایک احرام میں دو شخصوں کی نیت نہ کرنا؛ لہٰذا اگر مثلاً دو آدمیوں نے مامور کو حج بدل کا حکم دیا اور اس نے اس سفر میں دونوں آمروں کی طرف سے نیت کر لی تو ان آمروں میں سے کسی کی طرف سے بھی حج ادا نہ ہوگا۔

(۱۲) حج کا فوت نہ ہونا۔

(مستفاد: فتاوی شامی ۴/۱۷-۱۸، غنیۃ الناسک ۳۲۰-۳۲۶، مناسک ملا علی قاری ۳۵-۴۵۲، جواہر الفقہ ۱/۵۰۰-۵۰۶)

Marfat.com

التاسع: وجود العذر قبل الإحجاج فلو أحج صحح ثم عجز لا يجزيه، العاشر: أن يحج راكباً، فلو حج ماشياً ولو بأمره ضمن النفقة. (الرد المحتار / باب الحج عن الغير ٤/ ١٧ زكريا)

وبشرط نية الحج أي عن الأمر فيقول: أحرمت عن فلان ولبَّيت عن فلان ولو نسي إسمه فنوىٰ عن الآمر صح، وتكفي نية القلب. (الدر المختار ٤/ ١٥ زكريا)

وبقي من الشرائط النفقة من مال الآمر كلها أو أكثرها، وحج المأمور بنفسه وتعيينه إن عينه. (در مختار / باب الحج عن الغير ٤/ ١٦ زكريا)

وفي الذخيرة: ثم إنما يسقط فرض الحج عن الإنسان باحجاج غيره إذا كان المحج وقت الأداء عاجزا عن الأداء بنفسه، و دام عجزه إلى أن مات، أما إذا زال عجزه بعد ذٰلك فلا يسقط عنه حج الفرض. (الفتاوىٰ التاتارخانية / باب الحج عن الغير ٢/ ٥٤٥، إدارة القرآن كراچی، بدائع الصنائع ٢/ ٤٥٥، نعيميه ديو بند)

اور جو حج بدل دوسرے کی طرف سے تبرعاً کیا جاتا ہے وہ اصل میں نفلی حج ہوتا ہے، اس لئے اس میں اس طرح کے شرائط نہیں ہیں۔

الحج التطوع عن الصحيح جائز ويكون الحج عن المحج. (شامي / باب الحج عن الغير ٢/ ٦٠٣ كراچی، انوار مناسك ٥٥٩)

وأما النفل فلا يشترط فيه شيء منها. (شامي / باب الحج عن الغير ٤/ ١٨ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۶/۳/۱۵ھ

حج بدل کرانا کب لازم ہوتا ہے

سوال (۱۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: ایک شخص عاقل بالغ مسلمان اور صاحبِ حیثیت ہے، اس کے پاس حج کے اخراجات بھی ہیں ور مکمل استطاعت مالی ہے، تو کیا ایسا شخص حج بدل کرا سکتا ہے؟ اور حج بدل کرانا کس شخص پر لازم ور ضروری ہوتا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس شخص میں درج ذیل شرائط پائی جائیں اس کے لئے حج بدل کرانا (یا حج بدل کی وصیت کرنا) لازم ہوتا ہے:

(۱) جو شخص مسلمان ہو۔

إسلام الآمر. (غنية الناسك ٣٦ ؟)

(۲) عاقل، بالغ اور مکلّف ہو۔

وعقلهما (الآمر والمامور) (غنية الناسك ٣٢١)

(۳) اس پر مالی اور جسمانی اعتبار سے حج فرض ہو چکا ہو۔

وجوب الحج على المحجوج عنه باليسار والصحة. (غنية الناسك ٣٢٢)

(۴) فرضیت کے بعد خود حج کرنے پر قادر نہیں رہا، یا تو اس لئے کہ مال نہیں ہے یا اس لئے کہ صحت معدوم ہوگئی۔ (یا عورت کو محرم یا شوہر ساتھ جانے والا نہ ملا) وغیرہ۔

عجزه عن الأداء بنفسه بزوال أحدهما. (غنية الناسك ٣٢١)

(۵) حج سے عاجزی موت تک برقرار رہی، خواہ ایسا عذر ہو جو زائل ہو سکتا ہو، مثلاً: قید وبند یا پاگل پن یا ایسا عذر ہو جو زائل نہ ہو سکتا ہو، جیسے: بڑھاپا۔

دوام العجز إلى الموت. (غنية الناسك ٣٢٠-٣٢١)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۵/۰ھ

جس پر حج فرض ہو اس کا بلا عذر دوسرے سے حج کرانا؟

سوال (۲۰۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: چھ بھائیوں کی مشترکہ تمباکو (کھیتی) کی دکان ہے پانچ بھائیوں نے یکے بعد دیگرے حج کرلیا، ایک بھائی کو نماز روزہ سے کوئی واسطہ نہیں، اخلاق اچھے ہیں مدرسہ مسجد اور مستحق امداد لوگوں کی اعانت بھی کرتے ہیں، حلال وحرام میں بہت محتاط ہیں وہ صاحب مال ہونے کے باوجود حج نہیں کرنا چاہتے، اب وہ اگر حج کا خرچ دوسرے کو دے کر حج کرانا چاہیں، اور غیر مستطیع شخص ان کی طرف سے حج کرے تو یہ کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص پر حج فرض ہو چکا ہو اور کسی طرح کا عذر اس کو لاحق نہ ہو تو اس کے لئے دوسرے شخص سے حج بدل کرانا جائز نہیں ہے، نیز ایسے شخص کو خود حج نہ کرنے پر بہت سخت وعید آئی ہے، آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ”جو شخص سواری اور توشۂ سفر پر قادر ہو اور بآسانی حج کر کے واپس آسکتا ہو اس کے باوجود وہ حج نہ کرے، تو اس کے بارے میں سخت خطرہ ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر“ لہٰذا ان صاحب کو کوتاہی نہیں کرنی چاہئے اور جلد از جلد فریضۂ حج ادا کرلینا چاہئے۔ (مستفاد انوار مناسک ۵۴۱)

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ملك زاداً أو راحلة تبلغه إلى بيت الله ولم يحج فلا عليه أن يموت يهودياً أو نصرانياً، وذلك أن الله يقول في كتابه: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً﴾. (سنن الترمذي ١/١٦٧ رقم: ٨١٢، شعب الإيمان للبيهقي ٣/٤٣٠ رقم: ٣٩٧٨)

تقبل النيابة عند العجز فقط، لكن بشرط دوام العجز على الموت. (شامي ٤/١٤ زكريا)

والنيابة تجري في النوع الثالث عند العجز، ولا تجري عند القدرة، والشرط العجز الدائم إلى وقت الموت. (الفتاوى التاتارخانية ٣/٦٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کیا نفلی حج بدل میں شرائط بدل کی رعایت ضروری ہے؟

سوال (۲۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی اپنی طرف سے دوسرے شخص کے ذریعہ نفلی حج کروانا چاہے خواہ اس نے اپنا حج فرض کیا ہو یا نہ کیا ہو، تو اس کے لئے وہی شرائط ہوں گے جو حج فرض کرانے میں مامور کے لئے آمر کی طرف سے اور آمر کے لئے مامور کے حق میں پائے جانے ضروری ہوتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص نفلی طور پر کسی زندہ یا مردہ کی طرف سے حج بدل کرے یا کرائے، تو اس میں وطن سے جانے آنے یا کسی خاص جگہ سے حج کرنے یا آمر کے عاجز ہونے یا نہ ہونے وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہے؛ بلکہ بلا کسی شرط کے مطلقاً یہ حج درست ہو جائے گا، اب اگر آمر نے اسے نفلی حج کرنے کا حکم دیا ہے تو سفر اسی کے خرچ پر ہوگا اور حج اسی کی جانب سے ہوگا، اور اگر آمر نے حکم نہیں دیا؛ بلکہ کوئی شخص اپنی مرضی سے دوسرے کو نفلی حج کا ثواب پہنچانا چاہتا ہے تو یہ حج دراصل کرنے والے ہی کی طرف سے ہوگا؛ البتہ ارکان کی ادائیگی کے بعد وہ اس کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔

وإن كانت نافلة كحج النفل وعمرة التطوع تجزئ في الحالتين ولا يشترط فيه العجز، ولا غيره مما يشترط في حج الفرض وعمرة الإسلام إلا أهلية النائب بالإسلام والعقل والتمييز والنية عنه في الإحرام إن أمره بالحج، وإلا فجعل ثوابه له بعد الأداء الخ. (غنية الناسك ۳۲۰)

أما حج التطوع فتجوز الإنابة فيه حالة القدرة؛ لأن باب النفل أوسع حتى إن صحيح البدن لو احد رجلاً بماله على سبيل التطوع عنه يجوز. (البحر العميق ۲۲۵۸، الفتاویٰ الهندية ۱/۲۵۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۱۱/۴ھ

Marfat.com

بیمار معذور کے لئے حج بدل کرانا جائز ہے

سوال (۲۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنے بھائی کو جو حج کر چکا تھا، حج بدل کے لئے بھیجا کہ تم میرا حج بھی کرکے آؤ، زید کی عمر تقریباً ستر سال کی ہے، اعضاء درست ہیں مگر بینائی کمزور ہے، زید خود اپنا حج ادا کر سکتا تھا، مگر اس نے اپنے بھائی ہی کو اپنا حج کرنے بھیجا، لہٰذا زید کے بھائی نے زید کی طرف سے حج وعمرہ دونوں کیا، کیا زید کا حج ادا مان لیا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر زید ضعیفی یا بینائی کی کمی کی بناء پر ادائیگی حج سے عاجز ہے تو حج بدل کرانے سے اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا، اور اگر وہ بالکل عاجز نہیں ہے اور بینائی بھی اتنی کم نہیں ہے کہ حج نہ کر سکے، تو اس صورت میں سقوط فرض کے لئے حج بدل کافی نہیں؛ بلکہ خود حج کو جانا ضروری ہے، جو حج اس کی طرف سے دوسرے نے کیا ہے وہ اس کی جانب سے حج نفل شمار ہوگا۔

عن عبد الله بن عباس أن رجلا سأل النبي صلى الله عليه وسلم أن أبي أدركه الحج وهو شيخ كبير لا يثبت على راحلته، فإن شددته، خشيت أن يموت، أفأحج عنه؟ قال: أرأيت لو كان عليه دين فقضيته أكان مجزئا؟ قال: نعم قال: فحج عن أبيك. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣/٦٤٦ رقم: ٥٢٤١ زكريا)

والمركبة منهما كحج الفرض تقبل النيابة عند العجز فقط، لكن بشرط دوام العجز إلى الموت ......، هذا إي اشتراط دوام العجز إلى الموت إذا كان العجز كالحبس والمرض يرجى زواله أي يمكن، وإن لم يكن كذلك كالعمى والزمانة سقط الفرض بحج الغير عنه فلا إعادة مطلقاً، سواء استمر به ذلك العذر أم لا. (درمختار ٢/٥٩٩ بيروت، ٤/١٤-١٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۲/۲/۱۴۱۱ھ

Marfat.com

عورت کا اپنی بیماری، ضعیف العمری، یا محرم نہ ملنے کی وجہ سے حج بدل کرانا؟

سوال (۲۰۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسا آدمی یا عورت جو حج کرنا چاہتی ہے، اپنے حالات صحت، ضعیف العمری، یا بیماری یا عورت ہونے کی بناپر محرم کا ساتھ نہ ملنے کی بناپر دوسرے شخص سے حج بدل کراسکتے ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بیماری یا کمزوری ایسی ہے کہ جس سے شفایاب ہوکر حج کرنے کے قابل ہونے کی تا زندگی امید نہیں ہے، تو ایسا شخص حج بدل کراسکتا ہے؛ لیکن اگر ایسا ضعف نہیں ہے اور بیماری نہیں ہے تو حج بدل کرانا جائز نہیں ہے۔

عن عبد الله بن الزبير رضي الله عنه قال: جاء رجل من خثعم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إن أبي أدركه الإسلام وهو شيخ كبير، لا يستطيع ركوب الرحل، والحج مكتوب عليه، أفأحج عنه؟ قال: أنت أكبر ولده؟ قال: نعم، قال: أرأيت لو كان على أبيك دين فقضيته عنه أكان ذلك يجزئ عنه؟ قال: نعم، قال: فاحجج عنه. (الفتاوى التاتارخانية ٣/٤٤٨ رقم: ٥٠٤٣ زكريا)

وأما المريض الذي يرجى برؤه والمحبوس فإنه إذا أناب عنه الغير فحج عنه ثم زال عذره بعد فإن ذلك لا يسقط فرض الحج. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة ١/٧٠٧ فتاوى محموديه ١٣/١٧٢، ايضاح المناسك ١٧٠)

اگر عورت کا کوئی محرم نہ ہو تو اس پر حج کی ادائیگی فوراً ضروری نہیں ہے؛ البتہ اگر مرتے وقت تک محرم میسر نہ ہو تو حج بدل کی وصیت کرنا لازم ہے۔ (دار العلوم ۶/۵۲۲، احسن الفتاویٰ ۴/۵۲۲)

ومع زوج أو محرم مع وجوب النفقة لمحرمها عليها. (شامي ٣/٤٦٤، هداية ١/١٣٤)

Marfat.com

ثمرته تظهر في وجوب الوصية بالحج إذا مات قبل وجود المحرم يجب الإيصاء لأن الموت بعد الوجوب. (فتح القدير ٢/٤٢٢)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تسافر المرأة إلا مع ذي رحم محرم، ولا يدخل عليها رجل إلا و معها محرم، فقال رجل: يا رسول الله! إني أريد أن أخرج في جيش كذا و كذا، و امرأتي تريد الحج فقال: أخرج معها. (الفتاوى التاتارخانية ٣/٤٧٤ رقم: ٤٨٨٥ زكريا)

إن وجود الزوج أو المحرم شرط وجوب الأداء فيجب الإيصاء. (أوجز المسالك ٣/٧٣٩، شامي ٢/٤٦٥ كراچي، انوار مناسك ٥٥٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کی طرف سے حج بدل

سوال (۲۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اس سال نفلی حج کا ارادہ رکھتا ہوں، تو کیا میں اپنے والدین کی جانب سے حج بدل کا ارادہ کرلوں، مگر یہ طے نہیں ہو پارہا ہے کہ ان پر حج فرض ہوا تھا یا نہیں؟ آثار وقرائن سے ظاہر ہے کہ ان پر حج فرض ہوا تھا، اس لئے کہ انہوں نے پنشن حاصل کرنے کے بعد اپنے پانچ بچوں کی شادیاں کیں، وہ اب سے چالیس سال پہلے ریٹائر ہوئے تھے، اس لئے اندازہ نہیں کہ ان کو پنشن کے موقع پر کتنی رقم ملی تھی اور اس وقت کتنی لاگت پر حج فرض ہوجایا کرتا تھا، اگر حج بدل کیا جائے تو کون سا کیا جائے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہوگا، عمرہ وغیرہ کس طرح کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بہتر ہے کہ آپ اپنے طرف سے حج بدل کرلیں، امید ہے کہ آپ کے حج کرنے سے ان پر واجب حج فرض بھ

Marfat.com

ساقط ہو جائے گا اور اس نفلی حج بدل

والدہ کی طرف سے حج بدل کی:

حج میں ادا کئے جاتے ہیں۔

فلا يجوز

فيجزيه إن شاء الله

نية الـ

الأعمال

أفضل.

Marfat.com

وإن أحرم عنهما بغير أمرهما صح جعله لأحدهما أو لكل منهما. (الدر المختار مع الشامي ٤/ ٢٨ زكريا)

وروي أن ابن الموفق حج عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: حججا، قال: فرأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في المنام، فقال: يا ابن موفق حججت عني؟ قلت نعم، قال: فإني أكافئك يوم القيامة، آخذ بيدك في الموقف، فأدخلك الجنة، والخلائق في كرب الحساب. (البحر العميق في مناسك المعتمر والحاج إلى بيت اللّٰه العتيق ١/ ٩٨ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۹/۱۰/۱۴۱۳ھ

کیا خود حج کرنے سے قبل والدین کو حج کرانا ضروری ہے؟

سوال (۲۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبداللہ ملازم پیشہ فرد ہے، اب اس کے پاس اتنی رقم ہوگئی ہے کہ اس پر حج فرض ہوگیا، اس کے والدین حیات ہیں، اس نے جب اس فرض کی ادائیگی کا اظہار خیال اپنے عزیز واقارب سے کیا تو کچھ لوگوں نے اس سے کہا کہ تمہارا حج جب تک نہیں ہوسکتا، جب تک پہلے اپنے والدین کو حج نہ کراؤگے، کیا ان لوگوں کا کہنا ازروئے شرع درست ہے یا نہیں؟ ایسی شکل میں عبداللہ کو کیا کرنا چاہئے؟ والدین کے پاس اس قدر مال نہیں ہے جس پر حج فرض ہوتا ہے، کل خرچ عبداللہ کو برداشت کرنا ہے، ایسی صورت میں ازروئے شریعت عبداللہ کو کیا کرنا چاہئے؟ عبداللہ کے پاس اس وقت اس قدر مال نہیں ہے کہ وہ والدین کے خرچ کو برداشت کرسکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں صرف عبداللہ پر حج فرض ہے اور اس کے حج کی ادائیگی اس کے والدین کے حج پر موقوف نہیں ہے؛ لہٰذا اسے پہلے اپنا فرض ادا کرنا

Marfat.com

چاہئے، بعد میں اگر اللہ تعالیٰ وسعت دے تو والدین کو بھی حج کرادے تو مستحق اجر وثواب ہوگا۔

ولا تثبت الاستطاعة بالعارية والإباحة، فلو بذل الابن لأبيه الطاعة وأباح له الزاد والراحلة لا يجب عليه الحج، وكذا لو وهب مالاً ليحج به لا يجب عليه قبوله. (غنية الناسك ٢١، ومثله في البحر الرائق ٥٤٨/٢ زكريا)

إن القدرة على الزاد والراحلة لابد فيها من الملك دون الإباحة والعارية. (شامي ٤٦٠/٣ زكريا)

ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك أو الإجارة دون الإعارة والإباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لا منة له عليه كالوالدين، والمولودين أو من غيرهم كالأجانب، كذا في السراج الوهاج. (الفتاوى الهندية ٢١٧/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۱/۲۴ھ

اپنی کمائی سے والدین کو حج کرانا فرض ہوگا یا نفل؟

سوال (۲۰۷): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا ایک بیٹا ہے جو کماتا ہے وہ اگر اپنی کمائی سے والدین کو حج کرائے تو والدین کی طرف سے وہ حج حج فرض ادا ہوگا یا حج نفل ادا ہوگا؟

بیٹا جو والدین کو حج کراتا ہے وہ اگر حج نفل ادا ہوگا تو آگے چل کر اگر والدین مال دار ہوجائیں جس سے وہ حج کرکے آسکتے ہیں، تو کیا وہ کیا ہوا حج نفل فرض کے لئے متبادل بنے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بیٹا اگر اپنی کمائی سے والدین کو حج کرائے اور والدین حج فرض کی نیت کریں، تو ان کا فرض حج ادا ہوجائے گا، حتیٰ کہ اگر والدین بعد میں صاحب استطاعت ہوجائیں، تو انہیں دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك أو الإجارة دون الإعارة

Marfat.com

والإباحة، سواء كانت الإباحة من جهة من لا منة له عليه كالوالدين، والمولودين أو من غيرهم كالأجانب كذا في السراج الوهاج. (الفتاوى الهندية ۲۱۷/۱)

إن القدرة على الزاد والراحلة لابد فيها من الملك دون الإباحة والعارية. (شامي ۴۶۰/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۴/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنے اوپر حج فرض ہوتے ہوئے والد کی طرف سے حج بدل کرنا

سوال (۲۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس سال میں زیارتِ بیت اللہ کے لئے جا رہا ہوں، اس سلسلہ میں ٹکٹ وغیرہ کا انتظام ہوگیا ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ میرے والد عبد الغفار صوفی صاحب پچھلے سال اس دنیائے فانی سے چلے گئے لیکن انہوں نے زیارت بیت اللہ نہیں کی، جب کہ یہ ان پر فرض ہو چکا تھا، مرتے وقت انہوں نے زیارت پر جانے کا ارادہ کیا تھا، چوں کہ میں نے خود ابھی زیارتِ بیت اللہ نہیں کی ہے، اس لئے کچھ علماء کی رائے ہے کہ میں اپنے والد کے بدلے حج پر نہیں جا سکتا ہوں اور کچھ اس بات پر متفق ہیں کہ میں اس کے بدلے جا سکتا ہوں، اب آپ سے استدعا ہے کہ آپ مجھے صحیح صورتِ حال سے آگاہ کریں؛ تاکہ میں اسی حساب سے حج کے لئے نیت کروں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں آپ کا والد صاحب کی طرف سے حج بدل کرنا اگرچہ صحیح ہے؛ لیکن اگر آپ پہلے سے حج پر قدرت رکھتے ہیں، تو مکروہِ تحریمی ہے اور اگر آپ پر حج فرض نہیں ہے تو خلافِ اولیٰ اور مکروہِ تنزیہی ہے۔

عن الحسن: أنه كان لا يرى بأسا أن يحج الصرورة عن الرجل. (المصنف لابن أبي شيبة / الحج ۱۸۹/۸ رقم: ۱۳۵۴۴)

Marfat.com

والذي يقتضيه النظر أن حج الصرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم. وفي البحر: تحريمية على الصرورة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه؛ لأنه أثم بالتأخير. (شامي / باب الحج عن الغير ٤ / ٢١ زكريا، فتح القدير ٣ / ١٦٠ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۸/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنا حج کئے بغیر اپنے پیسے سے والدہ کی طرف سے حج بدل کرانا؟

سوال (۲۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طاہرہ اپنے والد مرحوم، دادا، دادی مرحومہ کسی کے نام بھی حج بدل کرانا چاہتی ہے، کیا ایسی شکل میں یہ ضروری ہے کہ پہلے خود حج کرے خواہ طاہرہ پر خود حج فرض نہ ہوا ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر طاہرہ اپنے والد، دادا، دادی کی طرف سے اپنی رقم سے نفلی حج کرانا چاہتی ہے تو گو کہ ان کی طرف سے حج بدل ہوجائے گا، اور ان کو اس کا ثواب پہنچ جائے گا؛ لیکن ضروریاتِ اصلیہ کے علاوہ حج کے مطابق رقم ہونے کی وجہ سے خود طاہرہ پر حج فرض ہے، پہلے طاہرہ کو اپنا حج کرنا لازم ہے؛ کیوں کہ حج فرض ہونے کے بعد تاخیر کرنا سخت گناہ ہے، اور اگر پھر بعد میں حج نہ ہوسکے تو طاہرہ سخت ترین وعید کی مستحق ہوجائے گی؛ اس لئے پہلے اپنا حج کرے بعد میں وسعت ہو تو مرحومین کی طرف سے حج کرائے۔

ويجوز حج الصرورة وهو الذي لم يحج عن نفسه ويكره. (درر الحكام / حكم الهدي ١ / ٢٦٢ الشاملة)

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من

Marfat.com

ملك زاد وراحلة تبلغه إلى بيت الله ولم يحج فلا عليه أن يموت يهودياً أو نصرانياً. (سنن الترمذي ١٦٧/١، مشكوٰة المصابيح ٢٢٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں باپ کی طرف سے نفلی حج بدل کرانا؟

سوال (۲۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے ماں باپ پر حج فرض نہیں تھا، اسی حال میں ماں باپ کا انتقال ہوگیا، اب زید ان کی جانب سے حج کرانا چاہتا ہے تو کیا حج نفل ہوگا یا فرض ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ماں باپ پر حج فرض نہیں تھا اور بیٹے نے اپنی طرف سے بطور تبرع نفلی کرادیا تو یہ حج نفلی شمار ہوگا اور حج نفل کا ثواب زید کے والدین کو پہنچے گا۔

تبرع الولد بالإحجاج أو الحج بنفسه عن أبويه إذا مات وعليه حج الفرض ولم يوص به مندوب إليه جداً، لحديث ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حج عن والديه أو قضىٰ عنهما مفرداً بعثه الله يوم القيامة مع الأبرار. (غنية الناسك / باب الحج عن الغير ٣٢٨ إدارة القرآن كراچی، والحديث أخرجه الإمام الطبراني في المعجم الأوسط ٨/٢ رقم: ٧٨٠٠)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حج عن ميت فللذي حج عنه مثل أجره، ومن فطر صائما فله مثل أجره، ومن دل على خير فله مثل أجر فاعله. (المعجم الأوسط ٢٣١/٤ رقم: ٥٨١٨)

عن زيد بن أرقم رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قال من حج عن أبيه أو عن أمه أجزأ ذٰلك عنه وعنهما. (لمعجم الكبير ٢٠٠/٥ رقم: ٥٠٨٣)

Marfat.com

الصحيح من المذهب فيمن يحج عن غيره أن أصل الحج يقع عن المحجوج عنه فرضاً كان أو نفلاً و عن محمد أن الحج يقع عن الحاج وللمحجوج عنه ثواب النفقة والأول أصح. (غنية الناسك ٣٣٧ إدارة القرآن كراچی)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تصدق بصدقة تطوعاً فيجعلها عن أبويه، فيكون لهما أجرها، ولا ينقص من أجره شيئا. (الفتاوى التاتارخانية ٦٤٧/٣ رقم: ٥٢٤٢ زكريا)

عن عبد الله بن عمرو عن أبيه عن جده رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حج عن والديه بعد وفاتهما كتب له عتقا من النار، وكان للمجموع عنهما أجر حجة تامة من غير أن ينقص من أجورهما شيئا الحديث. (الفتاوى التاتارخانية ٦٤٧/٣ رقم: ٥٢٤٣ زكريا)

الذي تحصل لنا من مجموع ما قررناه أن من أهل بحجة عن شخصين، فإن أمراه بالحج وقع حجه عن نفسه البتة، وإن عين أحدهما بعد ذلك، وله بعد الفراغ جعل ثوابه لهما أو لأحدهما، وإن لم يأمراه فكذلك. (شامی ٦٠٩/٢ كراچی، ٢٩/٤ زكريا، فتاوى دار العلوم ٥٦٣/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۳/۲۳ھ

بیٹا باپ کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۲۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج بدل بیٹا اپنے معذور یا مردہ باپ کی جانب سے کرسکتا ہے یا نہیں، اور کیا حج بدل حج تمتع یا حج قران کے طور پر کیا جاسکتا ہے یا نہیں، اور دم قران یا دم تمتع حج بدل میں بھی ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیٹا بھی اپنے باپ کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے۔

Marfat.com

ج، أو الحج بنفسه عن أبويه إذا مات و عليه حج ب إليه جداً، قال صلى الله عليه وسلم: من حج عن بعث يوم القيامة مع الأبرار، وقال: من حج عن أبيه أو نته وكان له فضل عشر حجج، وقال: إذا حج الرجل عن ر منهما واستبشرت أرواحهما وكتب عند الله برا (فتح ملك / باب الحج عن الغير ٣٢٨ إدارة القرآن كراچی)

ب ما لو أهل بحج عن أبويه أو غيرهما في الأجانب حال كونه ين ذلك جاز؛ لأنه متبرع بالثواب، فله جعله لأحدهما أو لهما، وفي ‏: من حج عن أبويه فقد قضى عنه حجته وكان له فضل عشر حجج. (الدر مع الشامي ٣/٤١-٢٨ زكريا، ٢/٦٠٦ كراچی)

وعن جابر أنه عليه السلام قال: من حج عن أبيه و أمه فقد قضى عنه حجته، وكان له فضل عشر حجج. (سنن الدار قطني ٢/٢٦٠)

اور حج بدل میں قران یا تمتع کیا جا سکتا ہے، مگر ان دونوں کا دم حج کرنے والے پر واجب ہوگا نہ کہ حج کرانے والے پر۔

ودم القران والتمتع و الجناية على الحاج إن أذن له الأمر بالقران و التمتع. (در مختار مع الشامي ٢/٦١١ كراچی، ٣/٤/٢ زكريا)

ودم نسک وهو دم المتعة والقران و إنه على المأمور. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٣/١٥٦ زكريا، انوار مناسك ٥٥١)

والحاصل أن جميع الدماء المتعلقة بالإدام في مال الحاج إلا دم الإحصار فإنه في مال المحجوج عنه ...... و أما دم القران فلأنه دم نسک؛ لأنه يجب شكرا أو سائر أفعال النسک على الحاج. (بدائع الصنائع / بيان شرائط النيابة في

Marfat.com

الحج ۲ / ٤٥٩ نعيميه ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۴ھ

بیٹی کا اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل کرنا

سوال (۲۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عمر کی دوسری موجودہ اہلیہ اپنی مرحومہ والدہ صاحبہ کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتی ہے جوان پر فرض تھا؛ حالانکہ اہلیہ کے بھائی صاحب حیثیت ہیں؛ لیکن عمر نے اہلیہ کو حج کے لئے پیسے ہدیہ کیا ہے اور کرے گا، تو اس طرح کے حج میں کوئی شرعی اعتراض وقباحت تو نہیں ہے، اہلیہ کی مرحومہ والدہ نے کوئی وصیت حج کے لئے اہلیہ کو نہیں کی تھی وہ ازراہ محبت ایسا کرنا چاہتی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمر کی اہلیہ اپنی والدہ کی طرف سے بلاتکلف حج بدل کرسکتی ہیں جب کہ شوہر یا محرم ساتھ ہو، آپ کی طرف سے انہیں پیسے دینے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

فيجوز إحجاج المراهق......، وكذا المرأة بإذن زوجها ووجود محرم معها. (غنية الناسك ۳۳۷ جديد)

وعلل في الفتح: الكراهة بما في المبسوط من أن حجها أنقص إذ لا رمل عليها ولا سعى في بطن الوادي ولا رفع صوت بالتلبية ولا حلق. (شامي ٤ / ٢١ زكريا)

ولا فرق أيضاً بين أن يكون الحاج عن الغير رجلاً أو امرأة إلا أنه يكره إحجاج المرأة ويجوز، أما الجواز فلحديث الخثعمية، وأما الكراهة فلأنه يدخل في حجها ضرب نقصان؛ لأن المرأة لا تستوفي سنن الحج فإنها لا ترمل في الطواف ولا تسعى بين الصفا والمروة ولا تحلق وغير ذلك من الأفعال التي جازت للرجل دونها. (البحر العميق ٤ / ٢٢٦٨، شامي ٤ / ٢١ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۶/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

ثلث مال سے والدین کی طرف سے حج بدل کرانے کی وصیت کرنا؟

سوال (۲۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی زندگی میں اپنے ماں باپ کے حج کا ارادہ کرلیا تھا، اس کے لئے رقم بھی الگ کرلی تھی، پھر مرنے کے قریب وصیت کی کہ جو رقم میں نے الگ کی ہے اس سے میرے ماں باپ کا حج کرادینا، جو رقم الگ کی ہے وہ ثلث مال سے کم ہے اور ورثاء بھی رضامند ہیں، تو اس کی وصیت جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی وصیت کی ہے کہ ماں کا وطن سے کرادینا اور باپ کا مکۃ المکرمہ سے کرادینا یہ وصیت صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا اپنے ثلث مال میں والدین کے لئے حج کرانے کی وصیت کرنا شرعاً درست ہے، اور جس کے لئے جہاں سے حج کرانے کی وصیت کی ہے اس کا لحاظ کیا جائے گا۔

عن الحسن [illegible] في رجل فرط في [illegible]
محضور [illegible] يقول: يبدأ بالحج و [illegible]
كرامة، يدعه حتى إذا صار المال لغيره قال: حجوا عني و زكوا عني، هو من الثلث. (السنن الكبرى للبيهقي / الحج ۹/۲۷۸ رقم: ۱۲۸٦٥)

لأن الوصية بالحج تنفذ من الثلث، وهذا من توابع الوصية. (شامي ۲/ ٦١٠ بيروت، ٤/ ٣١ زكريا)

فإن كان يسع الكل تنفذ الوصية من الثلث في الكل، سواء كانت الوصايا لله تعالى بأن كانت الوصية بالقرب من الوصية بالحج الفرض ...... وحج

Marfat.com

التطوع. (الفتاویٰ الهندية ٢٥٤/١)

وفي الشامي: وإن فسر المكان يحج عنه منه. (شامي ٦٠٥/٢ بيروت، [illegible] زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۳/۴/۱۴۱۱ھ

میت کی طرف سے حج بدل کرنا؟

سوال (۲۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اپنی مرحومہ والدہ کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتا ہوں، جن کا انتقال قریب بیس سال پہلے ہو چکا ہے، کیا اتنا طویل عرصہ گذر جانے کے بعد بھی حج بدل کرایا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر والدہ پر حج فرض تھا پھر وہ حج کیے بغیر وفات پا گئیں اور انہوں نے حج کی وصیت کی اور حج کے خرچ کے بقدر مال چھوڑا ہے، تو ان کی طرف سے ثلث مال سے حج بدل کرانا لازم ہے، اور اگر ان پر حج فرض نہیں تھا، یا فرض تو تھا لیکن وصیت نہیں کی یا وصیت کی لیکن مال نہیں چھوڑا، تو ان کی طرف سے حج بدل ضروری تو نہیں ہے؛ لیکن اگر [illegible] ان کی طرف سے حج بدل کرلیا جائے [illegible] والدہ کو پہنچے گا، اور کرنے والے کو [illegible] ملے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عن الحسن: في الرجل يحج عن الرجل قال: يرجیٰ له مثل أجره.

(المصنف لابن أبي شيبة ٧١١/٨ رقم: ١٥٧٤)

عن الحسن: في الرجل يحج عن الرجل الذي لم يحج، قال: يجزئه.

(المصنف لابن أبي شيبة ٧١١/٨ رقم: ١٥٧٢٨)

وإن لم يوص به فتبرع عنه الوارث، فحج أي الوارث ونحوه بنفسه، أو

Marfat.com

أحج عنه غيره جاز. (شامي ١٦/٤ زكريا)

لو مات رجل بعد وجوب الحج ولم يوص به فحج رجل عنه، أو حج عن أبيه، أو أمه عن حجة الإسلام من غير وصية، قال أبوحنيفة رحمه الله تعالى: يجزيه إن شاء الله تعالى. (شامي ١٦/٤ زكريا)

إذا كان ميتا وعليه حج الفرض ولم يوص به،أو أوصى به ولا مال له، فإنه لو تبرع عنه الوارث، وكذا الأجنبي فحج عنه، أو أحج، قال أبو حنيفة رحمه الله: يجزيه إن شاء الله تعالى عن حجة الإسلام. (غنية الناسك ١٧٣ قديم، ٣٢٢ كراچي)

تبرع الولد بالإحجاج، أو الحج بنفسه عن أبويه إذا مات وعليه حج الفرض، ولم يوص به مندوب إليه جدا، قال صلى الله عليه وسلم: من حج عن أبويه أو قضى عنهما مغرما بعث يوم القيامة مع الأبرار. (غنية الناسك ٣٢٨ إدارة القرآن كراچي)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حج عن ميت فللذي حج عنه مثل أجره ومن فطر صائما فله مثل أجره ومن دل على خير فله مثل أجر فاعله. (المعجم الأوسط ٢٣١/٤ رقم: ٥٨١٨)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تصدق بصدقة تطوعاً فيجعلها عن أبويه، فيكون لهما أجرها، ولا ينقص من أجره شيئا. (الفتاوى التاتارخانية ٦٤٧/٣ رقم: ٥٢٤٢ زكريا)

عن عبد الله بن عمرو عن أبيه عن جده رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حج عن والديه بعد وفاتهما كتب له عتقا من النار، وكان للمحجوج عنهما أجر حجة تامة من غير أن ينقص من أجورهما شيئا الحديث. (الفتاوى التاتارخانية ٦٤٧/٣ رقم: ٥٢٤٣ زكريا)

ومن مات وعليه فرض الحج ولم يوص به لم يلزم الوارث أن يحج عنه،

Marfat.com

إن أحب أن يحج عنه حج أو أرجو أن يجزيه إن شاء الله تعالى. (الفتاوى التاتارخانية ۵٦٤/۲، فتاوى محمودیه ۴۰۳/۱۰ ڈابھیل، فتاوی دار العلوم ۵۷۲/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر وصیت کے میت کی طرف سے حج کرنا

سوال (۲۱۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دور ماضی میں کوئی صاحب جن کا انتقال ہو چکا ہے، اس وقت ان کی مالی اعتبار سے حیثیت ایسی نہ تھی جو حج فرض ہوتا، لہٰذا انہوں نے کوئی وصیت بھی نہیں کی کہ میرے انتقال کے بعد میرا کوئی وارث میری طرف سے حج کرے، لہٰذا اگر ان کا وارث ان کے لئے حج کرتا ہے تو وہ حج بدل کی نیت کرے یا نفلی حج کی؟ اگر حج نفلی کرتا ہے تو اس کا ثواب صرف ایک ہی کے لئے ہوگا، یا پھر کئی لوگوں کو شامل کیا جاسکتا ہے؟

اگر حج بدل کیا جائے تو اس کا ثواب کئی لوگوں کے لئے پہنچا سکتے ہیں؟ یا پھر ایک کو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب کہ میت پر خود حج فرض نہیں تھا، اور نہ ہی انہوں نے کوئی وصیت کی ہے، اس لئے وارث پر ان کی طرف سے حج بدل کرانا لازم نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص بطور تبرع میت کی طرف سے حج بدل کرلے، تو اس کا ثواب میت کو پہنچ جائے گا، اسی طرح حج نفل کرکے اس کا ثواب ایک یا متعدد حضرات کو پہنچایا جاسکتا ہے، اور نفلی حج بدل کا حکم بھی حج نفل ہی کی طرح ہے۔ (انوار مناسک ۵۴۹)

بخلاف مالو أهل بحج من أبويه أو غيرهما من الأجانب حال كونه تبرعاً فعين بعد ذلك جاز؛ لأنه تبرع بالثواب، فله جعله لأحدهما أو لهما. (درمختار) وإن أحرم عنهما بغير أمرهما صح جعله لأحدهما، أو لكل منهما.

Marfat.com

(شامی ۳ ... نقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۰/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر وصیت میت کی طرف سے حج بدل کرنا بہتر ہے یا نفلی حج کرکے ثواب پہنچانا؟

سوال (۲۱۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسے مرحوم رشتہ دار کی طرف سے جس نے وصیت نہیں کی ہے حج بدل کرکے ایصال ثواب کرنا زیادہ بہتر ہے یا اپنا نفلی حج کرکے اس کا ثواب بخشنے میں زیادہ ثواب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مرحوم رشتہ دار پر حج فرض ہو چکا تھا، لیکن وہ ادا کرنے سے پہلے وفات پا گیا، تو اس کی طرف سے حج بدل کرنا افضل ہے، اور اگر میت پر حج فرض نہ تھا، تو اس کی طرف سے حج بدل کرنا یا نفلی حج کرکے اسے ثواب پہنچانا دونوں برابر ہے۔

كما إذا كان ميتا وعليه حج الفرض ولم يوص به، أو أوصى به ولا مال له، فإنه لو تبرع عنه الوارث، وكذا الأجنبي، فحج عنه، أو أحج قال أبو حنيفة: يجزيه إن شاء الله تعالى عن حجة الإسلام. (غنية ٣٢٢ إدارة القرآن كراچي)

وإن لم يوص به حتى مات أثم بتفويته الفرض عن وقته إمكان الأداء في الجملة، فأما الحج يسقط عنه في أحكام الدنيا عندنا، حتى لا يلزم الوارث الحج عنه من تركته؛ لأنه عبادة، والعبادات تسقط بموت من عليه، سواء كانت بدنية أو مالية في حق أحكام الدنيا عندنا. (بدائع الصنائع، البحر العميق ٢٣٤٨/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۷/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک سے زائد لوگوں کو نفل حج کا ثواب پہنچانا؟

سوال (۲۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: اگر حج بدل کیا جائے تو اس کا ثواب کئی لوگوں کے لئے پہنچا سکتے ہیں؟ یا پھر ایک کو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج نفل کرکے اس کا ثواب ایک یا متعدد حضرات کو پہنچایا جاسکتا ہے، اور نفلی حج بدل کا حکم بھی حج نفل ہی کی طرح ہے۔ (انوار مناسک ۵۴۹)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حج عن ميت فللذي حج عنه مثل أجره، ومن فطر صائما فله مثل أجره، ومن دل على خير فله مثل أجر فاعله. (المعجم الأوسط ٢٣١/٤ رقم: ٥٨١٨)

بخلاف ما لو أهل بحج من أبويه أو غيرهما من الأجانب حال كونه تبرعاً فعين بعد ذلك جاز؛ لأنه تبرع بالثواب، فله جعله لأحدهما أو لهما. (درمختار) وإن أحرم عنهما بغير أمرهما صح جعله لأحدهما، أو لكل منهما. (شامي ٢٨/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۱/۱۰/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج بدل کرانے والے، کرنے والے اور جس کی طرف سے کررہا ہے کس کو زیادہ ثواب ملے گا؟

سوال (۲۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نیز حج بدل میں حج بدل کرانے والے، حج بدل کرنے والے اور جس کی طرف سے حج بدل کیا ہے، ان تینوں کو برابر ایک ایک حج کا ثواب ملتا ہے، یا کمی زیادتی کے ساتھ؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج بدل کرنے والے اور کرانے والے نیز جس کی طرف سے حج بدل کیا جارہا ہے ان کو اپنے عمل کے اعتبار سے کم وزیادہ ثواب ملے گا، میت کی طرف

Marfat.com

سے وارث یا اجنبی شخص حج کرتا ہے، تو حج میت کی طرف سے ادا ہوگا، اگر کوئی شخص بذات خود اپنے ہی مال سے کسی عزیز یا دیگر شخص کی طرف سے حج بدل کرتا ہے، تو حج کرنے والے کو سات حجوں کا ثواب ملے گا اور جو شخص کسی دوسرے کے حکم سے میت کی طرف سے حج بدل کرے گا، تو اس حج کرنے والے کو اپنے عمل حج کا ثواب ملے گا، اور حج کے بعد زائد عمرے یا طواف کرے گا تو وہ خود اسی کے ہوں گے۔ (جواہر الفقہ ۱/۵۰۶، ایضاح المناسک ۱۷۴)

كما إذا كان ميتاً وعليه حج الفرض ولم يوص به، أو أوصى به ولا مال، فإنه لو تبرع عنه الوارث، وكذا الأجنبي فحج عنه، أو حج قال أبوحنيفة: يجزيه انشاء الله تعالىٰ عن حجة الإسلام. (غنية ٣٢٢ إدارة القرآن كراچى)

وعن ابن عباس رضي الله عنه مرفوعاً من حج عن أبيه أو أمه فقد قضا حجته، وكان له فضل عشر حجج. (سنن الدار قطني رقم: ٢٥٨٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی طرف سے نفلی حج کرنا

سوال (۲۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنا حج کر چکا اور زید کی بیوی جس پر حج فرض نہیں تھا وہ انتقال کر چکی، اب زید دوبارہ عازم حج ہے اور چاہتا ہے کہ اس حج کو اپنی مرحومہ بیوی کی طرف سے کرے، تو یہ درست ہے یا نہیں، اور اس کا کیا طریقہ ہے؟ اور زید کو بھی کچھ ثواب ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیوی کی طرف سے نفلی حج درست ہوجائے گا، اور اس شوہر کو بھی ثواب ملے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۱/۵۰۶، ایضاح المناسک ۱۷۴)

عن ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعاً: من حج عن ميت كتب للميت

Marfat.com

حـجة وللحاج سبع حجات وعن جابر مرفوعا: من حج عن أبيه أو أمه فقد قضى عنه حجته وكان له فضل عشر حجج. (غنية الناسك ١٨١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/ ۹/ ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چھوٹے لڑکے کو بیوی کی طرف سے حج بدل کیلئے ساتھ لیجانا؟

سوال (۲۲۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری اہلیہ کا انتقال ہوگیا ہے اور میں نے پہلی مرتبہ حج بیت اللہ شریف کے لئے درخواست دی ہے جو منظور ہوگئی ہے، لیکن میری خواہش ہے کہ اہلیہ مرحومہ کے لئے بھی کوئی حج بدل کا انتظام ہوجائے، اس کے لئے میں نے اپنے چھوٹے لڑکے کے حج کے لئے سوچ رکھا ہے، لڑکے نے اب تک کوئی حج نہیں کیا ہے کیا میں اس کو ساتھ حج بدل کے لئے لے جاسکتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: افضل یہ ہے کہ ایسے شخص سے حج بدل کرایا جائے جس نے پہلے سے اپنا حج کر رکھا ہو، لیکن اگر ایسے شخص نے حج بدل کرلیا تو مرحوم کی طرف سے حج ادا ہوجاتا ہے، بریں بنا صورتِ مسئولہ میں اہلیہ مرحومہ کے حج بدل کے لئے چھوٹے لڑکے کو اپنے ساتھ لے جانے کی گنجائش ہے، ہاں اگر لڑکا خود مال دار اور صاحب استطاعت ہو تو اس کا حج بدل کرنا مکروہ تحریمی ہوگا۔

والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلاً عن نفسه أن يحج رجلاً قد حج عن نفسه ...... وفي الكرماني: الأفضل أن يكون عالماً بطريق الحج وأفعاله، ويكون حراً عاقلاً بالغاً ...... ومع هذا لو أحج رجلاً لم يحج عن نفسه حجة الإسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر. (الفتاوى الهندية ١/ ٢٥٧)

ويجوز حج الصرورة وهو الذي لم يحج عن نفسه ويكره. (درر الحكام / حكم الهدي ١/ ٢٦٢ الشاملة)

Marfat.com

قال في الفتح بعد ما أطال الاستدلال: والذي يقتضيه النظر أن حج الصرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم الخ. قال في البحر: والحق أنها تنزيهية على الآمر لقولهم والأفضل ...... تحريمية على الصرورة المامور الذي اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه؛ لانه آثم بالتاخير. (شامي / باب الحج عن الغير ۲۱/۴ بيروت، شامي ۶۰۳/۲-۶۰۴ كراچي، كتاب المسائل ۲۶۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۰/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج بدل کہاں سے کرائے؟

سوال (۲۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی والدہ کی وفات سے قبل دو سال تک زیارت بیت اللہ شریف کے لئے درخواست دی؛ لیکن وہ منظور نہ ہوسکی اور والدہ کا انتقال ہوگیا، والدہ نے انتقال سے قبل زید کو یہ وصیت کی کہ اگر تمہارے پاس گنجائش ہو تو میرا حج بدل کرادینا، زید کے پاس اس وقت حج بدل کرانے کی گنجائش تھی؛ لیکن اس وقت نہیں کراسکا، اب حج بدل کرانے کا ارادہ ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ حج بدل وطن ہی سے کرانا ضروری ہے یا مکہ معظمہ میں بھی کراسکتے ہیں؟ معلوم یہ ہوا ہے کہ مدرسہ صولتیہ میں اس کا نظم ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر والدہ کے مال سے حج بدل کرلیا جائے، یعنی مرحومہ نے اتنا مال چھوڑا ہو کہ سارے حقوق متقدمہ کی ادائیگی کے بعد حج کا خرچہ نکل آتا ہو، تو اس کا حج اس کے وطن سے کرانا ضروری ہے، اور اگر بیٹا خود اپنے مال سے حج کرارہا ہے، والدہ نے مال نہیں چھوڑا تو کسی بھی جگہ سے حج بدل کرانے کی گنجائش ہے، مکہ مکرمہ

Marfat.com

سے بھی کرا سکتے ہیں، مگر میقات کے باہر سے حج کرانا صاحب استطاعت کے لئے افضل ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۵۲۹)

ومنها أن يحج من بلده الذي يسكن؛ لأن الحج مفروض عليه من بلده فمطلق الوصية تنصرف إليه، هذا إذا كان ثلث ماله يكفي ذلك، أما إذا كان لا يكفي فمن حيث يبلغ. (البحر العميق ٤/٢٣٦٦)

فإن فسر المال أو المكان فالأمر عليه أي على ما فسره وإلا فيحج عنه من بلده، فلو أحج الوصي عنه من غيره لم يصح، إن وفى به أي بالحج من بلده ثلثه، وإن لم يف فمن حيث يبلغ استحساناً. (شامي ٦/٦٠٤-٥ كراچى ٦٠، شامي ٤/٢٣-٢٤ زكريا)

فمن عجز عن الحج بنفسه وجب عليه أن يستنيب غيره ليحج عنه ويصح الحج عنه بشروط، منها: وإن لم يعين وجب أن يحج عنه من بلده إن كان ثلث ماله يكفي، فإن لم يكفي وجب أن يحج عنه من المكان الذي يكفي عنه المال. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة ١/٧٠٧-٧٠٩)

هذا إذا كان ثلث المال يبلغ أن يحج عنه من بلده حج عنه، فإن كان لا يبلغ يحج من حيث يبلغ استحسانا. (بدائع الصنائع / وأما بيان فوائت الحج ٢/٤٧١ نعيمية ديوبند، ٢/٢٢٢ كراچى، غنية الناسك جديد ٣٢٩، انوار مناسك ٥٤٥-٥٤٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ صولتیہ میں حج بدل کا پیسہ جمع کر کے حج بدل کرانا

سوال (۲۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج بدل میں ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ حج بدل کا نظم مدرسہ صولتیہ والے کرتے ہیں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سال رقم جمع کی اور آئندہ سال کو انہوں نے کسی کے ذریعہ حج بدل کرادیا اور

Marfat.com

اس کی اطلاع بذریعہ رسید دے دی، تو کیا وہیں سے حج بدل کرایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یا وطن سے ہی حج بدل کا سفر کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مال کی وسعت ہوتے ہوئے یہ طریقہ اختیار کرنا مکروہ ہے؛ لیکن اس سے حج فرض بھی ساقط ہوگا جب کہ میت نے خود وہاں سے حج کرانے کی وصیت کی ہو۔

ولو عين مكانا غير بلده فكما أوصىٰ قرب من مكة أو بعد. (غنية الناسك ۳۲۹ إدارة القرآن كراچی)

وإن أوصىٰ أن يحج عنه من موضع كذا من غير بلده يحج عنه من ثلث ماله من ذٰلك الموضع الذي بين قرب من مكة أو بعد عنها؛ لأن الإحجاج لايجوز إلا بأمره فيتقدر بقدر أمره. (بدائع الصنائع ۲/۲۲۳ قديم، ۳/۲۹٤ بيروت)

فلو أحج الوصي من غير ما وجب الإحجاج منه يضمن؛ لأنه خالف و يكون الحج له و يحج عن الميت ثانيا. (غنية الناسك ۳۲۹ جديد، كذا في الزبدة ۲/٤٥۲)

اور جو صاحبِ استطاعت شخص ہندوستان میں مقیم ہو اور بیماری یا کمزوری کی وجہ سے حج کرنے سے عاجز ہوجائے تو اس کے خرچ سے اس کے وطن سے حج بدل کرانا ضروری ہے۔

فمن عجز عن الحج بنفسه وجب عليه أن يستنيب غيره ليحج عنه ويصح الحج عنه بشروط ...... و إن لم يعين و جب أن يحج عنه من بلده إن كان ثلث ماله يكفي. (الفقه على المذاهب الأربعة ۱/۷۰۹-۷۰۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۱/۱۰/۱۶ھ

حج بدل اپنے ذاتی پیسہ سے کرنا

سوال (۲۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: میرے بھائی کے لڑکے نوکری کے لئے ریاض گئے ہوئے ہیں، چوں کہ انہوں نے اپنا حج اور عمرہ پورا کرلیا ہے، اب نوکری کے سلسلہ میں ریاض میں ہیں، اب وہ اپنے دادا کے نام حج بدل کرسکتے ہیں یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ جواب لکھیں۔

نوٹ:- وہ لڑکا حج بدل اپنے ذاتی پیسہ سے کرنا چاہتا ہے میں اس کو پیسہ دینا چاہتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر چچیرے دادا نے اپنا حج بدل کرانے کی وصیت کی ہے تو ان کا حج بدل اس وقت تک ادا نہ ہوگا، جب تک کہ ان کا پیسہ حج بدل میں خرچ نہ کیا جائے، ہاں اگر ان کا کوئی عزیز ان کی طرف سے نفلی حج کرنا چاہتا ہے، جیسا کہ سوال مذکورہ بالا سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ریاض میں رہنے والا شخص ایصال ثواب کی نیت سے اپنے چچیرے دادا کی طرف سے حج کرنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا حج کرنا درست ہے، آپ کے لئے اس کا پیسہ دینا ضروری نہیں ہے، مگر یہ حج بدل نہ ہوگا۔

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: یا رسول اللّٰه! إنا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعو لهم فهل یصل ذٰلک إلیهم قال نعم، إنه لیصل الیهم وإنهم لیفرحون به کما یفرح أحدکم بالطبق إذا أهدی إلیه. رواه أبو حفص العکبري (شامي ۲۹۶/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۴/۹/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج بدل کون کرے؟

سوال (۲۲۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اس سال مع بیوی کے حج کو جارہا ہے، اس کی دوسری بیوی کا انتقال ہوچکا ہے، اس پر بھی حج فرض تھا زید مرحومہ بیوی کی طرف سے حج کرانے کے لئے اپنے بھائی کو جو دین دار صوم

Marfat.com

وصلوٰۃ کا پابند ہے، ساتھ لے جارہا ہے، زید کا یہ بھائی مالدار نہیں ہے، اس پر حج فرض نہیں ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حج بدل وہی آدمی کرسکتا ہے جو پہلے اپنا حج کرچکا ہو، زید کا بھائی جو حج مرحومہ کی طرف سے حج کرنے کی نیت سے کرے گا اس کا کیا رہے گا یا اس کو کس طرح نیت کرنی چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر ہے کہ حج بدل ایسے شخص سے کرایا جائے جو اپنا حج پہلے کرچکا ہو؛ لیکن اگر اپنا حج فرض ادا کئے بغیر بھی کوئی شخص دوسرے کی طرف سے حج بدل کرلے تو بھی صحیح ہوجاتا ہے؛ لہٰذا آپ اپنے مذکورہ بھائی کو مرحومہ بیوی کی طرف سے حج بدل کے لئے لے جاسکتے ہیں، وہ اسی مرحومہ کی طرف سے احرام باندھے گا اور نیت کرے گا، حج بدل کے احکامات مسائل حج کی کتابوں میں ملاحظہ کئے جائیں۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقول: لبيك عن شبرمة قال: من شبرمة؟ قال: أخ لي، أو قريب لي، قال: حججت عن نفسك؟ قال: لا، قال: حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة. (سنن أبي داؤد / باب الرجل يحج عن غيره رقم: ۱۸۱۱)

واختلف في أن من لم يحج عن نفسه، هل يجوز له أن يحج عن غيره؟ ...... وعند الحنفية: يكره له ما لم يحج [illegible] المانعون بحديث ابن عباس هذا وقالوا: هذا الحديث يدل على أنه يجب عليه أن يحج عن نفسه، ثم يحج عن غيره. (بذل المجهود ۷/۵۹۸–۱۵۸ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي، مظفر فور أعظم جراه)

والأصل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه. (البحر الرائق ۶۹/۳ كراچی، ۱۲۳/۳ زكريا)

والأفضل أن يكون قد حج عن نفسه؛ لأنه بالحج عن غيره يصير تاركا إسقاط الحج عن نفسه فيتمكن في هذا الإحجاج ضرب كراهة؛ ولأنه إذا كان

Marfat.com

حج مرة كان أعرف بالمناسك، وكذا هو أبعد عن محل الخلاف فكان أفضل.

(بدائع الصنائع ۲۷٤/۳ بیروت)

والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه. (البحر الرائق ۶۹/۳ کراچی)

ولأنه إذا كان حج مرة كان أعرف بالمناسك، وكذا هو أبعد عن محل الخلاف فكان أفضل. (بدائع الصنائع ۲۷٤/۳ بیروت)

والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلا عن نفسه أن يحج رجلا قد حج عن نفسه، وفي الكرماني: الأفضل أن يكون عالما بطريق الحج وأفعاله ويكون حراً عاقلاً بالغاً. (الفتاوى الهندية ۲۵۷/۱، أنوار مناسك ۵۰۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۶/۱۱/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک وقت میں دو شخصوں کی طرف سے حج بدل کرنا؟

سوال (۲۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے مفتی صاحب نے دس آدمیوں کے حج کے بدلے میں خود نے ایک حج فری کیا، مگر دوسرے آدمی سے حج بدل کا پیسہ لے لیا، تو کیا مذہب اسلام میں عالم کے لئے ایک ٹائم میں دو حج کرنے کا قانون ہے؟ کیا اس کے لئے ایک ٹائم میں دو حج جائز ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مفتی صاحب کے معاملہ کی تحقیق تو ان سے تفتیش کے بعد ہی ہوسکتی ہے، عموماً اس طرح کی افواہیں علماء کو بدنام کرنے کے لئے پھیلائی جاتی ہیں، باقی مسئلہ یہی ہے کہ ایک وقت میں دو شخصوں کی طرف سے حج بدل نہیں کیا جاسکتا۔

ومن حج عن كل من أمريه وقع عنه وضمن مالهما. (درمختار / باب الحج عن الغير ۶۰۷/۲ کراچی)

Marfat.com

السابع: أن يفرد الإهلال لواحد معين، فلو أهل بحجة عن آمريه، ولو كانا أبويه نيته عنها، ووقعت الحجة عنه و ضمن نفقتهما إن أنفق من مالهما؛ لأنه خالفهما بترك التعيين و لا يقدر على لأحدهما لعدم الأولوية. (غنية الناسك / باب الحج عن الغير ٣٢٥ إدارة القرآن كراچی، بدائع الصنائع / بيان شرائط النيابة في الحج ٤٥٨/٢ نعيمية ديو بند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۲/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امیر الحجاج کا دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا؟

سوال (۲۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امیر الحجاج کے تمام اخراجات ٹور کمپنی برداشت کرتی ہے، ایسی حالت میں کیا وہ کسی کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حج بدل کے لئے آمر یعنی حج کرانے والے کی طرف سے حکم اور نفقہ شرط ہے، اب اگر وہ ٹور کمپنی سے معاملہ کرلے کہ میری طرف سے حج بدل کرادیا جائے تو ٹور کمپنی ساتھ لے جانے والے عالم سے کہے کہ فلاں کی طرف سے حج بدل کریں تو اب آمر کا حج بدل صحیح ہوسکتا ہے، اس تفصیل کے بغیر دوسرے کی طرف سے حج بدل صحیح نہ ہوگا، ہاں وہ عالم یہ کرسکتا ہے کہ اپنی طرف سے نفلی حج کرکے اس کا ثواب جس کو چاہے پہنچادے۔

وبشرط نية الحج أي عن الأمر فيقول: أحرمت عن فلان و لبَّيت عن فلان ولو نسي إسمه فنوىٰ عن الأمر صح، وتكفى نية القلب ......وبشرط الأمر به أي بالحج عنه فلا يجوز خج الغير بغير إذنه ...... وبقي من الشرائط النفقة من مال الأمر كلها أو أكثرها. (درمختار / باب الحج عن الغير ٤/٥ ١-١٦ زكريا، غنية الناسك / باب الحج عن الغير ٣٣٦ إدارة القرآن كراچی)

Marfat.com

عن الحسن وعطاء أنهما قالا: إذا حج الرجل عن الرجل فنسي أن يسميه فقد أجزأ عنه الحج، فإن الله تعالىٰ قد علم عمن حج. (المصنف لابن أبي شيبة / الحج فيه إذا نسي أن يسميه ۸/۲۳۵ رقم: ۱۳۷۲۸)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تصدق بصدقة تطوعا فيجعلها عن أبويه فيكون لهما أجرها ولا ينقص من أجره شيئا. (مجمع الزوائد / باب الصدقة على الميت ۳/۱۳۸)

جئنا إلى الكلام في حجة التطوع فنقول: من أمر غيره بحج التطوع جاز ذلک ويصير للآمر ثواب النفقة في طريق الحج من حيث أنه حيث أنه سبب إلى الحج بالإتفاق، أو يصير المأمور جاعلا ثواب فعله للأمر فهذا جائز عند أهل السنة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۳/٦٤٧ زكريا)

الحج التطوع عن الصحيح جائز ويكون الحج عن المحج. (شامي ۲/٦۰۳ كراچی، انوار مناسك ٥٥٩)

وأما النفل فلا يشترط فيه شيء منها. (شامي ٤/١٨ زكريا، غنية الناسك / باب الحج عن الغير ۳۲۲-۳۲۳ إدارة القرآن كراچی، مناسك ملا على القاري / باب الحج عن الغير ٤٣٦-٤٣٧ إدارة القرآن كراچی، الفتاوىٰ التاتارخانية ۳/٦٤٨ رقم: ٥٢٤٣ زكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲۳/۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے اپنا حج نہ کیا ہو؟

سوال (۲۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج بدل کے لئے کوئی ایسا شخص جاسکتا ہے یا نہیں جس نے خود اپنا حج فرض نہ کیا ہو، کیا اس بارے میں صاحب استطاعت اور غیر صاحب استطاعت کے حکم میں فرق ہے؟

Marfat.com

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مستطیع شخص اپنا حج فرض ادا کرنے کے بجائے دوسرے کی طرف سے حج بدل کے لئے جائے اس کا یہ عمل مکروہ تحریمی ہے، اور غیر مستطیع شخص اگر ایسا کرے تو یہ عمل آمر کے لئے خلافِ اولیٰ ہے؛ لیکن آمر کا حج بہر دوصورت ادا ہو جائے گا، اور بہر حال افضل یہ ہے کہ جانکار تجربہ کار اور دیانت دار شخص جو اپنا حج پہلے کر چکا ہو، اسے حج بدل کے لئے بھیجا جائے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۱/۵۰۷، احسن الفتاویٰ ۴/۵۱۲، ایضاح المسائل ۱۲۳، ایضاح المناسک ۱۷۰)

قال في الفتح والبحر: والحق أنها تنزيهية للآمر لقولهم: والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه حجة الإسلام تحريمية على الصورة المامور إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة؛ لأنه يتضيق عليه والحالة هٰذه في أول سني الإمكان فيأثم بتركه. وكذا في كافي أبي الفضل: قال: إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم. (غنية الناسك / باب الحج عن الغير ۳۳۸ إدارة القرآن كراچی، كذا في الدر المختار مع الر المحتار ۲/۶۰۳ كراچی، ۴/۲۱ زكريا، فتح القدير / باب الحج عن الغير ۳/۱۵۱ دار الفكر بيروت، بدائع الصنائع ۲/۴۵۶ نعيميه ديو بند) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس کو حج بدل کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال (۲۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، تو زید مرحوم نے اپنی زندگی میں اپنے ایک لڑکے کے لئے کہا کہ تم حج کو چلے جانا، جب کہ اس لڑکے نے ابھی تک اپنا حج نہیں کیا ہے؛ لہٰذا جس نے فریضہ حج ادا کر لیا ہے اس کو بھیجا جائے یا مامور ہی جا سکتا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس لڑکے سے میت نے حج کرنے کو متعین طور پر کہا ہے، وہی اس کی جانب سے حج بدل کرے گا اور پہلے سے حج کرنا حج بدل کی صحت کے لئے لازم نہیں ہے۔

وبقي من الشرائط ...... وحج المأمور بنفسه وتعينه إن عينه. (درمختار ٢/ ٦٠٠ كراچی، ٤/ ١٦ زكريا)

ولا يشترط البلوغ والحرية ولا الذكورة ولا أن يكون قد حج عن نفسه. (غنية الناسك ٣٣٧ إدارة القرآن كراچی، زبدة المناسك ٢/ ٤٤٤)

المأمور المعين إن عينه الآمر بأن قال: يحج عني فلان لا غيره فمات فلان لم يجز حج غيره عنه ولو لم يصرح بالمنع بأن لم يقل لا غيره فمات فلان أحجوا عنه غيره. (غنية جديد ٣٢٨، قديم ١٧٦ انوار مناسك ٥٤٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
١٦/١٠/١٤١١ھ

جس پر حج فرض نہ ہو اس کا بار بار حج بدل کرنا؟

سوال (۲۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو لوگ ایک سے زائد حج بدل کر چکے ہیں، حالانکہ ان پر حج فرض نہیں ہے، تو اس کا حج بدل کے لئے جانا اور لوگوں کا اس سے حج کروانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مذکورہ شخص سے حج بدل کرانا جائز مگر مکروہ تنزیہی ہے۔

فجاز حج الصرورة من لم يحج عن نفسه ...... وغيرهم أولى لعدم

Marfat.com

الخلاف، وتحته في الشامية: ولا يخفى أن التعليل يفيد أن الكراهة تنزيهية وقال في الفتح أيضا: والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه.

(در مختار مع الشامي / باب الحج عن الغير ٤/ ٢١ زكريا، ٢/ ٦٠٣ كراچی، كذا في غنية الناسك ٣٣٧ إدارة القرآن كراچی، الفتاوى التاتارخانية ٣/ ٦٤٩ زكريا)

ومع هذا لو أحج رجلاً لم يحج عن نفسه حجة الإسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر. (الفتاوى الهندية ١/ ٢٥٧، البحر الرائق ٣/ ٦٩، بدائع الصنائع ٣/ ٢٧٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جو شخص صاحب نصاب نہ ہو اس کا دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا

سوال (۲۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر زید حج بدل کرنا چاہتا ہے اور حاجی نہیں ہے اور صاحب نصاب نہیں ہے، تو حج بدل کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص خود صاحب استطاعت نہ ہو وہ اگر دوسرے کی طرف سے حج بدل کرے، تو اس کی بکراہت اجازت ہے، تاہم بہتر اور افضل یہی ہے کہ ایسے شخص سے حج بدل کرایا جائے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو، اور حج کے ارکان ومناسک سے اچھی طرح واقف ہو۔

والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه، وذكر في البدائع كراهة إحجاج الصرورة؛ لأنه تارك فرض الحج. (شامي ٤/ ٢١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۲/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

صاحبِ استطاعت کا اپنا حج کئے بغیر حج بدل کرنا مکروہِ تحریمی ہے

سوال (۲۲۳۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسا شخص جس نے اپنا فرض حج ادا نہیں کیا ہے، وہ کسی دوسرے شخص کا حج بدل ادا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ نے اپنی کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں تحریر فرمایا ہے کہ مذکورہ بالا شخص اگر حج بدل ادا کرتا ہے تو احناف کے نزدیک جائز ہے، مگر مکروہ ہے'' اس مکروہ سے کیا مراد ہے، اس کی عام فہم انداز میں وضاحت فرمائیں۔

(۳) ایسا شخص جو کسی شرعی عذر کی بنا پر سفر کی صعوبتیں برداشت نہیں کرسکتا، وہ اپنا حج بدل ایسے شخص سے کرائے جس نے ابھی اپنا فریضہ ادا نہیں کیا ہے، اور نہ ہی اس پر فرض ہے، ایسی صورت میں ان دونوں لوگوں کا کیا حکم ہوگا؟ الگ الگ واضح فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص نے خود پہلے حج نہیں کیا ہے، اس سے حج بدل کرانا بکراہت درست ہے، اور کراہت میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مامور بالحج خود صاحب استطاعت ہو اور اپنا حج نہ کرکے دوسرے کی طرف سے حج بدل کے لئے جائے تو اس کا یہ عمل مکروہ تحریمی ہوگا، اور اگر مامور پر حج فرض نہیں ہے اور وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنے جارہا ہے، تو یہ عمل خلاف اولی اور مکروہ تنزیہی ہے، زیادہ بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجا جائے جو اپنا حج پہلے ادا کرچکا ہو، اور مسائل ومناسک حج سے اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما: أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم سمع رجلا يقول: لبيک عن شبرمة قال: من شبرمة؟ قال: أخ لي، أو قريب لي، قال: حججت عن نفسک؟ قال: لا، قال: حج عن نفسک ثم حج عن شبرمة. (سنن

أبي داؤد / باب الرجل يحج عن غيره رقم: ۱۸۱۱)

Marfat.com

عن جعفر عن أبيه: أن عليا كان لا يرى بأسا أن يحج الصرورة عن الرجل. (المصنف لابن أبي شيبة / الحج ٨/ ١٨٩ رقم: ١٣٥٤٢)

عن مجاهد: في الرجل يحج عن الرجل ولم يكن حج قط؟ قال: يجزئ عنه وعن صاحبه الأول، قال أبو بكر: الصرورة الذي لم يحج قط. (المصنف لابن أبي شيبة / الحج ٨/ ١٨٩ رقم: ١٣٥٤٣)

يجوز إحجاج الصرورة وهو الذي لم يحج أو لا عن نفسه لكنه مكروه. (البحر الرائق ٣/ ٦٩ كراچی، الفتاویٰ التاتارخانية ٣/ ٦٤٩ زكريا ديوبند)

والذي يقتضيه النظر أن حج الصرورة عن غيره إن كان بعد تحقيق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة، فهو مكروه كراهة تحريم. (فتح القدير ٣/ ١٦٠ بيروت)

والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه. (شامي ٤/ ٢١ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ٣/ ٦٤٩ زكريا، الفتاویٰ الهندية ١/ ٢٥٧ کوئٹه، بدائع الصنائع / بيان شرائط جواز النيابة ٣/ ٢٧٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کی طرف سے کیا عورت حج بدل کرسکتی ہے؟

سوال (۲۳۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری والدہ محترمہ ضعیف بھی ہے، اور ہاٹ کی مریضہ بھی ہے، ان کے بدلے میں میں کسی کو حج کے لئے بھیجنا چاہتا ہوں، اس کی کیا شکل ہے؟ کیسے آدمی کو بھیجا جائے؟ عورت کو یا مرد کو بھیجا جائے، حج بدل کے بارے میں پوری تفصیل تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد کی طرف سے عورت کو حج بدل کرنا جائز مگر مکروہ

Marfat.com

ہے؛ اس لئے کہ عورت کے حج میں بہت سی سنتیں مثلاً رمل، اضطباع وغیرہ نہیں ہیں، اس لئے بہتر یہی ہے کہ مرد سے حج بدل کرایا جائے۔ (معلم الحجاج ۲۸۶)

ولا فرق أيضاً بين أن يكون الحاج عن الغير رجلاً أو امرأة إلا أنه يكره إحجاج المرأة ويجوز، أما الجواز فلحديث الخثعمية، وأما الكراهة فلأنه يدخل في حجها ضرب نقصان؛ لأن المرأة لا تستوفى سنن الحج فإنها لا ترمل في الطواف، ولا تسعى بين الصفا والمروة، ولا تحلق وغير ذٰلك من الأفعال التي جازت للرجل دونها. (البحر العميق ٤/٢٢٦٨، شامي ٤/٢١ بيروت)

عن الفضل بن عباس رضي اللّٰه عنهما أن امرأة من خثعم قالت: يا رسول اللّٰه! إن أبي أدركته فريضة اللّٰه في الحج، وهو شيخ كبير، لا يستطيع أن يستوي على ظهر البعير، قال حجي عنه. (سنن الترمذي ١/١٨٥)

ولا فرق أيضاً بين أن يكون الحاج عن الغير رجلاً أو امرأة إلا أنه يكره إحجاج المرأة ويجوز. (البحر العميق ٤/٢٢٦٨)

وعلل في الفتح: الكراهة في المرأة بما في المبسوط من أن حجها أنقصُ؛ إذ لا رمل عليها، ولا سعي في بطن الوادي، ولا رفع صوت بالتلبية، ولا حلق.

(شامي / باب الحج عن الغير / مطلب في الحج الصرورة ٤/٢١ زكريا، كتاب المسائل ٣/٣٦٦)

فإن حج امرأة جاز مع الكراهة؛ لأن حج المرأة أنقص؛ لأنه ليس فيه رمل ولا سعي في بطن الوادي ورفع الصوت بالتلبية ولا الحلق فكان إحجاج الرجل عنه أكمل من إحجاج المرأة. (المبسوط ٤/١٥٥، أوجز المسالك ٢/٣٩٨، بدائع الصنائع ٢/٢١٣، أنوار مناسك ٥٠٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کیا عورت محرم مرد کے ساتھ حج بدل کرسکتی ہے؟

سوال (۲۳۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عورت محرم مرد وغیرہ کے ساتھ حج بدل کرسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت اگرچہ حج بدل کرسکتی ہے، مگر بہتر ہے کہ مرد سے حج بدل کرایا جائے۔

وعلل في الفتح: الكراهة بما في المبسوط من أن حجها أنقص إذ لا رمل عليها ولا سعي في بطن الوادي ولا رفع صوت بالتلبية ولا حلق. (شامي ٤/٢١ زكريا)

اور محرم یا شوہر کے ساتھ عورت کے نفلی حج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ولا فرق أيضاً بين أن يكون الحاج عن الغير رجلاً أو امرأة إلا أنه يكره إحجاج المرأة ويجوز، أما الجواز فلحديث الخثعمية، وأما الكراهة فلأنه يدخل في حجها ضرب نقصان؛ لأن المرأة لا تستوفى سنن الحج، فإنها لا ترمل في الطواف ولا تسعى بين الصفا والمروة ولا تحلق وغير ذلك من الإفعال التي جازت للرجل دونها. (البحر العميق ٤/٢٢٦٨، شامي ٤/٢١ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج بدل میں تمتع کرنا؟

سوال (۲۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج بدل میں تمتع کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج بدل میں اصل یہ ہے کہ مامور کا حج میقاتی ہو، یعنی

Marfat.com

وہ میقات سے حج کا احرام باندھے اور یہ بات حج افراد اور حج قران میں تو پائی جاتی ہے؛ لیکن حج تمتع میں نہیں پائی جاتی، اسی لئے بہت سی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ حج بدل میں افراد یا قران ہی ہونا چاہئے، حج تمتع سے حج بدل معتبر نہ ہوگا۔

قالوا: قيد بالقران؛ لان في التمتع يصير مخالفاً بالإجماع وإن نوى العمرة عن الآمر؛ لأنه أمر بالإنفاق في بسفر الحج، وقد اتفق في سفر العمرة؛ ولأنه أمر بحجة ميقاتية وقد أتى بحجة مكية. (البحر العميق ٤/٢٣٢١، مناسك ملا علی القاري ٤٥٩)

نیز زبدۃ المناسک از: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، غنیۃ الناسک، از: حضرت مولانا حسن شاہ مہاجر مکیؒ، اور معلم الحجاج، از: حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب اجراڑویؒ، وغیرہ میں بھی یہی رائے اپنائی گئی ہے۔

لیکن موجودہ دور میں بالخصوص احرام میں طوالت اور جنایات احرام کے ارتکاب کے خطرہ کی وجہ سے محقق مفتیانِ کرام نے آمر کی اجازت سے حج بدل میں تمتع کے جواز کی رائے اپنائی ہے۔

چناں چہ لباب المناسک (للشیخ رحمت اللہ سندھی) اور ارشاد الساری حاشیۃ مناسک ملا علی قاری (از: علامہ محمد سعید عبدالغنی مکی) اور زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک (مؤلفہ حضرت مولانا شیر محمد سندھیؒ مہاجر مدنی) ۴۵۶، جواہر الفقہ (مؤلفہ: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) ۵۰۸-۵۱۶، احسن الفتاویٰ (مؤلفہ: مفتی رشید احمد لدھیانویؒ) ۴/۵۲۳ اور انوار مناسک (مؤلفہ: مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی) ۵۵۰-۵۵۱ میں بھی دلائل کے ساتھ یہی رائے مذکور ہے۔

نیز ادارۃ المباحث الفقہیۃ جمعیۃ علماء ہند کے چھٹے فقہی اجتماع منعقدہ ۱۴۱۷ھ میں منظور کردہ تجویز کے الفاظ حسب ذیل ہیں: ”حج بدل کا اصل حکم تو یہی ہے کہ مامور حج افراد کرے؛ لیکن اگر آمر یا وصی تمتع کی اجازت دے تو تمتع بھی درست ہے؛ البتہ دم تمتع مامور اپنے مال سے ادا کرے الا یہ کہ آمر دم تمتع ادا کرنے کی بھی اجازت دے دے، خواہ یہ اجازت صراحۃً ہو یا دلالۃً“۔

تاہم بہتر یہی ہے کہ حج بدل میں حج افراد کیا جائے؛ تا کہ کوئی خلجان نہ رہے؛ اور اس کی آسان

Marfat.com

شکل یہ ہوسکتی ہے کہ حج کے قریبی وقت میں سفر کیا جائے (اور آج کل پرائیویٹ ٹور سے جانے میں اس میں زیادہ دشواری نہیں ہے؛ کیوں کہ بہت سے ٹور والے بالکل آخری دنوں میں سفر پر لے جاتے ہیں) یا اولاً مدینہ منورہ جائیں اور وہاں سے ذی الحجہ کے شروع میں حج کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ چلے جائیں۔

قال الشيخ أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالیٰ: إذ أمر غيره بأن يحج عنه ينبغي أن يفوض الأمر إلى المامور، فيقول: حج عني بهٰذا كيف شئت إن شئت حجة؟ وإن شئت حجة وعمرة، وإن شئت قرانا، والباقي من المال مني لك وصية كيلا يضيق الأمر على الحاج ولا يجب عليه رد ما فضل إلى الورثة. (فتاوىٰ قاضي خان ١/٣٠٧)

ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن اذن له الآمر بالقران والتمتع.

(در مختار ٢/٦١١ كراچي، ٤/٣٢ زكريا)

لأن الميت لو أمره بالتمتع فتمتع المامور صح ولا يكون مخالفا بلا خلاف بين الأمة الأسلاف. (إرشاد الساري لملا علي القاري ٣٠٤ بحواله جواهر الفقه ١/٥١٢ انوار مناسك ٥٥٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۱۱/۱۲ھ

مطلق حج بدل کی وصیت میں کون سے حج احرام باندھے؟

سوال (۲۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرانے کی وصیت کی اور زید کا انتقال ہوگیا، حال یہ ہے کہ جن کی طرف سے وصیت کی ہے ان پر حج فرض نہیں تھا، اب ورثاء بکر کو بھیج رہے ہیں تو بکر اس صورت میں احرام حجِ افراد ہی کا باندھے گا یا قران وتمتع کا بھی احرام باندھ سکتا ہے؟ جب کہ آمر کی طرف سے تینوں قسم کے احرام باندھنے کی اجازت ہے، اور دم قران ودم تمتع آمر کے مال سے ہوگا یا مامور خود اپنے مال سے ادا کرے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج بدل کرانے والا اگر مطلق اجازت دے کہ حج کی کوئی قسم بھی ادا کرو تو مامور کے لئے قران وتمتع کی بھی اجازت ہے، اگرچہ تمتع نہ کرنے میں احتیاط زیادہ ہے، اور دم قران وتمتع مامور پر واجب ہوگا آمر پر نہیں۔

ولو أطلق النية عن ذكر المحجوج عنه فله أن يعينه قبل الشروع في الأعمال، وإن لم يعينه حتى شرع في الأعمال تعذر التعيين وتحققت المخالفة فيقع الحج عنه وعليه الضمان. (غنية الناسك ١/٣٣٥ إدارة القرآن كراچي)

فلو أمره بالحج فتمتع ولو عن الآمر فهو مخالف ضامن إجماعاً. (غنية الناسك كراچی ٣٣٣، زبدة المناسك مع عمدة المناسك ٢/٤٥٥-٤٥٦)

ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الآمر بالقران والتمتع. (درمختار ٢/٦١١ كراچی، ٤/٣٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۳/۲۳ھ

حج بدل میں تمتع کی قربانی کس طرف سے ہوگی؟

سوال (۲۳۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج بدل میں جب مامور حج تمتع یا قران کرے گا تو قربانی لازم ہوجائے گی، اور یہ قربانی خود مامور کے نام سے ہوگی، اور حج اس کی طرف سے ادا ہوگا جس کی طرف سے حج کرے۔ (ہدایۃ ۱/۲۹۸، درمع الرد ۲/۲۴۷، البحر الرائق زکریا ۳/۱۱۶)

لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ مامور نے قربانی اپنے نام سے کرنے کے بجائے جس کی طرف سے حج بدل کررہا ہے اس کے نام سے کی (مرحومین کے نام سے) تو ایسی صورت میں شرعی احکام کیا ہیں؟ بظاہر اس مسئلہ میں مامور سے حسب ذیل غلطیوں کا ارتکاب ہوا ہے:

Marfat.com

(۱) مامور سے حج تمتع یا قران کی وجہ سے قربانی کا وجوب ساقط نہیں ہوا (۲) مامور نے واجبات میں ترتیب کو نظر انداز کردیا، یعنی قربانی کئے بغیر حلق اور احرام سے باہر آ گیا (۳) قربانی ایام نحر میں نہ ہونے کی صورت میں مزید ایک دم واجب ہوگا۔ گویا (۱) حج کی قربانی کی قضاء (۲) حنفی مفتی بہ قول کے مطابق عدم ترتیب کی وجہ سے ایک دم جبر (۳) ایام نحر میں قربانی نہ ہونے کی صورت میں مزید ایک دم جبر۔

اس لحاظ سے مامور پر ایک دم شکر کی قربانی اور دو دم جبر عائد ہوں گے۔ براہِ کرم شرعی جواب سے مطلع فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج بدل میں تمتع کی قربانی مامور کی طرف سے متعین ہوتی ہے اور متعین جانور کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر ذبح کرتے وقت کسی اور کی طرف سے بھی نیت کرلے پھر بھی وہ قربانی متعین شخص ہی کی طرف سے ہوتی ہے؛ لہٰذا زیر بحث مسئلہ میں جو مامور تمتع کی نیت سے جانور خریدے گا وہ خریدتے ہی مامور کی طرف سے متعین ہوجائے گا، اب ذبح کرتے وقت نیت خواہ کچھ بھی ہو وہ مامور ہی کی طرف سے سمجھا جائے گا، بریں بنا آپ نے جو اشکالات اٹھائے ہیں وہ قابل توجہ نہیں۔

وجملة ذٰلک أن الدماء في باب الحج علی ثلاثة أنواع: نوع منها یجب نسکاً کدم المتعة والقران فذٰلک عن الحاج؛ لأنه وجب شکراً لما أنعم اللّٰه علیه من إطلاق العمرة في أشهر الحج ووفقه للجمع بینهما، ولذٰلک حل التناول منه، والمأمور هو المختص بهٰذه النعمة، إذ الفعل تحقق منه. (البحر العمیق ٤/ ٢٣٤٠)

ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج إن أذن له الأمر بالقران والتمتع. (درمختار مع الشامي ٢/ ٦١١ کراچی، ٤/ ٣٢ زکریا)

ودم نسک وهو دم المتعة والقران وإنه علی المأمور. (الفتاوی التاتارخانیة ٣/ ٦٥١ زکریا، انوار مناسک ٥٥١)

Marfat.com

نية التعيين قارنت الفعل وهو الشراء، فأوجبت تعيين المشترى للأضحية. (بدائع الصنائع ٤/٢٠٢ زكريا)

فأما إذا اشترى شاة ثم أوجبها أضحية بلسانه تصير أضحية في قولهم. (الفتاوىٰ الهندية ٥/٢٩٤).

وفي الخانية: رجل ضحى ولم ينو الأضحية قالوا: يجوز؛ لأنه اشتراها للأضحية فقد تعينت للأضحية. (غنية الناسك ٣٥٩ جديد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج بدل میں تمتع کرنے کیلئے آمر کی طرف سے نیت کرنا ضروری ہے

سوال (۲۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب یہ چاہتے ہیں کہ ان کی طرف سے حج بدل ہوجائے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عمرہ وحج کیا جاوے، یعنی تمتع ان کی طرف سے کیا جائے، آنے جانے کا کل خرچ وہ دے دیں گے، جواب طلب یہ بات ہے کہ جانے والا شخص کس طرح ان کا حج وعمرہ کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حج بدل میں تمتع بھی درست ہے اور عمرہ وحج دونوں میں آمر کی طرف سے نیت کرنی ہوگی۔ (جواہر الفقہ ۱/۵۱۳)

نية الحج عن المحجوج عنه عند الإحرام أو تعيينه قبل الشروع في الأعمال فلو قال بلسانه: أحرمت عن فلان أو لبيك بحجة عن فلان فهو أفضل. (غنية الناسك ١٧٤، الفتاوىٰ التاتارخانية ٣/٦٤٧ رقم: ٥٢٤١ زكريا، إيضاح المناسك ١٧١)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: تكفيك النية في الحج والعمرة إذا أردت أن تحرم. (المصنف لابن أبي شيبة ٨/٥٦٢ رقم: ١٥٠٦٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۴/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

مامور کا حج بدل میں تمتع کی قربانی اس کی طرف سے کرنا جس کی طرف سے حج بدل کر رہا ہے

سوال (۲۲۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج بدل میں جب مامور حج تمتع یا قران کرے گا تو قربانی لازم ہو جائے گی، اور یہ قربانی خود مامور کے نام سے ہوگی، اور حج اس کی طرف سے ادا ہوگا جس کی طرف سے حج کرے۔ (ہدایۃ ۲۹۸/۱، درمع الرد ۲/۲۴۷، البحر الرائق ۳۱-۱۱۶ از کریا) لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ مامور نے قربانی اپنے نام سے کرنے کے بجائے جس کی طرف سے حج بدل کر رہا ہے اس کے نام سے کی (مرحومین کے نام سے) تو ایسی صورت میں شرعی احکام کیا ہیں؟ بظاہر اس مسئلہ میں مامور سے حسبِ ذیل غلطیوں کا ارتکاب ہوا ہے:

(۱) مامور سے حج تمتع یا قران کی وجہ سے قربانی کا وجوب ساقط نہیں ہوا (۲) مامور نے واجبات میں ترتیب کو نذر انداز کر دیا، یعنی قربانی کئے بغیر حلق اور احرام سے باہر آ گیا (۳) قربانی ایام نحر میں نہ ہونے کی صورت میں مزید ایک دم واجب ہوگا۔ گویا (۱) حج کی قربانی کی قضاء (۲) حنفی مفتی بہ قول کے مطابق عدم ترتیب کی وجہ سے ایک دم جبر (۳) ایام نحر میں قربانی نہ ہونے کی صورت میں مزید ایک دم جبر۔

اس لحاظ سے مامور پر ایک دم شکر کی قربانی اور دو دم جبر عائد ہوں گے۔ براہِ کرم شرعی جواب سے مطلع فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج بدل میں تمتع کی قربانی مامور کی طرف سے متعین ہوتی ہے اور متعین جانور کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر ذبح کرتے وقت کسی اور کی طرف سے بھی نیت کرلے پھر بھی وہ قربانی متعین شخص ہی کی طرف سے ہوتی ہے؛ لہٰذا زیر بحث مسئلہ میں جو مامور تمتع کی نیت سے جانور خریدے گا وہ خریدتے ہی مامور کی طرف سے متعین ہو جائے گا، اب ذبح

Marfat.com

کرتے وقت نیت خواہ کچھ بھی ہو وہ مامور ہی کی طرف سے سمجھا جائے گا، بریں بنا آپ نے جو اشکالات اٹھائے ہیں وہ قابل توجہ نہیں۔

وجملة ذٰلک أن الدماء في باب الحج علی ثلاثة أنواع: نوع منها یجب نسکاً کدم المتعة والقران فذٰلک عن الحاج؛ لأنه وجب شکراً لما أنعم اللّٰه علیه من إطلاق العمرة في أشهر الحج ووفقه للجمع بینهما، ولذٰلک حل التناول منه، والمأمور هو المختص بهٰذه النعمة، إذ الفعل تحقق منه. (البحر العمیق ٤/ ٢٣٤٠)

نیة التعیین قارنت الفعل وهو الشراء، فأوجبت المشتری للأضحیة.

(بدائع الصنائع ٤/ ٢٠٢ زکریا)

فأما إذا اشتری شاة ثم أوجبها أضحیة بلسانه تصیر أضحیة في قولهم.

(الفتاویٰ الهندیة ٥/ ٢٩٤)

وفي الخانیة: رجل ضحی ولم ینو الأضحیة قالوا: یجوز؛ لأنه اشتراها للأضحیة فقد تعینت للأضحیة. (غنیة الناسك ٣٥٩ جدید) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ٢٦/ ١١/ ١٤٣٢ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج بدل کے لئے دی گئی رقم کو اپنے استعمال میں لانا

سوال (٢٤٠): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحبِ خیر نے ایک شخص کو حج کرنے کے لئے روپیہ دیا، شخص مذکور نے حج کی درخواست دی؛ لیکن نامنظور ہوتی رہی اور اب وہ معذور ہے حج کے لئے نہیں جاسکتا، تو کیا وہ روپیہ شخص مذکور اپنے استعمال میں لاسکتا ہے، یا اس کے لئے حج بدل کرانا ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج بدل کرنے والے کی حیثیت آمر کی جانب سے وکیل

Marfat.com

ہونے کی ہے، جو رقم اسے حج کے لئے دی گئی ہے وہ امانت ہے، اس رقم کو وہ صرف حج بدل ہی میں صرف کرنے کا مجاز ہے، بلا اجازت آمر وہ رقم نہ تو وہ خود اپنے تصرف میں لاسکتا ہے اور نہ اس کے ذریعہ کسی دوسرے شخص کو حج بدل کراسکتا ہے۔ البتہ اگر آمر نے ہر طرح خرچ کرنے کا کلی اختیار دے دیا ہو جیسا کہ عام معمول ہے، تو اس رقم کو مطلقاً کہیں بھی اپنی مرضی سے خرچ کرنا جائز ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفسه منه.

(مشكوة المصابيح / باب الغضب ٢٥٥، شعب الإيمان للبيهقي ٧٦٩/٢ قم ٥٤٩٣)

وليس للوكيل أن يؤكل فيما وكل به؛ لأنه فوض إليه التصرف دون التوكيل به. (هداية ١٧٦/٣، زبدة المناسك ٤٥٥/٢)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (در مختار مع الشامي / باب الغضب، مطلب: فيما لا يجوز التصرف بمال الغير ٢٩١/٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۳/۲۶ھ

حج بدل کو جاتے وقت چندہ کی رسید لے جانا

سوال (۴۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب میرے اوپر حج فرض ہوا تھا میں اسی وقت اپنا فرض ادا کر چکا تھا، اس وقت ایک صاحب مجھے حج بدل کے لئے بھیجنا چاہتے ہیں، اگر انہوں نے مجھے حج بدل کے لئے بھیج دیا تو کیا میں اس حج کے سفر میں ایک مسجد کے چندہ کی رسید بک جس کی تعمیر و دیکھ بھال کی ذمہ داری میرے اوپر ہے، ساتھ لے جا کر وہاں اپنے ملنے والوں سے مسجد کا چندہ فراہم کرسکتا ہوں؛ تاکہ یہاں آکر مسجد کی تعمیر وغیرہ میں وہ رقم صرف کروں۔ ایک شخص غریب ہے اس پر حج فرض نہیں ہوا تھا، اسی وجہ سے اس نے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا، تو کیا وہ حج بدل کرسکتا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حج بدل کو جاتے وقت رسید لے جانا مناسب نہیں ہے، اس مقصد سے الگ سفر کیا جائے یا جب خود اپنے روپیہ سے جائے تو ساتھ لے جائے؛ تاکہ کسی کو اعتراض کا موقع نہ رہے، مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے سے حج کئے ہوئے شخص کو حج بدل پر بھیجا جائے۔

والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج عن نفسه أن يحج رجلاً قد حج عن نفسه. (الفتاوی الهندية ٢٥٧/١، كتاب المسائل ٣٦٦/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱؍۴؍۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''انوار رحمت'' کے ایک مسئلہ کی تحقیق

سوال (۲۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''انوار رحمت'' ص: ۵۶؍ پر بیت اللہ کو دیکھنے کے بعد حج واجب ہو جانا کے تحت ''منحۃ الخالق'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اگر ایسا شخص جس پر حج فرض نہیں ہے وہ حج بدل پر جائے تو اس پر بیت اللہ کو دیکھنے کے بعد اپنا حج بھی فرض ہو جاتا ہے، اگر نہیں کریگا تو گنہگار رہے گا، جب کہ تحفۃ الحجاج ۱۸۴؍ پر لکھا ہے کہ عام لوگوں میں بلکہ بہت سے اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اور وہ حج بدل پر جائے تو اس پر بیت اللہ کو دیکھنے کے بعد اپنا حج فرض ہو جائے گا، یہ قول خلاف تحقیق ہے، اس سلسلے میں وضاحت اور فیصلہ مطلوب ہے، دوران مطالعہ ان اختلافات سے الجھن ہوتی ہے، گستاخی معاف فرماتے ہوئے تفصیل سے وضاحت فرما کر تشفی فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ مسئلہ اختلافی ہے، علامہ شامی علیہ الرحمہ نے ''منحۃ الخالق'' میں ''مجمع الانہر'' کے حوالہ سے وہی بات لکھی ہے، جو آپ نے ''انوار رحمت'' کے حوالہ سے

Marfat.com

نقل فرمائی ہے، نیز ''انوار رحمت'' میں اس مسئلہ کے اختلافی ہونے کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔اور انوار رحمت میں ''منحۃ الخالق'' کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ درج ذیل ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ویجوز إحجاج الصرورة، ولکن یجب علیه عند رؤیة الکعبة الحج بنفسه، وعلیه أن یتوقف إلی عام قابل ویحج لنفسه، أو أن یحج بعد عوده أهله بماله وإن فقیراً، فلتحفظ والناس عنها غافلون. (منحة الخالق ٦٩/٣ قدیم، ٢٣/٣ انسخة جدید زکریا دیوبند، بحواله انوار رحمت ٥٧)

لیکن اس بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ حج بدل کرنے والا اگر فقیر ہو تو بیت اللہ شریف تک پہونچنے سے اس پر اپنا حج فرض نہیں ہوگا، شیخ عبد الغنی النابلسی اور بعض دیگر مفتیان کا فتویٰ یہی ہے۔اور علامہ شامی نے ''رد المحتار'' میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث فرمائی ہے اور بظاہر آپ کا رجحان شیخ عبد الغنی النابلسی کے فتویٰ کے مطابق عدم وجوب کی طرف ہے، پھر بھی چونکہ یہ مسئلہ اختلاف پر مبنی ہے اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ ایسے شخص کو ہی حج بدل کیلئے بھیجا جائے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو، تا کہ یہ بحث ہی پیدا نہ ہو۔

قلت: وقد أفتی بالوجوب مفتي دار السلطنة العلامة أبو السعود، وتبعه في سکب الأنهر، وکذا أفتی به السید أحمد بادشاه، وألف فیه رسالة، وأفتی سیدي عبد الغني النابلسي بخلافه، وألف فیه رسالة؛ لأنه في هذا العام لایمکنه الحج عن نفسه؛ لأن سفره بمال الآمر، فیحرم عن الآمر ویحج عنه، وفي تکلیفه بالإقامة بمکة إلی قابل لیحج عن نفسه ویترک عیاله ببلده حرج عظیم، وکذا في تکلیفه بالعود وهو فقیر حرج عظیم أیضاً. (شامي / باب الحج عن الغیر ٢٢/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ٣/٨/١٤٢٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

عورتوں کے حج سے متعلق مسائل

عورت پر حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال (۲۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورت پر حج کب فرض ہوتا ہے؟ کیا عورت پر حج فرض ہونے کے لئے اپنے اخراجات کے ساتھ ساتھ کسی محرم یا شوہر کے خرچ کا ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورت پر حج کی فرضیت کی شرائط وہی ہیں جو مردوں کے لئے ہیں، یعنی تندرست ہونا اور مالی وسعت کا ہونا وغیرہ؛ البتہ عورت کے لئے مزید شرط یہ ہے کہ وہ اپنے حج کے اخراجات کے ساتھ محرم یا شوہر کے حج کے اخراجات کی بھی مالک ہو؛ لہٰذا اگر اس کے پاس صرف اپنے حج کے بقدر مال ہے تو اس پر راجح قول کے مطابق حج فرض نہیں؛ تاہم اگر وہ کسی محرم یا شوہر کے ساتھ اسی روپیہ سے حج کو چلی گئی تو اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا۔

فیشترط أن تکون قادرة علی نفقتها و نفقته. (شامي ۳/ ٤٦٤ زکریا، انوار مناسک ١٧٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر کا اپنے پیسہ سے بیوی کو حج کرانا؟

سوال (۲۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت سے حضرات مع اہلیہ حج کے لئے جاتے ہیں، فریضہ حج پر صرف ہونے والی رقم عورت کی ملکیت نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کا مالک شوہر ہی ہوتا ہے، اور شوہر بیوی کو فریضہ حج کی ادائیگی پر صرف

Marfat.com

ہونے والی رقم کا مالک بنائے بغیر ہی اس کو حج کرا دیتا ہے، مذکورہ بالا شکل میں عورت کا حج فرض ادا ہوا یا نفل؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب عورت نے مکہ معظمہ پہنچ کر حج کرلیا، تو اس کا فریضہ بلاشبہ ادا ہوگیا، اپنی ملکیت کی رقم سے ہی پہنچنا ضروری نہیں ہے۔

فإنه عند وصوله إلى الميقات صارقا دراً بقدرة نفسه فيجب عليه. (شامي، باب الحج عن الغير / مطلب في حج الضرورة ٢/٤ ٦٠ كراچی، ٢٢/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چھوٹی بیوی کو لے کر حج کرنا؟

سوال (۲۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری دو بیویاں ہیں، پہلی بیوی سے تین بچے ہیں، وہ بچے میرے پاس ہیں، کسی بات پر بگاڑ ہوگیا ہے، بیوی ماں باپ کے گھر ہے، اب چھوٹی بیوی جو میرے پاس رہتی ہیں، اس کو لے کر حج کو جاسکتا ہوں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کو اختیار ہے جس بیوی کو چاہے حج کے لئے لے جاسکتا ہے؛ البتہ دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کرنا مستحب ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أراد سفراً أقرع بين نسائه، فأيهن خرج سهمها خرج بها معه. (صحيح البخاري رقم: ٢٦٨٨، صحيح مسلم رقم: ٢٧٧٠، مرقاة المفاتيح ٣٤٩/٦ رقم: ٣٢٣٢ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا قسم في السفر دفعاً للحرج فله السفر بمن شاء منهن، والقرعة أحب

Marfat.com

تطييباً لقلوبهن. (درمختار، النكاح / باب القسم ٤/ ٣٨٤ زكريا، الفتاوى الهندية ١/ ٣٤١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کا شوہر کے ساتھ حج پر جانے کو ضروری سمجھنا؟

سوال (۲۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حج بیت اللہ پر جائے، روپیہ کا انتظام ان شاء اللہ میں کروں گا، اہلیہ کا کہنا ہے کہ والدین کے ساتھ حج نہیں ہوتا، شوہر کا ہونا ضروری ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورت کے لئے جس طرح شوہر کے ساتھ سفر حج میں جانا جائز ہے، اسی طرح اپنے دیگر محرم مثلاً والد کے ساتھ جانا بھی درست ہے، آپ کی اہلیہ کا یہ کہنا کہ سفر میں شوہر کا ساتھ ہونا ضروری ہے، درست نہیں ہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعدًا إلا ومعها أبوها، أو أخوها، أو زوجها، أو ابنها، أو ذو محرم منها. (صحيح البخاري رقم: ١١٩٧، صحيح مسلم ٨٢٧، سنن أبي داؤد رقم: ١٧٢٦، سنن الترمذي رقم: ١١٦٩، سنن ابن ماجة قم: ٢٩٩٨، الترغيب والترهيب مكمل ٦٤٥ رقم: ٤٦٧٧ بيت الأفكار الدولية)

ولو كان معها محرم فلها أن تخرج مع المحرم في الحجة الفريضة. (بدائع الصنائع ٢/ ٣٠٠ زكريا)

والمرأة في وجوب الحج عليها كالرجل غير أن لها شرطين شابة كانت

Marfat.com

أو عجوزاً أحدهما أن يكون خروجها مع زوجها، أو مع ذي رحم محرم. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٧٥/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدت کے دوران حج کو جانا؟

سوال (۲۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زہراء خاتون اس سال حج بیت اللہ کے لئے جانا چاہتی تھیں کہ ابھی اچانک ان کے شوہر جناب نظام الدین صاحب کا انتقال ہوگیا، اب وہ اپنے بڑے لڑکے جمشید ماموں کے ہمراہ حج بیت اللہ کو جانا چاہتی ہیں، ضروری امر طلب بات یہ ہے کہ ان کی عدت عیدالاضحیٰ کو پوری ہوگی اور حج کے لئے روانگی عدت سے ۲۵ دن پہلے ہوگی؛ لہٰذا ایسی حالت میں کیا زہراء خاتون حج کے لئے جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عدت کے دوران حج کے سفر پر جانا درست نہیں ہے؛ لہٰذا صورت مسئولہ میں زہراء خاتون اس سال حج کو نہ جائیں۔

عن سعيد بن المسيب أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان يرد المتوفى عنه أزواجهن من البيداء، يمنعهن الحج. (الموطأ لإمام مالك، الطلاق / باب مقام المتوفى عنها زوجها في بيتها حتى تحل ٣٧٧ رقم: ٨٨، شرح معاني الآثار ٤٥/٢ ٤ رقم: ٤٤٨٢)

عن مجاهد أن عمر وعثمان ردّا نسوة حاجّاتٍ ومعتمراتٍ، حتى اعتددن في بيوتهن. (المصنف لابن أبي شيبة، الحج / من كره لها أن تحج في عدتها ٤/٨ ٥٠ رقم: ١٤٦٧)

ومع عدم عدة عليها مطلقاً، أية عدة كانت......، وفي الشامي: فلا يجب عليها الحج إذا وجدت. (شامي ٤٦٥/٢ كراچی، شامي ٤٦٥/٣-٤٦٦ زكريا)

المعتدة لا تسافر لحج. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٥٣/٥ ٢ زكريا)

Marfat.com

والشرط الثاني: أن تكون خالية عن العدة عدة وفاة كانت أو عدة طلاق.

(الفتاویٰ التاتارخانية ۳/ ٤٧٥ زکریا)

فلو كانت معتدة عند خروج أهل بلدها لا يجب عليها، فإن حجت وهي في العدة جازت بالإتفاق وكانت عاصية. (غنية الناسك ۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کا سفر حج کے لئے کسی کو اپنا دینی بھائی بنانا؟

سوال (۲۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں حج کرنا چاہتی ہوں اور میرا کوئی محرم ایسا نہیں ہے جو فی الحال مجھے حج کرادے، میں اپنا دینی بھائی بنانا چاہتی ہوں جس کے ساتھ حج کرآؤں، آپ براہِ کرم مجھے اس کے طریقوں اور قاعدوں سے آگاہ کردیجئے، جس کے ساتھ میں حج کرآؤں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بغیر محرم کے حج کو جانا جائز نہیں ہے، جب آپ کے ساتھ کوئی محرم نہیں جاسکتا تو آپ ہرگز سفر کا ارادہ نہ کریں، محض کسی کو دینی بھائی بنانے سے وہ آپ کا محرم نہیں بن سکتا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم، ولا يدخل عليها رجل إلا ومعها محرم، فقال رجل: يا رسول الله! إني أريد أن أخرج في جيش كذا وكذا، وامرأتي تريد الحج، فقال: أخرج معها. (صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد / باب حج النساء ١/ ٢٥٠ رقم: ١٨٦٢، صحيح مسلم، الحج / باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره ١/ ٤٣٢ رقم: ١٣٤١)

والمحرم في حق المرأة شرط، شابة كانت أو عجوزة إذا كانت بينها

Marfat.com

وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام. (الفتاوى التاتارخانية ٤٧٤/٣ زكريا)

ومع زوج بـالـغ ......، مع وجوب النفقة لمحرمها عليها لامرأة حرة ولو عجوزاً في سفر. (درمختار ٤٦٤/٢ كراچی، ٤٦٤/٣ زكريا)

ولو كان معها محرم فلها أن تخرج مع المحرم في الحجة الفريضة. (بدائع الصنائع ٣٠٠/٢ زكريا)

والمرأة في وجوب الحج عليها كالرجل غير أن لها شرطين شابة كانت أو عجوزاً، أحدهما أن يكون خروجها مع زوجها، أو مع ذي رحم محرم. (الفتاوى التاتارخانية ٤٧٥/٣ رقم: ٤٨٨٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۳/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انجان مرد کو بیوی کا محرم بنانا؟

سوال (۲۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مفتی صاحب نے اپنی بیوی کا محرم انجان آدمی کو بنایا، اور دوسری انجان عورت کے محرم یہ مفتی صاحب خود بنے، تو کیا اس حال میں مفتی صاحب کا نکاح سلامت رہا یا نہیں؟ اور اس طرح ان کا حج درست ہوگیا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی قانونی ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے، مگر بیوی کو اپنے ساتھ سفر میں رکھا اور انجان عورت اپنے محرم کے ساتھ رہی، یعنی نہ تو بیوی کو غیر مرد کے ساتھ بھیجا اور نہ غیر عورت کو اپنے ساتھ لے گئے، تو ان کے حج یا نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام

Marfat.com

فصاعدًا إلا ومعها أبوها أو أخوها أو زوجها أو ابنها أو ذو محرم منها. (صحيح البخاري رقم: ١١٩٧، صحيح مسلم ٨٢٧، سنن أبي داؤد رقم: ١٧٢٦، سنن الترمذي رقم: ١١٦٩، سنن ابن ماجة قم: ٢٩٩٨، الترغيب والترهيب مكمل ٦٤٥ رقم: ٤٦٧٧ بيت الأفكار الدولية).

ومع زوج أو محرم بالغ......، مع وجوب النفقة لمحرمها عليها لامرأة حرة ولو عجوزاً في سفر. (درمختار ٢/٤٦٤ كراچی، ٣/٤٦٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٧/٢/١٤١٨ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نامحرم کے ساتھ عورت کا حج کو جانا؟

سوال (٢٥٠): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غیرمحرم مرد کے ساتھ عورت کا حج بیت اللہ کو جانا کیسا ہے؟ جب کہ وہ نکاح کرنے کے قائل ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورت کا نامحرم کے ساتھ سفرِ حج کو جانا بلکہ کسی بھی سفر شرعی میں جانا درست نہیں؛ بلکہ سخت گناہ ہے، البتہ اگر اس کا کوئی شوہر ومحرم نہ ہو تو شرائط نکاح کی رعایت رکھتے ہوئے کسی مرد سے نکاح کر کے اس کے ساتھ حج کو جانا درست اور جائز ہے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لامرأة تؤمن باللّٰه واليوم الآخر أن تسافر ثلاثاً إلا ومعها ذو محرم منها.

(صحيح البخاري رقم: ١٠٨٧، صحيح مسلم رقم: ١٣٣٨، سنن أبي داؤد رقم: ١٧٢٧، الترغيب والترهيب مكمل ٦٤٥ رقم: ٤٦٧٨)

ومع زوج أو محرم بالغ عاقل مع وجوب النفقة لمحرمها عليها ...... وهل يلزمها التزوج؟ قولان: (درمختار) وفي الشامية: قوله: مع زوج أو محرم هٰذا، وقوله: ومع علم عدة عليها شرطان مختصان بالمرأة. وقوله: وهل يلزمها التزوج

Marfat.com

قولان: هما مبنيان على أن وجود الزوج أو المحرم شرط وجوب أم شرط وجوب أداء، والذي اختاره في الفتح أنه مع الصحة وأمن الطريق شرط وجوب الأداء. فيجب الإيصاء إن منع المرض، وخوف الطريق أو لم يوجد زوج، ولا محرم، ويجب عليها التزوج عند فقد المحرم، وعلى الأول لا يجب شيء من ذلك كما في البحر. وفي النهر: وصحح الأول في البدائع، ورجح الثاني في النهاية تبعاً لقاضي خان، واختاره في الفتح. (در مختار مع الشامي ٤٦٤/٢ كراچی، ٤٦٤/٣-٤٦٥ زكريا)

ومنها المحرم للمرأة شابة كانت أو عجوزاً، إذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام. (الفتاوى الهندية ٢١٨/١)

ولو كان معها محرم فلها أن تخرج مع المحرم في الحجة الفريضة. (بدائع الصنائع ٣٠٠/٢ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ٤٧٥/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۰/۱۲/۲۰ھ

غیر محرم سے رشتہ داری جوڑ کر اس کے ساتھ حج کرنا

سوال (۲۵۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی سے کسی عورت کی پہلے سے کوئی رشتہ داری نہیں تھی؛ لیکن حج پر جانے کے لئے کہیں سے دور کی رشتہ داری کی کڑیاں ملا کر انہوں نے رشتہ داری قائم کرلی، تو کیا ایسے شخص کا حج ہوجائے گا جو کہ بالکل ہی غیر محرم ہے؛ لیکن اپنا کام نکالنے کے لئے انہوں نے اس طرح کی قرابت داری قائم کرلی ان کے حج میں کوئی فرق نہیں پڑے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر محرم کے ساتھ حج کو جانا جائز نہیں ہے، جو عورت غیر محرم کے ساتھ حج کو جائے گی وہ سخت گنہ گار ہوگی، اگرچہ اس طرح جانے سے اس کا فریضہ حج ساقط

Marfat.com

ہوجائے گا، اسی طرح وہ مرد بھی گنہ گار ہوگا جو اپنے ساتھ نامحرم عورت کو لے جارہا ہے مگر حج کا فریضہ اس کا بھی ادا ہوجائے گا۔

ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة ...... وفي الشامية: أي التحريمية للنهي في حديث الصحيحين لا تسافر امرأة ثلاثاً إلا ومعها محرم. (شامي ٢/٤٦٥ كراچی، شامي ٣/٤٦٥ زكريا)

ولو كان معها محرم فلها أن تخرج مع المحرم في الحجة الفريضة. (بدائع الصنائع ٢/٣٠٠ زكريا)

والمرأة في وجوب الحج عليها كالرجل غير أن لها شرطين شابة كانت أو عجوزاً أحدهما أن يكون خروجها مع زوجها، أو مع ذي رحم محرم. (الفتاوى التاتارخانية ٣/٤٧٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۹/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مجبوری میں نامحرم کے ساتھ حج کو جانا؟

سوال (۲۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری عمر تقریباً ۳۵؍ سال ہے، بیوہ ہوں، کوئی بچہ نہیں ہے، میرا بھائی بہن ماموں چچا تایا غرض کوئی سگا رشتہ دار اس وقت حج پر جانے کی پوزیشن میں نہیں ہے؛ البتہ میرے مکان کے پاس میں دور کے رشتہ دار جارہے ہیں، میں اکیلی بے سہارا ہونے کی وجہ سے ان کے گروپ میں حج کی درخواست لگا سکتی ہوں؟ یہ میرے رشتہ میں چچیری بہن بہنوئی ہوتے ہیں، ویسے تو اور بھی محلہ کے لوگ جارہے ہیں، جن سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں، اس کی اجازت شریعت سے جو گنجائش ہو تو تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں آپ پر حج کو جانا ضروری نہیں

Marfat.com

ہے، اور کسی بھی نامحرم کے ساتھ سفر کی اجازت نہیں ہے، آپ جب بھی جائیں تو ایسے شخص کے ساتھ جائیں جو آپ کا محرم ہو یا شوہر ہو۔ محرم اسے کہتے ہیں جس سے کبھی بھی نکاح درست نہ ہوسکتا ہو۔ (معلم الحجاج ۸۴)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعداً إلا ومعها أبوها، أو أخوها، أو زوجها، أو ابنها، أو ذو محرم منها. (صحيح البخاري رقم: ۱۱۹۷، صحيح مسلم رقم: ۸۲۷، سنن أبي داؤد رقم: ۱۷۲۶، سنن الترمذي رقم: ۱۱۶۹، سنن ابن ماجة رقم: ۲۸۹۸، الترغيب والترهيب مكمل ۶۴۵ رقم: ۴۶۷۷ بيت الأفكار الدولية)

ومع زوج أو محرم قال الشامي: والمحرم من لايجوز له مناكحتها على التابيد بقرابة أو رضاع أو صهرية. (درمختار مع الشامي ۴/۴۶۴ زكريا، امداد الفتاوى ۲/۲۰۱)

ومنها المحرم للمرأة شابة كانت أو عجوزاً إذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام. (الفتاوى الهندية ۱/۲۱۸)

وفي الشامي: قوله: ومع زوج أو محرم. هذا وقوله: ومع عدم عدة عليها، شرطان مختصان بالمرأة. (در مختار مع الشامي ۲/۴۶۴ كراچى، ۳/۴۶۴ زكريا)

ولو كان معها محرم فلها أن تخرج مع المحرم في الحجة الفريضة. (بدائع الصنائع ۲/۳۰۰ زكريا)

والمرأة في وجوب الحج عليها كالرجل غير أن لها شرطين شابة كانت أو عجوزاً، أحدهما أن يكون خروجها مع زوجها، أو مع ذي رحم محرم. (الفتاوى التاتارخانية ۳/۴۷۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۹/۶/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کیا بوڑھی عورت بغیر محرم کے حج کر سکتی ہے؟

سوال (۲۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری عمر اب قریب ۶۱ سال ہے، میں نے شادی نہیں کی تھی اور میں گورنمنٹ کالج میں لیکچرار کی جگہ کام کر رہی تھی، اب میں قریب ڈھائی سال سے ریٹائر ہوچکی ہوں، اب میرا ارادہ حج بیت اللہ کا ہے، مگر مجبوری یہ ہے کہ میرے رشتہ داروں میں کوئی ایسا نہیں ہے جو محرم ہونے کے ناطے میرے ساتھ جائے اور یہ فرض پورا کرا سکے، اور نہ ہی میرے پاس اتنا روپیہ ہے کہ میں اس کا خرچہ برداشت کرسکوں، ایسی شکل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں میرے اس فرض کو ادا کرنے کا کون سا ذریعہ ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ جب تک محرم یا شوہر ساتھ جانے والا نہ ملے عورت پر حج کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی؛ لیکن اگر کوئی عورت بوڑھی ہو اور فتنہ کا بظاہر اندیشہ نہ ہو اور اس پر مالی اعتبار سے حج فرض ہو چکا ہو تو آیا وہ کسی نامحرم کے ساتھ سفر حج کو جاسکتی ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں فقہ کی عام کتابوں میں ممانعت ہی لکھی ہے، اور صراحت کے ساتھ بوڑھی عورت کو بھی بلا محرم سفر حج کرنے سے منع لکھا گیا ہے۔

المرأة عجوزاً كانت المرأة أو شابة. (مناسك ملا علي القاري ٥٦)

الرابع المحرم أو الزوج لامرأة بالغة ولو عجوزاً أو معها غيرها من النساء الثقات والرجال الصالحين. (غنية الناسك ٢٦، رسول اللہ کا طریقہ حج ۱۹۳)

تاہم بعض اکابر مفتیان کی عبارات اور فتاویٰ سے ۶۰-۷۰ سال کی بوڑھی عورت کو بلا محرم قابلِ اعتماد لوگوں کے قافلہ کے ساتھ سفر کی اجازت ثابت ہوتی ہے، اس لئے فتنہ سے مکمل حفاظت کے وقت خاص حالات میں اس کی گنجائش ہوگی۔

أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها ومس يدها إذا أمن و متى

Marfat.com

جاز المس جاز سفره بها ويخلوا إذا أمن عليه وعليها وإلا لا. (درمختار ٦/٣٦٨ کراچی، امداد الفتاوی ٤/٢٠١، فيض الباري ٢/٣٩، انوار مناسك ١٧٧-١٧٨)

أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها ومس يدها إذا أمن، ومتى جاز المس جاز سفره بها ويخلو إذا أمن عليه وعليها وإلا لا. (درمختار مع الشامي کراچی ٦/٣٦٨، زكريا ٩/٥٢٩، امداد الفتاوی ٤/٢٠١، ایضاح المناسك ٦٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۴/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۶۰ رسالہ عورت کا پڑوسی غیر محرم کے ساتھ حج کو جانا؟

سوال (۲۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسماۃ ہیں جن کی عمر تقریباً ۶۵ رسال ہے، ان کی پڑوسن ۴۵ رسالہ اپنے ۲۳ رسالہ بھانجہ کے ساتھ حج کو جارہی ہیں، تو کیا مسماۃ اپنی پڑوسن کے ساتھ حج کو جاسکتی ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب کہ عورت کی عمر ۶۵ رسال ہے، اور غیر محرم کے ساتھ سفر کرنے میں کسی فتنہ کا اندیشہ نہیں ہے، تو اس کے ساتھ سفر حج کرنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۲/۲۰۱، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۵۳۴، ایضاح المناسک ۶۴)

أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها ومس يدها إذا أمن، ومتى جاز المس جاز سفره بها ويخلو إذا أمن عليه وعليها وإلا لا. (درمختار مع الشامي ٩/٥٢٩ زكريا، شامي ٩/٤٧٥ بيروت)

لا بأس للمرأة أن تسافر بغير محرم مع الصالحين. (الفتاوى الهندية ٥/٣٦٦)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۵/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کیا بوڑھی عورت اپنے نندوئی کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے؟

سوال (۲۵۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری والدہ اس سال حج کے لئے جارہی ہیں، منظوری بھی آچکی ہے، والدہ صاحبہ بیوہ ہیں، اب مسئلہ یہ ہے کہ بغیر محرم کے سفر نہیں کرسکتی ہیں، اُن کے ساتھ اُن کے نندوئی بھی جارہے ہیں، اور ساتھ میں اُن کی بیوی بھی ہیں، والدہ صاحبہ کی عمر ۷۰ سال ہے، کیا وہ اپنے نندوئی کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہیں، اس کے علاوہ تقریباً برادری کے ۱۸ آدمی اور بھی جارہے ہیں، جو سب ہی ساتھ میں رہیں گے، ان میں ۹ عورتیں بھی ہیں، صورتِ مسئولہ میں مسئلہ کی اچھی طرح سے وضاحت فرمادیں، اور کوئی شکل جواز کی ہو تو تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر فتنہ اور معصیت کا اندیشہ نہ ہو تو ۷۰ سال کی بوڑھی عورت غیر محرموں کے ساتھ حج کے سفر پر جاسکتی ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۲۰۱، ایضاح المناسک ۶۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۱۰/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ساٹھ سال کی عورت کا جیٹھ کے لڑکے کے ساتھ حج کرنا؟

سوال (۲۵۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت جس کا نام ''چھوٹی'' ہے، ان کے شوہر گذر گئے اور عمر ساٹھ سال ہے، ان کے لڑکے کی تمنا ہے کہ والدہ حج کرلیں؛ لیکن دونوں یعنی ماں بیٹا ساتھ ساتھ کرنے کے لائق نہیں ہیں، ان کے جیٹھ کے لڑکے اور لڑکے کی بیوی بھی ساتھ ساتھ جارہے ہیں، کیا ''چھوٹی'' اپنے جیٹھ کے لڑکے جس کی عمر ۵۰ سال ہے اور لڑکے کی بیوی کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سفر حج محرم یا شوہر کے ساتھ ہی کرنا چاہئے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ ابھی آپ اپنی والدہ کو حج نہ کرائیں؛ بلکہ جب آپ کے پاس استطاعت ہو جائے تو آپ اپنے ساتھ حج کو لے جائیں؛ تاہم اگر وہ اس بڑھاپے میں اپنے جیٹھ کے لڑکے کے ساتھ حج کو جائیں گی تو بھی ان کا حج ادا ہو جائے گا۔

ومع زوج أو محرم قال الشامي: والمحرم من لايجوز له مناكحتها على التابيد بقرابة أو رضاع أو صهرية. (درمختار مع الشامي ٤/٤٦٤ زكريا، امداد الفتاوى ٢/٢٠١)

لا بأس للمرأة أن تسافر بغير محرم مع الصالحين. (الفتاوى الهندية ٥/٣٦٦)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴/۳/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۷۰ رسال کی بیوہ خاتون کا بہن اور بہنوئی کے ساتھ حج کرنا؟

سوال (۲۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک خاتون بیوہ ہیں، جن کی عمر تقریباً ستر سال ہے، اپنی سگی بہن بہنوئی کے ساتھ حج کو جانا چاہتی ہیں، بہنوئی کی عمر بھی ستر کے قریب ہے، کیا ان کے ہمراہ حج کرنے جاسکتی ہیں؟ بہن کی عمر تقریباً ۶۵ رسال ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ستر سال کی عورت کے لئے اپنی ہمشیرہ اور بہنوئی کے ساتھ سفر حج میں جانے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ (مستفاد: ایضاح المناسک ۶۴)

لا بأس للمرأة أن تسافر بغير محرم مع الصالحين. (الفتاوى الهندية ٥/٣٦٦)

Marfat.com

وفي الدر: أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها ومس يدها إذا أمن، ومتى جاز المس جاز سفره بها، ويخلو إذا أمن عليه وعليها، وإلا لا. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۵۲۹/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۵/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدہ کو چچا اور چچی کے ساتھ حج کو بھیجنا؟

سوال (۲۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد صاحب چار سال پہلے حج کر کے آئے ہیں، وہ ابھی حیات ہیں، امسال میرے سگے چچا اور چچی حج کو جا رہے ہیں، کیا میں اپنی والدہ کو چچا چچی کے ساتھ حج کو بھیج سکتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی والدہ کے ساتھ جانے کے لئے جب کہ محرم یا شوہر کا نظم نہیں ہے تو ان پر حج فرض نہیں، اگر آپ انہیں حج کرانا چاہتے ہیں تو بہتر ہے کہ خود ساتھ جائیں؛ تاکہ ان کی خدمت وغیرہ میں کوئی دشواری نہ ہو، تاہم اگر ان کی عمر ۶۵ یا ۷۰ر سال ہو چکی ہے اور کسی فتنہ کا بظاہر اندیشہ نہیں ہے، تو اگر وہ دیگر رشتہ دار عورت کے ساتھ حج کو چلی جائیں، تو ان پر گناہ نہ ہوگا۔ (ایضاح المناسک ۶۴، امداد الفتاویٰ ۲۰۱/۴)

وأما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها ومس يدها إذا أمن، ومتى جاز المس جاز سفره بها، ويخلو إذا أمن عليه وعليها، وإلا لا. (درمختار مع الشامي ۵۲۹/۹ زكريا)

لا بأس للمرأة أن تسافر بغير محرم مع الصالحين. (الفتاوى الهندية ۳۶۶/۵)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۵/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

والدہ کو اُن کے بہنوئی کے ساتھ حج پر بھیجنا؟

سوال (۲۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کو اس کی اولاد حج کرانا چاہتی ہے؛ لیکن ان کے پاس صرف اتنی ہی رقم ہے جس سے صرف والدہ ہی حج کرسکیں، کسی بیٹے یا محرم کو ساتھ لے جانے کی استطاعت نہیں، اس عورت کے بہنوئی بھی حج کے لئے جارہے ہیں، تو کیا یہ عورت اپنے بہنوئی کے ساتھ جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ والدہ پر خود حج فرض نہیں ہے؛ بلکہ اولاد انہیں اپنے روپے سے حج کرانا چاہتی ہے، تو ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ والدہ کو دوسرے کے ساتھ حج کو نہ بھیجیں؛ بلکہ جب ان میں سے خود کسی کے پاس حج کو جانے کی استطاعت ہوجائے تو وہ اپنی والدہ کو ساتھ لے کر حج کو جائے؛ تاکہ والدہ کی اچھی طرح سے خدمت ہوسکے اور ارکان کی ادائیگی میں دوسروں کی محتاجگی نہ رہے، والدہ کے لئے بہنوئی نامحرم ہے، اس کے ساتھ حج کو جانے میں گناہ ہوگا۔

عن نافع ابن عمر رضي اللّٰه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لامرأة تؤمن باللّٰه واليوم الآخر تسافر مسيرة ثلاث ليال إلا ومعها ذو محرم. (صحيح مسلم ۱/۴۳۳)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما لا تحجن امرأة إلا ومعها ذو محرم. (سنن الدار قطني ۲/۱۹۹ رقم: ۲۴۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۵/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ممانی کے ساتھ حج کرنا

سوال (۲۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: زید اپنی ممانی کو اپنے ساتھ سفر حج میں لے جا سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید اپنی ممانی کے لئے محرم نہیں ہے؛ لہٰذا ممانی کا اس کے ساتھ سفر حج کرنا درست نہیں ہوگا۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تسافر المرأة ثلاثاً إلا ومعها ذو محرم. (صحيح مسلم رقم: ١٣٣٨، سنن أبي داؤد ٤ ٣٢ رقم: ١٧٢٧ دار الفكر بيروت)

ومع زوج أو محرم بالغ عاقل. (درمختار ٣/٤٦٤ زكريا، ٢/٤٦٤ كراچی)

ومنها المحرم للمرأة شابة كانت أو عجوزاً إذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام. (الفتاوى الهندية ١/٢١٨)

ولو كان معها محرم فلها أن تخرج مع المحرم في الحجة الفريضة. (بدائع الصنائع ٢/٣٠٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۱۲/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بہو خسر کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے؟

سوال (۲۶۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہو اپنے خسر (اپنے شوہر کے والد) کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہو اپنے حقیقی خسر کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو؛ اس لئے کہ خسر محرم ہے۔ (ایضاح المناسک ۶۳)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن باللّٰه واليوم الآخر تسافر مسيرة يوم وليلة إلا مع ذي محرم

Marfat.com

عليها. وفي رواية: "مسيرة يوم". وفي أخرىٰ: "لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة ليلة إلا ومعها رجل ذو حرمة منها". (الموطأ لإمام مالك ٢/٩٧٩، صحيح البخاري رقم: ١٠٨٨، صحيح مسلم رقم: ١٣٣٩، سنن أبي داؤد رقم: ١٧٢٣-١٧٢٤-١٧٢٥، سنن لترمذي رقم: ١١٧٠، الترغيب والترهيب مكمل ٦٤٥ رقم: ٤٦٧٩ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۶/۷/۱۴۱۷ھ

سعودیہ ایئرپورٹ تک بلامحرم کے جاکر محرم کے ساتھ حج کرنا؟

سوال (۲۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید سعودیہ میں کئی سال سے ملازمت کرتا ہے اور وہ اپنی والدہ محترمہ کو حج کرانا چاہتا ہے؛ لیکن گھر سے کوئی محرم پورے سفر کے لئے نہیں ہے، اور والدہ کی عمر تقریباً ۵۰/سال کے قریب ہے، تو کیا ایسی صورت میں حج کرسکتی ہیں یا نہیں؟ حالانکہ گھر سے ایئرپورٹ تک پہنچانے کے لئے زید کا بھائی موجود ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دلی ایئرپورٹ سے سعودیہ کے ایئرپورٹ تک بلامحرم جو سفر کرے گی اس کا اسے گناہ ہوگا؛ لیکن وہاں سے اپنے بیٹے زید کے ساتھ جب حج ادا کرے گی تو حج بلاکراہت ادا ہو جائے گا۔

عن نافع ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تسافر المرأة ثلاثة أيام إلا مع ذي محرم. (صحيح البخاري ١٤٧/١ رقم: ١٠٧٥)

لا بأس للمرأة أن تسافر بغير محرم مع الصالحين. (الفتاوىٰ الهندية ٣٦٦/٥)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۰/۶/۱۴۲۶ھ

Marfat.com

دوران حج حیض آ گیا؟

سوال (۲۶۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: درمیان حج اگر حیض آجائے، تو ارکان حج کیسے پورے کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوران حج اگر عورت کو حیض آجائے تو طواف کے علاوہ سب ارکان اسی حالت میں ادا کرسکتی ہے، بس طواف اس وقت تک مؤخر کرے گی جب تک کہ پاک نہ ہوجائے۔ (ایضاح المسائل ۱۲۶/۷، فتاویٰ رحیمیہ ۵۲/۲)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الحائض والنفساء إذا أتتا على الوقت تغتسلان وتحرمان وتقضيان المناسک كلها غير الطواف بالبيت. (سنن أبي داؤد ۲٤۳/۱)

وحيضها لايمنع نسكاً إلا الطواف ولا شيء عليها بتاخيره إذا لم تطهر إلا بعد أيام النحر. (درمختار مع الشامي ۵۵۲/۳ زكريا)

ويمنع الطواف؛ لأن الطواف في المسجد. (مجمع الأنهر / باب الحيض ۵۳/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت)

ومنها حرمة الطواف لهما بالبيت. (الفتاوىٰ الهندية / أحكام الحيض والنفاس ۳۸/۱ رشيدية)

يمنع الحيض صلاة و صوما فتقضيه دونها و دخول مسجد والطواف الخ. (النهر الفائق / باب الحيض ۱۳۰/۱ إمداديه ملتان)

أما الطهارة عن الجنابة والحيض فليست بشرط، فيجوز سعي الجنب والحائض. (بدائع الصنائع / فصل في شرائط جواز السعي ۸٦/۳ دار الكتب العلمية بيروت)

وإن سعى جنبا أو حائضا أو نفساء، فسعيه صحيح. (الفتاوىٰ الهندية / لباب الثاني

Marfat.com

في الجنايات / الفصل الخامس في الطواف ٢٤٧/١، بحواله: التعليقات على الفتاوى المحموديه ٣٧١/١٠- ٣٧٢ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۶/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طواف یا سعی کے دوران ماہواری شروع ہوگئی

سوال (۲۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر طواف یا سعی کرتے ہوئے ماہواری شروع ہوجائے تو عورت کیا کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر طواف کرتے ہوئے ماہواری شروع ہوجائے تو فوری طور پر طواف موقوف کردے اور پاک ہونے کے بعد طواف کرے اور اگر سعی کے دوران ماہواری شروع ہوجائے تو اسی حال میں سعی کرتی رہے کیونکہ سعی کے صحیح ہونے کے لئے طہارت شرط نہیں اور سعی مسجد حرام کے حدود سے باہر ہے۔

وحيضها لايمنع نكا إلا الطواف فهو حرام من وجهين وحق لها المسجد وترک واجب الطهارة. (غنية الناسك ١٢٠)

ولا يجب فيه الطهارة عن الجنابة والحيض، سواء كان سعي عمرة أحج؛ لأنه عبادة تؤدي لا في المسجد الحرام، والأصل أن كل عبادة تؤدى لا في المسجد الحرام في أحكام المناسک فالطهارة ليست بواجبة لها. (غنية الناسك ١٧٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۴/۳/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر ۸/ ذی الحجہ تک عورت پاک نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال (۲۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: اگر کسی عورت کو مکہ معظمہ پہنچتے ہی ماہواری شروع ہو جائے، اور ۸/ ذی الحجہ کو منیٰ جانے کا وقت آجائے اور اس وقت تک پاک نہ ہو، تو اس عورت کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ کیا اسی ناپاکی کی حالت میں وہ حج کا احرام باندھ کر منیٰ روانہ ہوگی اور وقوفِ مزدلفہ وعرفات وغیرہ تمام ارکان ادا کرے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو حائضہ عورت عمرہ کا احرام باندھ کر تمتع کی نیت سے مکہ معظمہ پہونچے اور وقوف عرفہ سے پہلے پہلے پاک نہ ہو تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ عمرہ کا احرام فسخ کر کے حج کی نیت سے احرام باندھ لے اور پھر وقوف عرفہ وغیرہ کر کے حج کے سب مناسک پورے کرے البتہ طواف زیارت پاک ہونے کے بعد کرے اور بعد میں ایک عمرہ کی قضاء کرے اور ایک دم جنایت دے۔

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم أمرها — وكانت حاضت — أن تقضي المناسک كلها غير أنها لا تطوف بالبيت. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۳۹/۸ رقم: ۱۴۵۷۳ المجلس العلمي)

فلو حاضت قبل الإحرام اغتسلت وأحرمت وشهدت جميع المناسک إلا الطواف والسّعي؛ لأنه لايصح بدون الطواف، ولا يلزمها دم لترک الصدر وتاخير الزيارة وقته لعذر الحيض والنفاس. (غنية الناسك ۱۲۰) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۶/۳/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اگر ۹/ ذی الحجہ تک عورت پاک نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال (۲۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت ہندوستان سے حج قران کا احرام باندھ کر روانہ ہوئی ذی الحجہ کی ۴/ تاریخ ہو چکی

Marfat.com

تھی جدہ پہنچ کر اس کو حیض آنے لگا اور ۹ر تاریخ تک وہ پاک نہیں ہوئی تو ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟ اس کا حج قرآن باقی رہے گا یا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو حائضہ عورت قران کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آئے اور وقوفِ عرفہ سے پہلے حیض سے پاک نہ ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ اسی حالت میں عرفات چلی جائے، عرفات جاتے ہی اس کا عمرہ خود بخود فسخ ہوجائے گا، اور صرف حج کا احرام باقی رہے گا اور یہ حج اس کا حج افراد ہوگا، اس پر دمِ قران واجب نہیں ہے؛ لیکن عمرہ چھوڑ دینے کی وجہ سے ایک دم جنایت لازم ہے، نیز یک عمرہ کی قضاء بھی لازم ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تقضي الحائض المناسک کلها إلا الطواف بالبيت. (لمصنف لابن أبي شيبة ٤٤٠/٨ رقم: ١٤٥٧٤ المجلس لعلمي)

فلو حاضت قبل الإحرام اغتسلت وأحرمت وشهدت جميع المناسک إلا الطواف والسّعي؛ لأنه لايصح بدون الطواف، ولا يلزمها دم لترک الصدر وتاخير الزيارة وقته لعذر الحيض والنفاس. (غنية الناسك ١٢٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۶/۳/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماہواری کی وجہ سے طوافِ وداع نہ کرسکی اور روانگی کا وقت آگیا؟

سوال (۲۶۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر قافلہ کی روانگی کا وقت آگیا اور ابھی عورت نے حیض کی ناپاکی کے سبب طوافِ وداع نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو عورت روانگی کے وقت حائضہ ہو، تو اس پر سے طوافِ وداع کا وجوب ساقط ہے؛ لہٰذا وہ مسئولہ صورت میں طوافِ وداع کے بغیر وطن واپس ہوسکتی ہے۔

Marfat.com

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ذكر صفية بنت حيي، فقيل: إنها قد حاضت، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعلها حابستُنا، فقالوا يا رسول الله! إنها قد أفاضت، فقال: فلا إذن. (سنن أبي داؤد ۱/ ۲۷٤)

فلا يجب وفائت الحج والحصر والمجنون والقي والحائض والنفساء.

(غنية الناسك ۱۹۰ شامي ۳/ ٥٤٥ زكريا، بدائع الصنائع ۲/ ۳۳۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری ۴/۳/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایامِ حج میں دوائی کے ذریعہ حیض روکنا

سوال (۲۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ حج میں تشریف لے جارہی ہے، انہوں نے یہ مسئلہ معلوم کیا ہے کہ اگر میں دوا استعمال کرکے ایام کو روک دوں تو ایسا کرنا کیسا ہے، حرام ہے یا ناجائز یا مباح؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دوا کے ذریعہ حیض کو روکنا اگرچہ ناجائز نہیں ہے، مگر طبی اعتبار سے نقصان دہ ہے، اور بلاضرورت ہے؛ کیوں کہ عورت کی ناپاکی طواف زیارت اور سعی کے علاوہ کسی بھی عمل حج میں مانع نہیں ہے؛ لہٰذا حیض روکنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں۔

حیض کا خون خواتین کے لئے قدرت کے مقرر کردہ نظام کا حصہ ہے، اس لئے اس کے جاری ہونے سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ اپنی خواہش کے برعکس خدائی فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے، اور ایامِ حیض میں جو احکامات شریعت نے بتائے ہیں، ان کی پاس داری کرنی چاہئے۔ اور دواؤں وغیرہ کا استعمال کرکے فطری نظام کو تبدیل نہیں کرنا چاہئے؛ تاہم اگر کوئی عورت پیشگی ایسی مجرب دوا استعمال کرلے جس سے خون کی آمد رک جائے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے، اب اس مانع حیض دوا کے استعمال سے کئی طرح کی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے، اس لئے چند امکانی صورتوں کا حکم درج ذیل ہے:

Marfat.com

(۱) دوا کا استعمال حیض شروع ہونے سے قبل کیا اور پھر ایامِ عادت میں بالکل حیض نہیں آیا، تو وہ عورت مسلسل پاک کہلائے گی، اور اس دوران اس کا طواف وغیرہ کرنا سب معتبر اور درست رہے گا۔

(۲) حیض شروع ہونے سے قبل دوا کھائی؛ لیکن عادت کے ایام میں حیض آنے لگا اور تین دن سے زیادہ مسلسل یا وقفہ وقفہ سے جاری رہا تو وہ عورت حسب قاعدہ ناپاک شمار ہوگی، اور اس دوران اگر اس نے طواف زیارت کیا ہے تو اونٹ کی قربانی لازم ہوگی، اور پاک ہونے کے بعد اگر طواف لوٹالیا تو اونٹ کی قربانی ساقط ہوجائے گی۔

(۳) حیض شروع ہونے سے قبل دوا کھائی؛ لیکن ایامِ عادت میں تین دن سے کم خون مسلسل یا وقفہ وقفہ سے آکر رک گیا اور پھر پندرہ دن تک نہیں آیا تو یہ عورت پاک شمار ہوگی، اور اس کا طواف وغیرہ سب معتبر اور درست ہوگا۔

(۴) حیض شروع ہونے کے بعد تین دن سے پہلے دوا کھا کر حیض روک لیا؛ لیکن بعد میں دس دن کے اندر اندر پھر خون آگیا تو وہ مسلسل ناپاک شمار ہوگی اور اس دوران اگر اس نے طواف کئے ہیں تو حسب قاعدہ جنایت لازم ہوگی۔ (تفصیل دیکھیں: حج وزیارت نمبر ندائے شاہی، مضمون: مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی ۲۳۳-۲۳۵، ایضاح المسائل/۱۲۶، فتاوی رحیمیہ ۵/۲)

عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الحائض والنفساء إذا أتتا على الوقت تغتسلان وتحرمان وتقضيان المناسك كلها غير الطواف بالبيت (سنن أبي داؤد ۱/ ۲۴۳)

وحيضها لا يمنع نسكاً إلا الطواف ولا شيء عليها بتاخيره إذا لم تطهر إلا بعد أيام النحر. (درمختار مع الشامی زکریا ۳/ ۵۵۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۲/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

عمرہ سے متعلق مسائل

جس نے حج نہ کیا ہو کیا وہ عمرہ کے لئے جاسکتا ہے؟

سوال (۲۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس شخص نے حج نہ کیا ہو وہ عمرہ کے لئے جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا شخص عمرہ کے لئے جاسکتا ہے؛ لیکن استطاعت کے بعد پہلے فریضہ حج کی ادائیگی کی فکر کرنی چاہئے۔

إن وقت العمرة يتسع في جميع السنة. (البحر العميق ٤/٢٠٢٥)

العمرة سنة وتصح في جميع السنة. (مراقي الفلاح ٤٠٧، الفتاویٰ الهندية ٢٣٧/١، الفتاویٰ التاتارخانية ٣٠١/١)

لأن العمرة جائز في جميع السنة. (غنية الناسك ٢١٥ كراچی)

والعمرة في العمر مرة سنة مؤكدة أي إذا أتى بها مرة فقد أقام السنة غير مقيد بوقت غير ما ثبت النهي عنها فيه إلا أنها في رمضان أفضل. (شامي ٤٧٢/٢ كراچی، شامي ٤٧٥/٣ زكريا)

ومقتضاه الوجوب فإذا أخره وأداه بعد ذلك وقع أداء ويأثم بالتاخير لترك الواجب وثمرة الاختلاف تظهر فيما إذا أخره فعلى الصحيح يأثم ويصير فاسقاً مردود الشهادة. (البحر الرائق ٣١٠/٢، ايضاح المناسك ١٧٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کس مہینہ میں عمرہ کرنا افضل ہے؟

سوال (۲۷۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عمرہ کس مہینہ میں کرنا افضل ہے اور عمرہ کرنے والے کو جانور کی قربانی کرنی پڑتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمرہ رمضان المبارک کے مہینے میں کرنا افضل ہے، اس لئے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ رمضان المبارک کا عمرہ حج کا ثواب رکھتا ہے، اور عمرہ کے بعد کی قربانی کا حکم نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم في حدیث طویل: …… فإذا جاء رمضان فأعتمری فإن عمرة فیه تعدل حجة.

(صحیح البخاري ۱/۲۳۹، صحیح مسلم رقم: ۱۲۵٦)

وعنه مرفوعاً قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: یا أم سلیم عمرة في رمضان تعدل حجة. (صحیح ابن حبان ۳٦۹۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۲/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آفاقی کا اشہرِ حج میں دوسروں کی طرف سے عمرہ کرنا؟

سوال (۲۷۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی لوگ حج سے کچھ دن پہلے مکہ چلے جاتے ہیں، تو کیا اس دوران زندوں یا مردوں کی طرف سے عمرہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مکہ معظّمہ کے قیام کے زمانہ میں عمروں کی کثرت کے مقابلہ میں طواف کی کثرت افضل ہے، اور اگر عمرہ کرنا ہی ہے تو بہتر ہے کہ حج کے بعد عمرہ کیا جائے؛

Marfat.com

کیوں کہ متمتع کا تمتع اگر چہ عمرہ آفاقی سے صحیح ہوجاتا ہے، مگر حج سے پہلے اس کے لئے نفلی عمرے کرنا پسندیدہ نہیں ہے، اس لئے اجتناب اولیٰ ہے۔

إكثار الطواف أفضل من إكثار الاعتمار؛ لكونه مقصودا بالذات، ولمشروعيته في جميع الحالات ولكراهة بعض العلماء إكثارها في سنته مع أن بعض الفقهاء قالوا: العمرة مختصة بالآفاقي. (غنية الناسك ١٠٧ قديم)

يزاد على الأيام الخمسة ما في اللباب وغيره من كراهة فعلها في أشهر الحج لأهل مكة، ومن بمعناهم: أي من المقيمين ومن في داخل المواقيت؛ لأن الغالب عليهم أن يحجوا في سنتهم فيكونوا متمتعين وهم عن التمتع ممنوعون وإلا فلا منع للمكي عن العمرة المفردة في أشهر الحج إذا لم يحج في تلك السنة. (شامي / مطلب: أحكام العمرة ٤٧٧/٣ زكريا)

إكثار الطواف أفضل أم إكثار الإعتمار، والأظهر تفضيل الطواف لكونه مقصودا بالذات والمشروعية في جميع الحالات ولكراهة بعض العلماء إكثارها في سنته. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق / الإغتسال ودخول الحمام المحرم ٣٦٠/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱۰/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

مدینہ منورہ

حرم مدینہ کی حدود

سوال (۲۷۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس طرح اللہ نے مکہ مکرمہ کا گردونواح حرام قرار دیا ہے اسی طرح مدینہ منورہ کے آس پاس کا علاقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم قرار دیا، جیسا کہ ''تاریخ مدینہ'' (مولف عبد المعبود ۶۴) پر لکھا ہے کہ ''امام مالک'' قضاء حاجت کے لئے مدینہ طیبہ کے حرم محترم سے باہر تشریف لے جاتے تھے''۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ جس طرح مکہ میں حدود حرم متعین ہیں کیا مدینہ میں بھی اسی طرح حدود حرم متعین ہیں، اگر ہیں تو کہاں سے کہاں تک ہیں؟ تفصیل مطلوب ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسلم شریف کی روایت میں حرم مدینہ کی تحدید ۱۲ر میل سے کی گئی ہے۔

حدثنا عاصم قال قلت لأنس بن مالك رضي الله عنه: أحرم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة قال: نعم، ما بين كذا إلى كذا. (صحيح مسلم رقم: ١٦٦)

عن إبراهيم التيمي عن أبيه قال: قال علي رضي الله عنه ما عندنا كتاب نقرؤه إلا كتاب الله غير هذه الصحيفة ...... وفيها: المدينة حرم ما بين عير إلى ثور الخ. (صحيح البخاري / باب إثم من تبرأ من مواليه رقم: ٦٧٥٥، صحيح مسلم رقم: ١٣٧٠)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بين لابتي المدينة، قال أبوهريرة رضي الله عنه فلو وجدت الظباء ما بين لابتيها ما ذعرتها، وجعل اثني عشر ميلاً، حول المدينة حمى. وفي حديث آخر

Marfat.com

مرفوعاً، قال: المدينة حرم ما بين عير إلى ثور. (صحيح مسلم، كتاب الحج / باب فضل المدينة ...... وبيان حدودها ٤٤٢/١ رقم: ١٣٧٢)

اور ائمہ ثلاثہ (امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک حرم مدینہ کی بھی وہی حیثیت ہے جو حرم مکہ کی ہے کہ اس حد میں شکار وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے، جب کہ حنفیہ کے نزدیک حرم مدینہ کی وہ حیثیت نہیں ہے، اس سلسلہ کی احادیث استحباب اور تکریم پر محمول ہیں اور سوال میں ذکر کردہ امام مالکؒ کا عمل اگر صحیح سند سے ثابت ہو تو یہ ان کا ذاتی عمل ہوگا، جو دوسروں کیلئے قابل تقلید نہیں ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم طلع له أحد فقال: هٰذا جبل يحبنا ونحبه، اللّٰهم إن إبراهم حرم مكة وإني أحرم ما بين لابتيها. (سنن الترمذي ٢٣٠/٢)

قال في الكافي: لأنا عرفناه حل الاصطياد بالنص القاطع، فلايحرم إلا بدليل قطعي ولم يوجد. (شامي ٥٢/٤ زكريا)

ثم حرمة الحرم خاصة بمكة عندنا، وليس للمدينة حرمة الحرم في حق الصيود والاستجار ونحوها، وقال الشافعي: للمدينة حرمة الحرم حتى أن من قتل صيدا فيها فعليه الجزاء لقوله عليه السلام: إن إبراهيم عليه السلام حرم مكة وأنا أحرم ما بين لابيتها يعني المدينة، وقال ابن زيد: يصطاد في المدينة فخنوا ثيابه، وحجتنا في ذلك ما روي: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطى بعض الصبيان في المدينة طائراً، فطار من يديه فجعل يتاسف على ذلك، ورسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "يا أبا عمير ما فعل النغير" اسم ذلك الطائر ...... ولو كان للصيد في المدينة حرمة الحرم لما ناوله رسول الله صلى الله عليه وسلم صبيا؛ ولأن هذه بقعة يجوز دخولها بغير إحرام فتكون قياس سائر البلدان بخلاف الحرم فإنه ليس أحدا أن يدخلها إلا محرما. (المبسوط للسرخسي / قتل المحرم لبازي لمعلم جزء: ١٠٥/٤، كذا في لبحر لرائق / فصل: قتل محرم صيدا أو دل عليه من قتله ٤٣/٣ لشاملة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۶/۳/۲۳ھ

Marfat.com

کیا حضور علیہ السلام روضۂ اقدس پر سلام کرنے والے کو دیکھتے ہیں؟

سوال (۲۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص روضۂ اطہر پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھتے یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر سلام پیش کرتا ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سلام کو بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں، اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں؛ لیکن اس کو دیکھتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں احادیث میں کوئی صراحت نہیں ملی۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من صلى علي عند قبري سمعته، ومن صلى علي نائياً أبلغته. (رواه البيهقي في شعب الإيمان ۲/۲۰۹ رقم: ۱۵۵۳ مشكوة المصابيح ۱/۸۷ رقم: ۹۳۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۷/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبر اطہر کے پاس اُردو میں سلام پڑھنا؟

سوال (۲۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اردو میں جو لوگ سلام پڑھتے ہیں، اگر یہ سلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس پڑھنا چاہے، تو کیا پڑھ سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۳/۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com